خطباء، دعاۃ اور مبلغین حضرات کے لئے ایک علمی تحفہ

زاد الخطیب

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ

ڈاکٹر حافظ محمد اسحاق زاہد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یامادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com
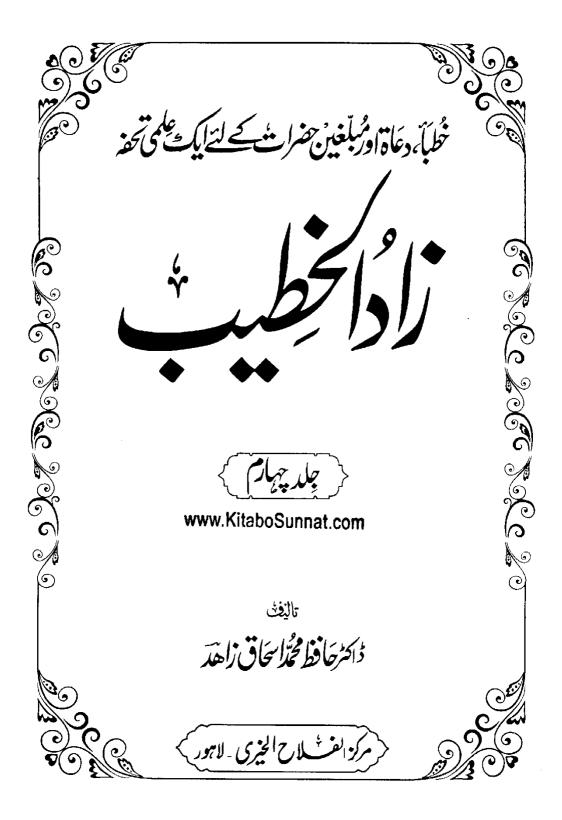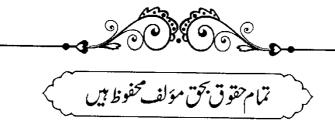
خطباء، دعاۃ اور مبلغین حضرات کے لئے ایک علمی تحفہ

زاد الخطیب

جلد چہارم

تالیف

ڈاکٹر حافظ محمد اسحاق زاہد

مرکز الفلاح الخیری ۔ لاہور

نام کتاب ———— زادُالخطیب

نام مؤلف ———— ڈاکٹر حافظ محمد اسحاق زاہد

ایڈیشن اول ———— اپریل 2016ء

مطبع

مکتبہ اسلامیہ پرنٹنگ پریس لاہور
0300-8661763

ملنے کا پتا

- رانا طاہر محمود، بینک سٹاپ فیروزپور روڈ لاہور۔ فون نمبر: 0333-4237720
- ارشد علی، جامعہ محمدیہ للبنین والبنات، کورنگی ۲ کراچی۔ فون نمبر: 0300-2682701
- مولانا الیاس سلفی، ملتان۔ فون نمبر: 0333-7328470

فہرست

عرضِ مؤلف

الحمد لله رب العالمين ، والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين ، وعلى آله وصحبه أجمعين ، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين ..... أما بعد

قارئین کرام! 'زاد الخطیب' کی چوتھی جلد۔ بحمد اللہ تعالیٰ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ میں سب سے پہلے اللہ رب العزت کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں جس کی خصوصی توفیق سے یہ جلد پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ **الحمد لله حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه.**

اس جلد میں بھی پہلی تینوں جلدوں کی طرح پچیس خطبات ہیں۔ یوں زاد الخطیب کے خطبات کی تعداد بحمد للہ تعالیٰ سو پوری ہوگئی ہے۔ اس جلد میں الحمد للہ بڑے اہم اور متنوع موضوعات آگئے ہیں۔
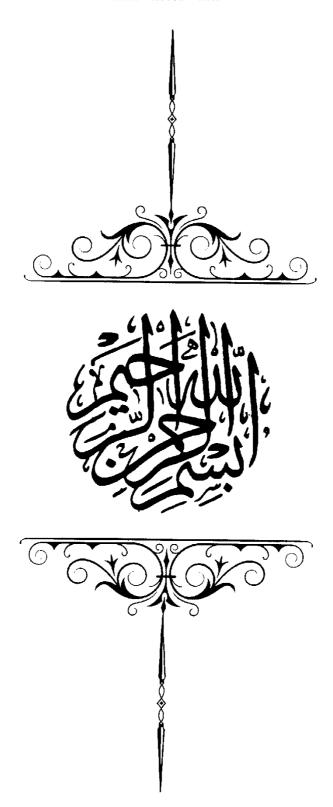
☆ مثلا قبولیت اعمال میں اخلاص کی اہمیت اور اس کے فضائل، ایمان کی لذت حاصل کرنے کے اہم اسباب، دین میں غلو کے خطرناک نتائج، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی اہمیت اور اس کے فوائد وثمرات، تقویٰ کی اہمیت اور متقین کی صفات، فتنوں کے دور میں مسلمان کا کردار، اُمت محمدیہ کی خصوصیات۔

☆ ایک خطبہ' دعوت اہل حدیث اور منہج سلف صالحین کے اصول وضوابط' پر ہے اور اس میں اہل حدیث کی دعوت اور ان کے منہج پر تفصیل سے گفتگو کی گئی ہے۔

☆ اسی طرح اخلاقیات میں بھی چند اہم موضوعات شامل ہیں۔ مثلا تکبر کی مذمت اور تواضع کی اہمیت وفضیلت، حسد کی تباہ کاریاں، حیاء کی اہمیت اور اس کے فضائل .... وغیرہ

☆ اس کے علاوہ اس جلد میں بعض احادیث کو موضوعِ خطبہ بنا کر قدرے تفصیل سے ان کی تشریح کی گئی ہے۔ مثلا (**سبعة يظلهم الله في ظله ....**) کی روشنی میں عرش باری تعالیٰ کے سائے میں جگہ پانے والے خوش نصیبوں کا ذکر، (**اجتنبوا السبع الموبقات ...**) کی روشنی میں سات تباہ کن گناہوں کا تذکرہ، (**ثلاث كفارات .....**) کی روشنی میں گناہوں کا کفارہ بننے والے امور، درجات کی بلندی کا سبب بننے والے امور، نجات کا سبب بننے والے اور ہلاکت وبربادی کا سبب والے امور۔

☆ اسی طرح رقائق میں بھی چند موضوعات شامل ہیں۔ مثلا دنیا کی حقیقت، جنت کے محلات اور مکفرات الذنوب وغیرہ۔

☆ تیسری جلد میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سیرت طیبہ کے بارے میں ایک خطبہ شامل تھا۔ جبکہ اس

جلد میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی سیرت طیبہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

☆ رزق میں بے برکتی کی شکایتیں عام طور پر سننے میں آتی ہیں۔ اس لئے اس جلد میں ایک خطبہ 'رزق میں برکت کے اسباب' کے موضوع پر شامل کیا گیا ہے۔

☆ معاشرے کی اصلاح کیسے ممکن ہے اور اس کیلئے کیا طریقۂ کار اختیار کیا جانا چاہئے؟ اس اہم موضوع پر بھی ایک خطبہ شامل ہے۔

☆ لعنت کا موجب بننے والے امور کونسے ہیں؟ اور کن کن امور کی بناء پر اعمال صالحہ برباد ہوتے ہیں؟ یہ دونوں موضوعات بھی اس جلد میں شامل ہیں۔

☆ فرشتے کن لوگوں پر نازل ہوتے اور کن کیلئے دعا کرتے ہیں؟ اس موضوع کو بھی اس جلد کے خطبات میں شامل کیا گیا ہے۔

میری خواہش ہے کہ میں خطبات کے اس اہم اور مفید سلسلے کو جاری رکھوں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجھے صحت وعافیت والی اور بابرکت زندگی نصیب کرے۔ اور اس سلسلے کو جاری رکھنے کی توفیق دے۔

میں ان تمام حضرات کا شکرگزار ہوں جنھوں نے اس جلد کی تیاری وطباعت میں کسی بھی طرح سے مجھ سے تعاون کیا۔ خصوصی طور پر جناب فلاح خالد المطیری رئیس لجنة القارة الهندية حفظه الله کا، اسی طرح برادرم جناب رانا طاہر محمود صاحب اور برادر عزیز جناب حافظ سمیع الرحمٰن صاحب کا بھی۔ **جزى الله خيرا كل من تعاون معي في إعداد هذا المجلد وطبعه.**

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ میری اس چھوٹی سی کاوش کو قبول فرمائے اور اسے میرے لئے، میرے والدین کیلئے، میرے اہل وعیال اور میرے بہن بھائیوں کیلئے صدقۂ جاریہ بنائے۔ آمین

وصلى الله وسلم على نبينا محمد وآله وصحبه أجمعين

حافظ محمد اسحاق زاہد (کویت)

تاریخ: 20 جمادی الثانیہ 1437ھ

(29 مارچ 2016)

قبولیتِ اعمال میں اخلاص کا اثر

اہم عناصرِ خطبہ:

① قبولیت عمل صالح کی شروط
② اخلاص کا مفہوم
③ اخلاص کی اہمیت
④ اخلاص کی علامات
⑤ مختلف اعمال میں اخلاص کی اہمیت
⑥ اخلاص کے ثمرات
⑦ ریا کاری: اعمال صالحہ کے لیے مہلک!

پہلا خطبہ

محترم حضرات! کسی بھی عبادت اور عمل صالح کی قبولیت کیلئے تین شرائط ہیں:

ا۔ پہلی شرط یہ ہے کہ عمل کرنے والا موحد ہو۔ یعنی اللہ کی توحید کا صدق دل سے اعتراف کرتا ہو اور اس کے ساتھ کسی کو اس کا شریک نہ بناتا ہو۔ کیونکہ اگر عمل کرنے والا شخص شرک کرتا ہو تو اس کے اعمال قبول نہیں کئے جاتے، بلکہ اس کے اعمال غارت اور برباد ہو جاتے ہیں۔

۲۔ دوسری شرط یہ ہے کہ عمل کرنے والے شخص کی نیت اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے تقرب کو حاصل کرنا ہو۔ ریاکاری اور دکھلاوا مقصود نہ ہو۔ اِس کو 'اخلاص' کہتے ہیں۔

۳۔ تیسری شرط یہ ہے کہ عمل نبی اکرم ﷺ کی شریعت کے مطابق ہو۔ یعنی قرآن وحدیث سے ثابت ہو۔ کیونکہ ایسا عمل جو قرآن وحدیث سے ثابت نہ ہو وہ نا قابل قبول ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشادگرامی ہے:

«مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ »①

''جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی کام ایجاد کیا جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔''

ایک اور روایت میں ارشاد فرمایا: «مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ»②

''جس نے کوئی ایسا کام کیا جس کے متعلق ہمارا کوئی حکم نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔''

آج ہمارے خطبے کا موضوع قبولیتِ عمل کی دوسری شرط یعنی 'اخلاص' ہے۔

---

① صحیح البخاری:2697، صحیح مسلم:1718
② صحیح مسلم:1718
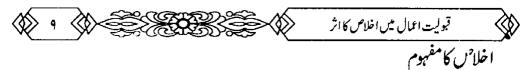
اخلاص کا مفہوم

'اخلاص' کی اہمیت وضرورت پر بات کرنے سے پہلے یہ جان لیں کہ 'اخلاص' کسے کہتے ہیں؟ اور اس کا معنی ومفہوم کیا ہے؟

لفظ 'اخلاص' کا معنی ہے چھانٹنا اور ملاوٹ سے پاک کرنا۔

اور شرعی اصطلاح میں اس سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنی عبادت کے ذریعے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا تقرب حاصل کرنے کی نیت کرے اور اس میں کسی اور دنیاوی مقصد کی ملاوٹ نہ کرے۔ دنیاوی مقاصد کئی ہو سکتے ہیں۔ مثلا :

☆ کسی سے اپنی تعریف سننے کی یا ملامت ومذمت سے بچنے کی خواہش ہو۔

☆ یا کسی کے دل میں اپنے لئے محبت کے جذبات پیدا کرنا مقصود ہو۔

☆ یا جاہ ومنصب اور مال ودولت کو حاصل کرنے کا ارادہ ہو۔

یعنی عبادت اور عمل صالح کیلئے اصل محرک بندے کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہو، اس کے حکم پر عمل کر کے اس کا قرب اور اس کی رضا مندی کو حاصل کرنا ہو۔ اس کی مغفرت اور اجر وثواب کی طلب ہو اور اس کے عذاب کا خوف اور ڈر ہو۔ اور بندے کے دل میں دنیاوی اغراض ومقاصد میں سے کچھ بھی نہ ہو۔

حافظ ابن رجبؒ 'اخلاص' کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں :

''بندہ جب عمل کرے تو اس کے دل میں یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے، اس پر مُطّلع اور اس کے قریب ہے۔ لہٰذا جب بندہ اپنے عمل میں اِس چیز کا استحضار کرتا ہے اور پھر اسی کیفیت کے ساتھ وہ اپنا عمل مکمل کرتا ہے تو وہ مخلص ہوتا ہے۔ کیونکہ اِس کیفیت کا استحضار اسے غیر اللہ کی طرف متوجہ ہونے یا اللہ کے علاوہ کسی اور چیز کا قصد کرنے سے روکتا ہے۔''[1]

اور امام ابو عثمان سعید بن اسماعیل نیسابوریؒ کہتے ہیں :

اخلاص چار چیزوں کا نام ہے :

پہلی یہ کہ آپ اپنے قول وفعل کے ذریعے اپنے دل میں ارادہ کریں کہ آپ محض اللہ تعالیٰ کی رضا مندی ہی چاہتے ہیں اور اس کی ناراضگی سے بچنا چاہتے ہیں۔ اور عمل کے دوران آپ کی کیفیت یہ ہو کہ جیسے آپ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہیں اور وہ آپ کو دیکھ رہا ہے۔ یہ اس لئے کہ تا کہ آپ کے دل سے ریا چلا جائے۔

---

[1] جامع العلوم والحکم 129/1

دوسری یہ کہ آپ اِس بات کو اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان سمجھیں کہ اس نے آپ کو اِس عمل کی توفیق دی ہے۔ یہ اس لئے کہ تا کہ آپ کے دل سے خود پسندی نکل جائے۔

تیسری یہ کہ آپ اپنے عمل میں نرمی اور ٹھہراؤ اختیار کریں اور جلد بازی سے بچیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ « مَا جُعِلَ الرِّفْقُ فِيْ شَيْئٍ إِلَّا زَانَهُ ، وَمَا نُزِعَ مِنْ شَيْئٍ إِلَّا شَانَهُ» ①

”جس چیز میں نرمی اختیار کی جاتی ہے اسے وہ خوبصورت بنا دیتی ہے۔ اور جس چیز سے نرمی نکال لی جاتی ہے (اور اس میں سختی برتی جاتی ہے) تو سختی اسے بدصورت بنا دیتی ہے۔“

یاد رہے کہ جلد بازی نفسانی خواہش کی اتباع ہے اور نرمی سنت نبویہ کی اتباع ہے۔

اور چوتھی یہ کہ جب آپ اپنے عمل سے فارغ ہوں تو آپ کے دل میں اس بات کا خوف ہو کہ کہیں اللہ تعالیٰ آپ کے عمل کو رد نہ کردے اور اسے قبول نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴾ ②

”اور جو لوگ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں (تو) حالت یہ ہوتی ہے کہ ان کے دل کپکپاتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔“

جو شخص ان چاروں چیزوں کو جمع کر لیتا ہے تو وہ ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے عمل میں مخلص ہوگا۔“ ③

اخلاص کی اہمیت

① 'اخلاص' ہر عبادت کی روح ہے۔ اور ہر عبادت میں اس کی حیثیت ایسے ہی ہے جیسے ایک جسم میں روح کی حیثیت ہوتی ہے۔ جس طرح جسم بغیر روح کے مردہ ہوتا ہے اسی طرح عبادت بھی بغیر اخلاص کے مردہ ہوتی ہے۔ جس طرح ایک جسم بغیر روح کے زندہ نہیں رہ سکتا اسی طرح ایک عبادت بھی بغیر اخلاص کے زندہ نہیں رہتی۔ لہٰذا ہم سب کو اپنی عبادات کی زندگی کے لیے سوچنا چاہیے۔

② 'اخلاص' دل کے اعمال میں سے ایک عمل ہے۔ اور ایسا عمل ہے کہ جو دل کو منور کرتا ہے اور اسے جلا بخشتا ہے۔ اور جس دل میں 'اخلاص' نہیں ہوتا وہ تاریک ہوتا ہے اور اس پر اندھیرا چھا جاتا ہے۔

اور چونکہ 'اخلاص' دل میں ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ بھی بندوں کے دلوں پر نظر رکھتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

① صحیح مسلم :2594 بنحوہ ② المؤمنون 23:60

③ الجامع لشعب الإیمان البیہقی 6475

«إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ إِلٰى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ ، وَلٰكِنْ يَنْظُرُ إِلٰى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ»[1]

''بے شک اللہ تعالیٰ تمھاری شکلوں اور تمھارے مالوں کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمھارے دلوں اور تمھارے عملوں کی طرف دیکھتا ہے۔''

③ اللہ تعالیٰ اخلاص کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمَآ أُمِرُوْٓا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ﴾[2]

''انہیں محض اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، دین کو بس اسی کیلئے خالص کرتے ہوئے اور شرک وغیرہ سے منہ موڑتے ہوئے۔ اور نماز قائم کریں اور زکاۃ ادا کریں۔ اور یہی ہے بالکل صحیح اور درست دین۔''

اس آیت میں ذرا غور کریں، اس میں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ بندوں کو پانچ باتوں کا حکم دیا گیا ہے:

۱۔ اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔

۲۔ دین کو اس کیلئے خالص کریں، یعنی اس میں غیر اللہ کو شریک نہ کریں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تمام عبادات میں اخلاص ضروری ہے۔

۳۔ پھر اسی بات کی مزید تاکید لفظ ﴿حُنَفَآءَ﴾ کے ساتھ کی، یعنی غیر اللہ سے منہ موڑتے ہوئے بس اللہ تعالیٰ کی طرف یکسو ہو کر محض اس کا تقرب حاصل کرنے کی خاطر اس کی عبادت کریں۔

۴۔ نماز قائم کرتے رہیں۔ یعنی اسے شروط، فرائض اور آداب کے ساتھ پابندی سے ہمیشہ پڑھتے رہیں۔

۵۔ زکاۃ ادا کرتے رہیں۔

ان پانچ باتوں کا حکم دینے کے بعد فرمایا: ﴿وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ﴾ یعنی یہ پانچوں احکامات بالکل صحیح اور درست دین ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ اخلاص دینِ اسلام میں شرط ہے۔ اور 'شرط' کا مطلب یہ ہے کہ اخلاص ہے تو دین ہے، اخلاص نہیں تو دین بھی نہیں۔

④ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿أَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ﴾[3]

''خبردار! اللہ کیلئے تو دین خالص ہی ہے۔'' یعنی دین خالص ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قبول ہے۔ جس دین میں اخلاص نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قبول نہیں۔

① صحیح مسلم 2564 ② البیّنۃ 98:5 ③ الزمر 39:3

ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا:

آپ کا خیال ہے کہ جو شخص جنگ میں اس لئے شریک ہو کہ اسے اجر وثواب بھی ملے اور شہرت بھی، تو اسے کیا ملے گا؟ نبی ﷺ نے فرمایا: «لَا شَيْئَ» ''اسے کچھ بھی نہیں ملے گا۔''

اس آدمی نے یہ سوال تین مرتبہ کیا اور نبی ﷺ نے ہر مرتبہ یہی جواب دیا کہ اسے کچھ نہیں ملے گا۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

« إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ إِلَّا مَا كَانَ لَهُ خَالِصًا وَابْتُغِيَ بِهٖ وَجْهُهُ» ①

''بے شک اللہ تعالیٰ کوئی عمل قبول نہیں کرتا سوائے اس کے جو خالص ہو اور اس کے ساتھ اللہ کی رضا کو طلب کیا گیا ہو۔''

اِس سے ثابت ہوا کہ دین کو اللہ کیلئے خالص کرنا انتہائی ضروری ہے۔

⑤ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبی جناب محمد ﷺ کو حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿ قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ﴾ ②

''آپ کہہ دیجئے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کرتا رہوں، دین کو اس کیلئے خالص کرتے ہوئے۔''

اور جب جناب محمد ﷺ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کی عبادت دین کو اس کیلئے خالص کرتے ہوئے کریں تو یہ حکم یقینی طور پر آپ ﷺ کی پوری امت کیلئے بھی ہے۔

⑥ اخلاص کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ دنیا میں ہر چیز ملعون ہے سوائے اس کے جو اللہ کیلئے خالص ہو۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

« اَلدُّنْيَا مَلْعُونَةٌ مَلْعُونٌ مَّا فِيْهَا، إِلَّا مَا ابْتُغِيَ بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ » ③

''دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے سب ملعون ہے، سوائے اس کے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا کو طلب کیا جائے۔''

⑦ اخلاص کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر رسول اکرم ﷺ ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

«لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ، لَا حَوْلَ

① سنن النسائي:3140- وصححه الألباني ② الزمر11:39

③ صحيح الترغيب والترهيب للألباني:9

وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ ، لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ » ①

''اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ، وہ اکیلا ہے ، اس کا کوئی شریک نہیں ۔ بادشاہت اسی کی ہے اور تمام تعریفوں کا مستحق وہی ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ۔ اللہ کی توفیق کے بغیر نہ برائی سے بچنا ممکن ہے اور نہ ہی عمل خیر کرنا۔ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور ہم اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے ۔ تمام نعمتیں وہی عطا کرتا ہے ، اسی کیلئے ہر قسم کا فضل ہے اور وہی اچھی ثناء کا مالک ہے ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ۔ہم دین کو اسی کیلئے خالص کرتے ہیں خواہ کافروں کو ناگوار گزرے ۔''

⑧ سچے مومن وہ ہیں جو دین کو اللہ کیلئے خالص کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَ أَصْلَحُوا وَ اعْتَصَمُوا بِاللّٰهِ وَ أَخْلَصُوا دِينَهُمْ لِلّٰهِ فَأُولٰئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ وَ سَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ﴾ ②

''ہاں وہ لوگ جنھوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کر لی اور اللہ سے رشتہ مضبوط کر لیا اور اپنا دین اللہ کیلئے خالص کر لیا، تو وہ مومنوں کے ساتھ ہونگے ۔ اور عنقریب اللہ تعالیٰ مومنوں کو اجر عظیم سے نوازے گا۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے چار صفات ذکر کی ہیں : توبہ، اصلاح اور اللہ کے ساتھ مضبوط رشتہ قائم کرنا اور اخلاص دین ۔ جس شخص میں یہ صفات ہونگی وہ دنیا میں نفاق سے بچ جائے گا۔ اور وہ دنیا میں ، برزخ میں اور قیامت کے روز مومنوں کے ساتھ ہوگا جن سے اللہ تعالیٰ نے اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔

⑨ اخلاص کا تعلق نیت کے ساتھ (دل کے ارادے کے ساتھ) ہے ۔ اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ اعمال کا دارومدار بھی نیتوں پر ہے ۔یعنی اگر نیت میں اخلاص ہو اور عمل کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کا طلبگار ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی نصیب ہوگی ۔ اور اگر ایسا نہیں بلکہ اس کی نیت ریاکاری کرنا یا اپنی تعریف سننا ہے تو اسے وہی چیز ملے گی جس کی اس نے نیت کی۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِىءٍ مَّا نَوَى» ③

---

① صحيح مسلم 594 ② النساء 146:4

③ صحيح البخارى:1 ، صحيح مسلم 1907

''تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔اور ہر آدمی کیلئے وہی چیز ہے جس کی اس نے نیت کی۔''

اسی طرح مَعْن بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد یزید رضی اللہ عنہ نے چند دینار صدقہ کرنے کیلئے نکالے اور مسجد میں ایک آدمی کے پاس رکھ دیئے ، میں مسجد میں گیا تو میں نے وہ دینار اٹھا لئے اور انھیں گھر لے آیا۔ میرے والد نے کہا: « وَاللّٰهِ مَا إِيَّاكَ أَرَدتُّ »

''اللہ کی قسم ! میں نے تمھیں دینے کا ارادہ نہیں کیا تھا۔''

چنانچہ میں انھیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آیا تا کہ آپ ہمارے جھگڑے میں فیصلہ فرمائیں ۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: « لَكَ مَا نَوَيْتَ يَا يَزِيدُ وَلَكَ مَا أَخَذْتَ يَا مَعْنُ » [1]

''اے یزید! تمھارے لئے وہ ہے جس کی تم نے نیت کی ۔ اور اے مَعْن ! تمھارے لئے وہ ہے جو تم نے لے لیا۔'' یعنی یزید رضی اللہ عنہ نے صدقہ کرنے کی نیت کی تھی ، لہٰذا ان کی نیت کے مطابق وہ صدقہ ہو گیا۔ اور معن رضی اللہ عنہ نے صدقہ کے دیناروں کو لے لیا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ان کا مستحق قرار دیا۔ اِس سے ثابت ہوا کہ ہر انسان کو اُس کے عمل سے وہی چیز ملتی ہے جس کی وہ نیت کرتا ہے۔

⑩ اخلاص کے ساتھ ایک انسان کے عمل کی قدر بڑھ جاتی ہے۔

چنانچہ اگر ہم جائزہ لیں تو بعض اوقات ایک ہی صف میں ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنے والے دو اشخاص کی نمازوں میں زمین وآسمان کا فرق ہوتا ہے ۔ جس نمازی کی نماز میں اخلاص ہوتا ہے اور وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق ہوتی ہے، اس نماز کی اللہ تعالیٰ کی ہاں بڑی قدر ہوتی ہے ۔ جبکہ اُسی نمازی کے پہلو میں کھڑے آدمی کی نماز میں اخلاص نہ ہو تو اس کی نماز کی اللہ کے ہاں کوئی قدر نہیں ہوتی ۔ اسی طرح باقی اعمال ہیں۔

اور اخلاص ہی وہ چیز ہے جو انسان کو اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ وہ اپنے تمام اعمال کو درست طریقے سے سرانجام دے ۔ چنانچہ

☆ اخلاص ایک جج کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اس وقت تک فیصلہ نہ کرے جب تک کہ کیس کا بغور جائزہ لے کر وہ اس کی گہرائی تک نہ پہنچے۔

☆ اخلاص ایک مدرس کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنے تدریسی عمل میں بھر پور محنت کرے اور اپنے طلبہ کو ہر بات تمام جزئیات کے ساتھ سمجھائے ۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ان کی اخلاقی تربیت بھی کرے۔

---

[1] صحیح البخاری 1422

☆ اخلاص ایک تاجر کو مجبور کرتا ہے کہ وہ صاف ستھرا لین دین کرے۔ دھوکہ، فراڈ، خیانت اور جھوٹ سے اجتناب کرے۔

☆ اخلاص ایک کاتب، رائٹر اور مصنف کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنے ہاتھ اور قلم کے ساتھ حق بات لکھے اور کسی کو خوش کرنے کی خاطر یا کسی دنیاوی مفاد کے حصول کی خاطر حقائق کو تبدیل نہ کرے۔

☆ اخلاص ایک مالدار آدمی کو مجبور کرتا ہے کہ وہ ریا کاری کے بغیر محض اللہ کی رضا کی خاطر فقراء ومساکین کی امداد کرے اور کسی کو پتہ بھی نہ چلنے دے کہ وہ ایسا کرتا ہے۔

☆ اخلاص ایک ملازم کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنی ڈیوٹی پوری دیانتداری کے ساتھ سرانجام دے اور پورا ڈیوٹی ٹائم اپنی ذمہ داریوں کی انجام دہی میں صرف کرے۔

☆ اخلاص ایک نوکر کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنے مالک کی خیرخواہی کرے اور اس کے مال اور اس کی عزت کی حفاظت کرے۔

☆ اخلاص ہر آدمی کو مجبور کرتا ہے کہ وہ ہمیشہ حق کا اور حق والوں کا ساتھ دے اور ان کا دفاع کرے اور ظلم وباطل اور مجرموں کا ساتھ نہ دے اور نہ ہی ان کا دفاع کرے۔

الغرض یہ ہے کہ 'اخلاص' ہر شخص کی تربیت کرتا ہے اور ہر انسان کو حقوق اللہ اور حقوق العباد میں اس کی ذمہ داریاں کما حقہ ادا کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔ اور کسی قسم کی کمی وکوتاہی سے باز رکھتا ہے۔

اخلاص کی علامات

معزز بھائیو اور لائق احترام بہنو! یہ کیسے پتہ چلتا ہے کہ ہم میں اخلاص ہے یا نہیں ہے؟

اہل علم نے اس کی کچھ علامات بیان کی ہیں جن کی بناء پر یہ پتہ چل سکتا ہے کہ اخلاص ہے یا نہیں ہے۔ آیئے وہ علامات بیان کرتے ہیں۔

① عمل کرنے والے شخص کی نظر میں تعریف یا مذمت دونوں برابر ہوں۔ کیونکہ اس کے مدنظر فقط یہ ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب حاصل ہو جائے، کوئی تعریف کرے یا مذمت کرے اس کی اس کے ہاں کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ﴾[1]

''ہم تو تمہیں بس اللہ کی رضا کیلئے ہی کھلاتے ہیں، ہمیں تم سے نہ کوئی بدلہ چاہئے اور نہ ہی شکریہ۔''

[1] الدھر 9:76

③ عمل کے ثواب کی آخرت میں امید رکھنا۔

④ لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو کر چھپے چھپے عمل کرنے کی کوشش کرنا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے:

« إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِيَّ الْغَنِيَّ الْخَفِيَّ » ①

''بے شک اللہ تعالیٰ اس بندے سے محبت کرتا ہے جو پرہیزگار ہو، (لوگوں سے) بے نیاز ہو اور چھپ چھپ کر عبادت کرتا ہو۔''

④ انسان کا ظاہر و باطن ایک جیسا ہو۔ یہ نہیں کہ وہ ظاہری طور پر کچھ ہو اور باطنی طور کچھ اور ہو۔ کیونکہ یہ نفاق ہے جو اخلاص کے منافی ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ﴾ ②

''وہ اپنی زبانوں ایسی باتیں کرتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتیں۔''

⑤ اعمال صالحہ کی عدم قبولیت کا ڈر جس شخص میں یہ ڈر پایا جاتا ہے تو یہ اس کے اخلاص پر دلالت کرتا ہے۔

⑥ خود پسندی، غرور اور تکبر سے اجتناب۔ کیونکہ جس شخص میں اخلاص نہیں ہوتا وہ خود پسندی، غرور اور تکبر کا شکار ہو جاتا ہے۔ گویا ان چیزوں سے اجتناب کرنا اخلاص کی علامت ہے۔

میرے بھائیو اور بزرگو! ان علامات کی روشنی میں ہم میں سے ہر شخص یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ کیا اس کے اندر اخلاص پایا جاتا ہے، یا وہ اخلاص سے محروم ہے!

مختلف اعمال میں اخلاص کی اہمیت

'اخلاص' ویسے تو ہر عبادت میں شرط ہے۔ تاہم کچھ عبادات کا ہم بطور خاص تذکرہ کرنا چاہتے ہیں جن میں اخلاص کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔

❶ طلب علم میں اخلاص

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغَى بِهِ وَجْهُ اللّٰهِ ، لَا يَتَعَلَّمُهُ إِلَّا لِيُصِيبَ بِهِ عَرَضًا مِنَ الدُّنْيَا، لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ » ③

---

① صحيح مسلم :2965 ② الفتح 48: 11

③ سنن أبو داؤد:3664۔ وصححه الألباني

''جو شخص علم سیکھے، ایسا علم جس کے ساتھ اللہ کی رضا کو طلب کیا جاتا ہے، وہ اسے صرف اس لئے سیکھے کہ اس کے ذریعے دنیا کے مفاد کو حاصل کر لے تو وہ قیامت کے روز جنت کی خوشبو تک نہیں پائے گا۔''

❷ توحید الوہیت کے اقرار میں اخلاص

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ شَهِدَ أَن لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، مُخْلِصًا مِنْ قَلْبِهِ ، دَخَلَ الْجَنَّةَ»

''جس شخص نے دل کی گہرائی سے اخلاص کے ساتھ اس بات کی گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں تو وہ جنت میں داخل ہو گیا۔''①

اور حضرت عتبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ»

''بے شک اللہ تعالیٰ اس شخص کو جہنم پر حرام کر دیتا ہے جو محض اللہ کی رضا کی خاطر لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه کہتا ہے۔'' یعنی اقرار کرتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔②

یاد رہے کہ قیامت کے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت بھی اسی خوش نصیب کو حاصل ہو گی جس نے اخلاص کے ساتھ توحید الوہیت کا اقرار کیا ہو گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: قیامت کے دن لوگوں میں سے سب سے بڑا خوش نصیب کون ہو گا جس کے حق میں آپ شفاعت کریں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا:

« لَقَدْ ظَنَنْتُ يَاأَبَا هُرَيْرَةَ ! أَنْ لَّا يَسْأَلَنِيْ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ أَحَدٌ أَوْلٰى مِنْكَ لِمَا رَأَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِيْثِ ، أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ :مَنْ قَالَ :لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِّنْ قِبَلِ نَفْسِهِ»

''اے ابو ہریرہ! مجھے یقین تھا کہ اس بارے میں تم ہی سوال کرو گے کیونکہ تمھیں احادیث سننے کا زیادہ شوق رہتا ہے۔ (تو سنو) قیامت کے دن میری شفاعت کی سعادت اس شخص کو نصیب ہو گی جس نے اپنے دل کی گہرائیوں سے اخلاص کے ساتھ لا إله إلا الله کہا۔''③

---

① مسند أحمد :22195- وصححه الألباني في الصحيحة2355

② صحيح البخاري :425، صحيح مسلم 33

③ صحيح البخاري :99و6570

❸ نماز میں اخلاص

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: « مَنْ صَلّٰى لِلّٰهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا فِيْ جَمَاعَةٍ يُدْرِكُ التَّكْبِيْرَةَ الْأُوْلٰى كُتِبَتْ لَهُ بَرَاءَتَانِ :بَرَاءَةٌ مِنَ النَّارِ وَبَرَاءَةٌ مِنَ النِّفَاقِ»①

''جو شخص اللہ کی رضا کیلئے چالیس دن اِس طرح باجماعت نماز پڑھے کہ تکبیر اولی بھی فوت نہ ہو تو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) اس کیلئے دو چیزوں سے براءت لکھ دی جاتی ہے: جہنم کی آگ سے اور نفاق سے۔''

❹ سجدوں میں اخلاص

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«عَلَيْكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ ، فَإِنَّكَ لَا تَسْجُدُ لِلّٰهِ سَجْدَةً إِلَّا رَفَعَكَ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً ، وَحَطَّ عَنْكَ بِهَا خَطِيْئَةً»②

''تم زیادہ سے زیادہ سجدے کیا کرو، کیونکہ تم اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے ایک سجدہ کرو گے تو وہ اس کے بدلے تمہارا ایک درجہ بلند کردے گا اور تمہارا ایک گناہ مٹا دے گا۔''

❺ مسجد بنانے میں اخلاص

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« مَنْ بَنٰى مَسْجِدًا يَبْتَغِيْ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ ، بَنَى اللّٰهُ لَهُ مِثْلَهُ فِي الْجَنَّةِ»③

''جو شخص صرف اللہ کی رضا کو طلب کرتے ہوئے مسجد بنائے، اللہ تعالیٰ جنت میں اس کیلئے اس جیسا گھر بنا دیتا ہے۔''

اسی طرح نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

« مَنْ بَنٰى مَسْجِدًا لِلّٰهِ كَمَفْحَصِ قَطَاةٍ أَوْ أَصْغَرَ، بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ »

''جو شخص اللہ کیلئے مسجد بنائے، پرندے کے گھونسلے کی مانند یا اس سے بھی چھوٹی، تو اللہ اس کیلئے جنت میں ایک گھر بنا دیتا ہے۔''④

❻ انفاق فی سبیل اللہ میں اخلاص

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنفِقُوْنَ أَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ

---

① سنن الترمذی :241 وحسنه الألبانی
② صحیح مسلم :488
③ صحیح البخاری 439، صحیح مسلم :533
④ سنن ابن ماجه :738 وصححه الألبانی

كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَآتَتْ أُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَإِن لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾ ①

''اور جولوگ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے اور اپنے آپ کو دین حق پر ثابت رکھنے کیلئے اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایک باغ کی سی ہے جو اونچی جگہ پر واقع ہو۔ (جب) اُس پر مینہ پڑے تو دُگنا پھل لائے اور اگر مینہ نہ بھی پڑے تو خیر پھوار ہی سہی۔ اور اللہ تمھارے کاموں کو خوب دیکھ رہا ہے۔''

⑤ برادرانہ محبت میں اخلاص

ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ أَحَبَّ لِلّٰهِ وَأَبْغَضَ لِلّٰهِ وَأَعْطَى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيْمَانَ»

''جو شخص اللہ کی رضا کیلئے محبت کرے، اللہ کی رضا کیلئے بغض رکھے، اللہ کی رضا کیلئے دے اور اللہ کی رضا کیلئے روکے تو اس نے ایمان مکمل کرلیا۔'' ②

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: «إِنَّ اللّٰهَ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: أَيْنَ الْمُتَحَابُّونَ بِجَلَالِي الْيَوْمَ؟ أُظِلُّهُمْ فِي ظِلِّي يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلِّي» ③

''بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ارشاد فرمائے گا: آج میری خاطر محبت کرنے والے کہاں ہیں! میں انھیں اپنے سائے میں جگہ دیتا ہوں جبکہ آج میرے سائے کے علاوہ اور کوئی سایہ نہیں۔''

اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: اَلْمُتَحَابُّونَ فِي جَلَالِي لَهُمْ مَنَابِرُ مِن نُّورٍ، يَغْبِطُهُمُ النَّبِيُّونَ وَالشُّهَدَاءُ» ④

''اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میری خاطر محبت کرنے والوں کیلئے ایسے روشن ممبر ہونگے جن پر انبیاء اور شہداء بھی رشک کریں گے۔''

اور ابو ادریس الخولانی بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں آپ سے اللہ کی رضا کیلئے محبت کرتا ہوں۔ انھوں نے کہا: واقعتاً اللہ کی رضا کیلئے؟ میں نے کہا: جی ہاں محض اللہ کی رضا کیلئے۔ تو انھوں نے کہا: آپ کو خوشخبری ہو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ آپ نے فرمایا:

---

① البقرة 2: 265
② سنن أبو داؤد :4681- وصححه الألباني
③ صحيح مسلم :2566
④ سنن الترمذی 2390 وصححه الألبانی

« قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: وَجَبَتْ مَحَبَّتِيْ لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ،وَالْمُتَجَالِسِيْنَ فِيَّ، وَالْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ،وَالْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيَّ » [1]

''اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: میری محبت ان لوگوں کیلئے واجب ہو جاتی ہے جو میری رضا کیلئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ، ایک دوسرے سے مل بیٹھتے ،ایک دوسرے کی زیارت کرتے اور ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔''

❽ میت کیلئے دعا میں اخلاص

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

«إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَأَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَاءَ» [2]

''جب تم میت کی نماز جنازہ پڑھو تو اس کیلئے نہایت اخلاص کے ساتھ دعا کیا کرو۔''

❾ اللہ کی رضا کیلئے غصہ پی جانا

ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« مَا مِنْ جُرْعَةٍ أَعْظَمُ أَجْرًا عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ جُرْعَةِ غَيْظٍ ، كَظَمَهَا عَبْدٌ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ»

''اللہ کے نزدیک سب سے بڑے اجر والا گھونٹ ، غصے کا گھونٹ ہے جسے بندہ صرف اللہ کی رضا کی خاطر پی لے۔'' [3]

❿ قربانی میں اخلاص

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے قربانی کے دن دو مینڈھے' جو سینگ دار تھے، سیاہ وسفید رنگ کے تھے اور خصی تھے' ذبح کرنے کا ارادہ کیا، پھر جب انھیں لٹایا تو یہ دعا پڑھی:

« اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ عَلٰى مِلَّةِ إِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْن ، إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ، لَا شَرِيْكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ، اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ ، وَعَنْ مُحَمَّدٍ وَّأُمَّتِهِ »

''میں نے اپنا رخ اس ذات کی طرف کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ملت ابراہیمی پر چلتے ہوئے میں نے اللہ کے سوا سب سے منہ موڑ لیا ہے۔ اور میں مشرکوں میں سے نہیں ۔ بے شک میری نماز ،

---

[1] صحيح الترغيب والترهيب للألباني:3018

[2] سنن ابو داؤد :3199 ـ وحسنه الألباني

[3] سنن ابن ماجه :4189 ـ وصححه الألباني

میری قربانی ، میری زندگی اور میری موت صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ۔ مجھے یہی حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں ۔ اے اللہ یہ (قربانی) تیری طرف سے اور تیرے لئے ہے ۔ اور محمد ﷺ اور ان کی امت کی طرف سے ہے ۔''

اس کے بعد آپ ﷺ نے (بسم الله ، والله أكبر) پڑھا اور انھیں ذبح کردیا ۔ ①

⑪ حج میں اخلاص

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک پرانے کجاوے پر حج کیا اور ایسی چادر پر کہ جس کی قیمت چار درہموں کے برابر بھی نہ تھی ۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا :

« اَللّٰهُمَّ حَجَّةٌ لَا رِيَاءَ فِيهَا وَلَا سُمْعَةَ » ②

'' اے اللہ ! اس حج کو ایسا حج بنادے کہ اس میں نہ ریا ہو اور نہ ہی تعریف سننے کی خواہش ہو ۔''

⑫ اللہ کی رضا کیلئے صبر کرنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے : ﴿وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولَئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ﴾ ③

'' اور جنھوں نے اپنے رب کی رضا کو طلب کرتے ہوئے صبر کیا ، نماز قائم کی اور ہم نے انھیں جو کچھ دے رکھا ہے اس سے پوشیدہ طور پر اور دکھلا کر خرچ کیا ۔ اور وہ برائی کا جواب بھلائی سے دیتے ہیں (یا گناہ کے بعد نیکی کرتے ہیں) تو انہی لوگوں کیلئے آخرت کا گھر ہے ۔''

⑬ اللہ کی رضا کیلئے تواضع اختیار کرنا

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

« ۔۔۔۔۔ وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ » ④

'' اور جو شخص اللہ کی رضا کیلئے عاجزی وانکساری اختیار کرے تو اسے اللہ ضرور بلندی نصیب کرتا ہے ۔''

محترم سامعین ! یہ چند اعمال ہم نے بطور مثال ذکر کئے ہیں ، ورنہ اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام اعمال صالحہ اور تمام عبادات میں اخلاص انتہائی ضروری ہے ، کیونکہ اس کے بغیر اللہ تعالیٰ کوئی عبادت قبول ہی نہیں کرتا ۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو تمام عبادت میں اخلاص نصیب کرے اور ریا کاری سے محفوظ رکھے ۔

① سنن أبو داؤد 2795 ۔ وحسنه الألبانی

② سنن ابن ماجه 2890 ۔ وصححه الألبانی

③ الرعد 22:13

④ صحيح مسلم 2588

محترم بھائیو اور دوستو!

آیئے اب اِس خطبہ کے آخر میں اخلاص کے بعض ثمرات ذکر کرتے ہیں۔ تاکہ ہمیں یہ پتہ چلے کہ اخلاص سے انسان کو کیا فوائد وثمرات حاصل ہوتے ہیں۔

اخلاص کے ثمرات

❶ دنیا وآخرت میں سربلندی

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«... إِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ فَتَعْمَلَ عَمَلًا تَبْتَغِيْ بِهِ وَجْهَ اللّٰهِ ، إِلَّا ازْدَدتَّ بِهِ دَرَجَةً وَرِفْعَةً »

''تمھیں لمبی زندگی دی جائے گی، پھر تم جو بھی ایسا عمل کرو گے کہ اس کے ذریعے تم اللہ کی رضا کے طلبگار ہو گے تو اس کے ساتھ تمھارا ایک درجہ بڑھ جائے گا اور مزید بلندی نصیب ہوگی۔''①

❷ خوف اور غم سے نجات

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾②

''سنو! جو بھی اپنے آپ کو اللہ کے سامنے جھکا دے اور وہ (اخلاص واتباعِ سنت کے ساتھ) اچھی طرح عمل کرنے والا بھی ہو تو اس کیلئے اس کے رب کے ہاں اجر ہے اور ایسے لوگوں پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمزدہ ہونگے۔''

❸ پریشانیوں سے نجات

جن اعمال وعبادات میں اخلاص ہو، اگر انھیں مشکل گھڑیوں میں وسیلہ بنایا جائے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ مشکلات سے نجات دیتا ہے اور پریشانیوں سے محفوظ کرلیتا ہے۔

اس کی سب سے بڑی دلیل اصحاب الغار (تین غار والوں) کا مشہور واقعہ ہے جس میں نبی ﷺ نے بیان فرمایا کہ تین افراد جب ایک غار میں پھنس گئے تو ہر ایک نے اللہ تعالیٰ کی بارگارہ میں اپنا وہ عمل پیش کیا جو اس نے خالصتا اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کیا تھا۔ اور اس کے ذریعے اس نے اللہ تعالیٰ سے اپنی پریشانی سے نجات پانے کی دعا کی۔ چنانچہ ہر ایک نے کہا:

---

① صحیح البخاری 3936، صحیح مسلم 1628

② البقرۃ2:112

« اَللّٰهُمَّ فَإِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيْهِ »

''اے اللہ! اگر یہ عمل میں نے محض تیری رضا کیلئے کیا تھا تو ہم جس مشکل میں پھنسے ہوئے ہیں ہمیں اس سے نجات دے۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انھیں نجات دے دی۔ ①

④ برائی اور بے حیائی سے بچنے کی توفیق

مخلص بندے کو اللہ تعالیٰ دنیا میں برائی اور بے حیائی کے کاموں سے بچالیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے: ﴿وَ لَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَ هَمَّ بِهَا لَوْ لَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَ الْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ﴾ ②

''چنانچہ اس عورت نے یوسف کا قصد کیا اور وہ بھی اس کا قصد کر لیتے اگر اپنے رب کی برہان نہ دیکھ لیتے۔ اِس طرح ہم نے انھیں اس برائی اور بے حیائی سے بچالیا کیونکہ وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے تھے۔''

⑤ شیطان کے شر سے حفاظت

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَغْوَیْتَنِیْ لَاُزَیِّنَنَّ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ﴾ ③

''اس (شیطان) نے کہا: اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھے ورغلایا ہے تو میں بھی دنیا میں لوگوں کو (ان کے گناہ) خوش نما کر کے دکھاؤں گا اور ان سب کو ورغلا کے چھوڑوں گا۔ ہاں ان میں سے تیرے چند مخلص بندے ہی (بچیں گے)''

⑥ خاتمہ اخلاص پر ہو تو انسان جنت میں داخل ہو جاتا ہے

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ ، خُتِمَ لَهُ بِهَا ، دَخَلَ الْجَنَّةَ ، وَمَنْ صَامَ يَوْمًا اِبْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ ، خُتِمَ لَهُ بِهَا ، دَخَلَ الْجَنَّةَ ، وَمَنْ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ اِبْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ، خُتِمَ لَهُ بِهَا ، دَخَلَ الْجَنَّةَ » ④

''جس شخص نے اللہ کی رضا کی خاطر لا إله إلا الله کہا اور اسی پر اس کا خاتمہ ہو گیا، تو وہ سیدھا جنت

---

① صحیح البخاری 2272، صحیح مسلم 2743 ② یوسف 24:12 ③ الحجر 39:15

④ مسند أحمد 23324350/38- وھو حدیث صحیح لغیرہ کما قال محقق المسند، وصححه الألبانی فی صحیح الترغیب والترھیب :985

میں جائے گا۔ اور جس شخص نے اللہ کی رضا کی خاطر ایک دن کا روزہ رکھا اور اسی حالت میں اس کا خاتمہ ہو گیا تو وہ بھی سیدھا جنت میں جائے گا۔ اور جس شخص نے اللہ کی رضا کی خاطر صدقہ کیا اور اسی وقت اس کا خاتمہ ہو گیا تو وہ بھی سیدھا جنت میں جائے گا۔''

❼ اخلاص کے ذریعے دل پاک ہوتا ہے

نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: «نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَبَلَّغَهَا، فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ غَيْرُ فَقِيْهٍ، وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلٰى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ»

''اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوشی، بہجت وسرور اور آسودگی دے جس نے میری بات سنی وراسے آگے پہنچا دیا، کیونکہ کئی علم لینے والے (فقیہ) سمجھ دار نہیں ہوتے اور کئی علم لینے والے اسے اپنے سے زیادہ سمجھ دار تک پہنچا دیتے ہیں۔''

پھر ارشاد فرمایا:

«ثَلَاثٌ لَا يَغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ مُؤْمِنٍ: إِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰهِ، وَالنَّصِيْحَةُ لِوُلَاةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَلُزُوْمُ جَمَاعَتِهِمْ، فَإِنَّ دَعْوَتَهُمْ تُحِيْطُ مِنْ وَّرَائِهِمْ»[1]

''اور تین چیزیں ایسی ہیں کہ جن کی موجودگی میں مومن کے دل میں کینہ داخل نہیں ہوتا۔ اللہ کیلئے عمل خالص کرنا، مسلمانوں کے سربراہوں سے خیر خواہی کرنا اور ان کی جماعت میں بہر حال شامل رہنا۔ کیونکہ ان کی دعوت ان سب کو محیط ہوتی ہے۔'' (جیسے ایک دیوار ان کا احاطہ کرتی ہے اسی طرح ان کی دعوت 'جو کہ دعوتِ اسلام ہے' بھی ان سب کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور انھیں فرقہ بندی سے محفوظ رکھتی ہے۔ اس لئے ان کی جماعت کے ساتھ مل کر رہنا اشد ضروری ہے۔)

❽ اللہ کے عذاب سے نجات

ارشاد باری ہے: ﴿ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ☆ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ☆ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ☆ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴾[2]

''ان سے پہلے بھی بہت سے لوگ بہک چکے ہیں۔ جن میں ہم نے ڈرانے والے رسول بھیجے تھے۔ لہٰذا آپ دیکھ لیں کہ جنھیں ڈرایا گیا تھا ان کا انجام کیا ہوا! سوائے اللہ کے مخلص بندوں کے۔''

---

① سنن الترمذی: 2658 وصححه الألبانی ② الصافات37:71-74

❾ عرش باری تعالیٰ کا سایہ

جو انسان ریا کاری سے بچتے ہوئے انتہائی خفیہ انداز سے صدقہ کرے اور اس کا مقصود صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہو تو وہ قیامت کے روز عرش الٰہی کے سائے تلے ہوگا۔

جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:« سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ ...... وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهُ »

"سات قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے (عرش کے) سائے تلے جگہ دے گا جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا......ان میں سے ایک شخص وہ ہے جس نے اس طرح خفیہ طور پر صدقہ کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ چلا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔"①

❿ جہنم کے عذاب سے نجات اور جنت میں داخلہ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ إِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْأَلِيْمِ ☆ وَمَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ☆ إِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ☆ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ☆ فَوَاكِهُ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ☆ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ☆ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ☆ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَأْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ☆ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ☆ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ☆ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ☆ كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴾②

"یقیناً تمھیں دردناک عذاب چکھنا ہے۔ اور تمھیں تمھارے اعمال کا ہی بدلہ دیا جائے گا۔ سوائے اللہ کے مخلص بندوں کے۔ انہی کیلئے ہمیشہ باقی رہنے والی روزی مقرر ہے، انواع واقسام کے پھل۔ اور وہ نعمتوں والی جنت میں معزز ومکرم ہوں گے۔ آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔ انھیں بہتی ہوئی شراب کا جام پیش کیا جائے گا۔ وہ شراب سفید اور پینے والوں کیلئے لذیذ ہوگی۔ نہ اس سے سر چکرائے گا اور نہ ہی اس سے ان کی عقل ماری جائے گی۔ اور ان کے پاس نیچی نگاہ رکھنے والی بڑی آنکھوں والی حوریں ہونگی۔ جو چھپائے ہوئے انڈوں کی مانند نہایت خوبصورت ہونگی۔"

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اخلاص اختیار کرنے اور اپنے فضل وکرم کے ساتھ اخلاص کے فوائد وثمرات کو حاصل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

---

① صحیح البخاری :660، صحیح مسلم :1031 ② الصافات 37:38-49

دوسرا خطبہ

عزیز القدر بھائیو!

'اخلاص' کے منافی 'ریا' ہے جو نیکیوں کو ضائع کر دیتا اور اعمال صالحہ کو برباد کر دیتا ہے۔ اسی لئے رسول اکرم ﷺ نے اسے مسیح دجال سے بھی زیادہ خطرناک قرار دیا۔

ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مسیح دجال کا تذکرہ کر رہے تھے کہ اسی دوران رسول اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِمَا هُوَ أَخْوَفُ عَلَيْكُمْ عِنْدِيْ مِنَ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ ؟ »

''کیا میں تمھیں اس کی خبر نہ دوں جو میرے نزدیک تمھارے لئے مسیح دجال سے بھی زیادہ خوفناک ہے؟''

تو ہم نے کہا: کیوں نہیں، ضرور بتائیے۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« اَلشِّرْكُ الْخَفِيُّ :أَنْ يَّقُوْمَ الرَّجُلُ يُصَلِّيْ ، فَيُزَيِّنُ صَلَاتَهُ لِمَا يَرَى مِنْ نَظَرِ رَجُلٍ »

''وہ شرک خفی ہے۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ (مثلا) ایک آدمی نماز کیلئے کھڑا ہو، پھر وہ اپنی نماز کو خوبصورت بنائے (یعنی خوب لمبا کرے) کیونکہ اسے پتہ چل چکا کہ اسے کوئی دیکھ رہا ہے۔''①

اِس حدیث میں نبی ﷺ نے ریاکاری کو 'شرک خفی' قرار دیا کیونکہ اس کا تعلق نیت کے ساتھ ہے اور نیتوں کا حال سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو معلوم نہیں ہوتا۔ اور اِس میں نبی کریم ﷺ نے نمازی کو بطور مثال بیان فرمایا ہے کہ وہ کسی کو اپنی طرف دیکھ کر اپنی نماز لمبی کر دیتا ہے۔ ورنہ یہی نیت (یعنی کسی کی خاطر اپنے عمل کو مزین کرنا) کسی بھی عمل میں ہو تو وہ یقیناً 'شرک خفی' ہے۔

ایک دوسری حدیث میں نبی ﷺ نے ریاکاری کو 'شرک اصغر' قرار دیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: « إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ »

''مجھے تم پر سب سے زیادہ خوف شرکِ اصغر کا ہے۔''

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ شرک اصغر کیا ہوتا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: « اَلرِّيَاءُ ، يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِأَصْحَابِ ذٰلِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِذَا جَازَى النَّاسَ : اِذْهَبُوْا إِلَى الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُرَاؤُوْنَ فِي الدُّنْيَا ، فَانْظُرُوْا هَلْ تَجِدُوْنَ عِنْدَهُمْ جَزَاءً ؟ »

① سنن ابن ماجہ: ٤٢٠٤۔ وحسنہ الألبانی

''شرکِ اصغر سے مراد ریا کاری ہے۔اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جب لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا تو ریا کاری کرنے والوں سے کہے گا: تم ان لوگوں کے پاس چلے جاؤ جن کے لئے تم ریا کرتے تھے، پھر دیکھو کہ کیا وہ تمھیں کوئی بدلہ دیتے ہیں؟''①

اِس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو لوگ دین میں مخلص نہیں ہوتے اور وہ ریا کاری کرتے ہیں، قیامت کے روز انھیں اللہ تعالیٰ کے ہاں کچھ بھی نہیں ملے گا۔

عزیز بھائیو! ریا کاری منافق کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ يُخَادِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوْا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَاؤُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيْلًا﴾②

''یہ منافق اللہ سے دھوکہ بازی کرتے ہیں، جبکہ اللہ ہی انھیں دھوکے کا (بدلہ دینے والا) ہے۔اور جب وہ نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں، صرف لوگوں کو دکھلانے کیلئے (نماز ادا کرتے ہیں) اور اللہ کو کم ہی یاد کرتے ہیں۔''

لہٰذا مومنوں کو ریا کاری سے بہر صورت بچنا چاہئے۔ ورنہ یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ ریا کاری کی وجہ سے اعمال غارت ہو جاتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

«أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ ،مَنْ عَمِلَ عَمَلًا أَشْرَكَ فِيْهِ مَعِيَ غَيْرِيْ تَرَكْتُهُ وَشِرْكَهُ»③

''میں تمام شریکوں میں سب سے زیادہ شرک سے بے نیاز ہوں۔ اور جو شخص ایسا عمل کرے کہ اس میں میرے ساتھ میرے علاوہ کسی اور کو بھی شریک کرے تو میں اسے اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔''

لہٰذا اپنے اعمال کو ریا سے محفوظ رکھیں۔ اور ان میں اخلاص پیدا کریں۔

اور یہ بات یاد رکھیں کہ قیامت کے روز جہنم کی آگ کو جن تین افراد کے ساتھ سب سے پہلے بھڑکایا جائے گا وہ ریا کاری کرنے والے ہونگے۔ پہلا شہید، دوسرا عالم دین اور قاریٔ قرآن اور تیسرا سخی۔ ان میں سے شہید کو کہا جائے گا کہ تو نے اس لئے قتال کیا کہ لوگ تجھے بہادر کہیں! عالم دین اور قاریٔ قرآن کو کہا جائے گا کہ تو نے اس لئے علم حاصل کیا کہ لوگ تجھے عالم کہیں اور اس لئے قرآن پڑھا کہ لوگ تجھے قاریٔ قرآن کہیں! اور سخی کو کہا جائے گا کہ تو نے اس لئے مال خرچ کیا کہ لوگ تجھے سخی کہیں۔ چنانچہ ان تینوں کو چہروں کے بل گھسیٹ کر جہنم

① الصحیحة للألبانی :951 ② النساء4: 142 ③ صحیح مسلم :2985

میں پھینک دیا جائے گا۔ (والعیاذ باللہ)[1]

میرے بھائیو اور دوستو! اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کریں کہ وہ ہمیں ریاکاری سے محفوظ رکھے اور ہمیں تمام اعمال صالحہ اور عبادات میں اخلاص نصیب فرمائے۔

حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«اَلشِّرْكُ فِيْكُمْ أَخْفٰى مِنْ دَبِيْبِ النَّمْلِ ، وَسَأَدُلُّكَ عَلٰى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتَهُ أَذْهَبَ عَنْكَ صِغَارَ الشِّرْكِ وَكِبَارَهُ ، تَقُوْلُ :اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ أَنْ أُشْرِكَ بِكَ وَأَنَا أَعْلَمُ،وَأَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا أَعْلَمُ»

''تم میں شرک چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی ہوگا اور میں تمھیں ایک ایسی دعا بتاتا ہوں کہ اگر تم اسے پڑھتے رہے تو اللہ تعالیٰ تم سے چھوٹے بڑے شرک کو دور کر دے گا۔تم یہ دعا پڑھنا:

«اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ أَنْ أُشْرِكَ بِكَ وَأَنَا أَعْلَمُ وَأَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا أَعْلَمُ»

''اے اللہ! میں جان بوجھ کر تیرے ساتھ شرک کرنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اور لاعلمی میں کرلوں تو میں تجھ سے تیری بخشش کا طلبگار ہوں۔''[2]

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

---

① صحیح مسلم :1905

② صحيح الجامع للألباني :3731

اِصلاح معاشرہ کیسے ہو؟

اہم عناصرِ خطبہ:

① اسلامی معاشرے کی خصوصیات

② معاشرتی خرابیوں کی نشاندہی اوران کی اصلاح کا طریقۂ کار

پہلا خطبہ

محترم حضرات!

آج ہمارے معاشرے میں بہت ساری خرابیاں پائی جاتی ہیں۔ بہت زیادہ اخلاقی بگاڑ پایا جاتا ہے۔ اِس قدر فساد پایا جاتا ہے کہ ہمارا معاشرہ تباہی وبربادی کے کنارے پر جا پہنچا ہے۔ اور آپ سب اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہم کس قدر اخلاقی انحطاط کا شکار ہو چکے ہیں!

سوال یہ ہے کہ ہم اپنے معاشرے کو اس تباہی وبربادی سے کیسے بچا سکتے ہیں؟ اور معاشرے کی تمام خرابیوں کی اصلاح کیسے ممکن ہے؟

اِس کیلئے ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ اِس امت کا اولین اسلامی معاشرہ جوکہ نبی ﷺ نے مدینہ منورہ میں تشکیل دیا تھا اس کی کیا خصوصیات تھیں کہ جن کی بناء پر وہ معاشرہ ایک مثالی معاشرہ بن گیا تھا۔ کیونکہ یہ بات کسی بھی شخص سے مخفی نہیں ہے کہ کسی بھی اسلامی معاشرے کی اصلاح اس وقت تک ممکن نہیں جب تک وہ نبی اکرم ﷺ کے تشکیل کردہ پہلے اسلامی معاشرے کی خصوصیات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی اصلاح نہ کرے۔

تو آیئے اختصار کے ساتھ ان خصوصیات کا تذکرہ کرتے ہیں اور انہی کی روشنی میں اپنے معاشرے کی خرابیوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔

پہلی خصوصیت : توحید باری تعالیٰ کا صدق دل سے اقرار اور شرک سے براءت اور لاتعلقی

اسلامی معاشرے کی پہلی اور سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ اسلامی معاشرے میں بسنے والے تمام مسلمان اکیلے اللہ تعالیٰ کو معبودِ برحق سمجھتے ہیں اور شرک سے براءت اور لاتعلقی کا اعلان کرتے ہیں۔ یہی بات ہمیں نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ سے معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ جب ہم آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرتے

ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اسلامی معاشرے کی بنیاد ہی توحید باری تعالیٰ کے اقرار پر رکھی تھی۔ اور آپ ﷺ نے اپنی دعوت کا آغاز ہی توحید باری تعالیٰ سے کیا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں دعوت کا آغاز اِس جملہ سے کیا:

(قُوْلُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا) ''تم سب اقرار کرو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، یہ اقرار کرلو گے تو کامیاب ہو جاؤ گے۔''

یاد رہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے کلمۂ توحید (لا إله إلا الله) کی طرف دعوت دی تو اس سے آپ ﷺ کی مراد صرف باری تعالیٰ کو رب (خالق و مالک، رازق اور مدبر الأمور) ماننا ہی نہیں تھا کیونکہ مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ کو خالق و مالک مانتے تھے جیسا کہ سورۃ العنکبوت کی آیت نمبر ۶۱ اور ۶۳ میں اللہ تعالیٰ نے اس کی وضاحت فرمادی ہے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی مراد یہ تھی کہ اِس بات کو بھی دل سے تسلیم کیا جائے کہ معبود برحق بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، تمام عبادات کے لائق وہی ہے اور ہر قسم کی عبادت اسی کیلئے روا ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکاۃ، قربانی، نذر و نیاز، رکوع و سجود، استعانۃ، استغاثہ، امید و رجاء، خوف و خشیت، توکل، دعا، عاجزی و انکساری، تذلل و خشوع، عقیدت و محبت ...... الغرض یہ کہ تمام تر عبادات میں وہ وحدہ لاشریک ہے۔

کلمۂ توحید کا یہی مفہوم جب رسول اکرم ﷺ نے مشرکین مکہ کے سامنے پیش کیا تو وہ کہنے لگے:

﴿أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلٰهًا وَّاحِدًا إِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ﴾ ①

''کیا اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنا دیا، یہ تو بڑی عجیب بات ہے''

یعنی ان کے لئے کلمۂ توحید کا یہ مفہوم ناقابلِ فہم تھا کیونکہ وہ تو تین سو ساٹھ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ اسی لئے ایک ہی معبود کا تصور ان کے لئے باعثِ تعجب تھا اور وہ اسے ماننے کے لئے تیار نہ ہوئے، بلکہ کہنے لگے:

﴿ أَئِنَّا لَتَارِكُوْا آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴾ ②

''کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کی بات پر چھوڑ دیں؟''

اسی توحید کو 'توحید الوہیت' کہتے ہیں اور یہ سب سے اہم بنیاد ہے اسلامی معاشرے کی تشکیل کیلئے اور اس کی ترقی اور کامرانی و کامیابی کیلئے۔ اسی لئے رسول اکرم ﷺ پوری مکی زندگی میں اُن تمام لوگوں کی تربیت اسی توحید باری تعالیٰ کی بنیاد پر ہی کرتے رہے جو کچھ عرصہ بعد مدینہ منورہ میں اولین اسلامی معاشرے کا حصہ بننے والے

① ص 5:38 ② الصافات 37: 36

تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت وعقیدت کی آبیاری کی، چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ ہی سے امیدیں وابستہ کرنے لگے، اسی کا خوف اپنے دلوں میں بسانے لگے، اسی کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھنے لگے۔ وہ لوگ جو کل تک 'لات، عزیٰ اور مناۃ' وغیرہ کو نفع ونقصان کا مالک سمجھتے تھے اب وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کو نفع ونقصان کا مالک سمجھنے لگے۔ یہ لوگ اسلام قبول کرنے سے پہلے خانہ کعبہ میں رکھے ہوئے بتوں کو داتا، دستگیر، غریب نواز اور غوث تصور کرتے تھے، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی توحید کا نور دکھلایا تو یہ اللہ تعالیٰ کو ہی داتا، دستگیر، غریب نواز اور غوث اعظم تصور کرنے لگے۔ یہ انقلابی تبدیلی تھی جو ایک کامیاب مسلم معاشرہ کے معرض وجود میں آنے کی پہلی بنیاد بنی۔

پہلا اسلامی معاشرہ جو مدینہ منورہ میں معرض وجود میں آیا وہ انہی لوگوں پر مشتمل تھا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کی روشنی میں ہمیں یہی معلوم ہوتا ہے کہ کامیاب اسلامی معاشرے کے قیام کیلئے سب سے پہلے معاشرے میں بسنے والے مسلمانوں کے عقیدے کی اصلاح کرنا ضروری امر ہے۔

جبکہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے معاشرے میں شرک انتہائی بھیانک صورت میں موجود ہے، وہ مقامات کہ جہاں سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کو پکارا نہیں جانا چاہئے تھا، وہاں غیر اللہ کو پکارا جاتا ہے، غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز پیش کی جاتی ہے اور غیر اللہ کے سامنے رکوع وسجود جیسی عبادات انجام دی جاتی ہیں۔ روزانہ لاکھوں لوگ ان مقامات پر آتے جاتے اور شرکیہ اعمال کرتے ہیں۔ اور شرک کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کے عذاب کو کھلم کھلا دعوت دیتے ہیں! جبکہ شرک کو اللہ تعالیٰ نے ظلم عظیم قرار دیا ہے۔ اِس صورتحال میں یہ کیسے ممکن ہے کہ ہمارے معاشرے کی اصلاح ہو اور معاشرہ ترقی کی راہ پر گامزن ہو! یقیناً یہ ناممکن ہے جب تک کہ تمام مسلمان شرک سے توبہ نہ کریں اور جب تک شرکیہ مراکز ختم نہ کئے جائیں۔

شرک سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور جس قوم سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے تو وہ قوم کیسے ترقی کر سکتی ہے! اور ایسی قوم جس معاشرے کا حصہ ہوگی وہ معاشرہ کیسے کامیابی کی راہیں طے کر سکتا ہے! یقیناً یہ لمحہ فکر یہ ہے!

اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ معاشرے کی اصلاح کیلئے سب سے پہلے معاشرے میں بسنے والے تمام مسلمانوں کے عقیدے کا درست ہونا اور شرک کی غلاظت سے پاک ہونا ضروری ہے۔

دوسری خصوصیت :

اطاعت وفرمانبرداری صرف اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول حضرت محمد ﷺ کی

نبی اکرم ﷺ نے پہلے اسلامی معاشرے کے باشندوں کو توحید باری تعالیٰ کے بعد جو دوسرا سبق دیا وہ یہ تھا کہ اطاعت وفرمانبرداری اگر ہے تو وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کیلئے ہے۔یعنی اسلامی معاشرے کے باسی اِس بات کے پابند ہیں کہ وہ بحیثیت مسلمان اللہ تعالیٰ کی اور رسول اکرم ﷺ کی فرمانبرداری کریں اوران کی نافرمانی سے اجتناب کریں۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسی بات کا حکم دیا تھا کہ

﴿وَأَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوْا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْا أَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ﴾①

''اورتم اللہ کی اطاعت کرتے رہو اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرتے رہو۔اور (نافرمانی سے) ڈرتے رہو اور اگر تم نے اعراض کیا تو جان لو کہ ہمارے رسول کے ذمہ بس صاف صاف پہنچا دینا ہے۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ إِذَا دَعَا كُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ﴾②

''اے ایمان والو! اللہ اور رسول (ﷺ) کا حکم مانو جبکہ رسول تمھیں اس چیز کی طرف بلائے جو تمھارے لئے زندگی بخش ہو۔''

نیز فرمایا:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا أَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوْا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْا أَعْمَالَكُمْ﴾③

''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کا کہا مانو اور اپنے اعمال کو غارت نہ کرو۔''

یہ اوران کے علاوہ دیگر بہت ساری آیات اسی بات پر دلالت کرتی ہیں کہ باشندگانِ اسلامی معاشرہ صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول جناب محمد ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے کے مامور و پابند ہیں۔

سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کے متعلق ان آیات کو عملی جامہ پہنانے کیلئے ہمیں کیا کرنا چاہیئے ؟ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات ہمیں کہاں سے معلوم کرنے

① المائدة5: 92 ② الأنفال8: 24 ③ محمد47: 33

چاہئیں ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان آیات مبارکہ کو عملی جامہ پہنانے کیلئے ہمیں کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ کا مطالعہ کرنا چاہئے ، کیونکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کے احکامات قرآن مجید اور کتبِ حدیث سے ہی مل سکتے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو انہی دو چیزوں کو مضبوطی سے تھامنے کی خصوصی وصیت فرمائی ۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: « تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ ، لَنْ تَضِلُّوا مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا : كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّتِي ، وَلَنْ يَتَفَرَّقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ »①

'' میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ۔ تم جب تک انھیں مضبوطی سے تھامے رکھو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے ۔ ایک ہے کتاب اللہ (قرآن مجید) اور دوسری ہے میری سنت ۔ اور یہ دونوں کبھی جدا جدا نہیں ہونگی یہاں تک کہ حوض پر میرے پاس آئیں گی ۔''

اور اولین اسلامی معاشرے کے باسیوں کا یہی منہج اور طرزِ عمل تھا کہ وہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ کو سامنے رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے تھے ۔ اور انہی لوگوں اور ان کے نقش قدم پر چلنے والوں کو آپ ﷺ نے 'فرقۂ ناجیہ' قرار دیا ۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

'' یہود ۷۱ فرقوں میں اور نصاریٰ ۷۲ فرقوں میں تقسیم ہوئے اور میری امت کے لوگ ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہوں گے ۔ ان میں سے ایک کے سوا باقی سب جہنم میں جائیں گے ۔''

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: یا رسول اللہ ! وہ ایک گروہ کونسا ہے جو نجات پائے گا ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي » '' جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں ۔''

ایک روایت میں ارشاد فرمایا: (وَهِيَ الْجَمَاعَةُ) '' نجات پانے والا گروہ ہی جماعت ہے ۔''②

سوال یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کس چیز پر قائم تھے کہ جس پر قائم رہنے والی جماعت کو آپ ﷺ نے 'نجات پانے والی جماعت' قرار دیا ؟ تو اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ وہ کتاب وسنت ہی کی اتباع پر قائم تھے ۔ ان کے ہاں ان دو چیزوں کے علاوہ کوئی تیسری چیز نہ تھی جس کی وہ اتباع کرتے ۔ لہٰذا آج بھی کوئی معاشرہ اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس کی اصلاح ہو سکتی ہے جب تک کہ اس میں بسنے والے تمام لوگ پورے اخلاص کے ساتھ کتاب وسنت کو اپنا دستورِ حیات نہ بنائیں ۔

---

① رواه الحاكم:319، والدار قطني:4/ 345 وحسنه الألباني في المشكاة:186 ، وصحيح الجامع: 2937، 3232

② سنن الترمذي :2641 ۔ وأبو داؤد : 4597، وابن ماجه:3993 وحسنه الألباني

تیسری خصوصیت : باسیانِ اسلامی معاشرہ کا اتفاق واتحاد!

اسلامی معاشرے کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اس میں بسنے والے تمام لوگ ایک امت ہوتے ہیں ۔ ان میں گروہ بندی اور فرقہ واریت نہیں ہوتی ۔ وہ ایک اللہ کی عبادت کرنے والے، ایک نبی ﷺ کی اتباع کرنے والے، ایک قبلے کی طرف رخ کر کے نمازیں پڑھنے والے اور ایک ہی کتاب کو دستور حیات بنانے والے ہوتے ہیں ۔اور اگر ان کے مابین کسی مسئلے میں نزاع ہوتا ہے تو وہ اسے کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی روشنی میں حل کر لیتے ہیں ۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تمام اہل ایمان کو متحد رہنے کا حکم دیا ہے اور فرقہ واریت اور گروہ بندی سے منع فرمایا ہے ۔اس کا ارشاد ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾ ①

’’تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور فرقوں میں مت بٹو ۔ اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر اس نے تمھارے دلوں میں الفت پیدا کر دی اور تم اس کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے ۔ اور (یاد کرو جب) تم جہنم کے گڑھے کے کنارے پر پہنچ چکے تھے تو اس نے تمھیں اس سے بچا لیا ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمھارے لئے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پا جاؤ ۔‘‘

اِس آیت کریمہ میں جہاں اللہ تعالیٰ نے تمام مومنوں کو مل کر اللہ کے دین کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیا اور فرقہ بندی سے منع کیا وہاں اس نے اپنا احسان عظیم یاد دلایا کہ تم ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے، لیکن اس نے تمھارے دلوں میں محبت پیدا کر دی، جس کے نتیجے میں تم سب بھائی بھائی بن گئے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلامی معاشرے کے باسیوں کی آپس میں الفت ومحبت اور ان سب کا اکٹھے رہنا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے ۔ اسی نعمت کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر یوں ذکر فرمایا:

﴿وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَٰكِنَّ اللّٰهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ ②

---

① آل عمران3 :103 ② الأنفال8 : 63

''اس (اللہ) نے مومنوں کے دلوں میں الفت پیدا کی، اگر آپ زمین پر موجود تمام چیزیں خرچ کر ڈالتے تو پھر بھی آپ ان کے دلوں میں الفت پیدا نہ کر سکتے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان میں محبت پیدا کر دی جو غالب اور حکمتوں والا ہے۔''

جبکہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے معاشرے میں فرقہ واریت اور گروہ بندی انتہائی بھیانک شکل اختیار کر چکی ہے۔ اور صورتحال یہ ہے کہ اللہ کے گھروں پر بھی مخصوص گروہوں کے لیبل لگا دیئے گئے ہیں۔ چنانچہ ہر فرقے کے لوگ انھی مساجد میں نماز پڑھتے ہیں جن پر ان کے فرقے کا نام نمایاں ہوتا ہے۔ اور اگر کسی دوسری جماعت کا کوئی شخص بھول کر ان مساجد میں چلا بھی جائے تو اسے ناپاک گردانتے ہوئے مسجد کو باقاعدہ دھو کر پاک کیا جاتا ہے! یا کم از کم اسے گھور گھور کر ضرور دیکھا جاتا ہے اور اس پر آوازیں ضرور کسی جاتی ہیں!

ہر گروہ ﴿كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ﴾ کا عملی نقشہ پیش کر رہا ہے، کہ جو جس عقیدے اور نظریے پر لگا ہوا ہے وہ اسی کو حق تصور کرتا اور دوسرے تمام لوگوں کو باطل پر سمجھتا ہے! اِس صورتحال میں ہمارا اسلامی معاشرہ قطعاً ترقی نہیں کر سکتا اور نہ اس کی اصلاح ہو سکتی ہے جب تک کہ معاشرے کے تمام باشندے ایک جماعت نہ بن جائیں اور جب تک کہ ان کے دلوں میں ایک دوسرے کیلئے الفت ومحبت پیدا نہ ہو اور وہ بھائی بھائی نہ بن جائیں۔ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿ وَإِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ ﴾[1]

''اور تمھاری یہ امت (درحقیقت) ایک ہی امت ہے اور میں تمھارا رب ہوں، لہٰذا تم مجھ سے ڈرتے رہو۔''

دوسری آیت میں فرمایا: ﴿ إِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ ﴾[2]

''یہ تمھاری امت یقیناً ایک ہی امت ہے۔ اور میں تمھارا رب ہوں۔ لہٰذا تم میری ہی عبادت کرو۔''

ہاں معاشرے میں اختلافات پیدا ہو سکتے ہیں۔ اور اختلافات کا پیدا ہونا برا نہیں، بلکہ برا یہ ہے کہ اختلافات پیدا ہوں اور انھیں ختم کرنے کی سنجیدہ کوشش نہ کی جائے۔ اختلاف تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین بھی پیدا ہو جاتا تھا، لیکن وہ اسے قرآن وحدیث کی روشنی میں حل کر لیتے تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسی بات کا حکم دیا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾[3]

---

① المؤمنون 52:23 ② الأنبیاء 92:21 ③ النساء 59:4

''اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کا حکم مانو اور رسول ﷺ کا حکم مانو۔ اور تم میں جو حکم والے ہیں ان کا بھی۔ پھر اگر تمھارا کسی بات میں اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول ﷺ کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی (تمہارے حق میں) بہتر ہے اور اس کا انجام بہت اچھا ہے۔''

اختلافی مسئلے کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹانے کا معنی یہ ہے کہ اس کا فیصلہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ کی روشنی میں کر لیا کرو۔

اور رسول اکرم ﷺ نے جب پیشین گوئی فرمائی تھی کہ

«فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا»

''تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا تو وہ عنقریب بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا۔''

تو آپ ﷺ نے اختلاف کثیر کے واقع ہونے پر جس چیز کو مضبوطی سے تھامنے اور اس کی روشنی میں اختلافات کو حل کرنے کا حکم دیا وہ یہ ہے:

«فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ ، تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ»

''تم میری سنت کو لازم پکڑنا اور اسی طرح ہدایت یافتہ اور راہِ راست پر گامزن خلفاء کے طریقے پر ضرور عمل کرنا۔ اس کو مضبوطی سے تھام لینا اور اسے قطعاً نہ چھوڑنا۔ اور تم دین میں نئے نئے کام ایجاد کرنے سے بچنا کیونکہ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''[1]

اِس حدیث سے ثابت ہوا کہ امت میں اختلافِ کثیر واقع ہونے کی شکل میں اگر تمام مسلمان نبی کریم ﷺ کی سنت اور خلفائے راشدین کے طرزِ عمل کو مضبوطی سے تھام لیں اور دین میں نئے نئے کام ایجاد کرنے سے بچیں تو ان کے آپس کے اختلافات ختم ہو سکتے ہیں۔ اور جب معاشرے میں اختلافات ختم ہونگے تو یقینی طور پر معاشرہ ترقی کرے گا۔

چوتھی خصوصیت : ایک دوسرے سے تعاون اور خیر خواہی

اسلامی معاشرے کی چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں بسنے والے تمام لوگ ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں، ایک دوسرے کے خیر خواہ ہوتے ہیں، ایک دوسرے پر رحم کرتے اور ترس کھاتے ہیں، ایک دوسرے کے

---

① سنن أبو داؤد :4607- وصححه الألباني

ہمدرد ہوتے ہیں اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اسی قسم کی تعلیمات دی ہیں اور رسول اکرم ﷺ نے بھی اولین اسلامی معاشرے کے باسیوں کی تربیت انہی اصولوں پر کی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے حکم صادر فرمایا کہ

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [1]

"تم نیکی اور تقوی کی بنیاد پر ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو۔"

چنانچہ اولین اسلامی معاشرے کے لوگ ایک دوسرے سے نیکی اور تقوی کی بنیاد پر تعاون کرنے لگے۔ اور تعاون بھی ایسا کہ قیامت تک اُس جیسی مثالیں پیش کرنا ممکن نہیں ہے۔

اور رسول اکرم ﷺ نے اولین اسلامی معاشرے کے لوگوں کی جس انداز سے تربیت کی اس کے نتیجے میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کے بہت ہی خیر خواہ، ہمدرد اور متعاون تھے۔ حتی کہ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے بارے میں گواہی دی کہ وہ

﴿أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾ "کافروں پر سخت اور آپس میں رحم دل ہیں۔"

اسی طرح فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [2]

"اور (ان لوگوں کیلئے بھی) جو ان (مہاجرین مکہ کے آنے) سے پہلے یہاں (مدینہ میں) مقیم تھے اور ایمان لا چکے تھے۔ وہ ہجرت کرکے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ انہیں دیا جائے وہ اپنے دلوں میں اس کی کوئی حاجت نہیں پاتے۔ وہ (مہاجرین کو) اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں خواہ خود فاقہ سے ہوں۔ اور جو لوگ اپنے نفس کی تنگی اور بخل سے بچالئے جائیں وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔"

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے سے کس طرح اظہار ہمدردی کرتے تھے اس کی ایک واضح دلیل یہ قصہ ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ (ہجرت کر کے) ہمارے پاس تشریف لائے تو رسول اکرم ﷺ نے ان کے اور حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا جو کہ بہت مالدار تھے۔ انہوں نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا: میں انصار میں سب سے زیادہ مالدار

---

[1] المائدة 5:2 [2] الحشر 59:9

ہوں اور یہ بات انصار کو بھی معلوم ہے۔تو میں اپنا مال دو حصوں میں تقسیم کرتا ہوں، ایک حصہ میرے لئے اور دوسرا آپ کیلئے ۔ اِس کے علاوہ میری دو بیویاں بھی ہیں، آپ کو ان دونوں میں سے جو زیادہ اچھی لگے میں اسے طلاق دے دیتا ہوں اور جب اس کی عدت پوری ہو جائے تو آپ اس سے شادی کر لیں ۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا:

(بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْ أَهْلِكَ وَمَالِكَ)

''اللہ تعالیٰ آپ کے گھر والوں اور آپ کے مال میں برکت دے۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ گھی اور پنیر کے مالک بن گئے اور ابھی کچھ ہی عرصہ گذرا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر زرد رنگ کے کچھ آثار دیکھے ۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے ایک گٹھلی کے وزن کے برابر سونا دے کر ایک انصاری عورت سے شادی کر لی ہے۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مبارکباد دی اور فرمایا:

(أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ)

''تم ولیمہ کرو خواہ ایک بکری ذبح کر کے ہی۔''①

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اولین اسلامی معاشرے کے باسیوں کے مابین جذبۂ محبت وشفقت کو پروان چڑھانے کیلئے انھیں ایک جسم کی مانند قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

«مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ الْوَاحِدِ إِذَا اشْتَكىٰ مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعىٰ لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى»②

'' مومنوں کی مثال آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرنے ، ایک دوسرے پر ترس کھانے اور ایک دوسرے پر شفقت کرنے میں ایک جسم کی مانند ہے کہ جب اس کا ایک عضو بیمار ہوتا ہے تو سارا جسم اس کیلئے بخار کے ساتھ تڑپ اٹھتا ہے اور اس کی وجہ سے بیدار رہتا ہے۔''

چنانچہ اولین اسلامی معاشرے کے باسیوں نے اِس حدیث کو عملی جامہ پہنایا اور وہ اِس طرح ایک جسم کی مانند بن گئے کہ اگر ان میں سے کسی شخص کو تکلیف پہنچتی تو اس کی وجہ سے سارے مسلمان تڑپ اٹھتے اور اس پر ترس کھاتے ہوئے اس کا ہر طرح سے خیال رکھتے ۔

① صحیح البخاری:3780 ، 3781

② صحیح البخاری :6011، صحیح مسلم : 2586

اسلامی معاشرے میں بسنے والا ہر شخص دوسرے کا خیر خواہ ہوتا ہے کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے اولین اسلامی معاشرے کے باسیوں کی تربیت اسی چیز پر کی تھی۔ جیسا کہ ابو رقیہ تمیم بن اوس الداری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ (ثَلَاثًا)، قُلْنَا: لِمَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ : لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ ، وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ »[1]

''دین خیر خواہی کا نام ہے۔'' آپ نے تین بار فرمایا۔ ہم نے کہا: کس کیلئے اے اللہ کے رسول ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کیلئے ، اس کی کتاب کیلئے ، اس کے رسول ﷺ کیلئے ، مسلمانوں کے حکمرانوں کیلئے اور عام مسلمانوں کیلئے۔''

اور حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

« بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى إِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ »

''میں نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی کہ نماز ہمیشہ پڑھتا رہونگا ، زکاۃ دیتا رہونگا اور ہر مسلمان کیلئے خیر خواہی کرونگا۔''[2]

اور خیر خواہی کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان اپنے بھائی کیلئے ہر وہ چیز پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ اور ہر اس چیز کو اپنے بھائی کیلئے ناپسند کرے جو اپنے لئے ناپسند کرتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

« لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ »[3]

''تم میں سے کوئی شخص (کامل) ایمان والا نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ وہ اپنے بھائی کیلئے بھی وہی چیز پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔''

اسلامی معاشرے میں ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے تعلق کس طرح کا ہونا چاہئے اس کے بارے میں رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

① رواه مسلم ۔كتاب الإيمان باب بيان أن الدين النصيحة ۔ حديث 55

② صحيح البخاري :1401 ، صحيح مسلم : 56

③ صحيح البخاري :13 ، صحيح مسلم :45

« اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ ، وَمَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ أَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهِ... »①

''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، (چنانچہ) وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی اسے ظالموں کے سپرد کرتا ہے۔ اور جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت کو پورا کرنے میں لگا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت کو پورا کرتا رہتا ہے۔''

نیز فرمایا: « مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ، وَمَنْ يَسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ؛ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ، وَاللّٰهُ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ أَخِيْهِ »②

''جو شخص کسی مومن کی دنیاوی پریشانیوں میں سے ایک پریشانی کو ختم کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی اخروی پریشانیوں میں سے ایک پریشانی کو ختم کردے گا۔ اور جو شخص کسی تنگدست پر آسانی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے دنیا وآخرت میں آسانی کرے گا۔ اور جو آدمی کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے تو اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد کرتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔''

پانچویں خصوصیت : پاکدامنی

اسلامی معاشرے کی پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ اس میں رہنے والے تمام مسلمان پاکدامن ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کی عزت وعصمت کا تحفظ کرنے والے ہوتے ہیں۔ وہ کسی کی ماں، بہن اور بیٹی کی طرف غلط نظروں سے نہیں دیکھتے بلکہ وہ ہر غیر محرم عورت سے اپنی نظریں جھکا کے رکھتے ہیں۔ کیونکہ اللہ رب العزت کا ان کیلئے یہی حکم ہے: ﴿ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ﴾③

''آپ مومنوں کو حکم دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کیلئے زیادہ پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔''

اسی طرح اسلامی معاشرے میں بسنے والی خواتین بھی باحیا ہوتی ہیں، ان کی آنکھوں میں شرم ہوتی ہے اور وہ اپنی عصمت کا تحفظ کرنے والی ہوتی ہیں۔ وہ اپنے گھروں میں ٹھہری رہتی ہیں اور بغیر ضرورت کے گھروں سے باہر نہیں نکلتیں اور جب نکلتی ہیں تو مکمل طور پر باپردہ ہو کر باوقار انداز سے نکلتی ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے

---

① صحیح البخاری: 2442 ، صحیح مسلم :2580

② صحیح مسلم: 2699

③ النور 24: 30

انھیں انہی باتوں کا حکم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ... ﴾[①]

''اور آپ ایمان والی عورتوں سے بھی کہہ دیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اپنی عزتوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہے۔ اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رکھیں....''

اسی طرح اس کا فرمان ہے:

﴿ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ ﴾[②]

''اور اپنے گھروں میں ٹک کر رہو۔ اور قدیم زمانۂ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار کا اظہار مت کرو۔''

اسلامی معاشرے میں رہنے والے خواتین وحضرات باہمی اختلاط سے پرہیز کرتے ہیں ۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

(لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ ،وَلَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ)

''کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ ہرگز خلوت میں نہ جائے، ہاں اگر اس کے ساتھ کوئی محرم ہو تو ٹھیک ہے۔ اور اسی طرح کوئی عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔''

آپ ﷺ کا یہ فرمان سن کر ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! میری بیوی حج کیلئے روانہ ہو گئی ہے اور میرا نام فلاں فلاں غزوہ کیلئے لکھ لیا گیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔''[③]

اور حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''تم (غیر محرم) عورتوں کے پاس جانے سے پرہیز کرو۔'' تو ایک انصاری نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ 'الحمو' یعنی خاوند کے بھائی (دیور) کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''دیور موت ہے۔''[④]

اسلامی معاشرے میں عزت وناموس کو تحفظ فراہم کیا گیا ہے اور ہر ایسا کام حرام قرار دیا گیا ہے جو بے حیائی

---

① النور24: 31 ② الأحزاب33: 33

③ صحيح البخاري ـ الحج باب حج النساء ـ 2862، صحيح مسلم ـ الحج ـ 1341

④ صحيح البخاري ـ النكاح باب لا يخلون رجل بامرأة: 5232 ، صحيح مسلم ـ الأدب ـ 2083

کی طرف لے کر جائے اور جس سے عزت وناموس کو خطرہ لاحق ہو۔ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿وَ لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ ﴾①

''اور بے حیائی کے تمام کاموں کے قریب بھی نہ جاؤ، خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ ہوں۔''

اور جو لوگ معاشرے میں بے حیائی کو پھیلاتے ہیں انھیں اللہ رب العزت نے سخت وعید سناتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾②

'' جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی پھیل جائے تو ان کیلئے یقیناً دنیا وآخرت میں دردناک عذاب ہے۔ اور اللہ کو سب کچھ معلوم ہے اور تم نہیں جانتے۔''

یاد رہے کہ یہ آیتِ کریمہ قصۂ افک کے ضمن میں نازل ہوئی، جس میں منافقوں اور بعض کمزور ایمان والوں نے کوشش کی کہ مسلم معاشرے میں اخلاقی انارکی پھیلے اور برائی کو فروغ ملے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انھیں سخت وعید سنائی کہ ایسا کرنے والوں کیلئے دنیا وآخرت میں دردناک عذاب ہے۔ ساتھ ہی یہ تنبیہ بھی فرما دی کہ بے حیائی پھیلانے سے مسلم معاشرے پر کتنے برے اثرات مرتب ہوتے ہیں! اس کا صحیح علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، تمھیں اس کا اندازہ نہیں۔ لہٰذا مسلم معاشرے میں اِس طرح کی بے حیائی کو فروغ دینے کے بجائے اس کی سختی سے حوصلہ شکنی کی جانی چاہئے۔

اِس آیت کریمہ میں اس دور کے ذرائع ابلاغ کیلئے بھی سخت تنبیہ ہے جنھوں نے اسلامی معاشروں میں فحاشی، عریانی اور بے حیائی کو پھیلانے اور نوجوان نسل کو بگاڑنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

اسلامی معاشرے کی پاکدامنی اور اس میں رہنے والے تمام لوگوں کی عزت وعصمت کے تحفظ کیلئے درج بالا تعلیمات کے برعکس آج ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے معاشرے میں زیادہ تر لوگ خواہ مرد ہوں یا خواتین ہوں، نہ اپنی نگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں اور نہ عزت وعصمت کی حرمت کا خیال کرتے ہیں۔ خواتین بے پردہ ہو کر گھومتی ہیں۔ مرد وزن کا اختلاط ایک عام سی بات بن گئی ہے۔ فحاشی، عریانی اور بے حیائی کو پھیلانے کے تمام وسائل استعمال کئے جا رہے ہیں۔

حالانکہ ہم اگر رسول اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا تشکیل

---

① الأنعام6:151 ② النور24:19

کردہ اسلامی معاشرہ اُس اخلاقی بگاڑ سے پاک تھا جو آج ہمارے معاشرے میں نظر آتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے مسلمانوں کی تربیت اِس انداز سے کی تھی کہ وہ کسی غیر محرم عورت کی طرف نظر اٹھانا بھی گوارا نہ کرتے تھے۔ چہ جائیکہ وہ برائی اور بدکاری کا سوچتے یا اس کی کوشش کرتے۔ اُس دور میں بدکاری کے اکا دکا واقعات ہوئے، اور ان میں بھی شاید اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی کہ اگر وہ واقعات رونما نہ ہوتے تو شاید ہمیں پتہ ہی نہ ہوتا کہ اِس طرح کے جرائم کی سزائیں کیا ہیں اور ان کے ساتھ کس طرح سے نمٹا جانا چاہئے۔

اُس دور میں خواتین بلاضرورت گھروں سے باہر نہ نکلتی تھیں۔ اور جب ضرورت پڑتی تو مکمل طور پر پردہ کرکے نکلتی تھیں۔ حتی کہ حج کے احرام کی حالت میں بھی چہرہ سمیت پورے جسم کا پردہ کرتی تھیں۔

لہٰذا آج بھی ہمیں اپنے معاشروں کی اصلاح رسول اکرم ﷺ کے تشکیل کردہ اولین اسلامی معاشرے کے خدوخال اور اس کی خصوصیات کو سامنے رکھتے ہوئے کرنی چاہئے۔ تبھی اصلاح کرنا ممکن ہے۔ ورنہ اگر ہم ان خصوصیات سے چشم پوشی کریں گے تو ہمارے معاشرے کی اصلاح ناممکن ہے۔

چھٹی خصوصیت : اجتماعی تکافل

اسلامی معاشرے کی چھٹی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں بسنے والے مالدار حضرات غرباء ومساکین کی کفالت کرتے ہیں۔ زکاۃ وصدقات کے ذریعے ان پر خرچ کرتے ہیں۔ ان کی ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں۔ یوں پورا معاشرہ خوشحال رہتا ہے۔ اور ہر شخص مطمئن ہو کر زندگی بسر کرتا ہے۔

اسلامی معاشرے میں سرمایہ چند ہاتھوں میں ہی نہیں رہتا بلکہ اس میں رہنے والے تمام لوگوں میں گردش کرتا رہتا ہے۔ اور یوں معاشرے میں طبقاتی تقسیم کا خاتمہ ہوتا ہے۔

جب ہم رسول اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے۔ سب سے زیادہ خرچ کرتے تھے۔ آپ ﷺ کے پاس جتنا مال آتا آپ اسے فراخدلی سے اس کے مستحقین میں خرچ کردیتے تھے۔ اور آپ ﷺ نے اسی انداز میں اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی بھی تربیت کی۔ چنانچہ ان میں سے اغنیاء صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے فقراء ومساکین پر کھلے دل سے خرچ کرتے تھے۔ غلاموں کو آزاد کراتے تھے۔ یتیموں اور بیوہ عورتوں کی کفالت کرتے تھے۔ ضرورتمندوں کی ضرورتوں کو پورا کرتے تھے۔ ان میں جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ، جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور جناب عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں، جنھوں نے انفاق فی

سبیل اللہ کی عظیم مثالیں قائم کیں اور دوسروں کیلئے بہترین نمونہ بنے۔

جبکہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے معاشرے میں طبقاتی تقسیم پائی جاتی ہے۔ جو مالدار ہیں ان میں سے چند ایک کو چھوڑ کر باقی سب اپنا سرمایہ مختلف بنکوں میں فکس ڈیپازٹ اکاؤنٹس میں رکھ کر اطمینان کی نیند سو رہے ہیں اور انہی کے محلوں، قصبوں اور شہروں میں ان کے پڑوسی بھوکے مر رہے ہیں! جو مالدار ہیں وہ اور زیادہ مالدار ہوتے جا رہے ہیں اور جو غریب ہیں وہ غریب تر ہوتے جا رہے ہیں۔ جو کل تک لاکھوں کے مالک تھے وہ آج کروڑ پتی بنے بیٹھے ہیں اور جو دس سال پہلے غریب تھے وہ آج بھی غریب ہیں اور ان کی حالت پہلے سے بھی بدتر ہے۔ یہ ایسی طبقاتی تقسیم ہے کہ جس کی وجہ سے ہمارا معاشرہ تباہی کے کنارے پر کھڑا ہے۔ کیونکہ جب مالدار لوگ غریبوں پر پیسہ خرچ نہیں کرتے تو ان کے دلوں میں مالدار لوگوں کے خلاف نفرت اور بغض وعداوت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ پھر یہی لوگ آخر کار لوٹ مار کرنے پر تل جاتے ہیں۔ بلکہ قتل کرنے سے بھی باز نہیں آتے۔ اور یوں معاشرہ تباہی سے دوچار ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ آج کل بہت سارے مسلم معاشروں کی حالت ہے!

معاشرے کے اِس بگاڑ کو ختم کرنے کیلئے بھی ہمیں رسول اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے طرزِ عمل کو سامنے رکھنا ہوگا۔

ساتویں خصوصیت : ضروریاتِ خمسہ کا تحفظ اور حدود اللہ کا نفاذ

اسلامی معاشرے کی ساتویں خصوصیت یہ ہے کہ اس میں رہنے والے ہر مسلمان کی پانچ چیزوں کو تحفظ فراہم کیا جاتا ہے۔ اور وہ ہیں: جان، مال، عزت، عقل اور دین۔ ان پانچوں چیزوں کی حفاظت کیلئے شرعی سزائیں مقرر کی گئی ہیں۔

لہذا اگر کوئی مسلمان اپنا دین چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرے تو وہ واجب القتل ہوتا ہے۔

اور اگر کوئی شخص کسی کی جان پر حملہ آور ہو اور اسے ناحق قتل کر دے تو اسلام نے اس کیلئے قصاص کی سزا مقرر کی ہے۔

اور اگر کوئی شخص کسی کا مال چرائے تو اسلام اس کے ہاتھ کاٹ دینے کا حکم دیتا ہے۔

اور اگر کوئی آدمی کسی کی عزت کو پامال کرے اور وہ شادی شدہ ہو تو اسے پتھر مار مار کر ختم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اگر وہ غیر شادی شدہ ہو تو اس کیلئے سو کوڑوں کی سزا مقرر کی گئی ہے۔

اور اگر کوئی شخص کوئی نشہ آور چیز استعمال کرے جس سے اس کی عقل پر پردہ پڑ جائے تو اس کیلئے بھی کوڑوں کی سزا مقرر کی گئی ہے۔

یہ تمام سزائیں مجرم پیشہ لوگوں کی بیخ کنی کیلئے اور اسلامی معاشرے میں امن وامان کے قیام کیلئے انتہائی ناگزیر ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے جو اولین اسلامی معاشرہ مدینہ منورہ میں تشکیل دیا اس میں بھی اس طرح کے مجرموں پر سزائیں نافذ کی جاتی تھیں۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ معاشرہ امن وسلامتی کا گہوارہ بن گیا۔ اور آج بھی جن اسلامی معاشروں میں ان سزاؤں پر عمل کیا جارہا ہے وہاں امن وامان قائم ہے۔ لیکن جن معاشروں میں ایسا نہیں کیا جا رہا ہے وہاں کے لوگ امن وامان کیلئے ترس رہے ہیں۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ مجرم پیشہ لوگوں کے خلاف کاروائی کرتے ہوئے ان پر اسلامی سزائیں نافذ کی جائیں تاکہ معاشرے کے باسی امن وسلامتی کے ساتھ رہ سکیں اور چین وسکون کی نیند سو سکیں۔

آٹھویں خصوصیت : امر بالمعروف ونہی عن المنکر

اسلامی معاشرے کی آٹھویں خصوصیت یہ ہے کہ اس میں رہنے والے مسلمان ایک دوسرے کو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں۔ جس سے معاشرے کے باسیوں میں نیکی کی رغبت اور برائی سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ أُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ [۱]

''اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو خیر کی طرف دعوت دے، نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے۔ اور ایسے ہی لوگ کامیابی پانے والے ہیں۔''

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دین اسلام کے فرائض میں سے ایک فریضہ ہے۔ اور یہ امتِ محمدیہ کے بہترین امت ہونے کے اسباب میں سے ایک اہم سبب بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ [۲]

---

① آل عمران:3 :104 ② آل عمران:3 :110

''تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔ اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔''

نبی کریم ﷺ نے جو اولین اسلامی معاشرہ تشکیل دیا اس کی خصوصیات میں سے ایک اہم خصوصیت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔رسول اکرم ﷺ کے علاوہ آپ ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس کا خصوصی اہتمام کرتے تھے۔جو اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی بھی معاشرہ اس وقت تک درست نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس میں اِس فریضہ کا اہتمام نہ کیا جائے۔

اور جس معاشرے میں اِس فریضہ کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے، وہ بہت جلد تباہی کے کنارے پر پہنچ جاتا ہے۔ جناب رسول اکرم ﷺ نے اس کی مثال یوں بیان فرمائی کہ جیسے کچھ لوگ ایک بحری جہاز میں سوار ہوں۔ان میں سے کچھ لوگ نچلے طبقے میں اور کچھ لوگ اوپر والے طبقے میں ہوتے ہیں۔نچلے طبقے کے لوگوں کو پانی لینے کیلئے بار بار اوپر جانا پڑتا ہے۔جس سے اوپر والے طبقے کے لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے۔چنانچہ نچلے طبقے کے لوگ سوچتے ہیں کہ بجائے اوپر جانے اور اوپر والے لوگوں کو بار بار تکلیف دینے کے ہم نیچے سے ہی سوراخ کر لیں۔ اب اگر اوپر والے نیچے والوں کو اس سے منع نہ کریں تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ جہاز میں سوار سب لوگ ڈوب جائیں گے۔اور اگر وہ انھیں ایسا کرنے سے منع کریں تو خود بھی بچ جائیں گے اور جہاز میں سوار دیگر لوگ بھی نجات پا جائیں گے۔اسی طرح اگر معاشرے میں برائیوں سے منع کرنے والا کوئی نہ ہو تو اس میں بسنے والے تمام لوگ اللہ کے عذاب کی زد میں آجاتے ہیں۔لیکن اگر انھیں منع کرنے والے لوگ موجود ہوں تو وہ خود بھی نجات پا جاتے ہیں اور معاشرے کے دیگر باسیوں کی نجات کا بھی سبب بن جاتے ہیں۔

لہٰذا معاشرے کو تباہی سے بچانے کیلئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام کرنا انتہائی ضروری ہے۔ہر شخص کو اِس ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے اپنی اپنی استطاعت کے مطابق یہ فریضہ سرانجام دینا چاہئے۔ چاہے وہ گھر میں ہو یا آفس میں۔دکان میں ہو یا کمپنی میں۔سکول میں ہو یا مسجد میں۔الغرض یہ کہ جو جہاں ہو وہیں اس فریضے کو ادا کرے اور اپنی نجات اور معاشرے کے تمام افراد کی نجات کا سبب بنے۔

آخر میں ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور ہمیں اپنی خرابیوں کی اصلاح کرنے کی توفیق دے۔آمین
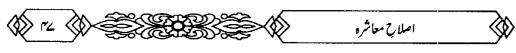
دوسرا خطبہ

عزیز القدر بھائیو اور بہنو! اسلامی معاشرے کی ایک اور خصوصیت ذکر کرکے ہم آج کا خطبۂ جمعہ ختم کرتے ہیں۔ اور وہ ہے:

نویں خصوصیت : اصلاح معاشرہ میں مسجد کا کردار

مسجد اصلاح معاشرہ میں بہت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ کیونکہ مسجد میں مسلمان دن اور رات میں کم از کم پانچ مرتبہ جمع ہوتے ہیں۔ فرض نمازوں کی ادائیگی کے علاوہ وہ اس میں ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کے احوال سے واقفیت حاصل کرتے ہیں۔ اگر کسی کے متعلق معلوم ہو کہ وہ بیمار ہے تو اس کی عیادت کیلئے جاتے ہیں۔ اور اگر انھیں کسی کے متعلق پتہ چلے کہ وہ فوت ہو گیا ہے تو اس کی نماز جنازہ اور تدفین میں شریک ہوتے ہیں۔ اور اگر انھیں کسی ضرورتمند کے متعلق بتایا جائے تو وہ اس کی ضرورت کو پورا کرنے میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ مسجد کا امام وخطیب مسجد کے منبر ومحراب کے ذریعے اپنے مسلمان بھائیوں اور بہنوں کو ان کی معاشرتی ذمہ داریوں کے متعلق وقتا فوقتا آگاہ کرتا رہتا ہے۔ انھیں مسلمانوں کے باہمی حقوق کو ادا کرنے کی تلقین کرتا اور ان کی حق تلفی کرنے سے منع کرتا ہے۔ باہمی حقوق میں والدین کے حقوق، اولاد کے حقوق، میاں بیوی کے حقوق، رشتہ داروں کے حقوق، یتیموں اور مسکینوں کے حقوق، نوکروں اور دیگر ماتحت لوگوں کے حقوق .... کے متعلق آگاہ کرتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ انھیں معاشرتی خرابیوں کے متعلق تنبیہ کرتا ہے اور ان خرابیوں کی اصلاح کے بارے میں ان کی راہنمائی کرتا ہے۔

مسجد کی اسی اہمیت کی بناء پر رسول اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرتے ہی جو سب سے پہلا کام معاشرے کی اصلاح کیلئے کیا وہ مسجد کیلئے زمین خریدنا اور اس میں مسجد کا سنگ بنیاد رکھنا تھا۔ آپ ﷺ نے مسجد کیلئے زمین خریدی، پھر اس میں مسجد کو تعمیر کرنے کا حکم صادر فرمایا اور اس کی تعمیر میں بنفس نفیس خود بھی حصہ لیا۔ بعد ازاں یہ مسجد اولین اسلامی معاشرے کا مرکز بن گئی، جہاں مسلمانوں کا اجتماع ہوتا تھا اور تمام امور کا فیصلہ چاہے وہ خاندانی ہوں، معاشرتی ہوں، معاشی ہوں، یا سیاسی ہوں .... اسی مسجد کے اندر کیا جاتا تھا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اصلاح معاشرہ میں مسجد کا کردار بہت ہی اہم ہے۔ لہٰذا آج بھی اسلامی معاشروں کی اصلاح کیلئے مساجد کے اِس کردار کو مؤثر انداز سے زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو یہ تمام خصوصیات نصیب کرے اور ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ آمین

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

اہم عناصرِ خطبہ:

① امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی اہمیت
② امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فضائل وفوائد
③ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی شروط
④ انکارِ منکر کے مراتب
⑤ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو چھوڑنے کے خطرناک نتائج
⑥ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کیلئے قدوۂ حسنہ کی اہمیت

پہلا خطبہ

محترم حضرات!

اگر ہم معاشرے پر سرسری سی نظر دوڑائیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے معاشرے میں بہت ساری خرابیاں موجود ہیں اور لوگوں میں بہت زیادہ بدعملی پائی جاتی ہے۔ ہمارے خیال میں اس کے دو بنیادی اسباب ہیں:

① ایمان کی کمزوری اور اس کے مقابلے میں شر اور برائی کا پوری طاقت کے ساتھ حملہ آور ہونا۔
② امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا خاطر خواہ اہتمام نہ کرنا۔

یہی دوسرا سبب آج ہمارے خطبۂ جمعہ کا موضوع ہے۔

☆ امر بالمعروف اور نہی المنکر دین اسلام کے فرائض میں سے ایک اہم فریضہ ہے۔

☆ اگر تمام لوگ اپنی اپنی استطاعت کے مطابق اِس ذمہ داری کو پورا کریں تو معاشرے میں برائیاں بہت حد تک کم ہو سکتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اگر اسلامی حکومت بھی اس سلسلے میں اپنا کردار ادا کرے تو معاشرہ بہت حد تک برائیوں سے پاک ہو سکتا ہے۔

☆ 'معروف' کا حکم دینے سے نیکی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اور 'منکر' سے منع کرنے سے برائیوں سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔

☆ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے سے سنتیں زندہ اور بدعات ختم ہوتی ہیں۔ اور اچھے لوگوں کو تقویت ملتی ہے اور برے لوگ کمزور پڑ جاتے ہیں۔

☆ اور اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کر دیا جائے تو اہل ایمان کمزور پڑ جاتے ہیں اور اہل شر (مجرم پیشہ لوگ) طاقتور ہو جاتے ہیں اور ان کی وجہ سے معاشرے میں بہت زیادہ خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

☆ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ویسے تو فرمان نبوی (كلكم راع و كلكم مسئول عن رعيته) کی بناء پر ہر شخص کی ذمہ داری ہے، تاہم ہر معاشرے میں اہل علم اور ارباب دانش کی ایک ایسی جماعت کا ہونا ضروری ہے جو معروف ومنکر کا علم رکھتے ہوں اور اس کی شروط وغیرہ سے آگاہ ہوں، یہ اہل علم لوگوں کو خیر کی طرف دعوت دیں، اچھے کاموں کی تلقین کریں اور برے کاموں سے روکیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾[1]

''اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو خیر کی طرف دعوت دے، نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے۔ اور ایسے ہی لوگ کامیابی پانے والے ہیں۔''

اِس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جو لوگ دعوت الی الخیر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتے رہیں تو ایسے ہی لوگ دنیا وآخرت میں کامیاب ہیں۔ اللھم اجعلنا منھم

☆ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر امتِ محمدیہ کے بہترین امت ہونے کے اسباب میں سے ایک اہم سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾[2]

''تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔ اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔''

لہٰذا یہ امت جس وجہ سے بہترین امت ہے، اس کا اسے اہتمام کرنا چاہئے۔ اور وہ ہے: امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور ایمان باللہ۔

☆ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی ایک جماعت کی بھی تعریف فرمائی جو نیکی کا حکم دیتی تھی اور برائی سے منع کرتی تھی۔ اور اس جماعت کے لوگوں کو صالحین میں سے قرار دیا۔ اس کا فرمان ہے:

---

[1] آل عمران 3: 104 [2] آل عمران 3: 110

﴿مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَ هُمْ يَسْجُدُوْنَ☆ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ ①

''اہل کتاب کا ایک گروہ حق پر قائم ہے ۔ (اس گروہ کے لوگ) رات کی گھڑیوں میں اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے اور سجدہ ریز ہوتے ہیں ۔ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں ، نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں ۔ اور خیر کے کاموں میں جلدی کرتے ہیں ۔ اور یہی لوگ صالحین میں سے ہیں ۔''

میرے بھائیو اور بہنو! امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت کا اندازہ آپ اس بات سے کر سکتے ہیں کہ اسے اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کے اجتماعی فرائض میں شامل فرمایا ہے ۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : ﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَـٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ ②

''مومن مرد اور مومنہ عورتیں ایک دوسرے کے (مددگار ومعاون اور) دوست ہوتے ہیں ، نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہیں ۔ نماز قائم کرتے ، زکاۃ ادا کرتے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں ۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ رحم کرے گا ۔ بے شک اللہ تعالیٰ غالب ، حکمتوں والا ہے ۔''

اِس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جن مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کو اپنی رحمت کا مستحق ٹھہرایا ہے ان کی صفات میں سے ایک صفت یہ ہے کہ وہ بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہیں ۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی رحمت کو حاصل کرنے کیلئے تمام مومنوں کو اِس پر عمل کرنا چاہئے ۔

☆ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مومنوں کی اچھی صفات میں سے ایک ہے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : ﴿اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ۗ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ③

''وہ (مومن) توبہ کرنے والے ، عبادت کرنے والے ، اللہ کی تعریف کرنے والے ، (اللہ کے دین کی خاطر) زمین پر چلنے والے (یا روزہ رکھنے والے) ، رکوع وسجود کرنے والے ، نیکی کا حکم دینے والے ، برائی سے منع کرنے والے اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں ۔ اور آپ (ایسے ہی) مومنوں کو بشارت دے دیجئے ۔''

① آل عمران 3 :113- 114 ② التوبة 9 :71 ③ التوبة 9 :112

☆ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی جناب محمد ﷺ کو حکم فرمایا کہ ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ﴾ [1]

''درگزر کیجئے، نیکی کا حکم دیجئے اور جاہلوں سے اعراض کیجئے۔''

اللہ تعالیٰ کا یہ حکم درحقیقت آپ ﷺ کی امت کیلئے بھی ہے۔ لہٰذا امت کو اس پر عمل کرتے ہوئے نیکی کا حکم دینا چاہئے۔ اور اگر کوئی شخص اِس سلسلے میں انھیں اذیت پہنچائے تو وہ اس سے درگزر کریں اور جاہلوں کی باتوں کو خاطر میں نہ لائیں۔

☆ عام طور پر لوگ مجلسوں میں بیٹھ کر فضول و بے ہودہ گفتگو کرتے ہیں۔ اور آدابِ مجلس کے تقاضوں سے صرف نظر کرتے ہیں۔ اس لئے رسول اکرم ﷺ نے مجلسوں میں بیٹھنے والے لوگوں کو خاص طور پر اِس بات کی تاکید کی کہ وہ ایک دوسرے کو اچھائی کی تلقین کریں اور برائی سے منع کریں۔

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِيَّاكُمْ وَالْجُلُوسَ فِي الطُّرُقَاتِ»

''تم راستوں میں بیٹھنے سے بچو۔''

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: (يَا رَسُولَ اللّٰهِ! مَا لَنَا بُدٌّ مِن مَّجَالِسِنَا نَتَحَدَّثُ فِيهِ)

یارسول اللہ! ہمارے لئے مجلسوں میں بیٹھنے کے سوا کوئی چارہ نہیں جہاں ہم باہم گفتگو کرتے ہیں۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«فَإِذَا أَبَيْتُمْ إِلَّا الْمَجْلِسَ فَأَعْطُوا الطَّرِيقَ حَقَّهُ»

''اگر تم نے ضرور مجلس میں بیٹھنا ہی ہے تو پھر راستے کا حق ادا کیا کرو۔''

انھوں نے کہا: (مَا حَقُّهُ؟) اس کا حق کیا ہے؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«غَضُّ الْبَصَرِ، وَكَفُّ الْأَذَى، وَرَدُّ السَّلَامِ، وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ» [2]

''نظر کو جھکانا، کسی کو تکلیف نہ دینا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا۔''

---

[1] الأعراف 7:199

[2] صحیح البخاری: 2465، صحیح مسلم: 2121

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فضائل وفوائد

☆امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جہنم سے دوری کا ایک سبب

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّهُ خُلِقَ كُلُّ إِنْسَانٍ مِنْ بَنِيْ آدَمَ عَلٰى سِتِّيْنَ وَثَلَاثِمِائَةِ مِفْصَلٍ ، فَمَنْ كَبَّرَ اللّٰهَ ، وَحَمِدَ اللّٰهَ ، وَهَلَّلَ اللّٰهَ وَسَبَّحَ اللّٰهَ ، وَاسْتَغْفَرَ اللّٰهَ ، وَعَزَلَ حَجَرًا عَنْ طَرِيْقِ النَّاسِ، أَوْ شَوْكَةً أَوْ عَظْمًا عَنْ طَرِيْقِ النَّاسِ ، وَأَمَرَ بِمَعْرُوفٍ ، أَوْ نَهٰى عَنْ مُنْكَرٍ ، عَدَدَ تِلْكَ السِّتِّيْنَ وَالثَّلَاثِمِائَةِ السُّلَامىٰ ، فَإِنَّهُ يَمْشِيْ يَوْمَئِذٍ وَقَدْ زَحْزَحَ نَفْسَهُ عَنِ النَّارِ»①

''بنو آدم میں سے ہر انسان کو تین سو ساٹھ جوڑوں پر پیدا کیا گیا ہے۔ لہٰذا جو شخص ان کے بقدر الله اکبر ، الحمد لله ، لا إله إلا الله ، سبحان الله ، أستغفر الله کہے اور لوگوں کے راستے سے پتھر یا کانٹا یا ہڈی ہٹادے، نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے تو وہ یقین کرلے کہ اس دن اس نے اپنے آپ کو جہنم سے دور کرلیا۔''

☆نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا صدقہ ہے

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم میں سے کچھ لوگوں نے آپ سے کہا: اے اللہ کے رسول! « ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُورِ بِالْأُجُورِ ،يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي،وَيَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ ، وَيَتَصَدَّقُونَ بِفُضُولِ أَمْوَالِهِمْ »

یعنی'' مال ودولت والے لوگ اجر وثواب لے گئے ، وہ ہماری طرح نمازیں بھی پڑھتے ہیں، روزے بھی رکھتے ہیں، اور اپنے بچے ہوئے مالوں کے ساتھ صدقہ بھی کرتے ہیں۔''

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: « أَوَ لَيْسَ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مَا تَصَدَّقُونَ ؟»

''کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے بھی صدقہ کرنے کا ذریعہ نہیں بنادیا؟''

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

« إِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةً» ''بے شک ہر (سبحان الله) صدقہ ہے۔''

«وَكُلِّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةً» ''اور ہر (الله اکبر) صدقہ ہے''

(وَكُلِّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةً) '' اور ہر (الحمد لله) صدقہ ہے۔''

« وَكُلِّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةً » ''اور ہر (لا إله إلا الله) صدقہ ہے۔''

① صحيح مسلم :1007

« وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ» ''نیکی کا ہر حکم صدقہ ہے۔''

« وَنَهْيٌ عَنْ مُنْكَرٍ صَدَقَةٌ » ''اور ہر برائی سے روکنا صدقہ ہے...''[1]

☆ امر بالمعروف ونہی عن المنکر گناہوں کی بخشش کا ایک ذریعہ

حضرت حذیفہ بن یمان بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

«فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ ، يُكَفِّرُهَا الصِّيَامُ وَالصَّلَاةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ »[2]

'' آدمی اپنے گھر والوں ، اپنے مال ، اپنی اولاد اور اپنے پڑوسی کی آزمائش میں پڑ کر (جن گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے انھیں) روزہ ، نماز ، صدقہ ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسے نیک اعمال مٹا دیتے ہیں۔''

☆ امر بالمعروف اجر عظیم کے حصول کا ذریعہ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا﴾[3]

''ان کی بہت سی سرگوشیوں میں کوئی خیر نہیں ہے ، سوائے اس آدمی کے جو صدقہ یا نیکی یا لوگوں کے مابین اصلاح کا حکم دے۔ اور جو شخص یہ کام اللہ کی خوشنودی کیلئے کرے گا تو ہم عنقریب اسے اجر عظیم عطا کریں گے۔''

☆ امر بالمعروف ونہی عن المنکر بہترین جہاد ہے

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ »[4]

''بہترین جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق وانصاف کہنا ہے۔''

ایک اور روایت میں اس کے الفاظ یہ ہیں:

«إِنَّ مِنْ أَعْظَمِ الْجِهَادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ »[5]

''سب سے بڑے جہاد میں سے یہ بھی ہے کہ ظالم بادشاہ کے سامنے کلمۂ عدل وانصاف کہا جائے۔''

جبکہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی جمرۂ اولی (جس کو لوگ چھوٹا شیطان کہتے ہیں) کے

---

① صحیح مسلم :1006 ② صحیح البخاری:1435، 3586 ، 7096 وصحیح مسلم:144

③ النساء4: 114 ④ سنن ابن ماجہ :4011 ۔ وصححہ الألبانی

⑤ جامع الترمذی :2174۔ وصححہ الألبانی

پاس رسول اللہ ﷺ کے سامنے آیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ!

«أَيُّ الْجِهَادِ أَفْضَلُ» ''کونسا جہاد سب سے افضل ہے؟''

تو آپ ﷺ خاموش رہے۔

پھر جب اسی آدمی نے آپ ﷺ کو دوسرے جمرہ (جس کو لوگ درمیانہ شیطان کہتے ہیں) کے پاس دیکھا تو وہی سوال کیا۔ تو آپ ﷺ خاموش رہے۔

پھر جب آپ ﷺ نے تیسرے جمرہ (جس کو لوگ بڑا شیطان کہتے ہیں) کو کنکریاں مار لیں اور آپ ﷺ اپنی سواری پر سوار ہونے لگے تو آپ نے پوچھا:

«أَيْنَ السَّائِلِ ؟» ''سائل کہاں ہے؟''

تو اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: «كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ»

''ظالم بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق کہنا سب سے افضل جہاد ہے۔''①

عام طور پر لوگ کسی ملک کے صدر یا وزیر اعظم یا وزیر یا کسی بڑے افسر کے پاس ہوتے ہیں تو ان کے سامنے کلمۂ حق کہنے سے گھبراتے ہیں۔

جبکہ حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

«أَلَا لَا يَمْنَعَنَّ رَجُلًا هَيْبَةُ النَّاسِ أَن يَقُولَ بِحَقٍّ إِذَا عَلِمَهُ»②

''خبردار! کسی شخص کو لوگوں کی ہیبت کلمۂ حق کہنے سے نہ روکے جب وہ اُس کا علم رکھتا ہو۔''

عزیز القدر بھائیو اور بہنو! امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی اہمیت اور اس کے فضائل وفوائد جاننے کے بعد اب آیئے یہ بھی جان لیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی شرائط کیا ہیں؟

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی شرائط

نیکی کی تلقین کرنے اور برائی سے منع کرنے والے شخص کیلئے چند اہم شرطیں ہیں اور وہ یہ ہیں:

پہلی شرط : علم، یعنی 'معروف' کی تلقین کرنے اور 'منکر' سے منع کرنے والے شخص کو اس بات کا علم ہو کہ فلاں کام شریعت کی نظر میں واقعتا 'معروف' ہے کہ جس کا حکم دینا ہے اور فلاں کام شریعت کی نظر میں واقعتا

① سنن ابن ماجه : 4012- وصححه الألباني
② سنن ابن ماجه : 4007- وصححه الألباني

'منکر' ہے کہ جس سے منع کرنا ہے۔ کیونکہ 'معروف' یا 'منکر' وہ نہیں جو عام لوگوں کی نظر میں 'معروف' یا 'منکر' ہو۔
بلکہ '**معروف**' وہ ہے جس کا حکم یا جس کی ترغیب قرآن وحدیث میں دی گئی ہو،
یا اس پر عمل کرنے والے لوگوں کی تعریف کی گئی ہو،
یا اس کے بارے میں قرآن وحدیث میں ذکر کیا گیا ہو کہ اس کام کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور اس کے کرنے والے شخص کو اجر وثواب دیتا ہے۔ گویا 'معروف' میں ہر وہ عمل خیر شامل ہے جو قرآن وحدیث سے ثابت ہو۔
اور '**منکر**' وہ ہے جس سے کتاب وسنت میں منع کیا گیا ہو،
یا اس سے ڈرایا گیا ہو اور دنیا وآخرت میں اس کے نقصانات کے متعلق آگاہ کیا گیا ہو،
یا اس کے کرنے والے شخص کی مذمت کی گئی ہو یا اسے وعید سنائی گئی ہو، یا اس پر ناراضگی کا اظہار کیا گیا ہو۔
گویا 'منکر' میں تمام گناہ شامل ہیں، خواہ وہ بڑے ہوں یا چھوٹے، خواہ ان کا تعلق حقوق اللہ سے ہو یا حقوق العباد سے ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ معروف ومنکر کی پہچان کا معیار شریعت ہے نہ کہ لوگوں کا مزاج یا اپنی خواہش نفس۔
لہٰذا معروف کی تلقین کرنے والے شخص کو 'معروف' کے متعلق شرعی علم ہونا چاہئے کہ یہ کام واقعتا معروف ہے۔ اسی طرح منکر سے منع کرنے والے آدمی کو 'منکر' کے متعلق شرعی علم ہونا چاہئے کہ یہ کام واقعتا منکر ہے۔ اگر اسے علم ہو تو وہ یہ فریضہ سرانجام دے ورنہ بغیر علم کے ایسا کرنے سے باز رہے، کیونکہ اس میں فائدے کی نسبت نقصان زیادہ ہونے کا امکان ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۚ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِيْ ﴾[1]

''آپ کہہ دیجئے کہ یہی ہے میرا راستہ، میں دلیل وبرہان کی روشنی میں اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں اور میرا ہر پیروکار بھی۔''

امام بخاریؒ نے اپنی 'صحیح' میں ایک باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے: (بَابُ الْعِلْمِ قَبْلَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ) اور اس کے تحت یہ آیت بطور دلیل ذکر کی ہے:

﴿ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ﴾[2]

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے علم کا ذکر پہلے اور استغفار کا ذکر بعد میں کیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے

[1] یوسف 108:12 [2] محمد 19:47
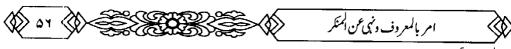
کہ علم قول وعمل سے پہلے ہے۔

اس شرط سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر علماء کی بہت بڑی ذمہ داری ہے جو انھیں پوری کرنی چاہئے اور اس سلسلے میں انھیں کوتاہی نہیں برتنی چاہئے ۔ کیونکہ اگر وہ اس ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں ہونگے تو برائی اور برے لوگوں کو منع کرنے والا کوئی نہیں ہوگا، جس سے برائی اور زیادہ منتشر ہوگی ۔

اللہ تعالیٰ بنواسرائیل میں سے بہت سارے لوگوں کی حالت یوں بیان کرتے ہیں:

﴿وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِي الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ اَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ [1]

’’ان میں سے اکثر کو آپ دیکھیں گے کہ گناہ اور زیادتی کے کاموں اور حرام خوری میں تگ ودو کرتے پھر رہے ہیں ۔ جو کام یہ کر رہے ہیں یقیناً بہت برے ہیں ۔‘‘

اس کے بعد علماء کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿لَوْ لَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَ الْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَ اَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ﴾ [2]

’’ان کے مشائخ اور علماء انھیں گناہ کی بات کرنے اور حرام کھانے سے کیوں نہیں منع کرتے ؟ یقیناً بہت برا ہے جو یہ لوگ کر رہے ہیں ۔‘‘

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ لوگوں کی برائیوں پر خاموش رہنا بہت بڑا گناہ ہے ۔

اور امام قرطبیؒ کہتے ہیں: (وَدَلَّتِ الآيَةُ عَلَى أَنَّ تَارِكَ النَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ كَمُرْتَكِبِ الْمُنْكَرِ ، فَالْآيَةُ تَوْبِيْخٌ لِلْعُلَمَاءِ فِي تَرْكِ الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ)

’’اور یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ برائی سے نہ روکنے والا شخص ایسے ہی ہے جیسے وہ خود برائی کا ارتکاب کر رہا ہو ۔ لہٰذا اس آیت میں سخت تنبیہ ہے ان علماء کو جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کرتے ہیں ۔‘‘ [3]

دوسری شرط : نرم رویہ

یعنی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دینے والا شخص اس فریضے کی ادائیگی کے دوران نرم رویہ اختیار کرے اور سخت رویہ اپنانے سے بچے ۔ کیونکہ اللہ رب العزت نے جب موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو

---

[1] المائدۃ5 : 62 [2] المائدۃ5 :63

[3] تفسیر القرطبی: 237/6

فرعون کی طرف بھیجا تو انھیں حکم دیا کہ

﴿اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ☆ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى﴾ [1]

''تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ کیونکہ وہ سرکشی اختیار کر چکا ہے۔ لہٰذا تم دونوں اس سے نرم بات کرنا، شاید کہ وہ نصیحت حاصل کرے یا ڈر جائے۔''

یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ اگر فرعون جیسے سرکش انسان سے نرم بات کرنے کا حکم ہے تو مسلمانوں کیلئے تو اُس سے بھی زیادہ نرمی اختیار کرنے کا حکم ہے۔

اور اللہ تعالیٰ دعوت الی اللہ کا اسلوب ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾ [2]

''آپ اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ دعوت دیجئے اور ان سے ایسے طریقے سے مباحثہ کیجئے جو بہترین ہو۔''

عمدہ نصیحت سے مراد یہ ہے کہ آپ ان سے اتنے اچھے انداز سے بات کریں کہ انھیں یقین ہو جائے کہ آپ ان کے ہمدرد اور خیر خواہ ہیں۔

اور نبی ﷺ کی حیات مبارکہ میں ایسی کئی مثالیں ملتی ہیں جن سے آپ ﷺ کا یہی اسلوب واضح ہوتا ہے۔

مثلاً حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مسجد میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ تھے کہ ایک دیہاتی آیا اور اس نے مسجد میں پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ تو آپ ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس کی طرف لپکے اور کہا: ٹھہر جاؤ، ٹھہر جاؤ۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «لَا تُزْرِمُوْهُ دَعُوْهُ» ''اسے مت کاٹو اور چھوڑ دو۔''

چنانچہ انھوں نے اسے چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ پیشاب سے فارغ ہو گیا۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے اسے بلا کر فرمایا: «إِنَّ هٰذِهِ الْمَسَاجِدَ لَا تَصْلُحُ لِشَيْئٍ مِّنْ هٰذَا الْبَوْلِ وَلَا الْقَذَرِ، إِنَّمَا هِيَ لِذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَالصَّلَاةِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ»

''یہ مساجد یقیناً اِس پیشاب اور گندگی کیلئے نہیں بنائی گئی ہیں۔ بلکہ یہ تو صرف اللہ عز وجل کا ذکر کرنے، نماز پڑھنے اور تلاوتِ قرآن کیلئے بنائی گئی ہیں۔''

اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے پانی کا ایک ڈول منگوا کر اس کے پیشاب پر بہا دیا۔ [3]

اسی طرح معاویہ بن حکم السلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا

---

(1) طٰہٰ 20: 43۔ 44 (2) النحل 16: 125 (3) صحیح مسلم: 285

کہ ایک شخص کو چھینک آئی۔ تو میں نے کہا: (یَرْحَمُكَ اللّٰهُ) اِس پر لوگ مجھے گھور گھور کر دیکھنے لگے۔ میں نے کہا: میری ماں مجھے گم پائے! تمھیں کیا ہوگیا ہے کہ مجھے اِس طرح دیکھتے ہو! چنانچہ انھوں نے اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر مارنے شروع کردیئے۔ میں نے جب دیکھا کہ وہ مجھے خاموش کرا رہے ہیں تو میں خاموش ہوگیا۔

جب نبی کریم ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں:

«مَا رَأَيْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهُ وَلاَ بَعْدَهُ أَحْسَنَ تَعْلِيْمًا مِنْهُ ، فَوَ اللّٰهِ مَا كَهَرَنِي وَلاَ ضَرَبَنِي وَلاَ شَتَمَنِي»

میں نے آپ سے پہلے اور نہ آپ کے بعد آپ سے بہتر تعلیم دینے والا کبھی نہیں دیکھا، اللہ کی قسم! آپ نے نہ مجھے ڈانٹا، نہ مجھے مارا اور نہ مجھے برا بھلا کہا بلکہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ هَذِهِ الصَّلَاةَ لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ ، إِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيحُ وَالتَّكْبِيرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ »①

''بے شک یہ نماز ایسی عبادت ہے کہ اس میں لوگوں کی بات چیت درست نہیں ہے۔ اس میں تو بس تسبیح وتکبیر اور قراءتِ قرآن ہی ہے۔''

تیسری شرط : صبر

یعنی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے نتیجے میں اگر کوئی شخص آپ کو تکلیف پہنچائے تو آپ اس پر صبر کریں اور اسے اللہ کی رضا کیلئے برداشت کریں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :﴿ وَالْعَصْرِ ☆ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ☆إِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴾②

''زمانے کی قسم! بلا شبہ انسان گھاٹے میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے۔ اور ایک دوسرے کو حق کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے رہے۔''

اور حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا: ﴿ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ۚ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴾③

''میرے پیارے بیٹے! نماز قائم کرنا، نیکی کا حکم دینا، برائی سے منع کرنا اور تمھیں جو تکلیف پہنچے اس پر صبر کرنا۔ یہ یقیناً ہمت والے کاموں میں سے ہے۔''

① صحیح مسلم : 537 ② سورۃ العصر ③ لقمان 31: 17

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ☆ قُمْ فَاَنْذِرْ ☆ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ☆ وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ ☆ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ☆ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ☆ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ﴾ ①

''اے چادر اوڑھنے والے! اٹھئے اور لوگوں کو ڈرایئے۔ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے۔ اور اپنے کپڑے پاک رکھئے۔ اور بتوں سے کنارہ کش ہو جایئے۔ اور احسان اس لئے نہ کیجئے کہ اس سے زیادہ حاصل کیجئے۔ اور اپنے رب کیلئے صبر کیجئے۔''

سامعین کرام! یہ تھیں وہ تین شرائط، جن کا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے خیال رکھنا ضروری ہے۔ اب آیئے اِس کے ساتھ ہی یہ بھی جان لیں کہ انکارِ منکر کے مراتب کونسے ہیں؟

انکارِ منکر کے مراتب

انکارِ منکر کے تین مراتب ہیں جو اس حدیث میں ذکر کئے گئے ہیں:

رسول اکرم ﷺ کا ارشادگرامی ہے: «مَنْ رَأَى مِنكُم مُّنكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ ، فَإِن لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ ، فَإِن لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيْمَانِ» ②

''تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ (کی طاقت) سے روکے۔ اگر اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اپنی زبان سے منع کرے۔ اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنے دل سے (اسے برا جانے) اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔''

اِس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ انکارِ منکر ہر شخص پر حسب استطاعت واجب ہے۔ لہٰذا ہر شخص حدیث میں ذکر کئے گئے تین مراتب میں سے جس کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس پر عمل کرے اور برائیوں سے منع کرنے میں اپنا کردار ادا کرے۔

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَا مِن نَّبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي أُمَّةٍ قَبْلِي إِلَّا كَانَ لَهُ مِنْ أُمَّتِهِ حَوَارِيُّونَ وَأَصْحَابٌ ، يَأْخُذُونَ بِسُنَّتِهِ وَيَقْتَدُونَ بِأَمْرِهِ ، ثُمَّ إِنَّهَا تَخْلُفُ مِن بَعْدِهِمْ خُلُوفٌ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ، وَيَفْعَلُونَ مَا لَا يُؤْمَرُونَ ، فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ ، وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ ، وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ ، وَلَيْسَ وَرَاءَ ذَلِكَ مِنَ الْإِيْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ» ③

① المدثر 74: 1-7　② صحیح مسلم :49　③ صحیح مسلم :50

’’مجھ سے پہلے ہر امت میں اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی مبعوث فرمایا اس کے کچھ نہ کچھ انصار ومددگار اور ساتھی ضرور ہوتے تھے۔ جو اس کے طرز عمل کو اختیار کرتے اور اس کے حکم پر عمل کرتے۔ (اسی طرح میری امت میں بھی میرے انصار واصحاب موجود ہیں) پھر ان کے بعد ایسے نالائق لوگ آئیں گے کہ جو وہ بات کہیں گے جس پر خود عمل نہیں کریں گے اور وہ کام کریں گے جس کا انھیں حکم نہیں دیا جاتا۔ لہٰذا جو شخص ان سے اپنے ہاتھ کے ساتھ جہاد کرے گا وہ مومن ہوگا۔ اور جو ان سے اپنی زبان کے ساتھ جہاد کرے گا وہ بھی مومن ہوگا۔ اور جو ان سے اپنے دل کے ساتھ جہاد کرے گا وہ بھی مومن ہوگا۔ اور اس کے بعد رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان باقی نہیں بچتا۔‘‘

ان دونوں حدیثوں میں انکار منکر کے تین مراتب ذکر کیے گئے ہیں:

پہلا مرتبہ: ہاتھ کی طاقت کے ساتھ منکر سے منع کرنا

اور یہ وہ شخص کر سکتا ہے جس کو اس کا اختیار حاصل ہو۔ مثلا حاکم، قاضی، پولیس اور دیگر ذمہ دار ادارے۔ اسی طرح گھر کے اندر گھر کا ذمہ دار، کسی کمپنی میں اس کا ذمہ دار وغیرہ جو اپنے ماتحت افراد کو زورِ بازو کے ساتھ برائی سے منع کر سکتے ہیں۔

قرآن وحدیث سے اس کی کئی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ مثلا

① ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے بتوں کو پاش پاش کر دیا۔ اور انھوں نے اپنی قوم سے کہا:

﴿وَ تَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ﴾[①]

’’اور اللہ کی قسم! جب تم لوگ پیٹھ پھیر کر چلے جاؤ گے تو میں تمھارے بتوں کے خلاف کارروائی کروں گا۔‘‘

اس کے بعد انھوں نے وہ کر دکھایا جو کہا تھا:

﴿فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ﴾[②]

’’پھر انھوں نے ان کے بڑے بت کو چھوڑ کر باقی بتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے، تاکہ وہ لوگ اس کے پاس واپس جا سکیں۔‘‘

② حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری کے بنائے ہوئے معبود کے بارے میں کہا تھا:

﴿وَانْظُرْ اِلٰۤى اِلٰهِكَ الَّذِیْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِی الْيَمِّ نَسْفًا﴾[③]

’’اور اپنے معبود کو دیکھو جس کی عبادت پر تم جمے رہے تھے، ہم اسے یقیناً جلا دیں گے، پھر اس کی راکھ

① الأنبياء 21:57 ② الأنبياء 21:58 ③ طٰہٰ 20:97

سمندر میں بکھیر دیں گے۔''

چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ معبود کو جلا ڈالا اور اس کی راکھ کو سمندر برد کر دیا۔

③ اسی طرح رسول اکرم ﷺ جب فتحِ مکہ کے موقع پر مکہ میں داخل ہوئے اور اس وقت بیت اللہ شریف کے گرد تین سو ساٹھ بت گاڑھے ہوئے تھے تو آپ ﷺ انھیں اپنی چھڑی کے ساتھ نیچے گراتے اور ارشاد فرماتے:

﴿جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾ ①

''حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل تو مٹنے کی چیز ہی ہوتی ہے۔''

④ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو آپ ﷺ نے اسے اس کے ہاتھ سے اتارا اور پھینک دیا۔ بعد ازاں ارشاد فرمایا:

« يَعْمِدُ أَحَدُكُمْ إِلٰى جَمْرَةٍ مِنْ نَّارٍ فَيَجْعَلُهَا فِيْ يَدِهٖ »

''کیا تم میں سے ایک شخص جہنم کا ایک انگارہ اٹھا کر اپنے ہاتھ میں رکھ لیتا ہے!''

پھر جب رسول اللہ ﷺ چلے گئے تو اس آدمی سے کہا گیا: اپنی انگوٹھی اٹھا لو اور اس سے فائدہ اٹھاؤ.

اس نے کہا: لَا وَاللّٰهِ، لَا آخُذُهُ أَبَدًا وَقَدْ طَرَحَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ!

اب جبکہ رسول اللہ ﷺ نے اسے میرے ہاتھ سے اتار کر پھینک دیا ہے تو اللہ کی قسم! میں اسے کبھی نہیں اٹھاؤں گا۔ ②

⑤ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں رہنے دیتے تھے جس میں تصویریں ہوتیں، آپ ﷺ ہر ایسی چیز کو توڑ دیتے تھے۔ ③

⑥ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سفر سے واپس تشریف لائے اور میں نے گھر کے ایک مچان کو ایسے پردے سے ڈھک رکھا تھا جس میں تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ آپ ﷺ نے وہ پردہ دیکھا تو اسے پھاڑ ڈالا، پھر ارشاد فرمایا: « أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِيْنَ يُضَاهُوْنَ خَلْقَ اللّٰهِ »

''قیامت کے روز سب سے زیادہ سخت عذاب ان لوگوں کو دیا جائے گا جو اللہ کی تخلیق سے مشابہت اختیار کرتے ہیں۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد ہم نے اس پردے کے ایک یا دو تکیے بنا لئے۔ ④

---

① الإسراء17: 81
② صحيح مسلم: 2090
③ صحيح البخاري: 5952
④ صحيح البخاري: 5954، وصحيح مسلم: 2107

اِس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ گھر کا ذمہ دار آدمی اپنے گھر میں جو بھی برائی دیکھے اسے بزور بازو منع کرے

دوسرا مرتبہ : زبان کے ساتھ منع کرنا

اگر کوئی شخص ہاتھ کی طاقت سے برائی کو روکنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اپنی زبان سے منع کرے۔ تاہم اسے اس سلسلے میں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ وہ نرم لہجے میں بات کرے نہ کہ سخت لہجے میں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ «إِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُونُ فِي شَيْئٍ إِلَّا زَانَهُ ، وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْئٍ إِلَّا شَانَهُ»

''بے شک جس چیز میں نرمی ہوتی ہے اسے وہ خوبصورت بنا دیتی ہے۔ اور جس میں نرمی نہیں ہوتی اسے وہ بدصورت بنا دیتی ہے۔'' ①

زبان کے ساتھ برائی سے منع کرنے کی بھی کئی مثالیں ملتی ہیں۔ مثلا

① سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اکرم ﷺ کے پاس اپنے بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: «كُلْ بِيَمِينِكَ» ''دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔''

تو اس نے کہا: میں استطاعت نہیں رکھتا۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا: «لَا اسْتَطَعْتَ» ''تمھیں کبھی استطاعت نہ ملے۔'' اسے تکبر نے ہی منع کیا ہے۔

سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد وہ شخص اپنا دایاں ہاتھ اپنے منہ کی طرف کبھی نہ اٹھا سکا۔ ②

② حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہاں پرورش پا رہا تھا، اور میرا ہاتھ کھانے کے برتن میں اِدھر اُدھر جاتا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«يَا غُلَامُ! سَمِّ اللّٰهَ ، وَكُلْ بِيَمِينِكَ، وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ» ③

''اے بچے! بسم اللہ پڑھو، دائیں ہاتھ کے ساتھ کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔'' حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں ہمیشہ آپ ﷺ کی نصیحت کے مطابق ہی کھاتا رہا۔

③ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا اور میرا تہہ بند لٹک رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: «يَا عَبْدَ اللّٰهِ! اِرْفَعْ إِزَارَكَ» ''عبد اللہ! اپنے تہہ بند کو اوپر اٹھاؤ۔'' چنانچہ میں نے اسے اوپر اٹھایا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اور اوپر اٹھاؤ۔'' لہٰذا میں نے اور اوپر اٹھایا۔ اس کے بعد سے میں اس کا مسلسل خیال رکھتا ہوں۔ چند لوگوں نے پوچھا: کہاں تک اوپر اٹھانا چاہیے؟ تو انھوں نے کہا: دونوں پنڈلیوں

① صحيح مسلم :2594 ② صحيح مسلم :2021

③ صحيح البخاري:5376، وصحيح مسلم :2022 ④ صحيح مسلم :2086

کے درمیان تک ۔ ③

تیسرا مرتبہ : دل کے ساتھ برائی کو برا ماننا

جب ایک انسان اپنے ہاتھ اور اپنی زبان کے ساتھ برائی سے منع کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو جو چیز اس پر کم از کم واجب ہے وہ یہ ہے کہ وہ برائی کو اپنے دل سے برا جانے اور اس سے نفرت کرے ۔ یہ ایسی چیز ہے کہ اگر یہ بھی نہ ہو تو اس کے بعد حدیث کے مطابق رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان باقی نہیں رہتا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ زندوں میں مردہ کون ہوتا ہے؟ تو فرمایا:

(اَلَّذِیْ لَا یَعْرِفُ مَعْرُوفًا وَلَا یُنْکِرُ مُنْکَرًا) ①

"جو نیکی کو نیکی نہیں سمجھتا اور برائی کو برا نہیں سمجھتا ۔"

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو ترک کرنے کے خطرناک نتائج

① اللہ رب العزت کا عذاب !

جب معاشرے میں برائیاں پھیل رہی ہوں ، ہر آئے دن فساد بڑھتا ہی چلا جا رہا ہو اور جن لوگوں کو نیکی کی تلقین اور برائیوں سے منع کرنا چاہئے وہ بھی خاموش ہوں تو جب اللہ کا عذاب آتا ہے (والعیاذ باللہ) تو اس کی زد میں نہ صرف فاسق وفاجر لوگ آتے ہیں بلکہ وہ بھی اس کی زد میں آتے ہیں جنھوں نے ان کے جرائم اور معاشرتی برائیوں پر چپ سادھ رکھی ہو۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

﴿وَ اتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ ②

"اور تم لوگ اس فتنے سے ڈرتے رہو جس کا اثر تم میں سے صرف ظالموں تک ہی محدود نہیں رہے گا ۔ اور جان لو کہ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہوتا ہے ۔"

شیخ محمد شنقیطیؒ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں کہتے ہیں :

"یہ فتنہ جس سے ظالم اور غیر ظالم سب دوچار ہوتے ہیں ، اس سے مراد یہ ہے کہ لوگ جب اپنی سوسائٹی میں برائی کو دیکھیں ، پھر اس سے منع نہ کریں تو اللہ کا عذاب ان سب پر نازل ہوتا ہے ۔ نیک لوگوں پر بھی اور برے لوگوں پر بھی ۔" ③

---

① الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر لابن تيميه :ص9

② الأنفال 8: 25 ③ تفسير أضواء البيان :171/1

اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے : ﴿ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ أَنجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِعَذَابٍ بَئِيسٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴾ ①

’’پھر جب وہ لوگ ان باتوں کو بھول گئے جن کی انھیں نصیحت کی جاتی تھی تو ہم نے صرف ان لوگوں کو عذاب سے بچالیا جو برائی سے منع کرتے تھے۔ اور ظالموں کو ان کے گناہوں کے سبب سخت عذاب میں گرفتار کرلیا۔‘‘

یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ رب العزت نے صرف ان لوگوں کو اپنے عذاب سے بچایا جو برائی سے منع کرتے تھے۔ رہے وہ لوگ جو برائی کا ارتکاب کرتے تھے اور وہ جو ان کی برائی پر خاموش رہتے تھے تو وہ سب اس کے عذاب کی زد میں آ گئے۔ والعیاذ باللہ

اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(أَيُّهَا النَّاسُ ! إِنَّكُمْ تَقْرَؤُونَ هٰذِهِ الْآيَةَ : ﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ ﴾ وَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ : إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ يَأْخُذُوا عَلٰى يَدَيْهِ أَوْشَكَ أَن يَّعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ مِّنْهُ)

’’اے لوگو! تم یہ آیت تلاوت کرتے ہو: (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ) اے ایمان والو! تم اپنے بچاؤ کی فکر کرو، اگر تم خود راہِ راست پر چلتے رہو گے تو کسی کی گمراہی تمھیں نقصان نہیں پہنچائے گی۔ جبکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے ارشاد فرمایا:

’’بے شک لوگ جب ظالم کو دیکھیں، پھر اسے ظلم سے منع نہ کریں تو بہت قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے ان سب کو عذاب میں مبتلا کردے۔‘‘ ②

③ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کرنے کے نتیجے میں دعائیں قبول نہیں ہوتیں!

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

« مُرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَوا عَنِ الْمُنْكَرِ قَبْلَ أَنْ تَدْعُو فَلَا يُسْتَجَابَ لَكُمْ »

’’تم نیکی کی تلقین کرتے رہو اور برائی سے منع کرتے رہو، اِس سے پہلے کہ تم دعا کرو، پھر تمھاری دعاؤں کو قبول نہ کیا جائے۔‘‘ ③

اسی طرح آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

① الأعراف 165:7　② سنن أبي داؤد :2168- وصححه الألباني

③ سنن ابن ماجه :4004- وحسنه الألباني

«وَالَّذِیْ نَفْسِی بِیَدِہٖ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ، أَوْ لَيُوشِكَنَّ اللّٰهُ أَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِّنْهُ ، ثُمَّ تَدْعُونَهُ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ»

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم ضرور بالضرور نیکی کا حکم دیتے رہنا اور برائی سے منع کرتے رہنا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے بہت جلد تمھارے اوپر عذاب بھیجے گا ، پھر تم اسے پکارو گے تو تمھاری پکار کو قبول نہیں کیا جائے گا۔''[1]

③ تباہی وبربادی!

جس معاشرے میں اِس فریضہ کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے، وہ بہت جلد تباہی کے کنارے پر پہنچ جاتا ہے۔

جناب رسول اکرم ﷺ نے اس کی مثال یوں بیان فرمائی کہ جیسے کچھ لوگ ایک بحری جہاز میں سوار ہوں۔ ان میں سے کچھ لوگ نچلے طبقے میں اور کچھ لوگ اوپر والے طبقے میں ہوں۔ نچلے طبقے کے لوگوں کو پانی لینے کیلئے بار بار اوپر جانا پڑتا ہے۔ جس سے اوپر والے طبقے کے لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے۔ چنانچہ نچلے طبقے کے لوگ سوچتے ہیں کہ بجائے اوپر جانے اور اوپر والے لوگوں کو بار بار تکلیف دینے کے ہم نیچے سے ہی سوراخ کر لیں!! اب اگر اوپر والے نیچے والوں کو اس سے منع نہ کریں تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ جہاز میں سوار سب لوگ ڈوب جائیں گے اور اگر وہ انھیں ایسا کرنے سے منع کریں تو خود بھی بچ جائیں گے اور جہاز میں سوار دیگر لوگ بھی نجات پا جائیں گے۔[2]

اسی طرح اگر معاشرے میں برائیوں سے منع کرنے والا کوئی نہ ہو اور سب لوگ فاسقوں اور فاجروں کے متعلق چپ سادھ لیں تو اس میں بسنے والے تمام لوگ اللہ کے عذاب کی زد میں آجاتے ہیں۔ لیکن اگر انھیں منع کرنے والے لوگ موجود ہوں تو وہ خود بھی نجات پا جاتے ہیں اور معاشرے کے دیگر باسیوں کی نجات کا بھی سبب بن جاتے ہیں۔

④ برائی سے منع نہ کرنا اللہ تعالیٰ کی لعنت کا موجب بنتا ہے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ☆ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾[3]

''بنی اسرائیل کے جن لوگوں نے کفر کیا ان پر داود (علیہ السلام) اور عیسی بن مریم (علیہ السلام) کی زبانی لعنت بھیجی

---

① جامع الترمذی: 2169 ۔ وصححه الألبانی
② صحیح البخاری: 2493
③ المائدۃ5: 78 ۔ 79

گئی ۔ وہ اس لئے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے اور اللہ کی حدود سے تجاوز کرتے تھے ۔ وہ لوگ جس گناہ کا ارتکاب کرتے تھے اس سے ایک دوسرے کو منع نہیں کرتے تھے ۔ یقیناً وہ جو کچھ کرتے تھے وہ بہت بُرا تھا ۔''

امام ابن کثیرؒ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں کہتے ہیں :

(أَيْ كَانَ لَا يَنْهٰى أَحَدٌ مِّنْهُمْ أَحَدًا عَنِ ارْتِكَابِ الْمَآثِمِ وَالْمَحَارِمِ ، ثُمَّ ذَمَّهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ ، لِيُحَذِّرَ أَن يُّرْتَكَبَ مِثْلُ الَّذِي ارْتَكَبُوهُ ، فَقَالَ : لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ)[1]

'' یعنی ان میں سے کوئی شخص کسی کو گناہوں اور حرام کاموں سے منع نہیں کرتا تھا ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت کی تاکہ وہ اس بات سے ڈرائے کہ ان کے گناہ جیسے گناہ کا ارتکاب کیا جائے ۔ چنانچہ اس نے فرمایا :

﴿لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ﴾ '' یقیناً بہت برا ہے جو وہ کرتے تھے ۔''

اور امام قرطبیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں : (قَالَ ابْنُ عَطِيَّةَ : وَالْإِجْمَاعُ مُنْعَقِدٌ عَلٰى أَنَّ النَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ فَرْضٌ لِمَنْ أَطَاقَهُ وَأَمِنَ الضَّرَرَ عَلٰى نَفْسِهِ وَعَلَى الْمُسْلِمِيْنَ ، فَإِنْ خَافَ فَيُنْكِرُ بِقَلْبِهِ وَيَهْجُرُ ذَا الْمُنْكَرِ وَلَا يُخَالِطُهُ)[2]

'' ابن عطیہ کہتے ہیں : اس بات پر اجماع ہے کہ برائی سے منع کرنا اس شخص پر فرض ہے جو اس کی طاقت رکھتا ہو اور اسے اپنے اور مسلمانوں کے نقصان کا اندیشہ نہ ہو ۔ اور اگر اسے اندیشہ ہو تو اپنے دل سے اسے برا جانے اور برائی کرنے والے سے دور رہے اور اس کے ساتھ میل جول نہ رکھے ۔''

⑤ جو شخص لوگوں کی برائیوں پر خاموش رہتا ہے اور انھیں ان سے منع نہیں کرتا تو درحقیقت وہ مداہنت کا شکار ہو کر لوگوں کی رضا مندی کیلئے اللہ کو ناراض کر بیٹھتا ہے ۔ یعنی وہ انھیں اس لئے منع نہیں کرتا کہ کہیں وہ ناراض نہ ہو جائیں ۔ اور اسے اس بات کا احساس نہیں ہوتا کہ اس کے اس عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو رہا ہے ۔ جبکہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ

«مَنِ الْتَمَسَ رِضَا النَّاسِ بِسَخَطِ اللّٰهِ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَسْخَطَ عَلَيْهِ النَّاسَ ، وَمَنِ الْتَمَسَ رِضَا اللّٰهِ بِسَخَطِ النَّاسِ ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَأَرْضٰى عَنْهُ النَّاسَ»[3]

'' جو آدمی اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کی رضا مندی کا طلبگار ہوتا ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے اور وہ لوگوں کو بھی اس سے ناراض کر دیتا ہے ۔ اور جو شخص اللہ کی رضا کی خاطر لوگوں کی ناراضگی کو مول لے لیتا ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جاتا ہے اور لوگوں کو بھی اس سے راضی کر دیتا ہے ۔''

① تفسیر ابن کثیر : 3/ 205 ② تفسیر قرطبی : 253/6 ③ صحیح الترغیب والترهیب : 2250

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو یہ فریضہ انجام دینے کی توفیق دے۔ آمین

دوسرا خطبہ

امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں قدوۂ حسنہ کی اہمیت

محترم حضرات ! امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فضائل وفوائد اور اس کو چھوڑنے کے نقصانات اور خطرناک نتائج جاننے کے بعد اب آخر میں یہ بھی جان لیجئے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں قدوۂ حسنہ کی بڑی اہمیت ہے۔ یعنی جو شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دے، لوگوں کو نیکی کی تلقین کرے اور برائی سے منع کرے تو اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ خود بھی بہترین نمونہ پیش کرے۔ جس نیکی کی تلقین کرے خود بھی اس پر عمل کرے اور جس برائی سے منع کرے خود بھی اس سے اجتناب کرے۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا:

﴿وَ مَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰكُمْ عَنْهُ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ﴾[1]

’’میں نہیں چاہتا کہ جس بات سے تمھیں منع کروں خود ہی اس کے خلاف کروں۔ میں تو جہاں تک ہو سکے اصلاح ہی چاہتا ہوں۔‘‘

اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے اسی طرح بہترین نمونہ پیش کیا۔ لہٰذا ان کے اِس طرزِ عمل کو اختیار کرنا چاہئے اور اس کے برعکس نہیں کرنا چاہئے کہ وہ جس نیکی کی تلقین کرے خود اس پر عمل نہ کرے، یا جس برائی سے منع کرے خود اس سے اجتناب نہ کرے۔

باری تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾[2]

’’کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھلا دیتے ہو جبکہ تم کتاب کی تلاوت بھی کرتے ہو؟ کیا تم عقل نہیں رکھتے؟‘‘

لوگوں کو نیکی کا حکم دے کر خود اس پر عمل نہ کرنا یا لوگوں کو برائی سے منع کر کے خود اس سے نہ بچنا ایسا عمل ہے جو اللہ کی ناراضگی کا سبب بنتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ☆ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾[3]

---

① ھود 11: 88 ② البقرۃ 2: 44 ③ الصف 61: 2-3

”اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر خود عمل نہیں کرتے؟ یہ بات اللہ کے ہاں بہت ہی زیادہ ناپسندیدہ ہے کہ تم وہ بات کہو جس پر تم خود عمل نہ کرو۔“

لوگوں کو نیکی کی تلقین کر کے خود اس پر عمل نہ کرنا اور برائی سے روک کر خود اس سے اجتناب نہ کرنا نہایت سنگین جرم ہے۔ اور اس کی سزا بہت سخت ہے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«يُجَاءُ بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُلْقٰى فِي النَّارِ ،فَتَنْدَلِقُ أَقْتَابُهُ فِي النَّارِ ،فَيَدُورُ كَمَا يَدُورُ الْحِمَارُ بِرَحَاهُ ، فَيَجْتَمِعُ أَهْلُ النَّارِ عَلَيْهِ فَيَقُولُونَ : أَيْ فُلَانُ ! مَا شَأْنُكَ ؟ أَلَيْسَ كُنْتَ تَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ ؟ قَالَ : كُنْتُ آمُرُكُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَلَا آتِيهِ ، وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَآتِيهِ»[1]

”قیامت کے روز ایک آدمی کو لایا جائے گا، پھر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ چنانچہ اس کی انتڑیاں تیزی سے باہر آ جائیں گی۔ پھر وہ ایسے گھومے گا جیسے گدھا اپنی چکی کے اردگرد گھومتا ہے۔ لہٰذا اہل جہنم اس کے پاس جمع ہو کر اس سے کہیں گے: اے فلاں آدمی! تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ کیا تم ہی نہ تھے جو نیکی کا حکم دیتے تھے اور برائی سے منع کرتے تھے؟ وہ کہے گا: میں تمھیں نیکی کا حکم دیتا تھا لیکن خود وہ نیک کام نہیں کرتا تھا۔ اور تمھیں برائی سے منع کرتا تھا لیکن خود اس کا ارتکاب کرتا تھا۔“

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”میں نے شبِ معراج میں دیکھا کہ کچھ لوگوں کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے ہیں۔ میں نے کہا: جبریل! یہ کون ہیں؟ انھوں نے عرض کیا:

«هٰؤُلَاءِ خُطَبَاءُ مِنْ أُمَّتِكَ،يَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَيَنْسَوْنَ أَنْفُسَهُمْ وَهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتَابَ ، أَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ؟»

”یہ آپ کی امت کے وہ خطباء ہیں جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے اور اپنے آپ کو بھلا دیتے ہیں حالانکہ وہ کتاب اللہ کی تلاوت بھی کرتے ہیں۔ تو کیا انھیں عقل نہیں ہے؟“[2]

لہٰذا امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دینے والے لوگوں کو چاہئے کہ وہ خود بھی اُس نیکی پر عمل کریں جس کا وہ لوگوں کو حکم دیں۔ اسی طرح وہ خود بھی اُس برائی سے اجتناب کریں جس سے وہ لوگوں کو منع کریں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اس کی توفیق دے۔ آمین

---

① صحيح البخاري : 3267

② الألباني : أخرجه أحمد والبغوي ، وقال البغوي : حديث حسن وهو كما قال أو أعلى
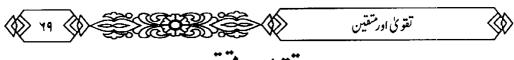
تقویٰ اور متقین

اہم عناصرِ خطبہ:

① تقویٰ کی اہمیت ② تقویٰ کی حقیقت

③ متقین کی صفات ④ تقویٰ کے فوائد وثمرات

پہلا خطبہ

محترم حضرات! آج ہمارے خطبۂ جمعہ کا موضوع ''تقویٰ'' ہے۔ سب سے پہلے ہم اس کی اہمیت ذکر کریں گے۔ پھر 'تقویٰ' کے بارے میں بتائیں گے کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟ بعد ازاں متقین کی صفات اور تقویٰ کے فوائد وثمرات کا تذکرہ کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

تقویٰ کی اہمیت:

❶ خطبۂ مسنونہ میں تین آیات کی تلاوت:

آپ حضرات کو معلوم ہونا چاہئے کہ امام الانبیاء جناب محمد ﷺ اپنے خطبۂ حاجت میں تین آیات کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ ①

یعنی آپ ﷺ کسی بھی ضرورت کے وقت جو خطبہ ارشاد فرماتے تھے اس میں ان تین آیات کی تلاوت ضرور کرتے تھے۔

اور ان تینوں آیات کریمہ کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے 'تقویٰ' کا حکم دیا ہے۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک 'تقویٰ' کی بڑی اہمیت ہے۔ ان تینوں آیات میں کیا ہے؟ سنئے!

پہلی آیت میں ایمان والوں کو مخاطب کر کے فرمایا: ﴿ يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ ②

''اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرو جس طرح ڈرنے کا حق ہے۔ اور تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔''

---

① سنن النسائی: 1404۔ وصححہ الألبانی ② آل عمران 3: 102

دوسری آیت میں عام لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا: ﴿ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّ نِسَآءً ﴾

''اے لوگو! تم اپنے اس رب سے ڈرتے رہو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں میں سے بہت سے مردوں اور عورتوں کو پھیلا دیا۔''

اسی آیت میں دوبارہ ارشاد فرمایا:

﴿وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا﴾ ①

''اور اس اللہ سے ڈرتے رہو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو۔ اور قریبی رشتہ داروں کے معاملے میں بھی اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگران ہے۔''

تیسری آیت میں اہل ایمان کو مخاطب کر کے فرمایا:

﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا﴾

''اے ایمان والو! تم اللہ سے ڈرتے رہو اور بات سیدھی کیا کرو۔''

اللہ! اِس سے کیا فائدہ ہوگا؟ فرمایا:

﴿ یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ﴾ ②

''وہ تمھارے اعمال کو درست کر دے گا اور تمھارے گناہ معاف کر دے گا۔ اور جس نے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی تو اس نے بڑی کامیابی حاصل کر لی۔''

ان آیات مبارکہ میں جس طرح اللہ تعالیٰ نے بار بار تمام لوگوں کو، خاص طور پر مومنوں کو تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور جس طرح رسول اللہ ﷺ ان تینوں آیات کی تلاوت ہر خطبۂ حاجت میں فرمایا کرتے تھے، تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام میں 'تقویٰ' کی قدر و منزلت بڑی عظیم ہے اور اس کا درجہ بہت بلند ہے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اگلے پچھلے تمام لوگوں کو خاص طور پر 'تقویٰ' کی وصیت فرمائی۔

❷ اگلے پچھلے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تقویٰ کی وصیت

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَ لَقَدْ وَصَّیْنَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ اِیَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ③

① النساء 4:1 ② الأحزاب 33:70-71 ③ النساء 4:131

''اور تم سے پہلے جن لوگوں کو کتاب دی گئی ہم نے انھیں بھی تاکیدی حکم دیا اور تمھیں بھی یہی تاکیدی حکم ہے کہ تم سب اللہ سے ڈرتے رہو۔''

اور اسی لئے تقوی تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت کا محور تھا۔

③ تقوی انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت کا محور

اللہ تعالی نے قرآن مجید میں مختلف انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت کا خلاصہ ذکر فرمایا ہے۔

☆ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحِ نِ الْمُرْسَلِينَ ☆ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ نُوحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ☆ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ☆ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ☆ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَلَمِينَ ☆ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴾ ①

''قوم نوح نے رسولوں کو جھٹلا دیا تھا۔ جبکہ ان کے بھائی نوح (علیہ السلام) نے انھیں کہا: کیا تم ڈرتے نہیں؟ میں تمھارے لئے ایک امین رسول ہوں۔ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ میں تم سے اس پر کوئی صلہ نہیں مانگتا۔ میرا صلہ تو اللہ رب العالمین کے ذمہ ہے۔ لہٰذا اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔''

☆ اور حضرت ہود علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿ كَذَّبَتْ عَادُ نِ الْمُرْسَلِينَ ☆ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ هُودٌ أَلَا تَتَّقُونَ ☆ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ☆ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴾ ②

''قوم عاد نے رسولوں کو جھٹلا دیا تھا۔ جبکہ ان کے بھائی ہود (علیہ السلام) نے انھیں کہا: کیا تم ڈرتے نہیں؟ میں تمھارے لئے ایک امین رسول ہوں۔ لہٰذا اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔''

☆ اور حضرت صالح علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿ كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ ☆ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ صَلِحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ☆ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ☆ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴾ ③

''قوم ثمود نے رسولوں کو جھٹلا دیا تھا۔ جبکہ ان کے بھائی صالح (علیہ السلام) نے انھیں کہا: کیا تم ڈرتے نہیں؟

---

① الشعراء26: 105-109 ② الشعراء26: 123-126 ③ الشعراء26: 141-144

میں تمھارے لئے ایک امین رسول ہوں ۔لہٰذا اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔''

☆ اور حضرت لوط علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ الْمُرْسَلِيْنَ ☆ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ☆ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ☆ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ﴾ ①

''قوم لوط نے رسولوں کو جھٹلا دیا تھا۔ جبکہ ان کے بھائی لوط (علیہ السلام) نے انھیں کہا: کیا تم ڈرتے نہیں؟ میں تمھارے لئے ایک امین رسول ہوں ۔لہٰذا اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔''

☆ اور حضرت شعیب علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿ كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ☆ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ☆ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ☆ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴾ ②

''اصحاب الایکہ (اصحاب مدین) نے بھی رسولوں کو جھٹلا دیا تھا۔ جبکہ ان سے شعیب (علیہ السلام) نے کہا: کیا تم ڈرتے نہیں؟ میں تمھارے لئے ایک امین رسول ہوں ۔لہٰذا اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔''

☆ اسی طرح حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴾ ③

''اور جب عیسی (علیہ السلام) صریح نشانیاں لے کر آئے تو کہا: میں تمھارے پاس حکمت لایا ہوں اور اس لئے کہ تم پر بعض وہ باتیں واضح کردوں جن میں تم اختلاف کررہے ہو۔لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔''

یہ چند آیات تو پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت کے بارے میں تھیں، جن کے ذریعے ہم نے ثابت کیا ہے کہ ان حضرات کی دعوت کا محور ''تقوی'' تھا۔

❹ جہاں تک امام الانبیاء جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی دعوت وتبلیغ اور وعظ ونصیحت میں 'تقوی' کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔

① اللہ تعالی نے قرآن مجید کی پہلی سورت میں ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت فرمایا:

﴿ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰى ☆ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ﴾ ④

---

① الشعراء26: 160-163
② الشعراء26: 176-179
③ الزخرف43:63
④ العلق96: 11-12

''آپ کا کیا خیال ہے، اگر چہ وہ بندہ (محمد ﷺ) سیدھی راہ پر ہے اور تقویٰ کا حکم دیتا ہے۔''

گویا کہ آپ ﷺ نے بھی جن امور کو اپنی دعوت میں سرفہرست رکھا ان میں سے ایک امر 'تقویٰ' تھا۔

② اسی طرح آپ ﷺ نے آخری وصیتوں میں بھی ایک وصیت 'تقویٰ' کے بارے میں فرمائی۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

«صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الصُّبْحَ، فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيْغَةً، ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ، وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ، فَقُلْنَا: كَأَنَّهَا مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَأَوْصِنَا، فَقَالَ أُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ ...» ①

''ہمیں رسول اکرم ﷺ نے فجر کی نماز پڑھائی، پھر ہمیں ایسی موثر نصیحت فرمائی کہ جس سے آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور دلوں میں دہشت پیدا ہونے لگی۔ چنانچہ ہم نے گزارش کی کہ ایسے لگتا ہے کہ جیسے یہ الوداع کہنے والے شخص کی نصیحت ہے تو آپ ہمیں وصیت کریں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا....''

③ اسی طرح حجۃ الوداع کے موقع پر بھی کہ جس کے کچھ ہی عرصہ بعد آپ ﷺ پر موت آگئی، آپ ﷺ نے لوگوں کے جم غفیر کو جو وصیت فرمائی اس میں سب سے پہلی بات یہی تھی کہ ''تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔''

جیسا کہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے دوران اپنی اونٹنی (الجدعاء) پر بیٹھے ہوئے یوم النحر کو منیٰ میں خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ ﷺ کجاوے کی رکاب میں اپنے پاؤں رکھ کر کھڑے ہوئے اور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے بلند آواز سے فرمایا:

(أَلَا تَسْمَعُوْنَ) کیا تم سنتے نہیں؟ پھر آپ ﷺ نے تین بار فرمایا:

(أَلَا لَعَلَّكُمْ لَا تَرَوْنِيْ بَعْدَ عَامِكُمْ هٰذَا) ''شاید تم مجھے آئندہ سال نہ دیکھ سکو۔''

ایک آدمی جو سب سے پیچھے کھڑا تھا، کہنے لگا: تو آپ ہمیں کس بات کا حکم دیتے ہیں؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: (اِتَّقُوْا اللّٰهَ رَبَّكُمْ، وَصَلُّوْا خَمْسَكُمْ، وَصُوْمُوْا شَهْرَكُمْ، وَأَدُّوْا زَكَاةَ أَمْوَالِكُمْ، وَأَطِيْعُوْا ذَا أَمْرِكُمْ، تَدْخُلُوْا جَنَّةَ رَبِّكُمْ) ②

---

① سنن أبي داؤد: 4607، جامع الترمذي: 2676، سنن ابن ماجه: 42۔ وصححه الألباني

② مسند أحمد: 486/36: 22161 و22258و22260 (الأرناؤط)، جامع الترمذي: 616: حسن صحيح، سنن أبي داؤد (مختصرا): 1955۔ وصححه الألباني في صحيح سنن الترمذي وسنن ابي داؤد والسلسلة الصحيحة برقم: 867

''تم اللہ سے ڈرتے رہنا جو کہ تمھارا رب ہے۔ اور پانچوں نمازیں ادا کرتے رہنا۔ اور اپنے مالوں کی زکاۃ دیتے رہنا۔ نیز اپنے حکمرانوں کی اطاعت کرتے رہنا۔ اس طرح تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔''

④ اسی طرح آپ ﷺ اپنے بعض ساتھیوں کو بھی خصوصی طور پر 'تقویٰ' ہی کی وصیت فرماتے تھے۔

چنانچہ جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

(مَن يَّأْخُذُ عَنِّي هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ فَيَعْمَلُ بِهِنَّ أَوْ يُعَلِّمُ مَن يَّعْمَلُ بِهِنَّ ؟)

''کون ہے جو مجھ سے یہ کلمات سیکھے، پھر ان پر عمل کرے یا اس شخص کو سکھلائے جو ان پر عمل کرے؟''

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں۔ تو آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر پانچ باتیں شمار کیں۔ فرمایا:

۱۔ (اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ أَعْبَدَ النَّاسِ)

''تم حرام کاموں سے بچتے رہنا، اس طرح تم لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار بن جاؤ گے۔''

۲۔ (وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللّٰهُ لَكَ تَكُنْ أَغْنَى النَّاسِ)

''اور اس رزق پر راضی ہو جانا جسے اللہ تعالیٰ تمھاری قسمت میں کر دے، اس طرح تم لوگوں میں سب سے زیادہ مالدار بن جاؤ گے۔''

۳۔ (وَأَحْسِنْ إِلٰى جَارِكَ تَكُنْ مُؤْمِنًا)

''اور اپنے پڑوسی سے اچھا سلوک کرتے رہنا، تم سچے مومن بن جاؤ گے۔''

۴۔ (وَأَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَكُنْ مُسْلِمًا)

''اور تم لوگوں کیلئے بھی وہی چیز پسند کرنا جسے اپنے لئے پسند کرتے ہو، تم سچے مسلمان بن جاؤ گے۔''

۵۔ (وَلَا تُكْثِرِ الضَّحِكَ فَإِنَّ كَثْرَةَ الضَّحِكِ تُمِيتُ الْقَلْبَ)

''اور زیادہ مت ہنسنا، کیونکہ زیادہ ہنسی دل کو مردہ کر دیتی ہے۔''[1]

اسی طرح جناب ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے خاص طور پر مجھے ارشاد فرمایا:

(اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُمَا كُنْتَ ، وَأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ)

''تم جہاں کہیں بھی ہو، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔ اور برائی کے بعد نیکی کرنا جو اسے مٹا دے گی۔ اور لوگوں سے اچھے اخلاق کے ساتھ میل جول رکھنا۔''[2]

---

① جامع الترمذی :2305- وحسنه الألبانی

② جامع الترمذی :1987- وحسنه الألبانی

⑤ 'تقویٰ' کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر نبی کریم ﷺ اپنے لئے یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

(اَللّٰهُمَّ آتِ نَفْسِي تَقْوَاهَا وَزَكِّهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا ، أَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا)

''اے اللہ! تو میرے نفس کو اس کا تقویٰ نصیب کر۔ اور اسے پاک کردے، تو ہی اسے بہترین پاک کرنے والا ہے۔ تو ہی اس کا دوست اور اس کا سرپرست ہے۔''[1]

⑥ تقویٰ بہترین لباس ہے

جی ہاں، لباس اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اور بہترین لباس 'تقویٰ' ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَ رِيْشًا ۭ وَ لِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ﴾[2]

''اے آدم کی اولاد! ہم نے تمھارے لئے لباس اتارا جو تمھاری شرمگاہوں کو بھی چھپاتا ہے اور موجب زینت بھی ہے۔ اور تقویٰ کا لباس اُس سے بہتر ہے۔''

⑦ تقویٰ بہترین زادِ راہ ہے

ہر مسافر اپنے لئے زادِ راہ (سفر خرچ) اپنے ساتھ لے لیا کرتا ہے۔ اور ہم میں سے ہر شخص آخرت کی طرف سفر کر رہا ہے۔ اور آخرت کے مسافر کیلئے بہترین زادِ راہ (سفر خرچ) تقویٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۡ وَ اتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ﴾[3]

''اور تم سفر خرچ لے لیا کرو۔ سب سے بہتر سفر خرچ تقویٰ ہے۔ اور اے عقلمندو! مجھ سے ڈرتے رہا کرو۔''

اور شاعر نے کیا خوب کہا ہے!

وَلَسْتُ أَرَى السَّعَادَةَ جَمْعَ مَالٍ ... وَلٰكِنَّ التَّقِيَّ هُوَ السَّعِيْدُ
وَتَقْوَى اللّٰهِ خَيْرُ الزَّادِ ذُخْرًا ... وَعِنْدَ اللّٰهِ لِلْأَتْقَى مَزِيْدُ

''میں نہیں سمجھتا کہ خوش نصیبی مال جمع کرنے میں ہے۔ بلکہ متقی ہی درحقیقت خوش نصیب ہے۔ اور اللہ کا تقویٰ ذخیرہ کرنے کیلئے بہترین زادِ راہ ہے۔ اور اللہ کے ہاں متقی کیلئے مزید بہت کچھ ہے۔''

---

[1] صحيح مسلم :2722 [2] الأعراف 7: 26 [3] البقرة 2: 179

❽ متقین ہی اولیاء اللہ ہیں

'تقویٰ' اس قدر اہم ہے کہ جس شخص میں یہ ہو وہ متقی اور پرہیز گار ہوتا ہے۔ اور ہر متقی و پرہیز گار اللہ تعالیٰ کا دوست ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اَلَآ اِنَّ اَوۡلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَ لَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ☆ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ كَانُوۡا يَتَّقُوۡنَ ﴾[1]

''یاد رکھو! اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہونگے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور جو (برائیوں) سے پرہیز کرتے ہیں۔''

❾ متقی ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ عزت واکرام کے لائق ہے

اللہ تعالیٰ کے نزدیک 'تقویٰ' کی اتنی اہمیت ہے کہ جس شخص میں زیادہ تقویٰ ہو اور جو زیادہ متقی، پرہیز گار ہو، چاہے وہ کسی رنگ ونسل کا ہو، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ عزت واکرام کے لائق ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اِنَّ اَكۡرَمَكُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اَتۡقٰكُمۡ﴾[2]

''بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ والا ہو۔''

حقیقتِ تقویٰ

عزیزان گرامی! قرآن وحدیث کی روشنی میں تقویٰ کی اہمیت واضح ہونے کے بعد اب آپ میں سے ہر شخص یہ جاننا چاہتا ہوگا کہ 'تقویٰ' کہتے کسے ہیں؟ اور اس کی حقیقت کیا ہے؟ تو آیئے اس کی حقیقت کو واضح کرتے ہیں۔

لفظ 'تقویٰ' 'وقایۃ' سے ہے جس کا معنی ہے: بچنا، پرہیز کرنا اور جس چیز سے انسان کو خطرہ لاحق ہو اس کے اور اپنے درمیان حائل و فاصل اور رکاوٹ کھڑی کرنا۔ یعنی اپنے اور گناہوں کے درمیان اللہ کے خوف کو حفاظتی دیوار کے طور پر کھڑا کرنا۔

شاعر کہتا ہے:

خَلِّ الذُّنُوبَ صَغِيرَهَا ۔۔۔ وَكَبِيرَهَا فَهُوَ التُّقٰى

وَاصْنَعْ كَمَاشٍ فَوْقَ أَرْضِ ۔۔۔ الشَّوْكِ يَحْذَرُ مَا يَرَى

''تم چھوٹے، بڑے گناہوں سے بچو، یہی تقویٰ ہے۔ اور اُس طرح احتیاط کرو جیسا کہ کانٹوں والی زمین پر

[1] یونس 10: 62-63　[2] الحجرات 49: 13

چلنے والا شخص اپنے قدم پھونک پھونک کر اٹھاتا ہے۔''

گویا 'تقویٰ' سے مراد اپنے پورے جسم کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچانا اور برائیوں سے پرہیز کرنا ہے۔

امام غزالیؒ کہتے ہیں:

''جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور اس کے عذاب سے بچنا چاہتا ہو تو وہ اپنے پانچ اعضاء کا خاص طور پر خیال رکھے: آنکھ، کان، زبان، دل اور پیٹ .... جب ان پانچ اعضاء کی (گناہوں سے) حفاظت ہو جائے تو امید کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنے باقی اعضاء کی بھی حفاظت کرلے گا۔ اور تب وہ جامع تقویٰ کا حامل ہو گا۔''

اور سہل بن عبد اللہؒ کہتے ہیں: (مَنْ أَرَادَ أَنْ تَصِحَّ لَهُ التَّقْوَى فَلْيَتْرُكِ الذُّنُوبَ كُلَّهَا)

''جو شخص یہ چاہتا ہو کہ وہ صحیح معنوں میں متقی بن جائے تو وہ تمام گناہوں کو ترک کردے۔''

اور جب ہم قرآن مجید میں متقین کی صفات پر غور کرتے ہیں، جنھیں ہم تھوڑی دیر میں ذکر کریں گے (ان شاء اللہ) تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ 'تقویٰ' ایک جامع لفظ ہے۔ جس کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے تمام احکام واوامر پر عمل کرنا، تمام محرمات ونواہی سے بچنا اور پورے دین پر عمل کرنا۔

اسی لئے سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:(اَلتَّقْوَى هِيَ الْخَوْفُ مِنَ الْجَلِيْلِ،وَالْعَمَلُ بِالتَّنْزِيْلِ، وَالْاِسْتِعْدَادُ لِيَوْمِ الرَّحِيلِ ، وَالْقَنَاعَةُ بِالْقَلِيْلِ)

''تقویٰ کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، قرآن وسنت پر عمل کرنا، کوچ کے دن کیلئے تیاری کرنا اور کم رزق پر قناعت کرنا۔''

اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں:

(أَنْ يُّطَاعَ فَلَا يُعْصٰى ، وَيُذْكَرَ فَلَا يُنْسٰى ، وَيُشْكَرَ فَلَا يُكْفَرَ)

''اللہ تعالیٰ سے کما حقہ ڈرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی فرمانبرداری کی جائے اور نافرمانی نہ کی جائے۔ اسے یاد رکھا جائے اور بھلایا نہ جائے۔ اس کا شکر ادا کیا جائے اور ناشکری نہ کی جائے۔''

برادران اسلام! تقویٰ کے بارے میں اِس پوری وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ 'تقویٰ' درحقیقت اللہ تعالیٰ کے اُس خوف کا نام ہے جو انسان کو برائیوں اور گناہوں سے بچنے پر آمادہ کرے۔ چاہے وہ لوگوں کے سامنے ہو یا لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو۔ بلکہ حقیقی تقویٰ یہ ہے کہ جب ایک آدمی خلوت میں ہو، اسے کوئی شخص دیکھنے والا نہ ہو۔ شیطان اس کیلئے برائی کو مزین کرے اور اسے اس کے ارتکاب پر آمادہ کرے۔ اور اس کیلئے ایسا ماحول بنائے کہ اسے کسی قسم کا خوف وخطر لاحق نہ ہو اور وہ اطمینان سے برائی کا ارتکاب کرسکتا ہو، ایسے میں اگر وہ اللہ

تعالی سے ڈر کر برائی کا ارتکاب نہ کرے تو وہ آدمی حقیقت میں تقوی والا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى وَهَارُونَ الْفُرْقَانَ وَضِيَاءً وَذِكْراً لِلْمُتَّقِينَ ☆الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ وَهُم مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُونَ﴾ ①

''یہ بالکل سچ ہے کہ ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) اور ہارون (علیہ السلام) کو ایسی کتاب دی جو (حق و باطل) میں فرق کرنے والی، روشنی پھیلانے والی اور ان پرہیزگاروں کیلئے نصیحت والی ہے جو اپنے رب سے خلوتوں میں خوف کھاتے ہیں اور قیامت (کے تصور) سے کانپتے ہیں۔''

سامعین کرام! آپ ان آیات میں غور کریں کہ اللہ تعالی نے ان لوگوں کو متقی قرار دیا ہے جو اپنی خلوتوں میں اپنے خالق و مالک رب تعالی سے ڈرتے رہتے ہیں۔

اور اسی قسم کے لوگوں کے متعلق اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّأَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴾ ②

''بے شک وہ لوگ جو اپنے رب سے غائبانہ طور پر (یا خلوتوں میں) ڈرتے رہتے ہیں ان کیلئے بخشش اور بہت بڑا اجر ہے۔''

اسی طرح فرمایا:

﴿إِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمَن بِالْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَأَجْرٍ كَرِيْمٍ﴾ ③

''بس آپ تو صرف ایسے شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت کی اتباع کرے اور رحمن سے خلوتوں میں ڈرے، لہذا آپ اس کو مغفرت اور باوقار اجر کی بشارت دیجئے۔''

لہذا جلوت وخلوت دونوں میں اللہ تعالی سے ڈرتے رہنا چاہئے اور ہر حال میں اس کی نافرمانی سے اپنے دامن کو بچانا چاہئے۔ یہی تقوی ہے۔

شاعر کہتا ہے:

إِذَا مَا خَلَوْتَ الدَّهْرَ يَوْمًا فَلَا تَقُلْ   خَلَوْتُ وَلَكِنْ قُلْ عَلَيَّ رَقِيبُ

''تم زندگی میں جب کبھی خلوت میں جاؤ تو یہ نہ کہو کہ میں خلوت میں ہوں (اور جو مرضی کروں) بلکہ یہ کہو کہ یہاں خلوت میں بھی میری نگرانی کرنے والا (اللہ تعالی) موجود ہے۔''

اللہ تعالی ایسے ہی لوگوں کے متعلق فرماتا ہے : ﴿ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ

① الأنبياء 21: 48-49 ② الملك 67: 12 ③ يس 36: 11

الْهَوٰى ☆ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰى﴾ ①

''ہاں جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا اور اپنے نفس کو خواہش (کی پیروی کرنے) سے روکتا رہا تو اس کا ٹھکانا جنت ہی ہے۔''

اور ایسے ہی لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ غَيْرَ بَعِيدٍ ☆ هٰذَا مَا تُوعَدُونَ لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيظٍ ☆ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُنِيبٍ ☆ أُدْخُلُوهَا بِسَلَامٍ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُودِ ☆ لَهُمْ مَا يَشَاؤُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ﴾ ②

''اور جنت پرہیزگاروں کیلئے بالکل قریب کردی جائے گی، ذرا بھی دور نہ ہوگی۔ (اور کہا جائے گا:) یہ ہے وہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، ہر اس شخص کیلئے جو (اللہ کی طرف) رجوع کرنے والا، پابندی کرنے والا ہو، جو رحمان کا خلوت میں خوف رکھتا ہو اور توجہ والا دل لایا ہو۔ تم اس جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ یہ ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔ یہ وہاں جو چاہیں گے انھیں ملے گا (بلکہ) ہمارے پاس اور بھی زیادہ ہے۔''

جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جو لوگوں کے سامنے تو تقوی کا لبادہ اوڑھ لیتے ہیں لیکن خلوت میں وہ برائیوں کا ارتکاب کرتے ہیں تو انھیں معلوم ہونا چاہئے کہ خلوت میں برائیوں کا ارتکاب ان کی نیکیوں کیلئے انتہائی تباہ کن ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(لَأَعْلَمَنَّ أَقْوَامًا مِنْ أُمَّتِي يَأْتُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِحَسَنَاتٍ أَمْثَالَ جِبَالِ تِهَامَةَ بَيْضًا ، فَيَجْعَلُهَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ هَبَاءً مَنْثُورًا)

''میں یقینا اپنی امت کے ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جو قیامت کے روز ایسی نیکیاں لے کر آئیں گے جو تہامہ کے پہاڑوں کی مانند روشن ہونگی لیکن اللہ تعالیٰ ان کی ان نیکیوں کو ہوا میں اڑتے ہوئے چھوٹے چھوٹے ذرات کی مانند اڑا دے گا۔''

(صِفْهُمْ لَنَا، جَلِّهِمْ لَنَا ، أَنْ لَا نَكُونَ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَا نَعْلَمُ)

ثوبان رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ ان لوگوں کے بارے میں وضاحت کر دیجئے اور ان کے بارے میں کھل کر بیان کر دیجئے تاکہ ہم لاعلمی میں ایسے لوگوں میں شامل نہ ہو جائیں۔

① النازعات79: 40-41
② ق50: 31-35

آپ ﷺ نے فرمایا :(أَمَا إِنَّهُمْ إِخْوَانُكُمْ وَمِنْ جِلْدَتِكُم،وَيَأْخُذُوْنَ مِنَ اللَّيْلِ كَمَا تَأْخُذُوْنَ ، وَلٰكِنَّهُمْ أَقْوَامٌ إِذَا خَلَوْا بِمَحَارِمِ اللّٰهِ انْتَهَكُوْهَا)①

''خبردار! وہ تمہارے بھائی اور تمہاری قوم سے ہی ہونگے ۔ اور وہ رات کو اسی طرح قیام کریں گے جیسا کہ تم کرتے ہو لیکن وہ ایسے لوگ ہونگے کہ جب خلوت میں انھیں اللہ تعالی کی حرام کردہ چیزیں ملیں گی تو وہ ان سے اپنا دامن نہیں بچائیں گے۔''

لٰہذا جو شخص اپنی نیکیوں کی حفاظت کرنا چاہتا ہو، تو اس پر لازم ہے کہ وہ جلوت وخلوت دونوں میں اللہ تعالی سے ڈرے اور ہر حال میں برائیوں سے پرہیز کرے۔

متقین کی صفات

عزیزان گرامی! اللہ تعالی نے قرآن مجید کی متعدد آیات کریمہ میں متقی اور پرہیز گار لوگوں کی صفات ذکر کی ہیں۔ ہم اختصار کے ساتھ ان صفات کا تذکرہ کرتے ہیں۔

☆ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴾

''یہ کتاب (قرآن مجید) ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے اور اس میں متقین کیلئے ہدایت ہے۔''

پھر اللہ تعالی نے ان کی پانچ صفات ذکر کی ہیں:

۱۔﴿الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ ﴾''وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں۔'' مثلا اللہ تعالی پر، اللہ کے فرشتوں پر اور اللہ کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں۔

۲۔﴿ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ ﴾''نماز قائم کرتے ہیں۔'' یعنی تمام نمازیں پابندی کے ساتھ ارکان وشروط اور آداب سمیت ادا کرتے ہیں۔

۳۔﴿وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴾''اور جو کچھ ہم نے انھیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔''
یعنی اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں۔

۴۔﴿ وَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ﴾'' وہ اس چیز پر ایمان لاتے ہیں جو آپ پر نازل کی گئی اور اس پر بھی جو آپ سے پہلے اتاری گئی۔'' یعنی قرآن مجید پر بھی ایمان لاتے ہیں اور اس سے پہلے دیگر آسمانی کتابوں اور صحیفوں پر بھی ایمان لاتے ہیں۔

۵۔﴿ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴾'' وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔'' یعنی انھیں اس بات پر یقین کامل

① سنن ابن ماجه:4245۔ وصححه الألبانی فی صحیح سنن ابن ماجه والصحیحة :505

ہے کہ ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے، دنیا ختم ہونے والی ہے، قیامت کا دن قائم ہوگا، جس میں اللہ تعالیٰ اول وآخر تمام انسانوں کے متعلق فیصلہ فرمائے گا۔ اُس دن دو ہی ٹھکانے ہونگے : جنت وجہنم ۔ اپنے فرمانبردار بندوں کو اللہ تعالیٰ جنت میں اور نافرمانوں کو جہنم میں داخل کرے گا۔

جن لوگوں میں یہ پانچوں صفات پائی جاتی ہوں، ایسے ہی لوگوں کے متعلق فرمایا:

﴿اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ①

''یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے (نازل شدہ) ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔''

☆ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : ﴿ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَ السَّآئِلِيْنَ وَ فِي الرِّقَابِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَ الصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴾ ②

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ 'نیکی' صرف اس بات کا نام نہیں کہ تم مشرق ومغرب کی طرف منہ پھیرلو۔ بلکہ 'نیکی' چند اہم اعمال واوصاف کا نام ہے۔ اور یہ اُس وقت ارشاد فرمایا تھا جب یہود ونصاریٰ نے تحویل قبلہ کے موضوع کو مستقل بحث ونزاع کا ذریعہ بنالیا تھا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے 'نیکی' کی وضاحت فرمائی اور اس کی متعدد صورتوں کو بیان فرمایا، اسکے بعد آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے 'نیکی' کے ان اعمال کے کرنے والوں کو سچے مومن اور متقین قرار دیا۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اعمال متقین کے اوصاف ہیں۔ وہ اوصاف کیا ہیں، آیئے سنئے!

۱۔ ﴿وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ﴾ ''اور نیکی یہ ہے کہ جو شخص اللہ پر، آخرت کے دن پر، فرشتوں پر، کتاب پر اور نبیوں پر ایمان لائے ...''

یعنی 'اصل نیکی' ان پانچ چیزوں پر ایمان لانا ہے۔ اللہ پر، آخرت کے دن پر، فرشتوں پر، کتاب (قرآن مجید) پر اور انبیاء علیہم السلام پر۔ یہ متقین کی پہلی صفت ہے۔

۲۔ ﴿ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَ السَّآئِلِيْنَ وَ فِي الرِّقَابِ ﴾ ''اور مال کی محبت کے باوجود اسے خرچ کرے رشتہ داروں پر، یتیموں پر، مسکینوں پر، مسافر پر، مانگنے

① البقرۃ2 :2-5 ② البقرۃ2 :177

والوں پر اور غلاموں کو آزاد کرانے میں۔''

یعنی 'اصل نیکی' کی دوسری صورت مال سے محبت کے باوجود اسے فی سبیل اللہ خرچ کرنا ہے۔ پھر فی سبیل اللہ خرچ کی متعدد شکلیں بیان کردیں۔ رشتہ داروں پر خرچ کرنا، یتیموں پر خرچ کرنا، مسکینوں پر خرچ کرنا، مسافروں پر خرچ کرنا، مانگنے والوں پر خرچ کرنا اور غلاموں کو غلامی سے رہائی دلوانے میں خرچ کرنا۔ یہ متقین کی دوسری صفت ہے۔

۳۔ ﴿وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ﴾ ''اور نماز قائم کرے۔'' یہ متقین کی تیسری صفت ہے۔

۴۔ ﴿وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ﴾ ''اور زکاۃ ادا کرے۔'' یہ متقین کی چوتھی صفت ہے۔

۵۔ ﴿وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا﴾ ''اور وہ جب عہد کرلیں تو اپنے عہد کو پورا کریں۔'' یہ متقین کی پانچویں صفت ہے۔

۶۔ ﴿وَ الصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِيْنَ الْبَاْسِ﴾

''اور بدحالی، مصیبت اور جنگ کے دوران صبر کریں۔'' یہ متقین کی چھٹی صفت ہے۔

یہ تمام صفات ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾

''یہی لوگ راست باز ہیں اور یہی لوگ متقی ہیں۔''

اس سے معلوم ہوا کہ متقی وہ ہوتے ہیں جو 'نیکی' کے مذکورہ سارے اعمال واوصاف کو اختیار کرتے ہیں۔

☆ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ سَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ☆الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ☆ وَ الَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَ مَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَ لَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ☆ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ﴾[1]

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے اہل ایمان! تم اپنے رب کی مغفرت اور اُس جنت کی طرف جلدی کرو جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ اور اسے متقین کیلئے تیار کیا گیا ہے۔ متقین کون

[1] آل عمران3: 133-136

ہوتے ہیں، ان کی صفات کیا ہیں؟ فرمایا:

۱۔﴿اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ﴾

''جو خوشحالی اور تنگدستی (دونوں حالتوں) میں خرچ کرتے ہیں۔''

۲۔﴿ وَ الْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ ﴾''اور غصہ کو پی جاتے ہیں۔''

۳۔﴿وَ الْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ﴾ ''اور لوگوں کو معاف کردیتے ہیں۔''

یہ تینوں صفات ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

﴿وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ﴾

''اور اللہ تعالیٰ ایسے ہی نیک لوگوں سے محبت رکھتا ہے۔''

۴۔﴿ وَ الَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَکَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ﴾

''اور جو ایسے لوگ ہیں کہ جب ان سے کوئی برا کام ہو جاتا ہے یا وہ اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو فورا انھیں اللہ یاد آجاتا ہے اور وہ اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگتے ہیں۔''

اِس کے ساتھ ہی فرمایا: ﴿وَ مَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾''اور کون ہے جو اللہ کے سوا گناہ معاف کر سکے؟'' یعنی اس کے سوا کوئی نہیں جو گناہ معاف کر سکے، لہٰذا اسی سے گناہگاروں کو اپنے گناہوں کی معافی طلب کرنی چاہیے۔

۵۔﴿وَ لَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ﴾

''اور وہ جان بوجھ کر اپنے کئے پر اصرار نہیں کرتے۔'' بلکہ جن گناہوں کی معافی مانگتے ہیں تو دوبارہ دانستہ طور پر ان گناہوں کے قریب نہیں جاتے۔

ان تمام صفات کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

﴿اُولٰٓئِکَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ﴾

''ایسے لوگوں کی جزاء ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے اور وہ باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ (اچھے) عمل کرنے والوں کا اچھا بدلہ ہے۔''

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو متقی اور پرہیزگار بنائے۔ اور ہمیں حقیقی تقویٰ نصیب فرمائے۔

دوسرا خطبہ

محترم حضرات ! تقوی کی اہمیت ، اس کی حقیقت اور متقین کی صفات معلوم کرنے کے بعد آیئے اب تقوی کے فوائد وثمرات کا تذکرہ کرتے ہیں ۔

تقوی کے فوائد وثمرات

محترم حضرات ! تقوی کے فوائد وثمرات بہت زیادہ ہیں ۔ ان میں سے چند ضروری فوائد وثمرات پیش خدمت ہیں :

① مشکلات سے نکلنے کا راستہ اور رزق میں کشادگی

اللہ تعالی کا فرمان ہے :

﴿ وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا ☆ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ﴾[1]

’’ اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کیلئے چھٹکارے کی راہ نکال دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا ۔‘‘

② معاملات آسان !

اللہ تعالی کا فرمان ہے :﴿ وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا ﴾[2]

’’ اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے ہر کام میں آسانی پیدا کر دیتا ہے ۔‘‘

③ گناہوں کی معافی اور بہت بڑا اجر

اللہ تعالی کا فرمان ہے :﴿وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُعْظِمْ لَهُ أَجْرًا ﴾[3]

’’ اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے گناہ مٹا دیتا ہے اور اسے بہت بڑا اجر عطا کرتا ہے ۔‘‘

④ حق و باطل میں فرق کرنے کی توفیق اور گناہوں کی بخشش

اللہ تعالی کا فرمان ہے :﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴾[4]

’’ اے ایمان والو ! اگر تم اللہ تعالی سے ڈرتے رہو تو وہ تمھیں (نور بصیرت عطا کر کے حق و باطل میں) فرق کرنے کی توفیق دے گا ، تمھارے گناہوں کو مٹا دے گا اور تمھیں معاف کر دے گا ۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے ۔‘‘

① الطلاق65 :2-3 ② الطلاق65 :4 ③ الطلاق65 :5 ④ الأنفال8 :29

⑤ اللہ تعالیٰ کی محبت

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ﴾ [1]

''بے شک اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں سے محبت کرتا ہے۔''

⑥ اللہ تعالیٰ کا ساتھ اور اس کی مدد

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّ الَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ﴾ [2]

''بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو متقی ہیں اور جو نیک کام کرنے والے ہیں۔''

⑦ اللہ تعالیٰ کی دوستی

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ﴾ [3]

''اور اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کا دوست ہے۔''

⑧ دنیا وآخرت میں بشارت

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ☆ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ﴾ [4]

''وہ لوگ جو ایمان لائے اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے ان کیلئے دنیا کی زندگی میں بھی خوشخبری ہے اور آخرت میں بھی۔''

⑨ اعمال کی قبولیت

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ﴾ [5]

''اللہ تعالیٰ تو متقی لوگوں سے ہی قبول کرتا ہے۔''

⑩ عذابِ الٰہی سے نجات

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ﴾ [6]

''اور ہم نے ان لوگوں کو (اپنے عذاب سے) نجات دی جو ایمان لائے تھے اور جو تقوی کی راہ اختیار کرتے تھے۔''

⑪ باری تعالیٰ کی رحمت کا استحقاق

---

① التوبة9 :7 ② النحل16 :128 ③ الجاثية45 :19
④ يونس10 :63-64 ⑤ المائدة5 :27 ⑥ النمل27 :53

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ ﴾ ①

''اور میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے۔لہٰذا میں اسے ان لوگوں کیلئے لکھ دوں گا جو تقویٰ کی راہ اختیار کرتے ہیں ، زکاۃ ادا کرتے ہیں اور ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں۔''

④ موت کے وقت جنت کی خوشخبری

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَ لَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِیْنَ ☆ جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِیْهَا مَا یَشَآءُوْنَ كَذٰلِكَ یَجْزِی اللّٰهُ الْمُتَّقِیْنَ ☆ الَّذِیْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَیِّبِیْنَ یَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَیْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ ②

''اور متقین کا کیا ہی اچھا گھر ہے ! دائمی باغ ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے۔ان میں نہریں جاری ہوں گی اور جو کچھ بھی وہ چاہیں گے انھیں ملے گا۔اللہ تعالیٰ متقین کو اسی طرح بدلہ دیتا ہے۔جو پاک سیرت ہوتے ہیں ، فرشتے ان کی روح قبض کرنے آتے ہیں تو کہتے ہیں : تم پر سلام ہو ، جو اچھے عمل تم کرتے رہے ہو اس کے سبب جنت میں داخل ہو جاؤ۔''

محترم حضرات ! جہاں تک آخرت کا تعلق ہے تو وہ تو ہے ہی صرف متقین کیلئے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴾ ③

''اور آخرت تو آپ کے رب کے ہاں صرف متقین کیلئے ہے۔''

اسی طرح اس کا فرمان ہے: ﴿ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَ لَا فَسَادًا وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴾ ④

''یہ دار آخرت تو ہم ان لوگوں کیلئے مخصوص کر دیتے ہیں جو زمین میں بڑائی یا فساد نہیں چاہتے۔اور (بہتر) انجام تو متقین ہی کیلئے ہے۔''

وہ بہتر انجام کیا ہوگا ؟ اللہ تعالیٰ متقین کو جہنم سے نجات دے کر جنت میں داخل کر دیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰی رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِیًّا ☆ ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّ

① الأعراف7: 156 ② النحل16: 30-32 ③ الزخرف43: 35 ④ القصص28: 83

نَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ﴾ ①

''اورتم میں سے کوئی نہیں جس کا جہنم پر گزر نہ ہو۔ یہ طے شدہ بات ہے جو آپ کے رب کے ذمہ ہے۔ پھر ہم متقین کو تو نجات دلائیں گے مگر ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرا چھوڑیں گے۔''

اسی طرح فرمایا:

﴿ وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ ②

''اور جو لوگ اللہ سے ڈرتے رہے انھیں وہ ان کی کامیابی کے ساتھ بچا لے گا۔ انھیں نہ تو کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ ہی وہ غمزدہ ہوں گے۔''

اسی طرح فرمایا: ﴿ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ☆ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ☆ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ☆ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ☆ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ☆ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ﴾ ③

''اور حقیقت یہ ہے کہ متقین کیلئے اچھا ٹھکانا ہے۔ ہمیشہ والے باغات جن کے دروازے ان کیلئے کھلے ہوں گے۔ وہ ان میں تکیہ لگائے ہوں گے اور بہت سے لذیذ میوے اور شراب طلب کریں گے۔ نیز ان کے پاس نگاہیں جھکائے رکھنے والی ہم عمر بیویاں بھی ہوں گی۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن کا روز حساب کیلئے تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ بلاشبہ یہ ہمارا رزق ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔''

اسی طرح فرمایا: ﴿اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ☆ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ☆ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ☆ وَّكَاْسًا دِهَاقًا ☆ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ☆ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴾ ④

''متقین کیلئے یقیناً کامیابی ہے۔ باغات اور انگور۔ نوجوان اور ہم عمر عورتیں۔ اور چھلکتے ہوئے جام۔ وہاں نہ کوئی بیہودہ بات سنیں گے اور نہ جھوٹ۔ یہ آپ کے رب کی طرف سے بدلہ ہے جو اپنے اپنے اعمال کے حساب سے ملے گا۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَعْدَ اللّٰهِ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ﴾ ⑤

''لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کیلئے بالا خانے ہیں، جن کے اوپر اور بالا خانے بنے ہیں

---

① مریم19: 71- 72 ② الزمر39: 61 ③ ص38: 49- 54

④ النبأ78: 31- 36 ⑤ الزمر39: 20

اور ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔''

اسی طرح فرمایا:

﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ☆ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ☆ يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ☆ كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ☆ يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ☆ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى وَ وَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ☆ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾[1]

''متقین امن کی جگہ میں ہوں گے۔ باغوں اور چشموں میں۔ باریک اور گاڑھے ریشم کا لباس پہنے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ ایسا ہی ہوگا اور ہم انھیں بڑی آنکھوں والی اور گوری عورتیں بیاہ دیں گے۔ وہ وہاں اطمینان سے ہر قسم کے میوے طلب کریں گے۔ وہاں وہ موت نہیں چکھیں گے۔ بس پہلی موت جو دنیا میں آچکی۔ اور اللہ انھیں عذاب جہنم سے بچالے گا۔ یہ آپ کے رب کا فضل ہوگا۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

متقین کو گروہ در گروہ جنت کی طرف لے جایا جائے گا۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتّٰى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ☆ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴾[2]

''اور جو اپنے رب سے ڈرتے رہے انھیں گروہ در گروہ جنت کی طرف چلایا جائے گا، یہاں تک کہ جب اس کے پاس پہنچ جائیں گے اور اس کے دروازے کھولے جائیں گے تو اس کے داروغے انھیں کہیں گے: تم پر سلامتی ہو، خوش ہو جاؤ اور ہمیشہ کیلئے جنت میں داخل ہو جاؤ۔ وہ کہیں گے: اس اللہ کا شکر ہے جس نے ہمارے ساتھ اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اور ہمیں اس سرزمین کا وارث بنایا کہ اس جنت میں ہم جہاں چاہیں رہیں۔ عمل کرنے والوں کیلئے یہ کیسا اچھا اجر ہے۔''

متقین کیلئے ایک نہیں بلکہ دو جنتیں ہونگی۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ ﴾[3]

---

① الدخان44: 51-57 ② الزمر39: 73-74 ③ الرحمٰن55: 46

’’اور اس شخص کیلئے جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا دو جنتیں ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو تقویٰ نصیب کرے اور ہمیں متقین کی صفات اختیار کرنے کی توفیق دے۔ اور جنت کے وارثوں میں شامل کرے۔ کیونکہ اللہ کے بندوں میں سے صرف وہی بندہ جنت کا وارث بنے گا جو متقی ہوگا۔ فرمایا:

﴿تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا﴾ ①

’’یہ ہے، وہ جنت جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے انہیں بناتے ہیں جو متقی (پرہیز گار) ہوں۔‘‘

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

---

① مریم 19: 63

فتنوں کے دور میں مسلمان کا کردار

اہم عناصرِ خطبہ:

① موجودہ دور کے مختلف فتنے

② قیامت سے پہلے آنے والے مختلف فتنے

③ فتنوں کے دور میں مسلمان کا کردار کیا ہونا چاہئے!

④ فتنوں کے شر سے بچنے کیلئے احتیاطی تدابیر

پہلا خطبہ

محترم حضرات! دنیا کی زندگی میں خیر اور شر دونوں موجود ہیں۔ اللہ رب العزت خیر کے ساتھ بھی انسان کو آزماتا ہے اور شر کے ساتھ بھی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ نَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَ الْخَيْرِ فِتْنَةً ۗ وَ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴾①

''اور ہم امتحان کے طور پر تمھیں شر اور خیر دونوں کے ساتھ آزماتے ہیں۔ اور تم سب آخر کار ہماری طرف ہی لوٹائے جاؤ گے۔''

یعنی کبھی ہم مصائب وآلام کے ذریعے تمھیں آزماتے ہیں اور کبھی خوشحالی کے ذریعے۔

اور کبھی مختلف بیماریوں کے ذریعے آزماتے ہیں اور کبھی صحت وتندرستی کے ذریعے۔

اور کبھی فقر وفاقہ کے ذریعے آزماتے ہیں اور کبھی زیادہ مال دے کر تمھیں آزمائش میں مبتلا کرتے ہیں۔

الغرض یہ ہے کہ کبھی اچھے حالات کے ذریعے آزماتے ہیں اور کبھی برے حالات کے ذریعے، تاکہ ہم یہ جان لیں کہ کون اللہ تعالیٰ کا ہر حال میں شکر ادا کرتا ہے اور کون ناشکری کرتا ہے۔ اور کون صبر کرتا ہے اور کون بے صبری کا مظاہرہ کرتا ہے۔

اِس آیت مبارکہ سے ثابت ہوا کہ اہلِ ایمان کو دنیا میں فتنوں سے دوچار ہونا ہی ہونا ہے۔ اور انھیں مختلف آزمائشوں سے گزرنا ہی گزرنا ہے۔

---

① الأنبياء :۳۵

اور فتنوں کی کئی انواع واقسام ہیں:

☆ بعض فتنے مال کی وجہ سے اور بعض اولاد کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ إِنَّمَآ أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللَّهُ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴾ ①

''بلاشبہ تمھارے مال اور تمھاری اولاد فتنہ ہیں۔ اور اللہ ہی ہے جس کے ہاں بڑا اجر ہے۔''

مال اور اولاد اس طرح فتنہ ہیں کہ بسا اوقات انسان اپنے مال اور اپنی اولاد کی وجہ سے دین سے غافل ہوجاتا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ﴾ ②

'' دیہاتیوں میں سے جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے وہ اب آپ سے کہیں گے کہ ہمیں ہمارے مالوں اور گھر والوں نے مشغول کر رکھا تھا، لہٰذا آپ ہمارے لئے بخشش مانگئے۔ وہ اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتی۔''

ان لوگوں کو ان کے مالوں اور ان کی اولاد نے جہاد فی سبیل اللہ سے غافل کر دیا تھا۔ اِس طرح ان کے مال اور ان کے بچے ان کیلئے فتنہ بن گئے۔

☆ اسی طرح فتنوں میں سے ایک فتنہ شہوات کا فتنہ ہے، جن کی محبت انسانوں کے دلوں میں مزین کر دی گئی ہے۔ چاہے عورتوں کی شہوت ہو، یا اولاد واحفاد کی شہوت ہو، یا مال ومنال کی شہوت ہو۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِينَ وَ الْقَنَاطِيرِ الْمُقَنطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَ الْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ الْأَنْعَامِ وَ الْحَرْثِ﴾

''لوگوں کیلئے عورتوں، بیٹوں، سونا اور چاندی کے جمع کردہ خزانوں، عمدہ قسم کے گھوڑوں اور مویشیوں اور کھیتوں کی شہوات کی محبت مزین کر دی گئی ہے۔''

پھر ان ساری چیزوں کے بارے میں فرمایا:

﴿ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا وَ اللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الْمَآبِ﴾ ③

''یہ سب کچھ دنیوی زندگی کا سامان ہے۔ اور بہتر ٹھکانا اللہ ہی کے پاس ہے۔''

① التغابن 64:15 ② الفتح 48:11 ③ آل عمران 3:14

☆ اسی طرح فتنوں میں سے ایک فتنہ شبہات کا فتنہ ہے۔ شبہات بعض نادانوں کی طرف سے پیدا کئے جاتے ہیں۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جن کی نیتوں میں فتور اور ان کے ارادوں میں فساد ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ حق وباطل کی آمیزش کر کے عمداً وقصداً حق بات کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کے متعلق مختلف شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں۔ ایسے لوگ چرب لسانی اور لفاظی سے کام لیتے ہوئے حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے کے ماہر ہوتے ہیں اور اپنے موقف کو منوانے کیلئے بحث ومناظرہ اور جدال سے بھی باز نہیں آتے۔

☆ اسی طرح اِس دور کا ایک بہت بڑا فتنہ میڈیا کا ہے۔ چاہے الیکٹرانک میڈیا ہو، یا پرنٹ میڈیا ہو، یا سوشل میڈیا ہو۔ اِس میڈیا نے ایسا انقلاب برپا کردیا ہے کہ اب پوری دنیا آپ کے ہاتھ میں، آپ کی آنکھوں کے سامنے آگئی ہے۔ آپ جو چاہیں، جب چاہیں اور جہاں چاہیں ہر چیز سن بھی سکتے ہیں اور دیکھ بھی سکتے ہیں۔ چنانچہ اس میڈیا کے ذریعے عریانی، بے شرمی، بے غیرتی اور بے حیائی کا ایسا طوفان آگیا ہے کہ اللہ کی پناہ! اب کسی بات کا پردہ نہیں رہا۔ ہر چیز ہر شخص کیلئے، چاہے کوئی چھوٹا ہو یا بڑا، مرد ہو یا عورت، سب کے لیے اوپن ہے۔

صورتحال اب اس قسم کی ہے کہ کسی بات کا پردہ باقی نہیں رہا اور ہر چیز اور ہر بات ہر ایک کیلئے پورے طور پر اوپن (open) ہو چکی ہے، چاہے کوئی بڑا ہو یا چھوٹا ہو، مرد ہو یا عورت ہو۔

☆ اسی طرح فتنوں میں سے ایک بہت بڑا فتنہ بہت سے اسلامی ملکوں میں بدامنی کا فتنہ ہے کہ جہاں نہ عزتیں محفوظ ہیں، نہ جانیں محفوظ ہیں اور نہ ہی مال محفوظ ہیں۔

جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے پیشین گوئی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: «يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ ، وَيُقْبَضُ الْعِلْمُ ، وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ ، وَيُلْقَى الشُّحُّ ، وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ .. الْقَتْلُ »[1]

''وقت متقارب ہو جائے گا، علم اٹھالیا جائے گا (یعنی علم صرف نام کا رہ جائے گا اور اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔ بخاری کی روایت میں ہے: وَيَنْقُصُ الْعَمَلُ۔ یعنی عمل کم ہوجائے گا۔) فتنوں کا ظہور ہوگا۔ اور (لوگوں کے دلوں میں) لالچ ڈال دیا جائے گا۔ اور قتل عام ہو جائے گا۔''

وقت کے تقارب سے مراد یہ ہے کہ لوگوں میں بگاڑ جلدی پھیلنے لگے گا۔ مثلا جس بگاڑ اور خرابی کے پھیلنے میں پہلے ایک سال یا ایک ماہ لگتا تھا قیامت کے قریب وہ خرابی بہت کم مدت میں پھیل جائے گی۔ جیسا کہ آج کل کے میڈیا کے ذریعے ہو رہا ہے۔ چنانچہ ایک ایک خبر، ایک ایک وڈیو کلپ، ایک ایک آڈیو کلپ، ایک ایک پکچر

[1] صحيح البخاري :الفتن :7061، صحيح مسلم : 157 واللفظ له

.... ہر ہر چیز پل بھر میں پوری دنیا میں پھیل جاتی ہے۔ اِس کا دوسرا مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وقت تنگ ہو جائے گا اور اس کی برکت ختم ہو جائے گی۔

☆ اسی طرح فتنوں میں سے ایک بہت بڑا فتنہ مسلمانوں کی فرقہ واریت اور گروہ بندی کا فتنہ ہے، جس نے امت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے اس کی بنیادوں کو کھوکھلا کر کے رکھ دیا ہے۔ وہ امت جس کا رب ایک، جس کا نبی ایک، جس کا قبلہ ایک، جس کی شریعت ایک ...آج وہ امت متعدد فرقوں میں بٹ چکی ہے۔ اور ہر فرقہ ﴿كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ﴾ کا مصداق بنا ہوا ہے۔ یعنی ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اسی میں مگن ہے۔ اور عامۃ الناس حیران وپریشان ہیں کہ وہ کس گروہ میں شامل ہوں اور کس میں شامل نہ ہوں! وہ نہیں جانتے کہ کس گروہ کا منہج صحیح اور کس کا غلط ہے! کونسا گروہ حق پر ہے اور کونسا باطل پر!

☆ اسی طرح بعض فتنے ایسے ہیں جن کے بارے میں خود نبی کریم ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں ہی خبردار کر دیا تھا کہ میری امت میں انتہائی سنگین اور خطرناک فتنے واقع ہونگے، جن میں لوگ اپنے ایمان پر ثابت قدم نہیں رہ سکیں گے۔ مثلاً آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«بَادِرُوْا بِالْأَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ ، يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا ، أَوْيُمْسِي مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا ،يَبِيْعُ دِيْنَهُ بِعَرَضٍ مِّنَ الدُّنْيَا» ①

''تم اُن فتنوں سے پہلے جلدی جلدی اعمال صالحہ کرلو جو تاریک رات کے ٹکڑوں کی مانند ہونگے۔ اُن فتنوں کے دور میں ایک شخص صبح کے وقت مومن ہوگا تو شام کے وقت کافر۔ اور شام کے وقت مومن ہوگا تو صبح کے وقت کافر۔ وہ اپنے دین کو دنیا کے سامان کے بدلے بیچ ڈالے گا۔''

اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ رات کو انتہائی گھبراہٹ کے عالم میں بیدار ہوئے اور آپ نے فرمایا:

«سُبْحَانَ اللّٰهِ ، مَاذَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْخَزَائِنِ ، وَمَاذَا أُنْزِلَ مِنَ الْفِتَنِ !»

''سبحان اللہ! اللہ تعالی نے کتنے خزانے نازل کیے ہیں! اور کتنے فتنے نازل کیے گئے ہیں!''

اِس کے بعد آپ ﷺ نے فتنوں سے بچاؤ کیلیے فرمایا:

«مَنْ يُوْقِظُ صَوَاحِبَ الْحُجُرَاتِ ـ يُرِيْدُ أَزْوَاجَهُ ـ لِكَيْ يُصَلِّيْنَ ، رُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا ،عَارِيَةٍ فِي الْآخِرَةِ»

① صحیح مسلم :118

’’کون حُجروں والیوں (یعنی آپ ﷺ کی بیویوں) کو جگائے گا تاکہ وہ نماز پڑھ لیں، دنیا میں لباس پہننے والی کئی عورتیں آخرت میں برہنہ ہونگی!‘‘①

اِس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عبادت کے ذریعے انسان فتنوں کے شر سے اللہ تعالی کی پناہ میں آسکتا ہے۔

☆ خصوصا قیامت سے پہلے ایسے فتنے واقع ہونگے کہ جو گرمی کے موسم میں چلنے والے ہوا کے تیز جھکڑ کی طرح آئیں گے اور وقت کے ساتھ ساتھ پوری دنیا پر چھا جائیں گے۔ اور اُن میں سے بعض فتنے ایسے ہوں گے جو سمندر کی موجوں کی طرح ٹھاٹھیں مارتے ہوئے آئیں گے اور ہر چیز کو بہا لے جائیں گے۔ اُن فتنوں کے دور میں حق وباطل کا اختلاط اِس انداز سے ہوگا کہ کسی کو پتہ نہیں چلے گا کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے! اُن میں دلوں کو بری طرح جھنجھوڑا جائے گا، وہ تاریک رات کے ٹکڑوں کی طرح آئیں گے جن میں کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ چنانچہ اِس طرح کے فتنوں میں ایک شخص صبح کے وقت مومن ہوگا تو شام تک کافر ہو جائے گا۔ اور اگر شام کے وقت مومن ہوگا تو صبح تک کافر ہوجائے گا۔ والعیاذ باللہ

اور قیامت سے پہلے آنے والے سنگین فتنے پے درپے آئیں گے، جو فتنہ بعد میں آئے گا وہ پہلے آنے والے فتنے سے کہیں زیادہ سنگین ہوگا۔

☆ یاد رہے کہ بعض فتنے ایسے ہوتے ہیں کہ جن میں اللہ تعالی اہل ایمان کی آزمائش کرنا چاہتا ہے کہ کیا یہ ایمان پر ثابت قدم رہتے ہیں یا ایمان کو چھوڑ کر کفر کی طرف پلٹ جاتے ہیں۔

اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿**اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ☆ وَ لَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ لَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ**﴾②

’’کیا لوگوں نے یہ گمان کرلیا ہے کہ اگر انھوں نے یہ کہہ دیا کہ ’ہم ایمان لائے‘ تو انھیں چھوڑ دیا جائے گا اور ان کی آزمائش نہ ہوگی؟ حالانکہ ہم نے ان لوگوں کو بھی آزمایا تھا جو ان سے پہلے تھے۔ اللہ ضرور یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ ان میں سے سچے کون ہیں اور جھوٹے کون۔‘‘

اور اگر ہم اِس امت کے اولین لوگوں کے حالات کا مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ انھیں اِس طرح کی کڑی آزمائشوں سے گزرنا پڑا۔ حتی کہ خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس وقت آپ ﷺ کعبہ کے سائے میں ایک چادر پہ تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ اُس

---

① صحیح البخاری: 7069 ② العنکبوت29: 2-3

زمانے میں ہم مشرکوں کی طرف سے سخت ترین تکلیفیں اٹھا رہے تھے۔ میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا:

آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیوں نہیں کرتے؟

یہ سنتے ہی آپ ﷺ تکیہ چھوڑ کر سیدھے بیٹھے گئے اور آپ ﷺ کا چہرہ (غصے سے) سرخ ہو گیا۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَقَدْ كَانَ مَنْ قَبْلَكُمْ لَيُمْشَطُ بِمِشَاطِ الْحَدِيْدِ مَا دُوْنَ عِظَامِهِ مِنْ لَحْمٍ أَوْ عَصَبٍ ، مَا يَصْرِفُهُ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهِ ، وَيُوْضَعُ الْمِنْشَارُ عَلٰى مَفْرِقِ رَأْسِهِ ، فَيُشَقُّ بِاثْنَيْنِ ، مَا يَصْرِفُهُ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهِ ، وَلَيُتِمَّنَّ اللّٰهُ هٰذَا الْأَمْرَ حَتّٰى يَسِيْرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ إِلٰى حَضْرَمَوْتَ مَا يَخَافُ إِلَّا اللّٰهَ» ①

''تم سے پہلے ایسے لوگ گزر چکے ہیں کہ ایک شخص کے گوشت اور پٹھوں میں ہڈیوں تک لوہے کی کنگھیاں چلائی جاتی تھیں۔ مگر یہ آزمائش اسے اس کے دین سے نہیں پھیرتی تھی۔ اور ایک شخص کے سر کی چوٹی پر آری رکھی جاتی تھی، پھر اسے دو ٹکڑوں میں چیر دیا جاتا تھا، مگر یہ آزمائش بھی اسے اس کے دین سے نہیں پھیرتی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ یقیناً اِس امر کو پورا کر کے رہے گا، یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت کی طرف اکیلا سفر کرے گا اور اسے اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں ہوگا۔''

اِس سلسلے میں متعدد صحابہٴ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات مشہور و معروف ہیں۔

عزیزانِ گرامی!

ہم نے اب تک متعدد فتنوں کا تذکرہ کیا ہے، ان میں سے بعض ایسے ہیں جو موجود دور میں پائے جاتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں جو رسول اکرم ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق قیامت سے پہلے آئیں گے۔

ہمیں بحیثیت مسلمان ان فتنوں کی سنگینی کا احساس کرنا چاہئے، کیونکہ جب کوئی فتنہ آتا ہے تو وہ نیک اور بد میں فرق نہیں کرتا، بلکہ سب لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ (إلا من رحم ربنا) پھر قیامت کے دن سب کو ان کی نیتوں پر اٹھایا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَ اتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ ②

''اور تم لوگ اس فتنے سے ڈرتے رہو جس کا اثر تم میں سے صرف ظالموں تک ہی محدود نہیں رہے گا (بلکہ سب کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔) اور جان لو کہ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہوتا ہے۔''

① صحیح البخاری: 3852 ② الأنفال 8: 25

اور نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو فتنوں سے ڈرایا۔ اور آپ ﷺ نے آگاہ فرمایا کہ ایک وقت آئے گا جب ایک مسلمان اپنے دین کو فتنوں سے بچانے کی خاطر پہاڑوں کی چوٹیوں پر جا کر زندگی گزارنا پسند کرے گا۔

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«يُوْشِكُ أَن يَّكُوْنَ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ ، يَفِرُّ بِدِيْنِهِ مِنَ الْفِتَنِ »[①]

''عنقریب مسلمان کا بہترین مال بکریوں کی صورت میں ہوگا، جنھیں لے کروہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارش کے نازل ہونے کی جگہوں پر چلا جائے گا، وہ فتنوں سے بچنے کی خاطر اپنے دین کے ساتھ راہِ فرار اختیار کرے گا۔''

اسی طرح آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «سَتَكُوْنُ فِتَنٌ ، اَلْقَاعِدُ فِيْهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ ، وَالْقَائِمُ فِيْهَا خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِيْ ، وَالْمَاشِيْ فِيْهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِيْ ، وَمَن يُّشْرِفْ لَهَا تَسْتَشْرِفْهُ ، وَمَن وَّجَدَ مَلْجَأً أَوْ مَعَاذًا فَلْيَعُذْ بِهِ»[②]

''عنقریب فتنے ہوں گے۔ جن میں بیٹھنے والا شخص کھڑے ہونے والے شخص سے بہتر ہوگا۔ اور کھڑا ہوا شخص چلنے والے سے بہتر ہوگا۔ اور چلنے والا شخص دوڑنے والے شخص سے بہتر ہوگا۔ (یعنی جو شخص جتنا ان فتنوں سے دامن بچائے گا اتنا ہی اس کیلئے بہتر ہوگا۔) اور جو شخص ان کی طرف جھانکے گا اور ان میں ملوث ہوگا، اسے وہ فتنے پچھاڑ دیں گے۔ اور جسے کوئی پناہ گاہ مل جائے تو وہ ضرور اس میں پناہ لے لے۔''

لہٰذا ہم سب کو ان فتنوں سے بچنے کی فکر کرنی چاہئے اور ان سے اپنے دین کو محفوظ رکھنے کی خاطر تدابیر اختیار کرنی چاہئیں تاکہ ہمارا دین سلامت رہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: «إِنَّ السَّعِيْدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ ،إِنَّ السَّعِيْدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ ، إِنَّ السَّعِيْدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ ،وَلَمَنِ ابْتُلِيَ فَصَبَرَ فَوَاهًا»[③]

''خوش نصیب ہے وہ شخص جسے فتنوں سے بچا لیا جائے۔ خوش نصیب ہے وہ شخص جسے فتنوں سے بچا لیا جائے۔ خوش نصیب ہے وہ شخص جسے فتنوں سے بچا لیا جائے۔ اور جس شخص کو فتنوں میں مبتلا کیا گیا اُس پر انتہائی افسوس ہے۔''

---

① صحیح البخاری : باب من الدین الفرار من الفتن:19

② صحیح البخاری:3601، صحیح مسلم :2886

③ سنن أبی داؤد : 4263 وصححه الألبانی

سوال یہ ہے کہ ان فتنوں میں ایک مسلمان کا کردار کیا ہونا چاہئے اور اسے ان سے بچنے کیلئے کیا کرنا چاہئے؟ اِس سلسلے میں ہم چندگزارشات قرآن وحدیث کی روشنی میں عرض کرتے ہیں:

❶ فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنا

ہر مسلمان کو فتنوں سے بچنے کیلئے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنی چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جو ان فتنوں سے بچا سکے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ»

’’تم تمام فتنوں سے اللہ کی پناہ طلب کرو، ان میں سے جو ظاہر ہوں ان سے بھی اور جو باطن ہوں ان سے بھی۔‘‘

چنانچہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: (نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ)

’’ہم تمام فتنوں سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں، ان میں سے جو ظاہر ہوں ان سے بھی اور جو باطن ہوں ان سے بھی۔‘‘[1]

اور خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ نے اِس بات کی تعلیم دی کہ

«يَامُحَمَّدُ إِذَا صَلَّيْتَ فَقُلْ: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ، وَحُبَّ الْمَسَاكِيْنَ، وَإِذَا أَرَدتَّ بِعِبَادِكَ فِتْنَةً فَاقْبِضْنِي إِلَيْكَ غَيْرَ مَفْتُوْن»[2]

’’اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جب آپ نماز پڑھ لیں تو یہ دعا پڑھا کریں: اے اللہ! میں تجھ سے نیکیاں کرنے اور برائیوں کو چھوڑنے اور مسکینوں سے محبت کا سوال کرتا ہوں۔ اور جب تو اپنے بندوں کو فتنہ میں مبتلا کرنے کا ارادہ کرے تو مجھے اُس میں مبتلا کئے بغیر میری روح کو قبض کر لینا۔‘‘

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا:

«تَكُوْنُ فِتْنَةٌ لَا يُنْجِي مِنْهَا إِلَّا دُعَاءٌ كَدُعَاءِ الْغَرِيْقِ»[3]

’’جب فتنہ واقع ہوتا ہے تو اس سے ایسی دعا نجات دلا سکتی ہے جیسی دعا پانی میں غرق ہونے والا کرتا ہے۔‘‘

❷ عقیدۂ توحید پر ثابت قدم رہنا

فتنوں کے دور میں مسلمان کو عقیدۂ توحید پر ثابت قدمی اور مستقل مزاجی سے قائم رہنا چاہئے۔ کیونکہ یہی

---

① صحیح مسلم :2867 ② جامع الترمذی :3233، 3234- وصححه الألبانی

③ مصنف ابن ابی شیبة:7 / 531

عقیدہ ہی مسلمان کو اِس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ اُس پر جو بھی آزمائش آتی ہے اور جو بھی فتنہ آتا ہے وہ اللہ تعالی کے حکم سے آتا ہے۔ اور وہ اللہ تعالی کی قضاء وقدر کا حصہ ہے، جسے اس کو برداشت کرنا ہے اور اسے ہر حال میں راضی رہنا ہے اور ہر صورت میں اللہ ہی کی طرف رجوع کرنا ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾①

''جو مصیبت بھی آتی ہے وہ اللہ کے اذن سے ہی آتی ہے۔ اور جو اللہ پر ایمان لائے تو اللہ اس کے دل کو ہدایت بخشتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔''

اِس آیت مبارکہ میں اگر ہم تھوڑا سا غور کریں تو اس میں سب سے پہلے اللہ تعالی نے اِس بات سے آگاہ کیا ہے کہ ہر آزمائش ومصیبت اللہ ہی کے حکم سے آتی ہے۔ لہٰذا ایسی صورتحال میں اللہ ہی کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے کہ جس کے حکم سے آزمائش ومصیبت آتی ہے وہی اس سے بچانے اور اسے ٹالنے پر بھی قادر ہے۔ اسی لئے اللہ تعالی نے اس کے بعد اسی بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ ﴿وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ﴾ یعنی جس شخص کو اللہ تعالی پر یقین کامل ہوگا اس کے دل کی اللہ تعالی راہنمائی کردے گا، چنانچہ وہ جان لیتا ہے کہ اس پر آنے والی آزمائش ومصیبت اس سے چوک نہیں سکتی۔ اور جو چیز اس سے چوک جانے والی ہے وہ اسے پہنچ نہیں سکتی۔

یہی یقین راسخ اس کے دل کو مضبوط کرتا ہے اور وہ اللہ تعالی کی طرف سے آنے والی ہر آزمائش ومصیبت کو برداشت کرنے میں کامیاب ہوجاتا ہے۔

۳ کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ کو مضبوطی سے تھامنا

کیونکہ جو شخص کتاب اللہ کی تلاوت کرتا ہے، اس کا مطالعہ کرتا ہے، اس میں تدبر اور غور وفکر کرتا ہے تو اللہ تعالی اسے ہدایت دیتا ہے، فتنوں میں اس کی راہنمائی کرتا ہے، اسے فتنوں کے اندھیروں سے نکال کر حق کی روشنی دکھاتا اور راہِ حق پر گامزن کرتا ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ☆ يَهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ

① التغابن 64: 11

السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ ①

''تمھارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور (ایسی) واضح کتاب آ چکی ہے جس کے ذریعے اللہ تعالی ان لوگوں کو سلامتی کی راہوں کی طرف ہدایت دیتا ہے جو اس کی رضا کی اتباع کرتے ہیں ۔ اور اپنے حکم سے اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا ہے ۔ اور صراط مستقیم کی طرف ان کی راہنمائی کرتا ہے ۔''

اور یہی معاملہ سنتِ رسول ﷺ کا بھی ہے ، کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے امت میں 'اختلاف کثیر' واقع ہونے کی صورت میں اپنی سنت اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے طرز عمل پر سختی سے عمل کرنے کا حکم دیا ہے ۔

اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّيْنَ الرَّاشِدِيْنَ ، تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ »

''تم میری سنت کو لازم پکڑنا اور اسی طرح ہدایت یافتہ اور راہِ راست پر گامزن خلفاء کے طریقے پر ضرور عمل کرنا ۔ اس کو مضبوطی سے تھام لینا اور اسے قطعا نہ چھوڑنا ۔ اور تم دین میں نئے نئے کام ایجاد کرنے سے بچنا کیونکہ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے ۔'' ②

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے طرز عمل کو اختیار کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ ان کے ادوارِ خلافت میں بھی مختلف فتنوں نے سر اٹھایا ، چنانچہ انھوں نے جس طرح ان کا مقابلہ کیا اور جس طرح انھوں نے ان فتنوں کی آگ کو ٹھنڈا کیا اس سے یقیناً آج کے فتنوں کا مقابلہ کرنے میں بھی بہت حد تک راہنمائی مل سکتی ہے ۔

اور رسول اکرم ﷺ نے امت کیلئے جن دو چیزوں کو چھوڑا اور جن کو مضبوطی سے تھامنے پر اِس بات کی گارنٹی دی کہ یہ امت گمراہ نہیں ہوگی وہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ ہی ہیں ۔

رسول اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر فرمایا تھا:

«فَاعْقِلُوْا أَيُّهَا النَّاسُ قَوْلِيْ ، فَإِنِّيْ قَدْ بَلَّغْتُ ،وَقَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَّا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهُ إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِ : كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُوْلِهِ ﷺ »

''اے لوگو! میری باتوں کو اچھی طرح سے سمجھ لو ، میں نے یقیناً اللہ کا دین آپ تک پہنچا دیا ۔ اور میں تم میں ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم نے اسے مضبوطی سے تھام لیا تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے اور وہ ہے : اللہ کی کتاب

① المائدۃ 5 : 15-16 ② سنن أبی داؤد :4607۔ وصححہ الألبانی

اور اس کے رسول ﷺ کی سنت ۔'' ①

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «تَرَكْتُ فِيكُمْ شَيْئَيْنِ ، لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُمَا : كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّتِي ، وَلَنْ يَتَفَرَّقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ» ②

''میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ۔ ان کے بعد (یعنی اگر تم نے انھیں مضبوطی سے تھام لیا تو) کبھی گمراہ نہیں ہو گے ۔ ایک ہے کتاب اللہ (قرآن مجید) اور دوسری ہے میری سنت ۔ اور یہ دونوں کبھی جدا جدا نہیں ہونگی یہاں تک کہ حوض پر میرے پاس آئیں گی ۔''

لہٰذا اِس دور کے مختلف فتنوں سے بچنے کیلئے سوائے اِس کے اور کوئی چارہ نہیں کہ ہم کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو مضبوطی سے تھام لیں اور انہی سے راہنمائی لیں اور انہی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائیں ۔ اور فرقہ وارانہ تعصب کو ترک کر کے اللہ کی رسی سے چمٹ جائیں ۔

باری تعالی کا فرمان ہے : ﴿ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلاَ تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴾ ③

''تم سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور فرقوں میں مت بٹو ۔ اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے ، پھر اس نے تمھارے دلوں میں الفت پیدا کر دی اور تم اس کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے ۔ اور (یاد کرو جب) تم جہنم کے گڑھے کے کنارے پر پہنچ چکے تھے تو اس نے تمھیں اس سے بچا لیا ۔ اسی طرح اللہ تعالی تمھارے لئے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پا جاؤ ۔''

اور جہاں تک مسلکی نزاعات واختلافات کا تعلق ہے تو تمام اہل علم پر فرض ہے کہ وہ انھیں ختم کرنے کیلئے صدق دل سے کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ کی طرف رجوع کریں اور ان کے سامنے اپنے آپ کو جھکا دیں اور پھر عوام الناس کی بھی اسی چیز کی طرف راہنمائی کریں ۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے : ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا أَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوْا الرَّسُوْلَ وَأُوْلِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّأَحْسَنُ تَأْوِيْلًا ﴾ ④

---

① السنة للمروزی:68 من حديث ابن عباس رضی اللہ عنہ ② صحيح الجامع :2937

③ آل عمران3 :103 ④ النساء4: 59

''اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کا حکم مانو اور رسول اللہ ﷺ کا حکم مانو۔ اور تم میں جو حکم والے ہیں ان کا بھی۔ پھر اگر تمھارا کسی بات میں اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی (تمھارے حق میں) بہتر ہے اور اس کا انجام بہت اچھا ہے۔''

❹ دینی علم حاصل کرنا

فتنوں سے بچنے کیلئے ضروری ہے کہ آپ دینی علم حاصل کریں، کیونکہ علم وہ نور ہے جو فتنوں کے تاریک راستوں کو روشن کرتا ہے۔ جبکہ علم کے مقابلے میں جہالت وہ تاریکی ہے جو انسان کو تباہی کے گڑھے میں پھینک دیتی ہے۔ والعیاذ باللہ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾ ①

''پھر ایسا کیوں نہ ہوا کہ ہر فرقہ میں سے کچھ لوگ دین میں سمجھ پیدا کرنے کیلئے نکلتے تاکہ جب وہ ان کی طرف واپس لوٹتے تو اپنے لوگوں کو (برے انجام سے) ڈراتے، اِس طرح شاید وہ (برے کاموں سے) بچے رہتے۔''

آج کل جو نئے نئے فتنے سر اٹھا رہے ہیں اور جس طرح اسلامی تعلیمات کے خلاف پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے اور ہر آئے دن شکوک وشبہات پیدا کر کے نئی نسل کو دین سے بیزار کرنے کی مذموم کوششیں کی جا رہی ہیں، تو ان سب چیزوں کا مقابلہ قرآن وحدیث پر مبنی شرعی علم کے ذریعے ہی کیا جا سکتا ہے۔

☆ 'شرعی علم' ایک مضبوط ہتھیار ہے جو ان جدید فتنوں سے بچنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

☆ اور 'شرعی علم' بہت بڑی خیر ہے جو اللہ رب العزت اپنے فضل وکرم سے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ مَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا﴾ ②

''وہ جس کو چاہتا ہے حکمت (علم وفہم) عطا کرتا ہے۔ اور جسے حکمت (علم وفہم) دے دیا گیا تو گویا اسے بہت بڑی خیر وبھلائی مل گئی۔''

لہٰذا تمام مسلمانوں کو 'شرعی علم' کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ خود بھی شریعت کا بنیادی علم حاصل کریں اور اپنے تمام بچوں کو بھی اِس علم کے زیور سے آراستہ کریں۔ اِس طرح وہ خود بھی جدید فتنوں سے بچیں گے اور نئی نسل بھی

① التوبۃ 9: 122 ② آل عمران 3: 269

ان سے محفوظ رہے گی۔

یہاں ایک بات انتہائی اہمیت کی حامل ہے اور وہ یہ ہے کہ 'شرعی علم' شرعی علماء سے ہی حاصل کرنا چاہئے جن کے پاس قرآن وحدیث کا علم ہے، نہ کہ ان لوگوں سے کہ جو کل تک سنگر (گانا گاتے) تھے اور آج 'سکالر' بن کر ٹی وی کی سکرین پر 'مفتی' یا 'مبلغ' بنے بیٹھے ہیں۔ اور نہ ہی اُن نام نہاد 'مفتیان' سے کہ جو قرآن مجید کی ایک آیت بھی صحیح طریقے سے نہیں پڑھ سکتے ہیں اور نہ ہی حدیث رسول ﷺ کا انھیں کوئی علم ہے۔ اور نہ ہی ایسے لوگوں سے کہ جو سنی سنائی باتیں کرتے ہیں اور سوشل میڈیا پر گردش کرتی ہوئی جھوٹی اور من گھڑت روایات بیان کرتے ہیں۔

ایسے ہی لوگوں کے بارے میں رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

« إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ ، وَلٰكِن يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ ، حَتّٰى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا ، اِتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُسًا جُهَّالًا ،فَسُئِلُوْا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَأَضَلُّوْا»①

''اللہ تعالیٰ علم کو اِس طرح نہیں اٹھائے گا کہ اسے بندوں (کے دلوں) سے کھینچ لے، بلکہ وہ علماء کی ارواح کو قبض کرکے علم کو اٹھائے گا۔ یہاں تک کہ جب کسی عالم کو باقی نہیں چھوڑے گا تو لوگ جاہلوں کو مفتی بنا لیں گے۔ چنانچہ ان سے سوال کیا جائے گا تو وہ بغیر علم کے فتوی دیں گے، اِس طرح وہ خود بھی گمراہ ہونگے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔''

بعض لوگ علمائے کرام کو حقیر سمجھتے ہیں اور ان کی طرف رجوع کرنا اپنی توہین تصور کرتے ہیں۔ جبکہ رسول اکرم ﷺ کا ارشادگرامی ہے: «لَيْسَ مِنْ أُمَّتِيْ مَن لَّمْ يُجِلَّ كَبِيْرَنَا وَيَرْحَمْ صَغِيْرَنَا ، وَيَعْرِفْ لِعَالِمِنَا حَقَّهُ»②

''وہ شخص میری امت میں سے نہیں جو ہمارے بڑے (بزرگوں) کا احترام نہ کرے اور ہمارے چھوٹے (بچوں) پر ترس نہ کھائے اور اور ہمارے عالم کے حق کو نہ پہچانے۔''

اسی طرح ایک اور بات کی تنبیہ بھی انتہائی ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ آج کل بہت سارے لوگ 'گوگل' کے ذریعے علم حاصل کرتے ہیں! حالانکہ 'گوگل' صحیح علم کی طرف بھی راہنمائی کرتا ہے اور غلط کی طرف بھی۔ حق کی طرف بھی اور باطل کی طرف بھی۔ لہٰذا 'گوگل' کے ذریعے علم حاصل کرنے والوں سے گزارش ہے کہ وہ علم

---

① صحيح البخاري: 100 ، صحيح مسلم: 2673

② مسند أحمد: 22807- وحسنه الألباني في صحيح الترغيب والترهيب: 101

کے حصول کیلئے 'گوگل' سے مدد ضرور لیں، لیکن علم صرف اُن ویب سائٹس سے لیں جن کا منہج بالکل واضح ہے اور ان میں قرآن وحدیث پر مبنی شرعی علم پایا جاتا ہے۔ اور اُن ویب سائٹس سے اجتناب کریں جن کا منہج واضح نہیں ہے اور ان میں ہر رطب ویابس کو جمع کیا گیا ہے اور صحیح اور غلط میں فرق نہیں کیا گیا۔

۵ مسلمانوں کی جماعت میں شامل رہنا اور تفرق سے اجتناب کرنا

کیونکہ 'جماعت' پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے، جبکہ جماعت سے الگ ہونے والا شخص شیطان کا شکار ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ بھیڑیا اُس بکری کو شکار کرتا ہے جو ریوڑ سے الگ ہو جاتی ہے۔

حضرت حذیفۃ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ عام طور پر رسول اللہ ﷺ سے خیر کے بارے میں سوال کرتے تھے اور میں آپ ﷺ سے شر کے متعلق سوال کرتا تھا کیونکہ مجھے اس بات کا اندیشہ رہتا تھا کہ کہیں میں شر میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔

چنانچہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم جاہلیت اور شر میں تھے کہ اللہ تعالی نے ہمیں اس خیر (اسلام) سے مشرف کیا، تو کیا اس خیر کے بعد بھی کوئی شر آئے گا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔

میں نے پوچھا: کیا اس شر کے بعد بھی کوئی خیر آئے گی؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اور اس میں کدورت ہوگی۔

میں نے کہا: کدورت سے کیا مراد ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

«قَوْمٌ يَسْتَنُّوْنَ بِغَيْرِ سُنَّتِيْ ، وَيَهْدُوْنَ بِغَيْرِ هَدْيِيْ ، تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ»

''ایسے لوگ آئیں گے جو میرے طریقے کو چھوڑ کر دوسرے طریقے پر چلیں گے اور میری سیرت کو چھوڑ کر کسی اور کی سیرت سے راہنمائی لیں گے۔ تمھیں اُن کی بعض باتیں اچھی لگیں گی اور بعض بری لگیں گی۔''

میں نے پوچھا: کیا اس خیر کے بعد بھی کوئی شر آئے گا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: «نَعَمْ ، دُعَاةٌ إِلٰى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ ، مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوْهُ فِيْهَا»

''ہاں کچھ داعی ایسے آئیں گے جو جہنم کے دروازوں کی طرف بلائیں گے، جو بھی ان کی دعوت کو قبول کرے گا وہ اس کو اس میں گرادیں گے۔''

میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ان کی صفات بیان فرمائیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: «هُمْ مِنْ جِلْدَتِنَا وَيَتَكَلَّمُوْنَ بِأَلْسِنَتِنَا»

''وہ لوگ ہم میں سے ہی ہونگے اور ہماری ہی زبان میں بات کریں گے۔''

میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگر وہ زمانہ مجھ پر آ گیا تو آپ مجھے کیا مشورہ دیتے ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: « تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَإِمَامَهُمْ »

''تم ہر حال میں مسلمانوں کی جماعت اور ان کے حکمران سے وابستہ رہنا۔''

میں نے کہا: اگر مسلمانوں کی جماعت اور ان کا حکمران نہ ہو تو؟

آپ ﷺ نے فرمایا: «فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا ، وَلَوْ أَنْ تَعَضَّ عَلٰى أَصْلِ شَجَرَةٍ ، حَتّٰى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ عَلٰى ذٰلِكَ[1]»

''پھر تم ان تمام فرقوں کو چھوڑ دینا خواہ تمھیں درخت کی جڑیں کیوں نہ چبانا پڑیں، یہاں تک کہ تجھ پر اسی حالت میں موت آ جائے۔''

اور جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«ثَلَاثٌ لَا يَغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ مُؤْمِنٍ : إِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰهِ،وَالنَّصِيْحَةُ لِوُلَاةِ الْمُسْلِمِيْنَ،وَلُزُوْمُ جَمَاعَتِهِمْ ، فَإِنَّ دَعْوَتَهُمْ تُحِيْطُ مِنْ وَّرَائِهِمْ»[2]

''تین چیزیں ایسی ہیں کہ جن کی موجودگی میں مومن کے دل میں کینہ داخل نہیں ہوتا۔ اللہ کیلئے عمل خالص کرنا، مسلمانوں کے سربراہوں سے خیر خواہی کرنا اور ان کی جماعت میں بہر حال شامل رہنا۔ کیونکہ ان کی دعوت ان سب کو محیط ہوتی ہے۔'' (جیسے ایک دیوار ان کا احاطہ کرتی ہے اسی طرح ان کی دعوت' جو کہ دعوتِ اسلام ہے' بھی ان سب کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور انھیں فرقہ بندی سے محفوظ رکھتی ہے۔ اس لئے ان کی جماعت کے ساتھ مل کر رہنا اشد ضروری ہے۔)

اور مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہونا کس قدر خطرناک ہے! اِس کا اندازہ آپ اس حدیث سے کر سکتے ہیں جس کے راوی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ رَأٰى مِنْ أَمِيْرِهِ شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَصْبِرْ ، فَإِنَّهُ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا، فَمَاتَ ، فَمِيْتَةٌ

---

[1] صحیح البخاری :3606، صحیح مسلم :1847 واللفظ له

[2] سنن ابن ماجه :3056 وصححه الألبانی

جَاهِلِيَّةٍ»①

''جو شخص اپنے حکمران سے کوئی ایسی چیز دیکھے جسے وہ ناپسند کرتا ہو تو اسے صبر کرنا چاہئے ، کیونکہ جو آدمی جماعت سے بالشت بھر الگ ہو اور اسی حالت میں اس کی موت آجائے تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی ۔''

❻ فتنوں کے ایام میں خصوصی طور پر عبادت میں مشغول رہنا

کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے :

«اَلْعِبَادَةُ فِي الْهَرْجِ كَهِجْرَةٍ إِلَيَّ»②

''فتنوں میں عبادت کرنا ایسے ہے جیسے میری طرف ہجرت کرنا ہے ۔''

یعنی جب فتنوں کا دور ہو ، قتل وغارت گری ہو رہی ہو ، حق وباطل میں آمیزش کی جا رہی ہو ، لوگ انتہائی مضطرب اور پریشان ہوں تو ایسے حالات میں کم ہی لوگ اللہ کی عبادت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں ۔ چنانچہ ان کی غفلت کے دوران جو شخص عبادت میں مشغول ہوگا وہ یقیناً فتنوں کے شر سے محفوظ رہے گا ۔

❼ تقوی اختیار کرنا

'تقوی' سے مراد یہ ہے کہ آپ اللہ رب العزت کے عذاب کے ڈر کی وجہ سے اس کی اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی نہ کریں اور اپنے دامن کو گناہوں سے بچائیں ۔ یوں آپ اللہ تعالی کے فضل وکرم کے ساتھ فتنوں کے شر سے محفوظ رہیں گے ۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے : ﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوٓا إِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّ يُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴾③

''اے ایمان والو ! اگر تم اللہ تعالی سے ڈرتے رہو تو وہ تمھیں (نور بصیرت عطا کر کے حق وباطل میں) فرق کرنے کی توفیق دے گا ، تمھارے گناہوں کو مٹا دے گا اور تمھیں معاف کر دے گا ۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے ۔''

اسی طرح اللہ تعالی کا فرمان ہے :

﴿ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهُ مَخْرَجًا ☆ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ﴾④

''اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کیلئے مشکلات سے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا ۔''

---

① صحیح مسلم:1849 ② صحیح مسلم :2948

③ الأنفال8: 29 ④ الطلاق65: 2-3

❽ کثرت سے توبہ واستغفار کرنا

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴾ ①

''اور اللہ ایسے لوگوں کو عذاب دینے والا نہیں جو استغفار کر رہے ہوں۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَلَوْ لَاۤ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَ لٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ②

''پھر جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو وہ کیوں نہ گڑگڑائے؟ (یعنی کیوں نہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور کیوں نہ معافی مانگی؟) مگر ان کے دل تو اور سخت ہو گئے اور شیطان نے انھیں ان کے اعمال خوبصورت بنا کر دکھلا دیئے۔''

لہٰذا فتنوں کے دور میں مسلمانوں کو صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور اپنے تمام گناہوں پر اس کے سامنے ندامت وشرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے اس سے معافی مانگنی چاہئے۔ یوں اللہ تعالیٰ انھیں اپنے فضل وکرم کے ساتھ فتنوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

❾ فارغ اوقات کو نفع بخش امور میں مشغول کرنا

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ» ''پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو۔''

① «شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ» ''اپنی جوانی کو اپنے بڑھاپے سے پہلے۔''

② «وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ» ''اپنی صحت کو اپنی بیماری سے پہلے۔''

③ «وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ» ''اپنی تونگری کو اپنی غربت سے پہلے۔''

④ «وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ» ''اپنی فراغت کو اپنی مشغولیت سے پہلے۔''

⑤ «وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ» ''اپنی زندگی کو اپنی موت سے پہلے۔''③

اس حدیث میں مذکورہ پانچوں چیزیں (یعنی بڑھاپا، بیماری، غربت، مشغولیت اور موت) انسان کیلئے فتنہ بن سکتی ہیں۔ اسی لئے رسول اکرم ﷺ نے ان سے پہلے جوانی، تندرستی، تونگری، فراغت اور زندگی کو غنیمت سمجھ

---

① الأنفال 8: 33　② الأنعام 6: 43

③ أخرجه الحاكم وصححه الألباني في صحيح الترغيب والترهيب: 3355

کران سے بھرپور فائدہ اٹھانے کا حکم دیا۔

اور آپ ﷺ نے دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا: « بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ خِصَالًا سِتًّا : إِمْرَةَ السُّفَهَاءِ ،وَكَثْرَةَ الشُّرَطِ ،وَقَطِيعَةَ الرَّحِمِ ، وَبَيْعَ الْحُكْمِ، وَاسْتِخْفَافًا بِالدَّمِ ، وَنَشْأً يَتَّخِذُونَ الْقُرْآنَ مَزَامِيرَ ،يُقَدِّمُونَ الرَّجُلَ لَيْسَ بِأَفْقَهِهِمْ وَلَا أَعْلَمِهِمْ ،مَا يُقَدِّمُونَهُ إِلَّا لِيُغَنِّيَهُمْ »[1]

''تم چھ چیزوں کے آنے سے پہلے جلدی جلدی عمل کرلو: احمق لوگوں کی حکمرانی، پولیس کی کثرت، قطع رحمی، فیصلے کو (رشوت کے بدلے میں) بیچنا، خون (بہانے) کو ہلکا سمجھنا اور ایسے نوخیز بچوں کا آنا جو قرآن مجید کو راگ گانا بنالیں گے، لوگ ان میں سے ایک کو اس لئے امام نہیں بنائیں گے کہ وہ سب سے زیادہ سمجھ دار اور سب سے بڑا عالم ہوگا، بلکہ اس لئے کہ وہ ان کے سامنے قرآن کو گا کر پڑھے۔''

اِس حدیث میں بھی رسول اکرم ﷺ نے بعض فتنوں کے واقع ہونے سے پہلے جلدی جلدی عمل کرنے کا حکم دیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فارغ اوقات کو نفع بخش امور میں مشغول کرنے سے انسان فتنوں کے شر سے بچ سکتا ہے۔

⑩ صبر کرنا

یعنی مختلف آزمائشوں اور فتنوں کو برداشت کرنا اور ثابت قدمی اور استقامت کا مظاہرہ کرنا۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«وَاعْلَمْ أَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ ، وَأَنَّ الْفَرَجَ مَعَ الْكَرْبِ،وَأَنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا »

''اور یقین کرلو کہ مدد صبر کے ساتھ آتی ہے اور ہر پریشانی کے بعد خوشحالی یقینی ہے۔ اور ہر تنگی آسانی اور آسودگی کو لاتی ہے۔''[2]

اسی طرح آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« إِنَّ مِن وَّرَائِكُمْ أَيَّامَ الصَّبْرِ ، لِلْمُتَمَسِّكِ فِيهِنَّ بِمَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرُ خَمْسِينَ مِنْكُمْ »

''تمھارے بعد صبر کے ایام آنے والے ہیں۔ ان میں جو شخص اُس دین کو مضبوطی سے تھامے رکھے گا جس پر تم قائم ہو، تو اسے تم میں سے پچاس افراد کا اجر ملے گا۔''[3]

---

① السلسلة الصحيحة :979

② مسند أحمد :2804- وصححه الأرناؤط - الترمذي : 2516- وصححه الألباني

③ السلسلة الصحيحة : 494

عزیزان گرامی ! ہم نے فتنوں کے شر سے بچنے کیلئے اب تک دس اسباب ذکر کئے ہیں ۔ اللہ تعالی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ان تمام اسباب کو اختیار کرنے کی توفیق دے ۔ اور ہمیں ہر قسم کے فتنوں اور ان کے شر سے محفوظ رکھے ۔ آمین

دوسرا خطبہ

محترم حضرات ! فتنوں کے دور میں اختیار کی جانے والی احتیاطی تدابیر میں سے ایک یہ ہے کہ

⓫ منافقوں کی سازشوں سے خبردار رہا جائے

کیونکہ یہ لوگ مسلمانوں کے اندر موجود ہوتے ہیں اور اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کے خلاف مختلف قسم کی سازشوں میں ملوث ہوتے ہیں ۔ ان کا مقصد اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانا ، مسلمانوں کی قوت کا شیرازہ بکھیرنا اور ان میں پھوٹ ڈالنا ہوتا ہے ۔ یہ لوگ ہر آئے دن کوئی نہ کوئی نیا فتنہ کھڑا کر دیتے ہیں اور مسلم ممالک میں انتشار ، لاقانونیت اور فساد پھیلانے کی مذموم کوشش کرتے ہیں ۔

اللہ تعالی مدینہ منورہ کے منافقوں کی سازشوں سے آگاہ کرتے ہوئے فرماتا ہے :

﴿ لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّ لَاۡاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَ فِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ☆ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَ قَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَ ظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَ هُمْ كٰرِهُوْنَ ﴾[1]

’’ اگر وہ (منافق) تمھارے ساتھ نکلتے تو تمھارے لئے شر وفساد میں اضافہ ہی کرتے اور فتنہ پھیلانے کے ارادے سے تمھاری صفوں میں جھوٹی باتوں کے گھوڑے دوڑاتے ۔ اور اب بھی تمھارے درمیان ان کے جاسوس موجود ہیں ۔ اور اللہ تعالی ظالموں کو خوب جانتا ہے ۔ انھوں نے پہلے بھی (غزوۂ احد اور غزوۂ خندق میں) فتنہ پیدا کرنا چاہا اور معاملات کو آپ کیلئے الٹ پلٹ کر رہے تھے ، یہاں تک کہ حق سامنے آ گیا اور اللہ کا حکم غالب ہوا اگرچہ وہ نہیں چاہتے تھے ۔ ‘‘

یہی روش ہر دور کے منافق اختیار کرتے رہے ہیں اور کر بھی رہے ہیں ، جس سے مسلمانوں کو متنبہ رہنا چاہئے ۔

⓬ جلد بازی سے اجتناب

فتنوں کے شر سے بچنے کیلئے ضروری ہے کہ جب کبھی کوئی فتنہ اور آزمائش آئے تو مسلمان جلد بازی نہ کریں ، بلکہ تحمل ، بردباری اور ٹھہراؤ سے کام لیں ۔ اسباب وعوامل اور نتائج پر سوچ وبچار کریں ، صائب الرائے لوگوں سے

---

[1] التوبة 9 : 47-48

مشاورت کریں۔ اور اگر ملکی وقومی سطح پر کوئی آزمائش آئے تو ارباب اقتدار کو موزوں اقدامات اٹھانے دیں اور ان کے سامنے کسی قسم کی رکاوٹ کھڑی کرنے کی بجائے ان کے دست وبازو بنیں۔ افواہوں پر یقین نہ کریں، بلکہ ہر خبر کی تصدیق کریں۔ افواہیں پھیلانا اور جھوٹی خبریں عام کرنا منافقوں کی روش ہے، نہ کہ سچے مومنوں کی۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَ اِذَاجَآءَ هُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَ لَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ﴾[1]

''اور جب انھیں امن وخوف کی کوئی خبر ملتی ہے تو اسے پھیلانا شروع کر دیتے ہیں، حالانکہ اگر وہ اسے رسول ﷺ اور ارباب اقتدار کے سپرد کر دیتے تو ان میں سے تحقیق کی صلاحیت رکھنے والے اُس کی تہہ تک پہنچ جاتے۔''

اِس آیت مبارکہ میں اللہ تعالی نے منافقین مدینہ منورہ کی روش کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے کہ وہ جنگ سے متعلق آنے والی ہر خبر کو بغیر تحقیق کے نشر کر دیتے ہیں۔ جس سے مسلمانوں کی صفوں میں تشویش کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ اور بعض کمزور ایمان والے مسلمان فتنے میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اِس کے بعد اللہ تعالی نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ اِس طرح کے معاملات کو رسول اکرم ﷺ اور اصحاب بصیرت صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر چھوڑ دیتے تو وہ یقیناً ان کی تہہ تک پہنچ کر ان کا مناسب حل نکالتے۔

لٰہذا ہر دور میں مسلمانوں کو اِس قسم کے منافقوں اور ان کی سازشوں سے متنبہ رہنا چاہیے، یوں وہ اپنے آپ کو اور اپنے اسلامی معاشروں کو فتنوں کے شر سے بچا سکتے ہیں۔ واللہ المستعان

باقی جہاں تک سوشل میڈیا پر گردش کرتی جھوٹی خبروں اور افواہوں کا تعلق ہے تو ان پر ہرگز یقین نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی انھیں ایک دوسرے کے ساتھ شیئر کرنا چاہیے، بلکہ ان کے بارے میں معتمد اور باوثوق ذرائع سے تصدیق کرنا ضروری ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ﴾[2]

''اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمھارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو نادانی میں نقصان پہنچا دو۔ پھر اپنے کیے پر تمھیں ندامت اٹھانی پڑے۔''

آخر میں ہم ایک بار پھر دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی ہم سب کی حفاظت فرمائے اور ہمیں تمام فتنوں کے شر سے بچائے رکھے۔ آمین

---

[1] النساء 4: 83
[2] الحجرات 49: 6

اُمت محمدیہ کی خصوصیات

اہم عناصرِ خطبہ:

① امت محمدیہ کے فضائل

② دنیا میں امت محمدیہ کی خصوصیات

③ آخرت میں امت محمدیہ کی خصوصیات

پہلا خطبہ

محترم حضرات ! یوں تو اللہ رب العزت کے ہم پر بے شمار احسانات اور اس کی ان گنت نعمتیں ہیں ، جن کا ہم جتنا شکر ادا کریں اتنا کم ہے، تاہم اُس کا ایک بہت بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے ہمیں نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کی امت میں شامل فرمایا، جو کہ سب سے افضل اور سب سے بہتر امت ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا ﴾[1]

''اور اسی طرح ہم نے تمھیں (اے مسلمانو!) ایک معتدل اور بہترین امت بنایا ہے۔''

اسی طرح فرمایا: ﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ﴾[2]

''تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔ اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔''

اور رسول اکرم ﷺ نے اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

«اَنْتُمْ تُتِمُّوْنَ سَبْعِيْنَ اُمَّةً ،اَنْتُمْ خَيْرُهَا وَاَكْرَمُهَا عَلَى اللّٰهِ»[3]

''تمھارے ساتھ امتوں کی تعداد ستر پوری ہوگئی ہے۔تم سب سے بہتر اور اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز امت ہو۔''

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اِس آیت مبارکہ کی تفسیر یوں کی:

---

① البقرة2: 143 ② آل عمران3: 110

③ جامع الترمذی :3001، سنن ابن ماجه : 4288 ۔ وحسنه الألبانی

«خَيْرُ النَّاسِ لِلنَّاسِ ، تَأْتُوْنَ بِهِمْ فِي السَّلَاسِلِ فِيْ أَعْنَاقِهِمْ، حَتّٰى يَدْخُلُوْا فِي الْإِسْلَامِ» ①

''تم لوگوں کیلئے بہترین لوگ ہو۔ تم انھیں اس حالت میں لاتے ہو کہ ان کی گردنوں میں طوق ہوتے ہیں، حتی کہ وہ اسلام قبول کرلیں۔'' یعنی قبول اسلام سے ان کے طوق اتر جاتے ہیں۔

اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« أُعْطِيْتُ مَا لَمْ يُعْطَ أَحَدٌ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ»

''مجھے وہ خصوصیات عطا کی گئی ہیں جو کسی اور نبی کو عطا نہیں کی گئیں۔''

تو ہم نے کہا: یا رسول اللہ! وہ کونسی ہیں؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ ، وَأُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ الْأَرْضِ ، وَسُمِّيْتُ أَحْمَدَ ، وَجُعِلَ التُّرَابُ لِيْ طَهُوْرًا ، وَجُعِلَتْ أُمَّتِيْ خَيْرَ الْأُمَمِ » ②

''رعب ودبدبہ کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے، زمین کی چابیاں مجھے عطا کی گئی ہیں، میرا نام احمد رکھا گیا ہے، مٹی کو میرے لئے طہارت کا ذریعہ بنایا گیا ہے اور میری امت کو سب سے بہتر امت بنایا گیا ہے۔''

اب تک ہم نے جتنے دلائل ذکر کئے ہیں ان سے واضح طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ امت محمدیہ سابقہ تمام امتوں سے افضل اور بہتر ہے۔

یاد رہے کہ اِس امت کا دوسری امتوں سے افضل امت ہونا اِس کے دین (اسلام) کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ یہ امت اللہ اور اس کے رسول جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اللہ کی کتاب (قرآن مجید) پر ایمان رکھتی ہے۔ جبکہ دیگر قومیں نہ اللہ تعالی کو مانتی ہیں، نہ اس کے رسول جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتی ہیں اور نہ ہی اللہ کی کتاب قرآن مجید کو تسلیم کرتی ہیں۔ اِس لئے وہ یہ افضلیت حاصل نہیں کرسکیں۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ③

''اور عزت تو صرف اللہ کیلئے، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اور مومنوں کیلئے ہی ہے، لیکن منافق نہیں جانتے۔''

اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

«إِنَّا كُنَّا أَذَلَّ قَوْمٍ فَأَعَزَّنَا اللّٰهُ بِهٰذَا الدِّيْنِ ، فَمَهْمَا نَبْتَغِي الْعِزَّةَ فِيْ غَيْرِهٖ أَذَلَّنَا اللّٰهُ »

① صحيح البخاري :4557 ② مسند أحمد :763، 1361- وحسنه الأرنؤوط

③ المنافقون63 :8

''ہم ذلیل ترین قوم تھے، پھر اللہ تعالی نے ہمیں اِس دین (اسلام) کے ذریعے عزت بخشی، چنانچہ اس کو چھوڑ کر ہم جہاں سے بھی عزت کے طلبگار ہونگے، اللہ تعالی ہمیں ذلیل کر کے چھوڑے گا۔''

یہی وجہ ہے کہ یہود ونصاری کو یہ اعلی مرتبہ حاصل نہیں ہو سکا۔ اور چونکہ انھوں نے دین اسلام کو قبول نہیں کیا اس لئے اللہ تعالی نے یہود کو 'مغضوب علیھم' قرار دیا (یعنی جن پر غضب کیا گیا اور ان پر ذلت ورسوائی کو مسلط کردیا گیا) اور نصاری کو'ضالین' (یعنی گمراہ قوم) قرار دیا۔

یہود ونصاری نے دعوی کیا تھا کہ وہ اللہ کے بیٹے اور چہیتے لوگ ہیں اور سب سے افضل امت ہیں، لیکن اللہ تعالی نے ان کے اس دعوے کو ٹھکرا دیا۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ وَ النَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴾[1]

''اور یہود ونصاری نے کہا: ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں! آپ کہہ دیجئے کہ اگر یہ بات ہے تو پھر وہ تمھیں تمھارے گناہوں کی وجہ سے عذاب کیوں دیتا ہے؟ بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) تم اس کی مخلوق میں سے عام انسان ہو۔ وہ جسے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے۔ اور آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے، سب کا مالک اللہ ہی ہے۔ اور اسی کی طرف سب کو جانا ہے۔''

آیئے اب اِس امت محمدیہ کی خصوصیات قرآن وحدیث کی روشنی میں ذکر کرتے ہیں، جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ امت دیگر امتوں سے افضل ترین امت ہے۔

❶ مکمل دین

اِس امت کی بہت بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اِس کا دین مکمل ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾[2]

''آج میں نے تمھارے لئے تمھارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی۔ اور اسلام کو بحیثیت دین تمھارے لئے پسند کر لیا۔''

دین کو مکمل کرنا اس امت پر اللہ رب العزت کا بہت بڑا احسان ہے، ورنہ اگر اللہ تعالی اسے نامکمل چھوڑ دیتا

---

① المائدۃ5: 18 ② المائدۃ5: 3

تو ہر شخص جیسے چاہتا اس میں کمی بیشی کر لیتا اور یوں دین لوگوں کے ہاتھوں میں ایک کھلونا بن کر رہ جاتا۔

اللہ رب العزت کے اس عظیم احسان کی قدر و قیمت کا اندازہ یہود کو ہو گیا تھا۔ چنانچہ ایک یہودی عالم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: اے امیر المؤمنین ! کتاب اللہ (قرآن مجید) میں ایک ایسی آیت ہے جو اگر ہم یہودیوں کی جماعت پر نازل ہوتی تو ہم اس کے نزول کے دن کو بطورِ عید مناتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: وہ آیت کونسی ہے؟ تو اس نے کہا: ﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا ﴾

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ آیت عید کے دن ہی نازل ہوئی تھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں تھے اور وہ دن جمعۃ المبارک کا دن تھا۔''[۱]

❷ دین میں آسانیاں

اِس امت کی خصوصیات میں سے ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اِس کا دین آسان ہے اور اس میں کوئی تنگی نہیں ہے۔ اور اِس کے متعدد دلائل موجود ہیں، ہم ان میں سے چند ایک ذکر کرتے ہیں:

① اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ﴾[۲]

''اس نے تمھیں چن لیا ہے اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔''

② اسی طرح تیمّم کی اجازت دے کر اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّ لٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَ لِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾[۳]

''اللہ تم پر تنگی نہیں کرنا چاہتا بلکہ وہ چاہتا ہے کہ تمھیں پاک کر دے اور تم پر اپنی نعمت پوری کرے تاکہ تم اس کے شکر گزار بنو۔''

③ اسی طرح فرمایا: ﴿ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ﴾[۴]

''اللہ تعالی چاہتا ہے کہ تم سے تخفیف کرے۔ اور انسان تو کمزور ہی پیدا کیا گیا ہے۔''

④ اسی طرح مریض اور مسافر کو رمضان میں روزہ چھوڑنے کی رخصت دے کر اللہ تعالی نے فرمایا:

---

① صحیح البخاری :45، صحیح مسلم : 3017

② الحج22 :78 ③ المائدة5 :6 ④ النساء4 :28

﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ ①

''اللہ تعالی تمھارے ساتھ آسانی کا برتاؤ چاہتا ہے، تنگی کا نہیں چاہتا۔''

⑤ اللہ تعالی نے اپنے پیارے نبی جناب محمد ﷺ کے ذریعے اِس امت سے وہ بوجھ اتار دیئے اور وہ بندشیں کھول دیں جن میں پہلی امتیں جکڑی ہوئی تھیں۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰاةِ وَالْإِنْجِيْلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾ ②

''جو لوگ رسول اور نبیٔ امی کی اتباع کرتے ہیں جن کا ذکر وہ اپنے پاس تورات وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ انھیں نیک باتوں کا حکم دیتے اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں، پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو ان سے دور کرتے ہیں۔''

آیئے اس کی کچھ مثالیں ذکر کرتے ہیں، جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے اس امت سے بڑے بڑے بوجھ اتار دیئے ہیں:

۱۔ بنو اسرائیل میں کسی کے کپڑے پر پیشاب لگتا تو اسے اس جگہ کو قینچی سے کاٹنا پڑتا۔ یہ صحیح بخاری کی روایت کے الفاظ ہیں۔ جبکہ صحیح مسلم میں ہے کہ کسی کی جلد پر پیشاب لگتا تو اسے اُس جگہ کو قینچی سے کاٹنا پڑتا۔ اور مسند احمد میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ كَانَ أَحَدُهُمْ إِذَا أَصَابَهُ الشَّيْءُ مِنَ الْبَوْلِ قَرَضَهُ بِالْمَقَارِيْضِ» ③

''بنو اسرائیل میں سے کسی کو تھوڑا سا پیشاب لگتا تو وہ اُس جگہ کو قینچیوں سے کاٹ دیتا۔''

یہ بہت بڑا بوجھ تھا بنو اسرائیل پر، جسے اللہ تعالی نے اِس امت سے اتار دیا اور جہاں پیشاب لگے اسے کاٹنے کا نہیں بلکہ صرف پانی سے دھونے کا حکم دیا۔

۲۔ یہودیوں میں جب کسی خاتون کے مخصوص ایام شروع ہوتے تو وہ اس کے ساتھ نہ کھاتے پیتے تھے اور نہ ہی اس کے ساتھ ایک ہی چھت کے نیچے رہتے تھے، بلکہ اسے الگ کر دیتے تھے۔ جبکہ ہماری شریعت میں یہ ہے

---

① البقرة 2:185 ② الاعراف 7:157

③ صحيح البخاري :226، صحيح مسلم :273، مسند أحمد :19729۔ وصححه الأرنؤوط

کہ آپ حائضہ عورت کے ساتھ لیٹ سکتے ہیں، جماع کے سوا اس سے ہر قسم کا استمتاع بھی کر سکتے ہیں۔ اور اس کے ہاتھوں سے بنا ہوا کھانا بھی کھا سکتے ہیں۔ ①

۳۔ بنو اسرائیل کی شریعت میں قتل کے بدلے قتل ہی تھا۔ جبکہ امت محمدیہ کی شریعت میں اللہ تعالی نے دیت کی بھی رخصت دے دی۔

۴۔ بنو اسرائیل میں کوئی شخص کسی گناہ کا ارتکاب کرتا تو اس کے گھر کے دروازے پر وہ گناہ اور اس کا کفارہ لکھ دیا جاتا، جس سے اس کی رسوائی ہوتی۔ جبکہ امت محمدیہ کا معاملہ ایسا نہیں ہے۔

۵۔ بنو اسرائیل میں جو شخص روزوں کے دوران رات کو سو جاتا تو اس کے بعد اسے کھانے پینے کی اجازت نہ ہوتی، یہاں تک کہ اگلے روز غروب آفتاب تک اسے انتظار کرنا پڑتا۔ جبکہ امت محمدیہ کو اللہ تعالی نے صبح صادق تک کھانے پینے کی رخصت دی ہے۔

ان تمام دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے امت محمدیہ کی شریعت میں وہ آسانیاں رکھی ہیں جو پہلی امتوں کی شریعتوں میں نہ تھیں۔

❸ غنیمت کا مال حلال ہے ❹ مٹی کو پاکیزگی کا ذریعہ بنایا گیا ہے

❺ زمین کو سجدہ گاہ بنایا گیا ہے۔

ان تینوں خصوصیات کو نبی کریم ﷺ نے یوں بیان فرمایا:

« أُعْطِيْتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِيْ : كَانَ كُلُّ نَبِيٍّ يُبْعَثُ إِلٰى قَوْمِهِ خَاصَّةً ، وَبُعِثْتُ إِلٰى كُلِّ أَحْمَرَ وَأَسْوَدَ، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَلَمْ تُحَلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِيْ ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ طَيِّبَةً طَهُوْرًا وَّمَسْجِدًا ، فَأَيُّمَا رَجُلٍ أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ صَلّٰى حَيْثُ كَانَ ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ بَيْنَ يَدَيْ مَسِيْرَةِ شَهْرٍ، وَأُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ »②

”مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں: پہلی یہ کہ ہر نبی کو اس کی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا جبکہ مجھے ہر گورے اور کالے کی طرف بھیجا گیا ہے۔ دوسری یہ کہ میرے لئے غنیمتوں کا مال حلال کیا گیا ہے جبکہ مجھ سے پہلے کسی کیلئے حلال نہیں کیا گیا تھا۔ تیسری یہ کہ زمین کو میرے لئے پاکیزگی حاصل کرنے کا ذریعہ اور مسجد بنایا گیا ہے۔ لہٰذا جہاں کہیں نماز کا وقت ہو جائے انسان وہیں نماز ادا کر لے۔ چوتھی یہ

① صحيح مسلم :302 ② صحيح البخاري :438، صحيح مسلم :521 واللفظ له

کہ میں جب ایک ماہ کی مسافت پر دشمن سے دور ہوتا ہوں تو اللہ تعالیٰ دشمن کے دل میں میرا رعب ودبدبہ بٹھا دیتا ہے۔ پانچویں یہ کہ مجھے (روزِ قیامت) شفاعت کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔''

اِس حدیث مبارک سے ثابت ہوتا ہے کہ

☆ اللہ تعالی نے اِس امت محمدیہ کیلئے غنیمت کا مال حلال کردیا، جبکہ پہلی امتوں کیلئے غنیمت کا مال حلال نہیں تھا۔ وہ لوگ غنیمتوں کو ایک جگہ پر جمع کردیتے تھے، پھر اگر آسمان سے آگ آکر انھیں کھا لیتی تو یہ قبولیت کی علامت ہوتی۔

☆ اسی طرح اللہ تعالی نے خصوصا اِس امت کیلئے مٹی کو پاکیزگی کا ذریعہ بنا دیا، چنانچہ پانی نہ ملنے کی شکل میں، یا پانی کے استعمال سے ضرر واقع ہونے کی شکل میں تیمّم کی اجازت دے کر اللہ تعالی نے اِس امت پر بہت بڑا احسان فرمایا۔

☆ اسی طرح پوری زمین کو سجدہ گاہ بنانے کی بھی رخصت دے دی، چنانچہ جہاں کہیں نماز کا وقت ہو مسلمان وہیں نماز پڑھ سکتا ہے۔ اُس کیلئے ضروری نہیں کہ اگر وہ کہیں جنگل میں ہے، یا فضاؤں میں سفر کر رہا ہے، یا کشتی پر سوار ہے، تو وہ مسجد کو ڈھونڈے اور نماز ادا کرے، بلکہ جہاں ہے وہیں نماز ادا کرسکتا ہے۔ جبکہ پہلی امتوں کے لوگ نماز کیلئے مخصوص کئے گئے مقامات پر ہی نماز پڑھ سکتے تھے۔

❻ بھول چوک، دل کے خیالات اور جبر واکراہ معاف

اللہ تعالی نے اِس امت کے لوگوں کی بھول چوک، دل کے خیالات ووساوس اور جبر واکراہ کو معاف کردیا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«إِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي مَا حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسَهَا مَا لَمْ تَعْمَلْ أَوْ تَتَكَلَّمْ»

''بے شک اللہ تعالی نے میری امت کے دل کے خیالات اور وسوسوں کو معاف کردیا ہے جب تک وہ عمل نہ کرے یا گفتگو نہ کرے۔''[١]

اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد ہے: «إِنَّ اللّٰهَ قَدْ تَجَاوَزَ لِي عَنْ أُمَّتِي الْخَطَأَ وَالنِّسْيَانَ وَمَا اسْتُكْرِهُوا عَلَيْهِ»[٢]

''بے شک اللہ تعالی نے میرے لئے میری امت کی غلطی، بھول اور جس چیز پر وہ مجبور کردیئے جائیں اسے معاف کردیا ہے۔''

---

① صحیح البخاری :5269 ② سنن ابن ماجه :2043 ۔ وصححه الألبانی

۷ امت محمدیہ پوری کی پوری ہلاک نہیں ہوگی

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«سَأَلْتُ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ فِيهَا ثَلَاثَ خِصَالٍ ، فَأَعْطَانِي اثْنَتَيْنِ ، وَمَنَعَنِيْ وَاحِدَةً»

''میں نے اس نماز میں اپنے رب عز وجل سے تین چیزیں مانگیں، تو اس نے مجھے دو دے دیں اور ایک نہیں دی۔''

۱۔ «سَأَلْتُ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ أَن لَّا يُهْلِكَنَا بِمَا أَهْلَكَ بِهِ الْأُمَمَ قَبْلَنَا ، فَأَعْطَانِيهَا»

''میں نے اپنے رب عز وجل سے دعا کی کہ وہ ہمیں اُس چیز کے ساتھ ہلاک نہ کرے جس کے ساتھ اس نے پہلی امتوں کو ہلاک کیا، (یعنی ایسا عذاب نازل نہ کرے کہ پوری امت ہی ہلاک ہو جائے جیسا کہ قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود وغیرہ ہلاک ہوئیں) تو اس نے میری یہ دعا قبول کر لی ہے۔''

۲۔ «وَسَأَلْتُ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ أَن لَّا يُظْهِرَ عَلَيْنَا عَدُوًّا مِّنْ غَيْرِنَا ، فَأَعْطَانِيهَا»

''اور میں نے اپنے رب عز وجل سے دعا کی کہ وہ ہمارے اوپر کسی ایسے دشمن کو غلبہ نہ دے جو ہم میں سے نہ ہو، (یعنی ایسے نہ ہو کہ کافر پوری امت اسلامیہ پر غالب آجائیں) تو اس نے میری یہ دعا بھی قبول کر لی ہے۔''

۳۔ «وَسَأَلْتُ رَبِّيْ أَنْ لَّا يَلْبِسَنَا شِيَعًا ، فَمَنَعَنِيهَا»

''اور میں نے اپنے رب سے دعا کی کہ وہ ہمیں مختلف گروہوں میں تقسیم نہ کرے، تو اس نے میری یہ دعا قبول نہیں کی۔''[1]

اسی طرح دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«سَأَلْتُ رَبِّيْ ثَلَاثًا فَأَعْطَانِيْ ثِنْتَيْنِ وَمَنَعَنِيْ وَاحِدَةً»

''میں نے اپنے رب سے تین چیزوں کا سوال کیا، تو اس نے مجھے دو عطا کر دی ہیں اور ایک نہیں دی۔''

«سَأَلْتُ رَبِّيْ أَن لَّا يُهْلِكَ أُمَّتِيْ بِالسَّنَةِ ، فَأَعْطَانِيهَا»

''میں نے اپنے رب سے دعا کی کہ وہ میری امت کو قحط سالی کے ساتھ ہلاک نہ کرے، تو اس نے میری یہ دعا قبول کر لی ہے۔''

«وَسَأَلْتُهُ أَن لَّا يُهْلِكَ أُمَّتِيْ بِالْغَرَقِ ، فَأَعْطَانِيهَا»

''اور میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ بھی مانگا ہے کہ وہ میری امت کو غرق کر کے ہلاک نہ کرے۔ تو اس نے میری

[1] سنن النسائي: 1638- وصححه الألباني، مسند أحمد: 21091- وصححه الأرنوؤط

یہ دعا بھی قبول کر لی ہے۔''

«وَسَأَلْتُهُ أَن لَّا يَجْعَلَ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ ، فَمَنَعَنِيهَا» ①

''اور میں نے اللہ سے یہ دعا بھی کی کہ میرے امتی آپس میں نہ لڑیں اور ان کے درمیان مخالفت نہ ہو، تو اللہ تعالی نے میری یہ دعا قبول نہیں کی۔''

⑧ امت محمدیہ پوری کی پوری گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: «إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَجَارَ أُمَّتِي أَنْ تَجْتَمِعَ عَلٰى ضَلَالَةٍ» ②

''بے شک اللہ تعالی نے میری امت کو اِس بات سے پناہ دے دی ہے کہ وہ پوری کی پوری گمراہی پر جمع ہو۔''

اِس امت کا ایک گروہ ضرور حق پر قائم رہے گا۔ جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس گروہ کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا تھا کہ

« لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي ظَاهِرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ ، لَا يَضُرُّهُمْ مَّنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كَذٰلِكَ » ③

''میری امت کا ایک گروہ حق پر قائم رہتے ہوئے (دلائل و براہین کے ساتھ) غالب رہے گا، جو ان کی مخالفت کرے گا وہ انھیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے گا اور وہ بدستور اسی حالت میں ہونگے۔''

امام ابن المبارکؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام علی بن المدینیؒ اور امام بخاریؒ وغیرہم کہتے ہیں کہ اس گروہ سے مراد اصحاب الحدیث ہیں۔ بلکہ امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ

« إِن لَّمْ يَكُونُوا أَهْلَ الْحَدِيْثِ فَلَا أَدْرِيْ مَنْ هُمْ ؟ »

''اگر اس سے مراد اہل حدیث نہیں تو پھر میں نہیں جانتا وہ کون لوگ ہیں؟''

⑨ امت محمدیہ امتِ مرحومہ ہے یعنی خصوصی طور پر رحم کی گئی امت ہے

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

---

① صحيح مسلم : 2890

② صححه الألباني فی صحيح الجامع : 1786 ، والصحيحة : 1331

③ صحيح مسلم : 1920

«أُمَّتِيْ هَذِهِ أُمَّةٌ مَرْحُوْمَةٌ ، لَيْسَ عَلَيْهَا عَذَابٌ فِي الْآخِرَةِ ، عَذَابُهَا فِي الدُّنْيَا الْفِتَنُ وَالزَّلَازِلُ وَالْقَتْلُ»[1]

''میری یہ امت ایسی امت ہے کہ جس پر رحم کیا گیا ہے۔ اِس پر آخرت میں عذاب نہیں ہوگا۔ دنیا میں اس کا عذاب فتنوں، زلزلوں اور قتل وغارت گری کے ساتھ ہوگا۔''

⑩ امت محمدیہ کی صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح ہیں

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«فُضِّلْنَا عَلَى النَّاسِ بِثَلَاثٍ : جُعِلَتْ صُفُوْفُنَا كَصُفُوْفِ الْمَلَائِكَةِ ، وَجُعِلَتْ لَنَا الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدًا وَجُعِلَتْ تُرْبَتُهَا لَنَا طَهُوْرًا إِذَا لَمْ نَجِدِ الْمَاءَ»[2]

''ہمیں لوگوں پر تین چیزوں کے ساتھ فضیلت دی گئی ہے: ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح بنائی گئی ہیں۔ اور پوری زمین کو ہمارے لئے سجدہ گاہ بنایا گیا ہے اور جب ہمیں پانی نہ ملے تو زمین کی مٹی کو ہمارے لئے طہارت کا ذریعہ بنایا گیا ہے۔''

یاد رہے کہ مسلم کی اِس روایت میں تیسری چیز ذکر نہیں کی گئی، جبکہ مسند احمد کی روایت میں تیسری چیز یہ ہے:

«وَأُعْطِيْتُ هَذِهِ الْآيَاتِ مِنْ آخِرِ الْبَقَرَةِ مِنْ كَنْزٍ تَحْتَ الْعَرْشِ،لَمْ يُعْطَهَا نَبِيٌّ قَبْلِيْ»[3]

''اور مجھے سورۃ البقرۃ کی یہ آخری آیات عرش باری تعالی کے نیچے والے خزانے سے دی گئی ہیں، مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔''

⑪ امت محمدیہ دوسری امتوں کی نسبت کم عمل کرکے زیادہ اجر وثواب لینے والی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّمَا أَجَلُكُمْ فِيْ أَجَلِ مَنْ خَلَا مِنَ الْأُمَمِ مَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى مَغْرِبِ الشَّمْسِ»

''تمھاری مدت سابقہ امتوں کی مدت کے مقابلے میں اتنی ہے جتنی نمازِ عصر کے بعد غروبِ آفتاب تک ہوتی ہے۔''

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت یوں فرمائی:

---

[1] سنن أبي داؤد : 4278 ۔ وصححه الألباني في الصحيحة :959 [2] صحيح مسلم :522

[3] مسند أحمد :23299۔ صححه الأرنؤوط ، والألباني في الصحيحة :1482

’’تمھاری اور یہود ونصاریٰ کی مثال ایسے ہے جیسا کہ ایک آدمی کچھ مزدور لے آئے اور کہے: صبح سے دوپہر تک ایک قیراط پر کون مزدوری کرے گا؟ تو یہودیوں نے ایک ایک قیراط پر دوپہر تک مزدوری کی۔ پھر اس نے کہا: اب دوپہر سے نمازِ عصر تک ایک قیراط پر کون مزدوری کرے گا؟ تو نصاریٰ نے دوپہر سے نمازِ عصر تک ایک ایک قیراط پر مزدوری کی۔ پھر اس نے کہا: اب نمازِ عصر سے غروبِ آفتاب تک دو قیراط پر کون مزدوری کرے گا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: « أَلَا فَأَنْتُمُ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلٰى مَغْرِبِ الشَّمْسِ عَلٰى قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ ، أَلَا لَكُمُ الْأَجْرُ مَرَّتَيْنِ »

’’خبردار! وہ تم ہی ہو جنھوں نے نمازِ عصر سے غروبِ آفتاب تک دو دو قیراط پر مزدوری کی، خبردار! تمھارا اجر دوگنا ہے۔‘‘

« فَغَضِبَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى فَقَالُوْا :نَحْنُ أَكْثَرُ عَمَلًا وَأَقَلُّ عَطَاءً»

’’چنانچہ یہود ونصاریٰ غضبناک ہو کر کہنے لگے: ہم نے زیادہ مزدوری کی تھی لیکن ہمیں اجر کم ملا۔‘‘

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:«هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا ؟»

’’کیا میں نے تمہارا حق مارا اور تم پر ظلم کیا ہے؟‘‘

انھوں نے کہا: نہیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:« فَإِنَّهُ فَضْلِيْ أُعْطِيْهِ مَنْ شِئْتُ»[1]

’’تو یہ میرا فضل ہے میں جسے چاہوں عطا کروں۔‘‘

اِس حدیث سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اِس امت کو کم وقت میں دوگنا اجر عطا فرماتا ہے۔

ویسے بھی نبی کریم ﷺ کے ایک ارشاد کے مطابق اِس امت کے لوگوں کی اوسط عمر ساٹھ سے ستر سال کے درمیان ہوگی۔ اور یہ عمر سابقہ امتوں کے لوگوں کی عمروں کے مقابلے میں کم ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اِس امت کو بعض ایسے مواسم خیر عطا کر دیئے ہیں، جن میں کم عمل کر کے بہت زیادہ اجر وثواب حاصل کیا جا سکتا ہے۔ مثلا لیلۃ القدر کی عبادت ہزار مہینوں (یعنی تراسی سال کی عبادت) سے افضل ہے۔ اسی طرح بعض ایسے مقدس مقامات ہیں جہاں عبادت کا اجر وثواب بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ مثلا مکہ مکرمہ میں مسجد حرام ہے جس میں ایک نماز دوسری مساجد میں ادا کی گئی ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے، سوائے مسجد نبوی کے۔ یعنی مسجد حرام کی ایک نماز تقریبا چون سال کی عام نمازوں سے افضل ہے۔

---

[1] صحیح البخاری :3459

⓬ اللہ تعالیٰ نے یومِ جمعہ کی طرف امت محمدیہ کی راہنمائی فرمائی

⓭ امت محمدیہ آخری امت ہے لیکن قیامت کے روز سب سے آگے ہوگی اور سب سے پہلے اسی امت کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«نَحْنُ الْآخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ، بَیْدَ أَنَّهُمْ أُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا وَأُوْتِیْنَاهُ مِنْ بَعْدِهِمْ ، وَهٰذَا یَوْمُهُمُ الَّذِیْ فُرِضَ عَلَیْهِمْ فَاخْتَلَفُوْا فِیْهِ ، فَهَدَانَا اللّٰهُ لَهُ ، فَهُمْ لَنَا فِیْهِ تَبَعٌ ، فَالْیَهُوْدُ غَدًا ، وَالنَّصَارٰی بَعْدَ غَدٍ» ①

’’ہم آخر میں آئے ہیں لیکن قیامت کے روز ہم سبقت لے جائیں گے، تاہم انھیں (پہلی امتوں کو) ہم سے پہلے کتاب دی گئی اور ہمیں ان کے بعد دی گئی۔ اور یہی (یومِ جمعہ) ہی وہ دن ہے کہ جو ان پر فرض کیا گیا تو انھوں نے اس کے متعلق آپس میں اختلاف کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہماری اس کیلئے خاص طور پر راہنمائی فرمائی۔ تو وہ اس میں ہمارے تابع ہیں، لہٰذا یہودیوں کا (عید کا) دن کل (ہفتہ کو) اور نصاریٰ کا اس سے اگلے دن (اتوار کو) آئے گا۔‘‘

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«أَضَلَّ اللّٰهُ عَنِ الْجُمُعَةِ مَنْ كَانَ قَبْلَنَا ، فَكَانَ لِلْیَهُوْدِ یَوْمُ السَّبْتِ ، وَكَانَ لِلنَّصَارٰی یَوْمُ الْأَحَدِ ، فَجَاءَ اللّٰهُ بِنَا ، فَهَدَانَا اللّٰهُ لِیَوْمِ الْجُمُعَةِ ، فَجَعَلَ الْجُمُعَةَ وَالسَّبْتَ وَالْأَحَدَ، وَكَذٰلِكَ هُمْ تَبَعٌ لَنَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ ، نَحْنُ الْآخِرُوْنَ مِنْ أَهْلِ الدُّنْیَا ، وَالْأَوَّلُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ، الْمَقْضِیُّ لَهُمْ قَبْلَ الْخَلَائِقِ» ②

’’اللہ تعالیٰ نے ہم سے پہلے لوگوں کو جمعہ سے محروم رکھا، چنانچہ یہودیوں کیلئے ہفتہ اور نصاریٰ کیلئے اتوار کا دن تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ ہمیں لے آیا اور اس نے ہماری یومِ جمعہ کی طرف راہنمائی فرمائی۔ اور اس نے (ایام کی ترتیب اس طرح بنائی کہ) پہلے جمعہ، پھر ہفتہ اور اس کے بعد اتوار۔ اور اسی طرح وہ قیامت کے روز بھی ہمارے پیچھے ہی ہونگے۔ ہم دنیا میں آئے تو آخر میں ہیں لیکن قیامت کے روز ہم پہلے ہونگے۔ اور تمام امتوں میں سب سے پہلے ہمارے درمیان فیصلہ کیا جائے گا۔‘‘

عزیزانِ گرامی! ہم نے اب تک امت محمدیہ کی جتنی خصوصیات ذکر کی ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِس امت پر بڑے بڑے احسانات کئے ہیں اور اسے بڑے بڑے انعامات سے نوازا ہے۔

① صحیح البخاری :3486، صحیح مسلم :855 ② صحیح مسلم : 856

اللہ تعالی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں دین اسلام پر قائم ودائم رکھے اور اسی پر ہمارا خاتمہ فرمائے ۔

دوسرا خطبہ

محترم سامعین ! پہلے خطبے میں ہم نے امت محمدیہ کی وہ خصوصیات ذکر کیں جن کا تعلق اِس دنیا سے ہے، سوائے آخری خصوصیت کے کہ جس کا تعلق آخرت کے ساتھ ہے ۔ آیئے اب امت محمدیہ کی قیامت کے دن سے متعلق مزید خصوصیات ذکر کرتے ہیں ۔

⑭ امت محمدیہ کے اعضائے وضو قیامت کے روز چمک رہے ہوں گے ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان تشریف لے گئے اور آپ نے فرمایا:

« اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ »

''اے مومنوں کی جماعت ! تم پر سلامتی ہو ۔ اور ہم بھی ان شاء اللہ تم لوگوں سے ملنے والے ہیں ۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « وَدِدتُّ أَنَّا قَدْ رَأَیْنَا إِخْوَانَنَا »

''میرا دل چاہتا ہے کہ کاش ہم نے اپنے بھائیوں کو دیکھا ہوتا !''

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: « أَوَ لَسْنَا إِخْوَانَكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ؟»

یارسول اللہ ! کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« أَنْتُمْ أَصْحَابِیْ ، وَإِخْوَانُنَا الَّذِیْنَ لَمْ یَأْتُوْا بَعْدُ»

''تم تو میرے ساتھی ہو اور ہمارے بھائی وہ ہیں جو ابھی نہیں آئے ۔''

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: « کَیْفَ تَعْرِفُ مَن لَّمْ یَأْتِ بَعْدُ مِنْ أُمَّتِكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ؟»

یارسول اللہ ! جو آپ کی امت میں سے ابھی نہیں آیا، اسے آپ کیسے پہچانیں گے ؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « أَرَأَیْتَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا لَهُ خَیْلٌ غُرٌّ مُحَجَّلَةٌ بَیْنَ ظَهْرَیْ خَیْلٍ دُهْمٍ بُهْمٍ أَلَا یَعْرِفُ خَیْلَهُ ؟»

''تمھارا کیا خیال ہے ! اگر کالے سیاہ گھوڑوں کے درمیان ایک آدمی کے ایسے گھوڑے ہوں جن کے ہاتھ پاؤں اور پیشانیاں چمک رہی ہوں، تو کیا وہ اپنے گھوڑوں کو نہیں پہچانے گا ؟'

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول !

تو آپ ﷺ نے فرمایا: «فَإِنَّهُمْ يَأْتُونَ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنَ الْوُضُوْءِ ،وَأَنَا فَرَطُهُمْ عَلَى الْحَوْضِ» ①

"تو میرے امتی اس طرح آئیں گے کہ وضو کی وجہ سے ان کے ہاتھ پاؤں اور چہرے چمک رہے ہوں گے۔اور میں حوض پر ان کا استقبال کروں گا۔"

⑮ سب سے پہلے امتِ محمد (ﷺ) کا حساب ہوگا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

«نَحْنُ آخِرُ الْأُمَمِ وَأَوَّلُ مَنْ يُحَاسَبُ،يُقَالُ : أَيْنَ الْأُمَّةُ الْأُمِّيَّةُ وَنَبِيُّهَا؟ فَنَحْنُ الْآخِرُوْنَ الْأَوَّلُوْنَ» ②

"ہم امتوں میں آخری امت ہیں لیکن حساب سب سے پہلے ہماری امت کا ہوگا۔کہا جائے گا: کہاں ہے اُمّی امت اور اس کا نبی؟ تو ہم اگرچہ آخری ہیں لیکن (روزِ قیامت) سب سے آگے ہونگے۔"

دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«فَتَفَرَّجُ لَنَا الْأُمَمُ عَنْ طَرِيقِنَا ، فَنَمْضِي غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوْءِ، فَتَقُوْلُ الْأُمَمُ: كَادَتْ هٰذِهِ الْأُمَّةُ أَنْ تَكُونَ أَنْبِيَاءَ كُلُّهَا» ③

"امتیں ہمارے راستے سے ہٹ جائیں گی ،لہذا ہم آگے بڑھ جائیں گے اور وضو کے نشانات کی وجہ سے ہمارے ہاتھ پاؤں اور چہرے چمک رہے ہونگے۔ چنانچہ امتیں کہیں گی: قریب تھا کہ اس امت کے تمام لوگ انبیاء ہوتے۔"

⑯ انبیاء علیہم السلام کے حق میں امتِ محمدیہ کی گواہی

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"قیامت کے دن ایک نبی آئے گا اور اس کے ساتھ صرف ایک آدمی ہوگا، دوسرا نبی آئے گا اور اس کے ساتھ صرف دو آدمی ہونگے اور ایک اور نبی آئے گا اور اس کے ساتھ صرف تین افراد ہونگے۔اسی طرح اور انبیاء آئیں گے اور ان کے ساتھ اس سے زیادہ افراد ہونگے یا کم۔ چنانچہ ہر نبی سے کہا جائے گا: کیا تم نے اپنی قوم تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا تھا؟

وہ جواب دے گا: جی ہاں۔ پھر اس کی قوم کو بلایا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا: کیا اس نے تمھیں

---

① صحیح مسلم : 249 ② سنن ابن ماجه : 4290 ـ وصححه الألباني

③ مسند أحمد: 4/ 330: 2546 وقال محققه : حسن لغيره

اللہ کا پیغام پہنچا دیا تھا؟ وہ کہیں گے: نہیں۔ تو نبی سے کہا جائے گا: تمھارا گواہ کون ہے؟
وہ کہے گا: محمد (ﷺ) اور ان کی امت۔ پھر امت محمد ﷺ کو بلایا جائے گا اور اس سے سوال کیا جائے گا کہ کیا اس نبی نے اپنی قوم کو اللہ کا پیغام پہنچا دیا تھا؟ وہ کہیں گے: جی ہاں
اللہ تعالی کہے گا: تمھیں اس بات کا کیسے پتہ چلا؟
وہ کہیں گے: ہمیں ہمارے نبی نے اس بات کی خبر دی تھی کہ ان سے پہلے تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی قوم تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا تھا۔ تو ہم نے آپ ﷺ کی تصدیق کی۔
پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾ ''ہم نے اسی طرح تمھیں عادل امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول (ﷺ) تم پر گواہ ہو جائیں۔''[1]

⑰ پل صراط کو سب سے پہلے ہمارے نبی ﷺ اور آپ کی امت کے لوگ عبور کریں گے

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: «وَيُضْرَبُ الصِّرَاطُ بَيْنَ ظَهْرَيْ جَهَنَّمَ فَأَكُونُ أَنَا وَأُمَّتِي أَوَّلَ مَنْ يُّجِيزُهَا»[2]
''اور جہنم کے اوپر پل صراط پھیلائی جائے گی۔ پھر میں اور میری امت کے لوگ سب سے پہلے اسے عبور کریں گے۔''

⑱ زیادہ تر اہل جنت امت محمدیہ میں سے ہونگے

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
«أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ ؟»
''کیا تمھیں یہ بات پسند نہیں ہے کہ تم اہل جنت کا چوتھا حصہ ہو گے؟''
حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نے (خوشی کے مارے) اللہ اکبر کہا۔
پھر آپ ﷺ نے فرمایا: «أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ ؟»
''کیا تمھیں یہ بات پسند نہیں ہے کہ تم اہل جنت کا تیسرا حصہ ہو گے؟''
حضرت عبد اللہ کہتے ہیں: ہم نے (خوشی کے مارے) پھر اللہ اکبر کہا۔

---

[1] سنن ابن ماجه: 4284۔ وصححه الألباني

[2] صحيح البخاري: 7437، صحيح مسلم: 182

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنِّیْ لَأَرْجُوْ أَنْ تَكُوْنُوْا شَطْرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ»

''میں اللہ تعالی سے امید کرتا ہوں کہ تم اہلِ جنت کا آدھا حصہ ہو گے۔''

میں تمہیں عنقریب اس کے بارے میں خبر دوں گا، مسلمان کافروں کے مقابلے میں ایسے ہونگے جیسے ایک سیاہ رنگ کے بیل پر ایک سفید رنگ کا بال ہو۔ یا (آپ نے فرمایا:) جیسے سفید رنگ کے بیل پر ایک سیاہ رنگ کا بال ہو۔''①

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«أَهْلُ الْجَنَّةِ عِشْرُوْنَ وَمِائَةُ صَفٍّ ، ثَمَانُوْنَ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ وَأَرْبَعُوْنَ مِنْ سَائِرِ الْأُمَمِ »②

''اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہونگی ، اسی (۸۰) صفیں صرف اِس امت سے اور چالیس دوسری تمام امتوں سے۔''

⑲ امت محمدیہ کے چار ارب نوے کروڑ افراد اور ان کے علاوہ مزید بے شمار لوگ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مجھ پر (سابقہ) امتیں پیش کی گئیں۔ چنانچہ میں نے ایک نبی کو دیکھا کہ اس کے ساتھ محض چند افراد (دس سے کم) ہیں۔ ایک نبی کے ساتھ صرف ایک دو آدمی ہیں۔ اور ایک نبی کے ساتھ کوئی بھی نہیں ہے۔ پھر اچانک مجھے ایک بہت بڑی جماعت دکھلائی گئی۔ میں نے گمان کیا کہ شاید یہی میری امت ہے۔ تو مجھے بتلایا گیا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم ہے۔

آپ ذرا اس افق کی جانب دیکھئے۔ میں نے دیکھا تو ایک سوادِ عظیم (لوگوں کا بہت بڑا گروہ) نظر آیا۔ پھر مجھے کہا گیا کہ اب آپ دوسرے افق کی جانب دیکھیں۔ میں نے دیکھا تو ایک اور سوادِ عظیم نظر آیا۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے اور ان میں ستر ہزار افراد ایسے ہیں جو بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل ہونگے۔''

پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور اپنے گھر میں چلے گئے۔ تو لوگ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) ان ستر ہزار افراد

① صحیح البخاری:6528، صحیح مسلم:221 ۔ واللفظ لمسلم

② سنن ابن ماجه : 4289 ۔ وصححه الألبانی

کے متعلق غور وخوض کرنے لگے جو بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل ہونگے ۔ چنانچہ ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ شاید وہ آپ ﷺ کے صحابہ ہونگے ۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ نہیں، ان سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی ولادت اسلام کی حالت میں ہوئی اور انھوں نے کبھی شرک نہیں کیا۔ کچھ لوگوں نے کچھ اور آراء بھی ظاہر کیں ۔ اچانک رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے ۔ آپ ﷺ نے پوچھا: تم کس چیز کے بارے میں غور کر رہے ہو؟ تو لوگوں نے آپ کو بتایا کہ وہ یہ سوچ رہے تھے کہ وہ ستر ہزار افراد کون ہونگے جو بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل ہوں گے؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

«هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَرْقُوْنَ ، وَلَا يَسْتَرْقُوْنَ ، وَلَا يَتَطَيَّرُوْنَ ، وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ»

’’یہ وہ لوگ ہونگے جو نہ (غیر شرعی) دم کرتے تھے اور نہ (غیر شرعی) دم کرواتے تھے ۔ اور نہ وہ بدشگونی لیتے تھے ۔ اور وہ صرف اپنے رب تعالی پر ہی توکل کرتے تھے ۔‘‘

یہ سن کر حضرت عکاشۃ بن محصن رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے بھی ان میں شامل کردے ۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم انہی میں سے ہو ۔ پھر ایک اور آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا: میرے لئے بھی دعا کریں کہ وہ مجھے بھی ان میں شامل کردے ۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ»

’’عکاشۃ رضی اللہ عنہ تم سے سبقت لے گئے ہیں ۔‘‘①

ایک روایت میں ہے جس کے راوی حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ہیں کہ آپ ﷺ نے ان ستر ہزار افراد کی صفات یوں بیان فرمائیں:

«هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَسْتَرْقُوْنَ، وَلَا يَتَطَيَّرُوْنَ، وَ لَا يَكْتَوُوْنَ ، وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ»

’’وہ دم نہیں کرواتے ، شگون نہیں لیتے ، آگ سے اپنا جسم نہیں داغتے اور صرف اپنے رب تعالی پر ہی توکل کرتے ہیں ۔‘‘②

جبکہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا:

① صحیح البخاری: 3410 و5705 و5752 ، صحیح مسلم :220 ② صحیح مسلم : 218

«وَعَدَنِي رَبِّيْ أَنْ يُدْخِلَ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِيْ سَبْعِيْنَ أَلْفًا لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ وَلَا عَذَابَ ، مَعَ كُلِّ أَلْفٍ سَبْعُوْنَ أَلْفًا ، وَثَلَاثُ حَثَيَاتٍ مِنْ حَثَيَاتِ رَبِّيْ»

''میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ میری امت سے ستر ہزار افراد کو جنت میں داخل کرے گا جن پر نہ حساب ہوگا اور نہ عذاب۔ ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار افراد اور ہونگے اور اس کے علاوہ تین چُلّو میرے رب کی چلووں میں سے۔''[1]

آخر میں اللہ تعالی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں بھی، ہمارے والدین، ہمارے بیوی بچے اور بہن بھائیوں کو بھی ان خوش نصیب لوگوں میں شامل فرمائے جنھیں وہ اپنے فضل وکرم کے ساتھ بغیر حساب کے جنت میں داخل کرے گا۔ آمین ....

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

[1] سنن ابن ماجه : 4286- وصححه الألباني

ایمان کی لذت اور اس کا مٹھاس

اہم عناصرِ خطبہ:

① ایمان کی لذت اور اس کے مٹھاس کو پانے کے تین اسباب

② اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ سے بے انتہا محبت

③ اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کی علامات اور اس کے ثمرات

④ محض اللہ کی رضا کیلئے محبت اور اس کے فضائل

⑤ ایمان پر ثابت قدمی کی اہمیت اور اس کے فضائل

پہلا خطبہ

محترم حضرات ! 'ایمان' انسان کی کامرانی وکامیابی کی بنیاد اور اساس ہے ۔ اور ایک سچے مومن کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے ایمان کی لذت اور اس کے مٹھاس کو محسوس کرے ۔

سوال یہ ہے کہ 'ایمان' کی لذت اور اس کے مٹھاس کو محسوس کرنا کیسے ممکن ہے؟ اور وہ کونسے اسباب ہیں کہ جنھیں اختیار کیا جائے تو ایک مومن کو اس کے ایمان کی لذت اور اس کا مٹھاس محسوس ہوتا ہے ؟ اسی سوال کا جواب آج ہم اپنے خطبۂ جمعہ میں دینے کی کوشش کریں گے ۔ ان شاء اللہ تعالی ۔

اور آگے بڑھنے سے پہلے ہم یہ واضح کرتے چلیں کہ ایمان کی لذت کو پانے سے مراد کیا ہے؟

ایمان کی لذت کو پانے سے مراد یہ ہے کہ

☆ ایک سچے مومن کو عبادات کے ذریعے انشراحِ صدر اور اطمینانِ قلب نصیب ہوتا ہے ۔

☆ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کو پسند کرتا اور نافرمانی کو ناپسند کرتا ہے ۔

☆ اس کے سامنے جب 'اللہ' کا ذکر کیا جائے تو اس کا دل دہل جاتا ہے اور اللہ کی آیات پڑھی جائیں تو اس کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے ۔

☆ وہ اعمالِ صالحہ سے محبت کرتا اور برائیوں اور گناہوں سے نفرت کرتا ہے ۔

☆ اور جب اس سے کوئی برا عمل سرزد ہوتا ہے تو وہ فوراً استغفار کرتا اور سچی توبہ کرتا ہے ۔ وہ اللہ کی طرف لوٹتا اور رجوع کرتا ہے ۔ پھر اس کے سامنے ندامت وشرمندگی اور عاجزی وانکساری کا اظہار کرتا ہے ۔

☆ اس کی زندگی میں اگر آزمائشیں اور مصیبتیں آئیں تو وہ اللہ کی تقدیر پر رضا مندی کا اظہار کرتا ہے۔ اس کی قوتِ برداشت بہت اعلی درجے کی ہوتی ہے۔

☆ وہ اللہ رب العزت کی رضا اور اس کے تقرب کو دنیا کے ساز وسامان پر فوقیت دیتا ہے۔

☆ وہ دنیا میں ایک اجنبی یا مسافر کی طرح رہتا ہے۔ اور وہ ہر وقت آخرت کو اپنے سامنے رکھتا اور اسی کیلئے عمل کرتا ہے۔

☆ اس کے اعمال میں اخلاص ہوتا ہے۔ اور وہ اپنے اعمال کو ریا کاری اور نمود ونمائش سے محفوظ رکھتا ہے۔

تو آیئے اب ایمان کی لذت اور اس کے مٹھاس کو پانے کے اسباب ذکر کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے ایمان کی لذت کو پانے اور اسے محسوس کرنے کے تین اسباب ذکر فرمائے ہیں۔ جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ »

"تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جو کسی شخص میں موجود ہوں تو وہ ان کے ذریعے ایمان کی لذت اور اس کے مٹھاس کو پالیتا ہے۔"

① « أَنْ يَكُونَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا »

"پہلی یہ ہے کہ اسے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سب سے زیادہ محبوب ہوں۔"

② « وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ »

"دوسری یہ ہے کہ اسے کسی شخص سے محبت ہو تو محض اللہ کی رضا کی خاطر ہو۔"

③ « وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ ، كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ »

"اور تیسری یہ ہے کہ اسے کفر کی طرف لوٹنا اسی طرح ناپسند ہو جیسا کہ جہنم میں ڈالا جانا اسے ناپسند ہے۔"[1]

پہلا سبب : اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے انتہاء درجے کی محبت کرنا

ایمان کی لذت اور اس کے مٹھاس کو حاصل کرنے کیلئے سب سے پہلا امر یہ ہے کہ مومن کو اللہ تعالی اور اس کے رسول جناب محمد ﷺ سے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبت ہو۔ یہ محبت مومن کیلئے انتہائی ضروری ہے۔ ورنہ اگر یہ نہ ہو اور دنیاوی ساز وسامان اور اہل وعیال اور مال ودولت مومن کو اللہ تعالی اور اس کے رسول جناب محمد ﷺ سے زیادہ محبوب ہوں تو اِس بات پر اللہ تعالی نے مومنوں کو عذاب کی دھمکی دی ہے۔

---

① صحیح البخاری:16 صحیح مسلم :43

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ اِنْ كَانَ آبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُنِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ﴾①

''(اے میرے حبیب ﷺ!) فرمادیجئے! اگر تمہارے آباء واجداد، اولاد واحفاد، برادران، بیویاں، قبیلہ وخاندان، کمایا ہوا مال ومنال، تجارتی کاروبار جس میں تمھیں نقصان کا اندیشہ ہے اور تمھارے پسندیدہ قصور ومحلات تمھیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہوں تو پھر حکمِ الٰہی (عذاب) کا انتظار کرو۔ اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

گویا ایمان کا میٹھا ذائقہ چکھنے اور اس کی لذت کو پانے کیلئے ضروری ہے کہ مومن کو سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے ہو۔

آیئے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ سے مومن کی محبت کے بارے میں کچھ گزارشات آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

اللہ رب العزت سے مومن کی محبت:

ایک سچا مومن اللہ تعالیٰ سے سخت محبت کرتا ہے۔ اور اس کی محبت کو باقی تمام چیزوں پر ترجیح دیتا ہے۔ جیسا کہ خود باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾②

''بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا کر ان سے بھی ویسی ہی محبت رکھتے ہیں جیسی اللہ تعالیٰ سے ہونی چاہئے۔ جبکہ ایمان والے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔''

یعنی مشرکین اللہ تعالیٰ کے شریک بناتے ہیں، پھر وہ ان سے ایسے ہی محبت کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ سے انھیں کرنی چاہئے۔ ان سے امیدیں وابستہ کرتے ہیں، ان کا خوف کھاتے ہیں، ان پر بھروسہ کرتے ہیں اور پھر ان کیلئے نذر ونیاز پیش کرتے ہیں.... جبکہ سچے مومن سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ سے کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ ہی سے تمام امیدیں وابستہ کرتے ہیں، اسی سے ڈرتے ہیں، اسی پر توکل کرتے ہیں اور اپنی ساری عبادات اسی کی رضا کیلئے خالص کرتے ہیں۔

① التوبة9: 24 ② البقرة2: 165

اسی طرح اللہ تعالی سچے مومنوں کی چند صفات ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ﴾ ①

"اے ایمان والو! اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھرتا ہے (تو پھر جائے ،) عنقریب اللہ ایسے لوگ لے آئے گا جن سے اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے۔ وہ مومنوں کے حق میں نرم اور کافروں کے حق میں سخت ہونگے۔ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوفزدہ نہیں ہونگے۔"

ان دونوں آیات مبارکہ سے ثابت ہوا کہ سچے مومن سب سے زیادہ محبت اللہ تعالی سے کرتے ہیں۔

مومن کی اللہ تعالی سے سب سے زیادہ محبت اس قدر ضروری ہے کہ رسول اکرم ﷺ باقاعدہ اللہ تعالی سے اس کا سوال کرتے تھے اور فرماتے تھے:

« اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ،وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ ،وَحُبَّ الْمَسَاكِيْنَ ،وَأَنْ تَغْفِرَ لِيْ وَتَرْحَمَنِيْ ، وَإِذَا أَرَدتَّ فِتْنَةً فِيْ قَوْمٍ فَتَوَفَّنِيْ غَيْرَ مَفْتُوْنٍ ،وَأَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَن يُّحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُ إِلٰى حُبِّكَ » ②

"اے اللہ! میں تجھ سے نیکیاں کرنے اور برائیوں کو چھوڑنے اور مسکینوں سے محبت کا سوال کرتا ہوں۔ اور یہ کہ تو مجھے معاف کردے اور مجھ پر رحم فرما۔ اور جب تو کسی قوم کو فتنہ میں مبتلا کرنے کا ارادہ کرے تو مجھے اُس میں مبتلا کئے بغیر میری روح کو قبض کر لینا۔ اور میں تجھ سے تیری محبت کا اور اُس شخص کی محبت کا سوال کرتا ہوں تو تجھ سے محبت کرتا ہو، اسی طرح اُس عمل کی محبت کا سوال کرتا ہوں جو تیری محبت کے قریب کردے۔"

اللہ تعالی سے سچی محبت کی علامات:

پہلی علامت: کثرت سے اللہ تعالی کا ذکر

جو مومن اللہ تعالی سے سچی محبت کرتا ہو وہ کثرت سے اس کا ذکر کرتا رہتا ہے اور اپنی زبان کو اس کے ذکر کے ساتھ تر رکھتا ہے۔

① المائدة5: 54 ② جامع الترمذي :3235 وصححه الألباني

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ☆ وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴾[1]

''اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کیا کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح بیان کیا کرو۔''

اور جو مومن مرد اور مومنہ عورتیں کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوں انھیں اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم کی خوشخبری دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقٰنِتِينَ وَالْقٰنِتَاتِ وَالصّٰدِقِينَ وَالصّٰدِقَاتِ وَالصّٰبِرِينَ وَالصّٰبِرَاتِ وَالْخٰشِعِينَ وَالْخٰشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحٰفِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحٰفِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴾[2]

''بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں، فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبرداری کرنے والی عورتیں، راست باز مرد اور راست باز عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں، صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں، روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں، بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، ان سب کیلئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔''

یاد رہے کہ اللہ کے ذکر سے مراد ہر وہ عمل ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو اور اس کا تقرب حاصل ہو، چاہے وہ دل کا عمل ہو یا بدن کا۔ چاہے وہ قول ہو یا فعل ہو۔ خواہ وہ اللہ تعالیٰ کی تعریف ہو یا علمِ نافع کا حصول ہو۔ چاہے وہ کلمۂ حق کہنا ہو یا وعظ ونصیحت کرنا ہو۔ چاہے وہ امر بالمعروف ہو یا نہی عن المنکر ہو۔ اِس جیسی باقی ساری عبادات اللہ تعالیٰ کے ذکر میں شامل ہیں۔

تاہم قرآن مجید کی تلاوت کرنا اور خصوصا ان سورتوں کو بار بار پڑھنا جن میں اللہ رب العزت کے اوصاف حمیدہ کا تذکرہ ہو یا اس کی قدرت کی نشانیاں ذکر کی گئی ہوں، اس کی اللہ تعالیٰ سے اظہارِ محبت میں خاص اہمیت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا۔ چنانچہ وہ جب

[1] الأحزاب 33: 41-42

[2] الأحزاب 33: 35

اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھاتا تو اپنی قراءت کا اختتام ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ کے ساتھ کرتا۔ پھر جب وہ لوگ واپس لوٹے تو انھوں نے نبی ﷺ کے سامنے اسی بات کا تذکرہ کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«سَلُوهُ لِأَيِّ شَيْءٍ يَصْنَعُ ذَلِكَ» ''اس سے پوچھو، وہ اِس طرح کیوں کرتا تھا؟''

انھوں نے پوچھا تو اس نے کہا: «لِأَنَّهَا صِفَةُ الرَّحْمٰنِ وَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَقْرَأَ بِهَا»

کیونکہ اس سورت میں رحمان کی صفات ہیں اور میں ان کی قراءت کرنا پسند کرتا ہوں۔ تو نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: «أَخْبِرُوهُ أَنَّ اللّٰهَ يُحِبُّهُ» ''اسے بتادو کہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت کرتا ہے۔''①

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس صحابی کو اللہ تعالیٰ سے انتہا درجے کی محبت تھی، جس کی بناء پر وہ اُس سورت کو بار بار پڑھتا تھا جس میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا بیان ہے۔

اسی طرح تسبیحات بھی اللہ تعالیٰ کو انتہائی محبوب ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ سے سچی محبت کرنے والوں کو ان تسبیحات کا ورد کثرت سے کرنا چاہیے۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«أَحَبُّ الْكَلَامِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى أَرْبَعٌ، لَا يَضُرُّكَ بِأَيِّهِنَّ بَدَأْتَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ»②

''چار کلمات اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ آپ پر کوئی حرج نہیں کہ آپ ان میں سے جس سے چاہیں ابتداء کریں۔ اور وہ ہیں: «سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ»

دوسری علامت: رسول اکرم ﷺ کی اتباع

اللہ تعالیٰ سے سچی محبت کی ایک بہت بڑی علامت ہے: رسول اکرم ﷺ کی اتباع اور پیروی کرنا۔ چنانچہ اس امت کے افضل ترین لوگ (یعنی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم) رسول اکرم ﷺ کی پوری اتباع کرتے تھے اور آپ ﷺ کے اوامر کو فوراً عملی جامہ پہناتے تھے۔ اِس کی وجہ یہی تھی کہ انھیں اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول ﷺ سے انتہا درجے کی محبت تھی۔

لہٰذا جو شخص اپنے بارے میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہو کہ اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے کتنی محبت ہے تو وہ یہ دیکھ لے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کی کتنی اتباع کرتا ہے! وہ آپ ﷺ کی جتنی اتباع کرتا ہوگا اتنا ہی وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھنے والا ہوگا۔ اسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کا معیار قرار دیا ہے۔

① صحيح البخاري: 7375، وصحيح مسلم: 813 ② صحيح مسلم: 2137
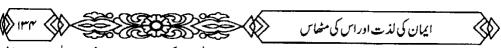
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴾①

”آپ کہہ دیجئے ! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو ، اس طرح اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھارے گناہ معاف فرما دے گا اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ، نہایت مہربان ہے۔“

تیسری علامت: ’اللہ تعالیٰ‘ کا ذکر سن کر دل کا دہل جانا اور اس کی آیات کو سن کر ایمان میں اضافہ ہونا

جی ہاں ! جو مومن اللہ تعالیٰ سے سچی محبت رکھتا ہو تو وہ اُس کا اسم گرامی (اللہ) سنتا ہے تو اس کا دل اس کے خوف کی وجہ سے دہل جاتا ہے ۔ اور جب وہ اس کی آیات مبارکہ کی تلاوت سنتا ہے تو اس کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے ۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّ عَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ☆ الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ☆ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌ ﴾②

”(سچے) مومن تو وہ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں ۔ اور جب انھیں اللہ کی آیات سنائی جائیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے ۔ اور وہ اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں ۔ جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ مال ودولت ہم نے انھیں دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں ۔ یہی سچے مومن ہیں ، ان کیلئے ان کے رب کے ہاں درجات ہیں ، بخشش ہے اور باعزت روزی ہے ۔“

لہذا ہمیں بھی اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ کیا ہمارے اندر مذکورہ صفات پائی جاتی ہیں ؟ کیا ہمارے دل بھی واقعتا اللہ کا ذکر سن کر دہل جاتے ہیں ؟ اور کیا ہمارا ایمان بھی قرآنی آیات کی تلاوت سن کر بڑھ جاتا ہے ؟ اگر ایسا ہے تو یقیناً ہمارے دلوں میں اللہ کی محبت موجود ہے ۔ اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر ہمیں سوچنا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ سے ہماری محبت کس پائے کی ہے !

چوتھی علامت: رات کو اٹھ کر بارگاہِ الٰہی میں حاضری دینا

جس مومن کو اللہ تعالیٰ سے سچی محبت ہو ، وہ اس سے اظہار محبت کیلئے رات کو اُس وقت اس کی بارگاہ میں سجود ہوتا ہے جب لوگ سوئے ہوئے ہوتے ہیں ۔

① آل عمران3: 31
② الأنفال8: 2-4

اللہ تعالیٰ نے عباد الرحمٰن کی صفات کے ضمن میں ان کی ایک صفت یوں ذکر فرمائی:

﴿ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴾[1]

''اور جو اپنے رب کے حضور سجدہ اور قیام میں رات گذارتے ہیں۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے متقی بندوں کی بعض صفات کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

﴿إِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنَّاتٍ وَّعُيُوْنٍ ☆ آخِذِيْنَ مَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ إِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ☆ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ☆ وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴾[2]

''بلا شبہ متقی (اس دن) باغات اور چشموں میں ہونگے۔ جو کچھ ان کا رب ان کو دے گا وہ لے لیں گے۔ وہ اس دن کے آنے سے پہلے نیکو کار تھے۔ وہ رات کو کم سویا کرتے تھے اور سحری کے وقت مغفرت مانگا کرتے تھے۔''

پانچویں علامت : اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اعمال کو سرانجام دینا

جس شخص کو اللہ تعالیٰ سے سچی محبت ہو، وہ ان اعمال کو سرانجام دینے کا خاص طور پر اہتمام کرتا ہے جو اسے محبوب ہوتے ہیں۔ اور ان اعمال سے بچنے کی کوشش کرتا ہے جو اسے ناپسند ہوتے ہیں۔

مثلا اللہ تعالیٰ کو سب سے محبوب عمل اس کے فرائض کو پورا کرنا ہے۔

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: « مَنْ عَادیٰ لِیْ وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُهُ عَلَيْهِ .... »[3]

''جو شخص میرے دوست سے دشمنی کرتا ہے میں اس کے خلاف اعلانِ جنگ کرتا ہوں۔ اور میرا بندہ سب سے زیادہ میرا تقرب اس چیز کے ساتھ حاصل کرسکتا ہے جسے میں نے اس پر فرض کیا ہے (یعنی فرائض کے ساتھ میرا تقرب حاصل کرنا ہی مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔)

اسی طرح رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«أَحَبُّ الْعَمَلِ إِلَى اللّٰهِ مَا دَاوَمَ عَلَيْهِ صَاحِبُهُ وَإِنْ قَلَّ»[4]

''اللہ تعالیٰ کو سب سے محبوب عمل وہ ہے جس پر عمل کرنے والا ہمیشگی کرے چاہے وہ کم کیوں نہ ہو۔''

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا:

---

[1] الفرقان 25: 64 [2] الذاریات 51: 15- 18

[3] صحیح البخاری: 6502 [4] صحیح البخاری: 6465، صحیح مسلم: 782 واللفظ له

«أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ؟»

یعنی کونسا عمل اللہ تعالی کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا: «اَلصَّلَاةُ عَلٰى وَقْتِهَا » یعنی ''بروقت نماز ادا کرنا''

میں نے پوچھا: پھر کونسا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: «ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ » یعنی'' والدین سے نیکی کرنا۔''

میں نے کہا: پھر کونسا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: «اَلْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ »

یعنی'' اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔''①

اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى سُرُوْرٌ تُدْخِلُهُ عَلٰى مُسْلِمٍ ، أَوْ تَكْشِفُ عَنْهُ كُرْبَةً ، أَوْ تَقْضِي عَنْهُ دَيْنًا ، أَوْ تَطْرُدُ عَنْهُ جُوْعًا»②

'' اللہ تعالی کو اعمال میں سے سب سے محبوب عمل مسلمان کو خوش کرنا، یا اس کی کسی پریشانی کو دور کرنا، یا اس کے قرضے کو اتارنا، یا اس کی بھوک کو ختم کرنا ہے۔''

خلاصہ یہ ہے کہ ایک بندۂ مومن کو اگر اللہ تعالی سے سچی محبت ہو تو وہ خاص طور پر ان اعمال کا اہتمام کرتا ہے جو اللہ تعالی کو انتہائی محبوب ہوتے ہیں۔ اور ان اعمال سے اجتناب کرتا ہے جو اسے ناپسند ہوتے ہیں۔ مثلا اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴾③ ''اور اللہ تعالی فساد کو پسند نہیں کرتا۔''

﴿وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ﴾④ ''اور اللہ تعالی فساد کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔''

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴾⑤ ''یقینا اللہ تعالی زیادتی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔''

﴿ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴾⑥ ''اور اللہ تعالی ظلم کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔''

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ﴾⑦

''یقینا اللہ تعالی اُس شخص سے محبت نہیں کرتا جو مغرور اور خود پسند ہو۔''

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا﴾⑧

---

① صحيح البخاري :5970، صحيح مسلم :85 ② صحيح الترغيب والترهيب : 955

③ البقرة2 :205 ④ المائدة5 :64 ⑤ البقرة2 :190

⑥ آل عمران3 :140 ⑦ النساء4 :36 ⑧ النساء4 :107

''اللہ تعالی خیانت کرنے والے مجرموں کو پسند نہیں کرتا۔''

چنانچہ اللہ تعالی سے سچی محبت رکھنے والا مومن نہ فساد پھیلاتا ہے اور نہ ہی ظلم وزیادتی کرتا ہے۔ نہ وہ تکبر اور فخر وغرور کرتا ہے اور نہ ہی خیانت کرتا ہے۔ وہ ان کاموں کو اس لئے پسند نہیں کرتا کہ اللہ تعالی کے ہاں بھی یہ تمام اعمال ناپسندیدہ ہیں۔

اللہ تعالی سے سچی محبت کے ثمرات:

اللہ تعالی سے سچی محبت کے ثمرات میں سے بہت بڑا ثمرہ یہ ہے کہ اگر مومن اللہ تعالی سے سچی محبت کرے تو اللہ تعالی بھی اس سے محبت کرلیتا ہے اور اسے اپنا محبوب بنالیتا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ ①

''بے شک اللہ تعالی احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴾ ②

''یقیناً اللہ تعالی بار بار توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

﴿وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ ③ ''اور اللہ تعالی صبر کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔''

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴾ ④ ''یقیناً اللہ تعالی پرہیزگاروں سے محبت کرتا ہے۔''

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ﴾ ⑤

''بے شک اللہ تعالی ان لوگوں سے محبت رکھتا ہے جو اس کے راستے میں یوں صف بستہ ہوکر لڑتے ہیں کہ جیسے وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔''

اور جب اللہ تعالی کسی مومن کو اپنا محبوب بنالیتا ہے تو اس کے تمام اعضاء کو اپنی اطاعت وفرمانبرداری کیلئے مسخر کردیتا ہے اور اس کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

« وَمَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهُ ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ، وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهٖ ، وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا ، وَرِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِيْ لَأُعْطِيَنَّهُ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِيْ لَأُعِيْذَنَّهُ» ⑥

''اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرلیتا ہوں۔

① البقرة2: 195 ② البقرة2: 222 ③ آل عمران 3: 146
④ التوبة9: 7 ⑤ الصف61: 4 ⑥ صحيح البخاري: 6502

پھر جب میں اس سے محبت کر لیتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس کے ذریعے وہ سنتا ہے۔ اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس کے ذریعے وہ دیکھتا ہے۔ اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس کے ذریعے وہ پکڑتا ہے۔ اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس کے ذریعے وہ چلتا ہے۔ (یعنی اس کے ان تمام اعضاء کو اپنی اطاعت میں لگا دیتا ہوں) اور اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اسے ضرور بالضرور عطا کرتا ہوں ۔ اور اگر وہ میری پناہ طلب کرتا ہے تو میں یقیناً اسے پناہ دیتا ہوں ۔''

اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی مومن سے محبت کر لیتا ہے تو جبریل امین علیہ السلام سمیت تمام اہل آسمان اس سے محبت کر لیتے ہیں ۔ پھر وہ اہل زمین کا بھی محبوب بن جاتا ہے ۔ ①

رسول اکرم ﷺ سے مومن کی محبت :

ایمان کی لذت اور اس کا مٹھاس پانے کیلئے اللہ تعالیٰ سے محبت کے بعد اس کے رسول ﷺ سے بھی دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر محبت کرنا ضروری ہے، حتی کہ اپنے والدین اور اہل وعیال سے بھی زیادہ ۔

جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَّلَدِهٖ وَوَالِدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ »

'' تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ وہ اپنی اولاد ، اپنے والد اور دیگر تمام لوگوں سے زیادہ مجھ سے محبت کرے ۔''②

بلکہ رسول اللہ ﷺ سے اپنی جان سے بھی زیادہ محبت کرنا ضروری ہے ۔

جیسا کہ عبد اللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے ، آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا ۔ اسی دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

« يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا مِنْ نَّفْسِيْ »

'' اے اللہ کے رسول! آپ مجھے (دنیا کی) ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں، ہاں البتہ میری جان سے زیادہ محبوب نہیں ۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: « لَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ، حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ »

'' نہیں ، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ! یہاں تک کہ میں تمہیں تمہاری جان سے بھی زیادہ محبوب ہو جاؤں ۔''

① صحیح مسلم : 2637
② صحیح البخاری : 15 ، صحیح مسلم :44

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: « فَإِنَّهُ الْآنَ وَاللّٰه ، لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِيْ»
''اب اللہ کی قسم! آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔''
تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « اَلْآنَ يَا عُمَرُ» ''اے عمر! اب ٹھیک ہے۔''[1]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کی علامات:

① تمام اقوال وافعال میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور پیروی کرنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو احکامات دیئے ان کی فرمانبرداری کرنا اور جن چیزوں سے منع کیا ان سے پرہیز کرنا۔
② نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو اپنی تمام نفسانی خواہشات پر فوقیت دینا۔
③ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود شریف بھیجنا۔
④ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب اعمال سے محبت کرنا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناپسندیدہ اعمال سے نفرت کرنا اور ان سے اپنے دامن کو بچانا۔
⑤ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اور تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے دلی محبت کرنا۔
⑥ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کی تعظیم کرنا، انھیں پڑھنا، ذہن نشین کرنا اور انھیں لوگوں تک پہنچانا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کا ایک نمونہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے میری جان سے اور اسی طرح میری اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ اور میں جب گھر میں ہوتا ہوں تو آپ کو یاد کرتا ہوں، پھر میں صبر نہیں کرسکتا یہاں تک کہ آپ کے پاس آؤں اور آپ کو دیکھ لوں۔ اور میں جب اپنی موت اور آپ کی موت کو یاد کرتا ہوں تو مجھے یقین ہو جاتا ہے کہ آپ جب جنت میں داخل ہوجائیں گے تو آپ کو انبیاء (علیہم السلام) کے ساتھ (اعلی درجات میں) بھیج دیا جائے گا۔ اور اگر میں جنت میں داخل ہوا تو مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ میں وہاں آپ کو نہیں دیکھ سکوں گا!
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ حضرت جبریل (علیہ السلام) یہ آیت لے کر نازل ہوئے:
﴿وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَأُولٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَحَسُنَ أُولٰئِكَ رَفِيْقًا﴾[2]

---
① صحيح البخاري :6632
② النساء4: 69

’’اور جو لوگ اللہ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کریں گے وہ (جنت میں) ان کے ساتھ ہونگے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے۔ یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ اور یہ لوگ بڑے اچھے ساتھی ہونگے۔‘‘[1]

اس حدیث میں جہاں آپ ﷺ سے سچی محبت کا ایک نمونہ ذکر کیا گیا ہے وہاں یہ حدیث اس بات کی بھی دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور آپ ﷺ کی سنت کی اتباع ہی دراصل آپ ﷺ کے ساتھ سچی محبت کی علامت ہے۔

عزیزان گرامی!

اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ سے بے انتہاء محبت مومن کو جنت میں لے جائے گی۔ جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نماز کی اقامت ہو چکی تھی کہ اچانک ایک اعرابی نے رسول اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ «مَتَى السَّاعَة ؟» ’’قیامت کب آئے گی؟‘‘

تو آپ ﷺ نے نماز کے بعد پوچھا: «أَيْنَ السَّائِلُ عَنِ السَّاعَة ؟»

’’قیامت کے بارے میں سوال کرنے والا شخص کہاں ہے؟‘‘

تو اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں حاضر ہوں۔

تو آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: « وَمَا أَعْدَدتَّ لَهَا فَهِيَ قَائِمَةٌ »

’’تم یہ بتاؤ کہ تم نے قیامت کیلئے تیاری کیا کر رکھی ہے؟ وہ تو قائم ہو کر ہی رہے گی۔‘‘

تو اس نے کہا: «مَا أَعْدَدتُّ لَهَا مِنْ كَبِيْرِ عَمَلٍ غَيْرَ أَنِّيْ أُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ»

’’میں نے قیامت کیلئے کوئی بڑا عمل تو نہیں کیا، بس اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے (سچی) محبت کرتا ہوں۔‘‘

تو آپ ﷺ نے فرمایا: «فَأَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ» ’’اگر یہ بات ہے تو پھر تم یقین کر لو کہ تم (قیامت کے دن) اُسی کے ساتھ ہو گے جس سے تم نے محبت کی۔‘‘

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

« فَمَا فَرِحَ الْمُسْلِمُوْنَ بِشَيْءٍ بَعْدَ الْإِسْلَامِ أَشَدَّ مِمَّا فَرِحُوْا بِهٖ»

’’مسلمانوں کو اسلام قبول کرنے کے بعد جتنی خوشی نبی کریم ﷺ کی یہ بات سن کر ہوئی اتنی کبھی نہیں ہوئی۔‘‘[2]

---

[1] رواه الطبراني في الصغير والأوسط ، وصححه الألباني في الصحيحة :2933

[2] مسند احمد :13411۔ وقال الأرناؤط : إسناده صحيح على شرط مسلم

لہذا ہمیں بھی سب سے زیادہ محبت اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے کرنی چاہئے ۔ اللہ تعالی ہمیں اس کی توفیق دے ۔

دوسرا سبب : خالصتا اللہ کی رضا کیلئے کسی مسلمان سے محبت کرنا

کسی دنیاوی مفاد کو مدنظر رکھے بغیر ایک صالح مومن سے صرف اللہ کی رضا کی خاطر محبت کرنا اُن تین خصال میں سے ہے جن کے ساتھ ایمان کی لذت اور اس کا میٹھا ذائقہ محسوس ہوتا ہے ۔

اسی لئے رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ أَحَبَّ أَن يَّجِدَ طَعْمَ الْإِيْمَانِ فَلْيُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ» ①

"جو شخص ایمان کا ذائقہ پانا چاہتا ہو تو وہ کسی (صالح) آدمی سے صرف اللہ کی رضا کی خاطر محبت کرے ۔"

اور جو لوگ اللہ کی رضا کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں ان کیلئے اللہ تعالی کی محبت واجب ہو جاتی ہے ۔ جیسا کہ ابو ادریس الخولانی بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں آپ سے اللہ کی رضا کیلئے محبت کرتا ہوں ۔ انھوں نے کہا: واقعتا اللہ کی رضا کیلئے ؟ میں نے کہا: جی ہاں محض اللہ کی رضا کیلئے ۔ تو انھوں نے کہا: آپ کو خوشخبری ہو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا کہ آپ نے فرمایا:

«قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَجَبَتْ مَحَبَّتِيْ لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ، وَالْمُتَجَالِسِيْنَ فِيَّ، وَالْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ، وَالْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيَّ» ②

"اللہ تبارک وتعالی فرماتا ہے : میری محبت ان لوگوں کیلئے واجب ہو جاتی ہے جو میری رضا کیلئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ، ایک دوسرے سے مل بیٹھتے ، ایک دوسرے کی زیارت کرتے اور ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں ۔"

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ایک شخص اپنے بھائی سے ملنے کیلئے اس کی بستی کی طرف روانہ ہوا تو اللہ تعالی نے اس کے راستے میں ایک فرشتہ مقرر کر دیا ۔ چنانچہ وہ جب وہاں سے گذرا تو فرشتے نے کہا: تم کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا: اِس بستی میں میرا ایک بھائی ہے جس سے ملنے جا رہا ہوں ۔

فرشتے نے کہا: « هَلْ لَّكَ عَلَيْهِ مِنْ نِّعْمَةٍ تَرُبُّهَا ؟ »

یعنی کیا وہ تمھارا احسانمند ہے جس کی بناء پر تم اس سے ملنے جا رہے ہو؟

---

① صحیح الجامع : 5958 ② صحیح الترغیب والترھیب :3018

اس نے کہا: نہیں، میں تو صرف اس لئے جا رہا ہوں کہ مجھے اس سے اللہ کی رضا کیلئے محبت ہے۔
فرشتے نے کہا: «فَإِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكَ بِأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَبَّكَ كَمَا أَحْبَبْتَهُ فِيهِ»
یعنی ''مجھے اللہ تعالی نے تمھاری طرف یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ جس طرح تو نے اس سے محض اللہ کی رضا کیلئے محبت کی ہے اسی طرح اللہ تعالی نے بھی تجھ سے محبت کر لی ہے۔''①
اور محض اللہ کی رضا کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرنا اللہ تعالی کو اتنا محبوب عمل ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالی ایسے لوگوں کو اپنے عرش کا سایہ نصیب کرے گا۔
نبی ﷺ نے ایسے لوگوں کو ان الفاظ کے ساتھ ذکر فرمایا:
«وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ»②
''وہ دو آدمی جنھوں نے آپس میں ایک دوسرے سے اللہ کی رضا کیلئے محبت کی، اسی پر اکٹھے ہوئے اور اسی پر جدا جدا ہوئے، (انھیں بھی اللہ تعالی اپنے عرش کا سایہ نصیب کرے گا۔)''
اسی طرح آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ اللّٰهَ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: أَيْنَ الْمُتَحَابُّونَ بِجَلَالِي الْيَوْمَ؟ أُظِلُّهُمْ فِي ظِلِّي يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلِّي»③
''بے شک اللہ تعالی قیامت کے دن ارشاد فرمائے گا: آج میری خاطر محبت کرنے والے کہاں ہیں! میں انھیں اپنے سائے میں جگہ دیتا ہوں جبکہ آج میرے سائے کے علاوہ اور کوئی سایہ نہیں ہے۔''
یاد رہے کہ جب کسی شخص کو کسی سے اللہ کی رضا کی خاطر محبت ہو تو اسے آگاہ کر دینا چاہئے کہ وہ اس سے اللہ کی رضا کیلئے محبت کرتا ہے۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس سے گذرا، اُس وقت آپ کے پاس ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے اِس آدمی سے اللہ کیلئے محبت ہے۔
تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (أَعْلَمْتَهُ؟) ''کیا تم نے اسے اِس بات کی خبر کر دی ہے؟
اس نے کہا: نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:
(أَعْلِمْهُ) ''اسے بتا دو۔'' چنانچہ وہ اس کے پیچھے گیا اور اسے کہا:
«إِنِّي أُحِبُّكَ فِي اللّٰهِ» ''میں تجھ سے صرف اللہ کیلئے محبت کرتا ہوں۔''

---

① صحیح مسلم: 2567
② صحیح البخاری: 660، صحیح مسلم: 1031
③ صحیح مسلم: 2566

تو اس نے کہا:« أَحَبَّكَ الَّذِيْ أَحْبَبْتَنِيْ لَهُ»

"تجھ سے وہ محبت کرے جس کیلئے تم نے مجھ سے محبت کی ہے۔"[1]

عزیزان گرامی ! بڑے دکھ اور نہایت افسوس کی بات ہے کہ آج کل بہت سارے لوگ ایک دوسرے سے صرف دنیاوی مفادات کی خاطر محبت کرتے اور دوستانہ تعلقات قائم کرتے ہیں۔ چنانچہ جیسے ہی دنیاوی مفاد حاصل ہوتا ہے تو ان کا یارانہ ٹوٹ جاتا ہے اور محبت ختم ہو جاتی ہے۔ پھر وہ ایسے ہو جاتے ہیں جیسے ایک دوسرے کو جانتے بھی نہ تھے۔

اور اِس سے بھی بڑھ کر افسوسناک بات یہ ہے کہ بہت سارے لوگ برے لوگوں کو اپنا دوست بناتے اور ان سے محبت رکھتے ہیں۔ حالانکہ برے لوگوں کو دوست بنانا اور ان سے قلبی تعلق قائم کرنا درست نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : ﴿ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَ لَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ وَ كَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴾[2]

"اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ منسلک رکھیئے جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔ اور اپنی آنکھیں ان سے مت ہٹائیں کہ دنیوی زندگی کی زینت چاہنے لگیں۔ اور اس شخص کی اطاعت نہ کریں جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اس کا معاملہ حد سے بڑھا ہوا ہے۔"

اِس آیت مبارکہ سے ثابت ہوا کہ صرف انہی لوگوں سے محبت رکھنی چاہئے اور ایسے لوگوں کو اپنا دوست بنانا چاہئے کہ جو اللہ رب العزت کے فرمانبردار ہوں اور صبح وشام اس کو پکارتے ہوں۔ اور ایسے لوگوں کے پیچھے نہیں لگنا چاہئے کہ جن کے دل اللہ کے ذکر سے غافل ہوں اور وہ خواہش پرست ہوں۔

اور رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

« لَا تُصَاحِبْ إِلَّا مُؤْمِنًا ، وَلَا يَأْكُلْ طَعَامَكَ إِلَّا تَقِيٌّ»[3]

"تم صرف (سچے) مومن کو ہی اپنا ساتھی بنانا۔ اور تمھارا کھانا صرف پرہیزگار ہی کھائے۔"

اسی طرح آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] سنن أبی داؤد : 5125۔ وحسنه الألبانی　[2] الکھف 18: 28

[3] سنن أبی داؤد :4832، جامع الترمذی : 2395۔ وحسنه الألبانی

«اَلرَّجُلُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ ، فَلْیَنْظُرْ أَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلُ»[1]

''آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ لہٰذا تم میں ہر شخص کو بغور جائزہ لے لینا چاہئے کہ وہ کس کو دوست بناتا ہے۔''

قیامت کے روز صرف پرہیزگار لوگوں کی دوستی ہی برقرار رہے گی۔ ان کے علاوہ باقی سب ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍ م بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ ﴾[2]

''اُس دن پرہیزگاروں کے علاوہ سب دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے۔''

اور ایسے ہی لوگ برے لوگوں کو اپنا دوست بنانے پر قیامت کے دن انتہائی حسرت وندامت کا اظہار کریں گے۔ اور کہیں گے: کاش! ہم نے ان لوگوں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَیَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْہِ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا ☆ یٰوَیْلَتٰی لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا ☆ لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّکْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِیْ ﴾[3]

''اور اُس دن ظالم اپنے ہاتھ کاٹے گا اور کہے گا: کاش! میں نے رسول ﷺ کے ساتھ ہی اپنی روش اختیار کی ہوتی۔ ہائے افسوس! کاش میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اس نے میرے پاس نصیحت آجانے کے بعد مجھے ورغلایا۔''

لہٰذا قیامت کے دن کی حسرت وندامت سے بچنے کیلئے ضروری ہے کہ ہم اپنے تعلقات کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ کس کے ساتھ ہماری محبت اللہ کی رضا کیلئے ہے۔ اور کس کے ساتھ دنیاوی مفاد کیلئے ہے! اور دوستوں میں سے کون صالح اور پرہیزگار ہے کہ جس کے ساتھ خالصتاً اللہ کی رضا کیلئے محبت رکھنی ہے اور کون برا ہے کہ جس سے دلی پیار ومحبت رکھنے سے بچنا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ایک دوسرے سے اپنی رضا کیلئے محبت کرنے کی توفیق دے۔ اور ہمیں ایمان کی لذت اور اس کا میٹھا ذائقہ نصیب کرے۔

---

[1] سنن أبی داؤد: 4833، جامع الترمذی: 2378- وحسنہ الألبانی

[2] الزخرف 43: 67 [3] الفرقان 25: 27-29

دوسرا خطبہ

محترم حضرات! پہلے خطبے میں ہم نے ایمان کی لذت اور اس کی مٹھاس کو پانے کے تین اسباب میں سے دو تفصیل کے ساتھ بیان کئے۔ آیئے اب تیسرا سبب بھی قدرے تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

تیسرا سبب : ایمان پر ثابت قدمی

اللہ کے رسول ﷺ نے تیسرا سبب یوں بیان فرمایا:

« وَأَنْ يَّكْرَهَ أَنْ يَّعُوْدَ فِيْ الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ ، كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُّلْقٰى فِيْ النَّارِ »

''اور اسے کفر کی طرف لوٹنا اسی طرح ناپسند ہو جیسا کہ جہنم میں ڈالا جانا اسے ناپسند ہے۔''

یعنی وہ ایمان پر ثابت قدم رہے اور ایمان کو چھوڑ کر کفر کی طرف واپس پلٹنا اسے شدید ناپسند ہو۔ کفر سے نفرت اور ناپسندیدگی اتنی ہو جتنی اسے جہنم سے ہے۔

اللہ تعالی اپنے پیارے نبی جناب محمد ﷺ کو حکم دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

﴿فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَن تَابَ مَعَكَ وَلاَ تَطْغَوْا إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾ ①

''پس آپ راہِ حق پر قائم رہیے جیسا کہ حکم دیا گیا ہے۔ اور وہ لوگ بھی جنھوں نے آپ کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کیا ہے۔ اور تم لوگ سرکشی نہ کرو۔ بے شک وہ (اللہ) تمھارے اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے۔''

اور سفیان بن عبد اللہ الثقفی بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے اسلام کے بارے میں کوئی ایسی بات بتائیں کہ آپ کے بعد مجھے کسی اور سے اس کے بارے میں سوال نہ کرنا پڑے۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (قُلْ آمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ) ②

''تم کہو: میں اللہ پر ایمان لایا، اس کے بعد (اُس ایمان پر) ڈٹ جاؤ۔''

اور اللہ تعالی دین پر استقامت اختیار کرنے والے مومنوں کو خوشخبری سناتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلاَّ تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنتُمْ تُوعَدُونَ ☆ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِيْ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِيْ الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيْ أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ☆ نُزُلاً مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ﴾ ③

''بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ تعالی ہے، پھر اس (عقیدۂ توحید اور عمل صالح) پر جمے رہے ان پر فرشتے (دنیا میں یا موت کے وقت یا قبر میں) اترتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم (آنے والے مراحل سے) نہ

① هود 11: 112 ② صحيح مسلم: 38 ③ فصلت 41: 30-32

ڈرو اور نہ ہی (اہل وعیال کو چھوڑنے کا) غم کرو۔ اور تم اُس جنت کی خوشخبری سن لو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہم دنیا کی زندگی میں تمھارے دوست اور مددگار رہے اور آخرت میں بھی رہیں گے۔ اور وہاں تمھیں ہر وہ چیز ملے گی جس کی تمھارا نفس خواہش کرے گا اور وہ چیز جس کی تم تمنا کرو گے۔ یہ اُس کی طرف سے تمھاری میزبانی ہوگی جو نہایت معاف کرنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔''

اور جہاں تک ایمان کو چھوڑ کر کفر کی طرف پلٹنے کا تعلق ہے تو یہ انتہائی خطرناک ہے۔ کیونکہ کفر کی طرف پلٹنے سے انسان کے وہ تمام اعمال برباد ہوجاتے ہیں جو اُس نے حالتِ اسلام میں انجام دیئے ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ مَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَ هُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ [1]

''اور تم میں سے جو لوگ اپنے دین سے پلٹ جائیں اور کفر کی حالت میں مر جائیں تو ان کے اعمال دنیا میں بھی غارت ہوگئے اور آخرت میں بھی۔ اور یہی لوگ جہنمی ہوں گے، جو اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔''

اسی طرح ارشاد فرمایا:

﴿ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ [2]

''اور جو شخص ایمان سے کفر کرلے تو اس کے اعمال غارت ہوگئے۔ اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔''

لہٰذا ایک سچے مومن کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے دین پر ثابت قدم رہنے کی دعا کرنی چاہیے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اِس دعا کی تعلیم دی ہے:

﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ [3]

''اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کو ہدایت دینے کے بعد کج روی میں مبتلا نہ کرنا۔ اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما۔ بے شک تو ہی بڑا عطا کرنے والا ہے۔''

اسی طرح یہ دعا بھی بار بار کرنی چاہیے:

« يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ »

''اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھنا۔''

(1) البقرۃ 2: 217 (2) المائدۃ 5: 5 (3) آل عمران 3: 8

کیونکہ رسول اکرم ﷺ بھی یہ دعا اکثر و بیشتر پڑھتے تھے جیسا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ ﷺ جب میرے پاس ہوتے تو یہ دعا بکثرت پڑھتے ۔ میں نے ایک مرتبہ آپ سے پوچھ ہی لیا کہ اے اللہ کے رسول ! آپ یہ دعا بہت پڑھتے ہیں، کیا وجہ ہے؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« يَا أُمَّ سَلَمَةَ ، إِنَّهُ لَيْسَ آدَمِيٌّ إِلَّا وَقَلْبُهُ بَيْنَ أُصْبُعَيْهِ مِنْ أَصَابِعِ اللّٰهِ ، فَمَنْ شَاءَ أَقَامَ وَمَنْ شَاءَ أَزَاغَ »[1]

”اے ام سلمہ! ہر آدمی کا دل اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے، پس وہ جس کو چاہے سیدھا رکھے اور جس کو چاہے کج روی میں مبتلا کر دے ۔“

آخر میں ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں دین پر استقامت اور ثابت قدمی نصیب فرمائے ۔ اور ہمارے دلوں میں ایمان کو اور زیادہ مضبوط کرے ۔ اور ہمیں ایمان کی لذت کو حاصل کرنے کے تمام اسباب اختیار کرنے کی توفیق دے ۔ آمین

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

---

[1] جامع الترمذي :3522 ۔ وصححه الألباني

تکبر اور اس کی تباہ کاریاں

اہم عناصرِ خطبہ:

① بڑائی صرف اللہ تعالی کیلئے ② سابقہ اقوام اور تکبر
③ تکبر کی انواع واقسام ④ تکبر کے اسباب
⑤ حدیث نبوی میں تکبر کی وضاحت ⑥ تکبر کی مختلف صورتیں
⑦ تکبر کے خطرناک نتائج ⑧ تواضع ، عاجزی اور انکساری کی اہمیت وفضیلت

پہلا خطبہ

محترم حضرات ! آج ہمارا موضوع ہے: 'تکبر اور اس کی تباہ کاریاں'

لفظ تکبر 'کبر' سے ہے اور اس کا معنی ہے: بڑائی ، جو کہ صرف اللہ تعالی کیلئے ہے ۔ اسی لئے اللہ تعالی کے اسمائے حسنی میں سے ایک اسم گرامی ہے: **المتکبر** اور اس کا معنی ہے: بڑائی والا

اسی طرح اللہ تعالی کے اسمائے حسنی میں سے ایک اسم گرامی ہے: **الکبیر** اور اس کا معنی ہے: سب سے بڑا

اسی طرح اللہ تعالی کے اسمائے حسنی میں سے ایک اسم گرامی ہے: **المتعال** اور اس کا معنی ہے: بلند وبالا اور عالی شان والا

دیگر اسمائے حسنی کی طرح ان اسمائے مبارکہ میں بھی اللہ تعالی کا کوئی شریک نہیں ۔ وہ اکیلا ہی ان کا مستحق ہے اور ہر قسم کی بڑائی وکبریائی اسی کیلئے خاص ہے ۔

اللہ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾[1]

''اور آسمانوں اور زمین میں کبریائی (بڑائی) اسی کیلئے ہے ۔ اور وہ زبردست اور بہت ہی حکمت والا ہے ۔''

اور رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: «يَقُولُ اللّٰهُ تَعَالَى : اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي وَالْعَظَمَةُ إِزَارِي، فَمَنْ نَازَعَنِي وَاحِدًا مِنْهُمَا قَذَفْتُهُ فِي النَّارِ»

'' اللہ تعالی فرماتا ہے : کبریائی (بڑائی) میری چادر ہے اور عظمت میرا ازار بند ہے ۔ لہذا جو شخص ان دونوں میں سے کسی ایک کو مجھ سے کھینچنے کی کوشش کرے گا ، تو میں اسے اٹھا کر آگ میں پھینک دوں گا ۔''

---

① الجاثیة 45: 37

وفي رواية :« أَلْقَيْتُهُ فِي جَهَنَّمَ »

دوسری روایت میں فرمایا: ''میں اسے جہنم میں پھینک دوں گا۔''①

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ 'بڑائی' صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔ اور اس کا خاص لباس ہے۔ اور جو شخص بھی اسے اللہ تعالیٰ سے چھین کر خود پہننے کی کوشش کرے گا یعنی بڑا بننے کی کوشش کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی آگ میں پھینک دے گا۔ والعیاذ باللہ

سامعین کرام! تکبر بدبختی کی چابی ہے۔ یعنی بدبختی کی ابتداء تکبر سے ہوتی ہے۔ اور اس کی سب سے بڑی دلیل ابلیس کی بدبختی کی ابتداء ہے، جس نے اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے سے انکار کیا اور بڑائی کے زعم میں مبتلا ہو کر آدم علیہ السلام سے اپنے آپ کو بہتر گردانے لگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی رحمت سے ہمیشہ کیلئے دھتکار دیا اور اسے قیامت تک کیلئے ملعون قرار دے دیا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ﴾②

''اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے جس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں شامل ہو گیا۔''

پھر جب اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ ﴿مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ﴾

''جب میں نے تمہیں حکم دیا تو تمہیں سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا؟''

تو اس نے کہا: ﴿اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ﴾③

''میں اس سے (آدم سے) بہتر ہوں، کیونکہ تو نے مجھے آگ سے اور اسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔''

تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ﴾④

''نیچے اتر یہاں سے، تیرا حق نہ تھا کہ تو اس میں تکبر کرتا، لہذا نکل جا، تو ذلیل لوگوں میں سے ہے۔''

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ☆ وَّ اِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ﴾⑤

---

① سنن أبي داؤد :4090، سنن ابن ماجه :4174۔ وصححه الألباني ② البقرة2: 34

③ الأعراف7: 12 ④ الأعراف7: 13 ⑤ الحجر15: 34-35

"اللہ تعالی نے کہا: تو نکل جا اس سے، کیونکہ تو مردود ہے۔ اور یوم جزا تک تجھ پر لعنت ہے۔"
اس سے معلوم ہوا کہ بدبختی کی ابتداء تکبر سے ہوتی ہے۔ اور یہ بھی کہ تکبر کے نتیجے میں تکبر کرنے والے شخص پر اللہ تعالی کی پھٹکار پڑتی ہے اور وہ اللہ تعالی کی رحمت سے محروم ہو جاتا ہے۔

تکبر اور سابقہ اقوام

جب ہم پچھلی امتوں کے حالات وواقعات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے وہ لوگ جو تکبر کرتے تھے، وہ اپنی طرف بھیجے گئے انبیاء ورسل علیہم السلام کی دعوت کو سب سے پہلے ٹھکراتے تھے اور اپنے اندر کمزور لوگوں کو بھی ان کی دعوت کو قبول کرنے سے منع کرتے تھے۔

☆ چنانچہ جب حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو دعوتِ توحید پیش کی اور فرمایا:

﴿اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ﴾[1]

"تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ میں تمھارے اوپر المناک دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔"
تو قوم کے سرداروں، وڈیروں اور چوہدریوں کا جواب کیا تھا؟

فرمایا: ﴿فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍۢ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ﴾[2]

"تو ان کی قوم کے کافر سرداروں نے جواب دیا: ہم تو تجھے اپنے ہی جیسا آدمی خیال کرتے ہیں اور جو تیرے پیروکار ہیں وہ بادی النظر میں ہمیں ذلیل معلوم ہوتے ہیں۔ اور ہم نہیں سمجھتے کہ تم لوگوں کو ہم پر کوئی فضیلت حاصل ہے۔ بلکہ ہم تو تمھیں جھوٹا سمجھتے ہیں۔"

☆ اور قوم عاد کے بارے میں اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً﴾

"رہی قوم عاد تو انھوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور کہنے لگے: ہم سے بڑھ کر طاقتور کون ہے؟"
اللہ تعالی نے ان کی اس بات کا جواب یوں دیا:

﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۭ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ﴾[3]

"کیا انھوں نے یہ نہ دیکھا کہ جس نے انھیں پیدا کیا ہے وہ ان سے یقیناً زیادہ طاقتور ہے۔ اور وہ ہماری

---

[1] هود 11: 26 [2] هود 11: 27 [3] حم السجدة 41: 15

آیات کا انکار کرتے رہے۔‘‘

☆ اور قوم ثمود کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴾ ①

’’ان (صالح علیہ السلام) کی قوم کے متکبر سرداروں نے ان کمزور لوگوں کو جو ان میں سے ایمان لا چکے تھے، ان سے کہا: کیا تمھیں یقینی علم ہے کہ صالح اپنے رب کی طرف سے رسول ہے؟ تو انھوں نے کہا: جو کچھ انھیں دے کر بھیجا گیا ہے ہم تو اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔‘‘

چنانچہ متکبر سرداروں نے جواب دیا: ﴿ اِنَّا بِالَّذِیْۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴾ ②

’’جس پر تم ایمان لائے ہو ہم تو اسے ماننے والے نہیں۔‘‘

☆ اسی طرح قوم مدین کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ یٰشُعَیْبُ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْیَتِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا ﴾ ③

’’ان (شعیب علیہ السلام) کی قوم میں سے متکبر سرداروں نے کہا: شعیب! ہم آپ کو اور جو لوگ آپ پر ایمان لا چکے ہیں، ان سب کو اپنی بستی سے ضرور نکال دیں گے۔ یا پھر تمھیں ہمارے دین میں واپس آنا ہوگا۔‘‘

☆ اسی طرح بنو اسرائیل سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِیْقًا كَذَّبْتُمْ ۘ وَ فَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴾ ④

’’پھر جب کوئی رسول تمھارے پاس ایسی چیز لایا جو تمھاری خواہش کے خلاف تھی تو تم نے تکبر کیا۔ چنانچہ تم نے رسولوں کے ایک گروہ کو جھٹلا دیا اور ایک گروہ کو قتل کر ڈالا۔‘‘

☆ اسی طرح قارون، فرعون اور ہامان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ قَارُوْنَ وَ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ ۫ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَیِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِی الْاَرْضِ وَ مَا كَانُوْا سٰبِقِیْنَ ﴾ ⑤

’’اور قارون، فرعون اور ہامان (کو بھی ہم نے ہلاک کیا) جن کے پاس موسیٰ (علیہ السلام) واضح معجزات لے کر

---

① الأعراف 7:75 ② الأعراف 7:76 ③ الأعراف 7:88

④ البقرة 2:87 ⑤ العنكبوت 29:39

آئے ، مگر انھوں نے زمین میں تکبر کیا۔ حالانکہ وہ ہم سے آگے نہیں جا سکتے تھے ۔''

قارون نے اپنے بے شمار خزانوں کی بناء پر تکبر کیا اور اللہ کا حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ لیکن اس کے خزانے اسے اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکے ۔ بلکہ اللہ تعالی نے اسے اور اس کے خزانوں کو زمین میں دھنسا دیا۔

اور جہاں تک فرعون کا تعلق ہے تو وہ اپنی بادشاہت کی بناء پر تکبر کرتا تھا اور وہ اپنی قوم سے کہا کرتا تھا:

﴿اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى﴾ [1] ''میں ہی تمھارا سب سے اونچا رب ہوں ۔''

اور اس کے اور اس کے لشکر کے تکبر کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَ اسْتَكْبَرَ هُوَ وَ جُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ ظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ﴾ [2]

''اور فرعون اور اس کے لشکر نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور انھیں یقین ہو گیا تھا کہ ہمارے حضور واپس نہ لائے جائیں گے ۔''

پھر اس کے اور اس کے لشکر کے انجام کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿فَاَخَذْنٰهُ وَ جُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ﴾ [3]

'' چنانچہ ہم نے فرعون اور اس کے لشکر کو پکڑا اور انھیں سمندر میں پھینک دیا۔ اب آپ دیکھ لیں کہ ان ظالموں کا انجام کیا ہوا!''

سامعین کرام ! یہ حال تھا سابقہ اقوام کا ۔ جو ہم نے اس لئے بیان کیا ہے کہ ان لوگوں نے تکبر کا مظاہرہ کیا اور اس کے نتیجے میں اللہ تعالی نے انھیں مختلف عذابوں سے دوچار کیا۔

☆ اسی طرح کفار مکہ کو جب رسول اکرم ﷺ نے دعوتِ توحید پیش کی تو انھوں نے بھی تکبر کیا۔ اللہ تعالی ان کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ ☆ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ﴾ [4]

''انھیں جب یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں تو وہ تکبر کرتے ہیں اور کہتے ہیں : کیا ہم ایک مجنون شاعر کی خاطر اپنے معبودوں کو چھوڑ سکتے ہیں؟''

اللہ تعالی نے ان کے جواب میں ارشاد فرمایا : ﴿ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ☆ اِنَّكُمْ

---

[1] النازعات 79: 24 [2] القصص 28: 39 [3] القصص 28: 40
[4] الصافات 37: 35-36

لَذَآئِقُو الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ﴾ ①

”بلکہ وہ (رسول ﷺ) حق کو لائے ہیں اور انھوں نے رسولوں کی تصدیق کی ہے۔ تمھیں ہی دردناک عذاب چکھنا پڑے گا۔“

اسی طرح فرمایا: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْا عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴾ ②

”اور جو لوگ ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں: ہم پر فرشتے کیوں نہیں اتارے جاتے؟ یا ہم ہی اپنے رب کو دیکھ لیں! یہ اپنے دلوں میں بڑے بن بیٹھے ہیں اور بہت بڑی سرکشی میں مبتلا ہو چکے ہیں۔“

نیز فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰهُمْ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ ﴾ ③

”جو لوگ بغیر کسی سند کے جو ان کے پاس آئی ہو اللہ کی آیات میں جھگڑا کرتے ہیں، ان کے دلوں میں تکبر بھرا ہوتا ہے، مگر وہ اس بڑائی کو پا نہیں سکتے (جس کی آرزو رکھتے ہیں)“

یہ تو مکہ کے کافروں کا حال تھا۔

اس کے بعد جب رسول اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہاں آپ ﷺ کو منافقوں کا سامنا کرنا پڑا جو ظاہری طور پر مسلمان ہونے کا دعوی کرتے تھے لیکن اپنے دلوں میں کفر کو چھپاتے تھے اور کافروں سے خفیہ تعلقات استوار کرتے تھے۔ اللہ تعالی ان کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴾ ④

”اور جب انھیں کہا جاتا ہے کہ آؤ تمھارے لیے رسول اللہ ﷺ مغفرت طلب کریں تو وہ سر جھٹک دیتے ہیں اور آپ انھیں دیکھتے ہیں کہ وہ از راہ تکبر آنے سے رک جاتے ہیں۔“

محترم سامعین! اب تک ہم نے جو گفتگو کی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تکبر انتہائی سنگین جرم ہے۔ جو سب سے پہلے ابلیس نے کیا، پھر مختلف انبیاء علیہم السلام کی اقوام بھی اسی تکبر میں مبتلا ہوئیں۔ حتی کہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی قوم کے لوگوں نے بھی تکبر کا مظاہرہ کیا۔ اور مدینہ منورہ میں منافقوں نے بھی اسی سنگین گناہ کا ارتکاب کیا۔ معلوم ہوا کہ تکبر کافروں، مشرکوں اور منافقوں کا شیوہ ہے۔ لہذا ایک مسلمان کو یہ زیب نہیں

① الصافات37:37-38 ② الفرقان25:21 ③ غافر40:56 ④ المنافقون63:5

دیتا کہ وہ تکبر میں مبتلا ہو۔ بلکہ مسلمان اپنے رب کے سامنے عاجزی اور انکساری کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اور اسی طرح وہ رب کے بندوں کے سامنے بھی بڑائی اور فخر وغرور کا اظہار نہیں کرتا بلکہ ہمیشہ تواضع سے کام لیتا ہے۔

اللہ رب العزت نے جہاں تکبر کرنے والے لوگوں اور ان کے انجام کا ذکر کیا ہے وہاں اس سے بچنے والے لوگوں کا بھی تذکرہ کیا ہے اور ان کی تعریف بھی کی ہے۔ بلکہ اللہ تعالی نے ذکر فرمایا ہے کہ کائنات کی ہر جاندار مخلوق اور فرشتے اللہ تعالی کو سجدہ کرتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے۔ چنانچہ اس کا فرمان ہے:

﴿ وَ لِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ هُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ☆ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴾ ①

"آسمانوں اور زمین میں جتنی جاندار مخلوق ہے اور فرشتے بھی، سب اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور کبھی تکبر نہیں کرتے۔ وہ اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں جو ان کے اوپر ہے۔ اور وہ وہی کرتے ہیں جو انھیں حکم دیا جاتا ہے۔"

خاص طور پر فرشتوں کے متعلق ارشاد فرمایا:

﴿وَ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ لَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ☆ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ﴾ ②

"ارض وسماوات میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے۔ اور جو (فرشتے) اس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے اکڑتے نہیں۔ اور نہ ہی وہ اکتاتے ہیں۔ وہ دن رات اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور کبھی دم نہیں لیتے۔"

اسی طرح اللہ تعالی اپنے خاص بندوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ سَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ هُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ☆ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ☆ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ ③

"ہماری آیات پر تو وہی ایمان لاتے ہیں کہ جب انھیں ان کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدہ میں گر جاتے ہیں اور اپنے رب کی تعریف کے ساتھ تسبیح بیان کرتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے۔ ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں۔ وہ اپنے رب کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں۔ اور ہم نے انہیں جو رزق دیا ہے اس سے خرچ کرتے ہیں۔ پس کوئی نہیں جانتا کہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کیلئے کیا چیزیں ان کیلئے چھپا کر رکھی گئی ہیں۔ یہ ان کاموں کا بدلہ ہوگا جو وہ کیا کرتے تھے۔"

① النحل16 : 49-50 ② الأنبیاء21 : 19-20 ③ السجدة32 : 15-17

تکبر کی انواع واقسام

محترم سامعین! تکبر کی تین انواع واقسام ہیں:

❶ اللہ تعالی پر تکبر کرنا۔ جیسا کہ فرعون اور نمرود نے اللہ تعالی پر تکبر کیا، یعنی اپنے آپ کو اللہ تعالی سے بڑا جانا اوراس کے احکامات کو ماننے سے انکار کیا۔

❷ رسول اکرم ﷺ پر تکبر کرنا۔ جیسا کہ کفار مکہ نے آپ ﷺ پر تکبر کیا اور اپنے آپ کو آپ ﷺ سے بہتر گردانا اور آپ کی دعوت کو ماننے سے انکار کیا۔

اور حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اکرم ﷺ کے پاس اپنے بائیں ہاتھ کے ساتھ کھانا کھانے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا: « كُلْ بِيَمِينِكَ » ''اپنے دائیں ہاتھ کے ساتھ کھاؤ۔''

تو اس نے کہا: « لَا أَسْتَطِيعُ » ''میں طاقت نہیں رکھتا۔''

تو آپ ﷺ نے فرمایا: « لَا اسْتَطَعْتَ ، مَا مَنَعَهُ إِلَّا الْكِبْرُ »

''تو کبھی طاقت نہ رکھے۔ اسے صرف تکبر نے ہی میری بات ماننے سے منع کیا ہے۔''

چنانچہ وہ اس کے بعد اپنا دایاں ہاتھ اپنے منہ کی طرف کبھی نہ اٹھا سکا۔[1]

❸ اللہ کے بندوں پر تکبر کرنا، یعنی اپنے آپ کو ان سے بہتر تصور کرنا اور انھیں حقیر سمجھنا۔

اور جو شخص اللہ کے بندوں پر تکبر کرتا ہے، وہ ایسا کیوں کرتا ہے؟ اس کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں۔

چنانچہ بعض لوگ رنگ ونسل اور خاندان کی بناء پر تکبر کرتے ہیں۔

اور بعض لوگ جاہ ومنصب کی بناء پر تکبر کرتے ہیں۔

اور بعض لوگ مال ودولت کی بناء پر تکبر کرتے ہیں۔

اور بعض لوگ حسن وجمال کی بناء پر تکبر کرتے ہیں۔

اور بعض لوگ طاقت وقوت کی بناء پر تکبر کرتے ہیں۔

اور بعض لوگ ذہانت وفطانت کی بناء پر تکبر کرتے ہیں۔

اور بعض لوگ علم وبصیرت کی بناء پر تکبر کرتے ہیں۔

اور بعض لوگ اعلی ڈگری کی بناء پر تکبر کرتے ہیں۔

اور بعض لوگ اچھی خطابت کی بناء پر تکبر کرتے ہیں۔

---

[1] صحیح مسلم : 2021

اور بعض لوگ اچھی قراءت کی بناء پر تکبر کرتے ہیں۔

الغرض یہ کہ تکبر کی وجہ کوئی بھی ہو، یہ ہر حال میں برا ہے اور اس کا انجام بھی برا ہی ہوتا ہے۔

حدیث نبوی میں تکبر کی وضاحت

لفظ 'کبر' یا تکبر کی ہم وضاحت کر چکے ہیں۔ تاہم یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس لفظ کی تشریح بزبان نبوت بھی سن لیں۔

جناب عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ»

''وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہو۔''

سامعین گرامی! حدیث مکمل کرنے سے پہلے آپ ذرا غور کریں کہ تکبر کتنا سنگین گناہ ہے! اِس قدر بڑا گناہ ہے کہ اگر کسی کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر پایا جاتا ہو اور وہ اُس سے توبہ کئے بغیر مر جائے تو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ والعیاذ باللہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سن کر ایک شخص نے کہا:

«يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَن يَّكُونَ ثَوبُهُ حَسَنًا وَنَعْلُهُ حَسَنًا»

اے اللہ کے رسول! بے شک ایک آدمی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا لباس اور اس کا جوتا خوبصورت ہو (تو کیا یہ بھی تکبر ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ اللّٰهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ ، اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ»

''بے شک اللہ تعالی خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔ کبر حق کو ٹھکرانے اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کا نام ہے۔''[1]

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب حضرت نوح علیہ السلام کی موت کا وقت قریب آیا تو انھوں نے اپنے بیٹے کو وصیت کی اور فرمایا:

« آمُرُكَ بِاثْنَتَيْنِ وَأَنْهَاكَ عَنِ اثْنَتَيْنِ »

''میں تمہیں دو باتوں کا حکم دیتا ہوں اور دو باتوں سے منع کرتا ہوں۔''

« آمُرُكَ بِلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَإِنَّ السَّمَاوٰتِ السَّبْعَ وَالْأَرْضِينَ السَّبْعَ لَوْ وُضِعَتْ فِيْ كَفَّةٍ ، وَوُضِعَتْ لَا

---

[1] صحیح مسلم: 91

إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فِيْ كَفَّةٍ ، رَجَحَتْ بِهِنَّ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، وَلَوْ أَنَّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعَ وَالْأَرْضِيْنَ السَّبْعَ كُنَّ حَلَقَةً مُبْهَمَةً إِلَّا قَصَمَتْهُنَّ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ »

''میں تمھیں (لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ) کے پڑھنے کا حکم دیتا ہوں کیونکہ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کو دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ والا پلڑا زیادہ وزنی ہوگا۔ اور اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں کسی بند دائرے میں ہوتے تو لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ انھیں تباہ کر دیتا۔''

«وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ ، فَإِنَّهَا صَلَاةُ كُلِّ شَيْءٍ وَبِهَا يُرْزَقُ الْخَلْقُ »

''اور میں تمھیں (سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ) کے پڑھنے کا حکم بھی دیتا ہوں کیونکہ یہ ہر چیز کی دعا ہے اور مخلوق کو اسی کے ذریعے رزق دیا جاتا ہے۔''

« وَأَنْهَاكَ عَنِ الشِّرْكِ وَالْكِبْرِ » ''اور میں تمھیں شرک اور تکبر سے منع کرتا ہوں۔''

عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا یا کسی اور صحابی نے پوچھا کہ شرک تو ہم جانتے ہیں ، کبر کیا ہوتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: « اَلْكِبْرُ سَفَهُ الْحَقِّ وَغَمْصُ النَّاسِ »

''کبر حق کو ٹھکرانے اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کا نام ہے۔''[1]

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ تکبر دو چیزوں کا نام ہے:

❶ حق کو ٹھکرانا۔ یعنی جب کسی کو قرآن وحدیث کی روشنی میں حق بات کا پتہ چل جائے ، تو وہ اسے ٹھکرا دے اور اسے قبول کرنے سے انکار کر دے۔

اور 'حق' کیا چیز ہے؟ 'حق' وہ ہے جسے جناب محمد ﷺ پر نازل کیا گیا۔ یعنی قرآن وسنت

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ﴾[2]

''اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے رہے اور اس پر ایمان لائے جسے محمد ﷺ پر نازل کیا گیا اور وہی ان کے رب کی طرف سے حق ہے ، تو وہ ان کے گناہوں کو مٹا دے گا اور ان کے حال کو سنوار دے گا۔''

لہذا ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ 'حق' یعنی قرآن وحدیث کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دے اور اپنے آپ کو اس کے سامنے جھکا کر اس پر عمل کرے اور اس سے راہ فرار اختیار نہ کرے۔ ورنہ یہ بات یاد رکھے کہ جو شخص دانستہ طور پر 'حق' کو ٹھکراتا ہے ، اس کو اللہ تعالی نے دردناک عذاب کی دھمکی دی ہے۔

[1] مسند أحمد :6583۔ وصححه الأرناؤط وكذا الألباني في الصحيحة :134

[2] محمد47 :2

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ ①

''اور جب اس کے سامنے ہماری آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو مارے تکبر کے اس طرح منہ پھیر لیتا ہے کہ گویا اس نے انھیں سنا ہی نہیں، گویا کہ اس کے دونوں کان بہرے ہیں۔ لہذا آپ اسے دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیجئے۔''

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ اسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَ لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ﴾ ②

''بلا شبہ جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور ان سے تکبر کیا، ان کیلئے نہ تو آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ ہی وہ جنت میں داخل ہو سکیں گے حتی کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے۔ اور ہم مجرموں کو ایسے ہی سزا دیتے ہیں۔''

② لوگوں کو حقیر سمجھنا

یعنی اپنے آپ کو لوگوں سے بہتر تصور کرتے ہوئے انھیں حقیر سمجھنا۔ یقینا یہ بھی تکبر میں شامل ہے۔

اور اسی لئے اللہ تعالی نے دوسروں کا مذاق اڑانے اور ایک دوسرے کو برے القاب کے ساتھ ذکر کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ﴾ ③

''اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اڑائے ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں کا (مذاق اڑائیں) ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی ہوں۔ اور آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کا برا لقب رکھو۔''

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

« اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ ، لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ وَلَا يَحْقِرُهُ ، اَلتَّقْوَى هٰهُنَا ۔ وَيُشِيرُ إِلٰى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ، بِحَسْبِ امْرِیءٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ :

① لقمان 31:7 ② الأعراف 7:40 ③ الحجرات 49:11

دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ»①

''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ اس پر ظلم نہیں کرتا، اسے رسوانہیں کرتا اور اسے حقیر نہیں سمجھتا۔ آپ ﷺ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین بارے فرمایا: تقوی یہاں ہوتا ہے۔ کسی آدمی کے برا ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے بھائی کو حقیر سمجھے۔ ہر مسلمان کا خون، مال اور اس کی عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔''

تکبر کی مختلف صورتیں

سامعین گرامی! حدیث نبوی کی روشنی میں تکبر کی وضاحت کرنے کے بعد اب ہم اس کی مختلف صورتیں بیان کرتے ہیں۔

❶ اکڑ کر چلنا

زمین پر اکڑ کر چلنا اور فخر وغرور کا مظاہرہ کرنا تکبر ہے۔ جس سے اللہ تعالی نے منع فرمایا ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ وَ لَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَ لَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴾②

''اور لوگوں (کو حقیر سمجھتے ہوئے اور اپنے آپ کو بڑا تصور کرتے ہوئے) ان سے منہ نہ موڑنا۔ اور زمین پر اکڑ کر نہ چلنا کیونکہ اللہ تعالی تکبر کرنے والے اور فخر کرنے والے شخص کو پسند نہیں کرتا۔''

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

« بَيْنَمَا رَجُلٌ يَتَبَخْتَرُ ،يَمْشِيْ فِي بُرْدَيْهِ ، قَدْ أَعْجَبَتْهُ نَفْسُهُ ، فَخَسَفَ اللّٰهُ بِهِ الْأَرْضَ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِيْهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ»③

''ایک آدمی اپنی دو چادریں پہنے ہوئے اکڑ کر چل رہا تھا اور خود پسندی میں مبتلا ہو چکا تھا۔ اسی دوران اللہ تعالی نے اسے زمین میں دھنسا دیا۔ چنانچہ وہ قیامت تک اس کی گہرائی میں نیچے جاتا رہے گا۔''

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« مَنْ تَعَظَّمَ فِي نَفْسِهِ أَوِ اخْتَالَ فِي مِشْيَتِهِ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ» ④

''جو شخص اپنے آپ کو بڑا جانے یا اکڑ کر چلے تو وہ اللہ تعالی سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اس پر ناراض ہوگا۔''

---

① صحیح مسلم :2564 ② لقمان 31 : 18 ③صحیح مسلم :2088

④ السلسلة الصحيحة : 543

لہٰذا مسلمان کو اکڑ کر چلنے سے بچنا چاہئے۔ اور اسے عاجزی اور انکساری کے ساتھ زمین پر چلنا چاہئے۔
اللہ تعالی نے اپنے بندوں کی صفات میں سے سب سے پہلی صفت یہ بیان فرمائی ہے:

﴿ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا ﴾ ①

''اور رحمٰن کے حقیقی بندے وہ ہیں جو زمین پر انکساری سے چلتے ہیں۔''

❷ کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا

کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا بھی تکبر ہی کی ایک صورت ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

«مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»

''جو شخص اپنا کپڑا تکبر کرتے ہوئے گھسیٹے اس کی طرف اللہ تعالی قیامت کے روز دیکھنا بھی گوارا نہ کرے گا۔''

تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرا کپڑا ایک طرف سے نیچے کو ڈھلک جاتا ہے الا یہ کہ میں ہر وقت اس کا خیال رکھوں، تو کیا یہ بھی تکبر ہے؟

نبی کریم ﷺ نے جواب دیا: «إِنَّكَ لَسْتَ تَصْنَعُ ذٰلِكَ خُيَلَاءَ»

''آپ یقیناً ایسا تکبر کے ساتھ نہیں کرتے۔'' ②

اِس حدیث سے یہ استدلال کرنا درست نہیں ہے کہ اگر تکبر نہ ہو تو کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکایا جا سکتا ہے، کیونکہ اِس میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ہر وقت اپنے کپڑے کا خیال رکھتے تھے، مگر ان کے جسم کے نحیف ہونے کی وجہ سے کپڑا پھر بھی نیچے کو ڈھلک جاتا تھا۔ تب نبی کریم ﷺ نے انھیں فرمایا کہ آپ تکبر سے نہیں لٹکاتے۔

اور ہم ان لوگوں سے پوچھنا چاہتے ہیں جو اِس حدیث کو دلیل بنا کر کپڑا اپنے ٹخنوں سے نیچے لٹکاتے ہیں کہ کیا وہ بھی ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرح اپنے کپڑے کا ہر وقت خیال رکھتے ہیں کہ کہیں وہ نیچے کو نہ ڈھلک جائے؟

یاد رہے کہ بغیر تکبر کے بھی کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا بہت بڑا گناہ ہے۔ جس کی تائید حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث سے ہوتی ہے، جو بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْإِزَارِ فَفِي النَّارِ» ③

''جو تہ بند ٹخنوں سے نیچے ہو وہ جہنم کی آگ میں ہے۔''

① الفرقان 25:63 ② صحیح البخاری: 3665 ③ صحیح البخاری: 5787

اسی طرح نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ ، وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ»

''تین قسم کے لوگوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز نہ بات چیت کرے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا۔ اور ان کیلئے دردناک عذاب ہوگا۔''

آپ ﷺ نے یہ الفاظ تین بار کہے۔ تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ یقیناً ذلیل وخوار ہونگے اور خسارہ پائیں گے۔ یا رسول اللہ! وہ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

« اَلْمُسْبِلُ إِزَارَهُ ، وَالْمَنَّانُ ، وَالْمُنْفِقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ » ①

''اپنے تہ بند کو نیچے لٹکانے والا، احسان جتلانے والا اور اپنے سودے کو جھوٹی قسم کھا کر بیچنے والا۔''

ان تینوں احادیث سے ثابت ہوا کہ کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا حرام اور بہت بڑا گناہ ہے۔ لہذا جو کپڑا بھی نیچے پہنا ہوا ہو، شلوار ہو یا چادر، پائجامہ ہو یا پینٹ، اسے ٹخنوں سے اوپر ہی رکھنا چاہئے نیچے نہیں لٹکانا چاہئے خواہ تکبر نہ بھی ہو۔ اور اگر اس کے ساتھ ساتھ تکبر بھی ہو تو یہ اور زیادہ سنگین گناہ ہے۔ اور اس کی سزا بھی بہت سخت ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« بَيْنَمَا رَجُلٌ يَجُرُّ إِزَارَهُ خَسَفَ اللّٰهُ بِهِ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِي الْأَرْضِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ»

''ایک آدمی اپنے تہ بند کو گھسیٹ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے دھنسا دیا۔ پس وہ قیامت تک زمین کی گہرائی میں نیچے جاتا رہے گا۔''②

③ خود پسندی میں مبتلا ہونا

جی ہاں، اپنے حسن وجمال، یا خوبصورت لباس، یا مال ودولت، یا ذہانت وفطانت کی بناء پر خود پسندی میں مبتلا ہونا بھی تکبر ہی کی ایک صورت ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

« بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي فِي حُلَّةٍ تُعْجِبُهُ نَفْسُهُ ، مُرَجِّلٌ جُمَّتَهُ ، إِذَا خَسَفَ اللّٰهُ بِهِ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ» ③

''ایک آدمی اپنے لمبے لمبے بالوں کو کنگھی کئے ہوئے خوبصورت لباس میں چل رہا تھا اور خود پسندی میں مبتلا تھا،

---

① صحيح مسلم : 106 ② صحيح البخاري:5790

③ صحيح البخاري:٥٧٨٩ ، صحيح مسلم : 2088

اسی دوران اچانک اللہ تعالی نے اسے زمین میں دھنسا دیا۔ پس وہ قیامت تک زمین کی گہرائی میں جاتا رہے گا۔"

اس حدیث میں غور فرمائیں کہ یہ آدمی اپنے حسن و جمال اور خوبصورت لباس کی وجہ سے خود پسندی کا شکار ہو گیا۔ چنانچہ اللہ تعالی نے اسے زمین میں دھنسا دیا۔ والعیاذ باللہ

❹ یہ پسند کرنا کہ اسے دیکھ کر لوگ کھڑے ہو جائیں!

جی ہاں، یہ بھی تکبر ہی کی ایک علامت ہے۔

ابومجلز بیان کرتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ آئے تو انھیں دیکھ کر عبد اللہ بن زبیر اور ابن صفوان کھڑے ہو گئے۔ تو انھوں نے کہا: بیٹھ جاؤ، کیونکہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا تھا کہ آپ نے فرمایا:

« مَنْ سَرَّهُ اَن يَّتَمَثَّلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَامًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ »

"جس شخص کو یہ بات اچھی لگے کہ لوگ اس کیلئے (تعظیماً) کھڑے ہو جائیں تو وہ یقین کر لے کہ اس کا ٹھکانا جہنم کی آگ ہے۔"①

یہی وجہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کو دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے کیونکہ آپ ﷺ کو یہ بات ناپسند تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ «لَمْ يَكُنْ شَخْصٌ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَكَانُوا إِذَا رَأَوْهُ لَمْ يَقُومُوا لِمَا يَعْلَمُوْنَ مِنْ كَرَاهِيَتِهِ لِذٰلِكَ »②

"صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو رسول اکرم ﷺ سے زیادہ محبوب کوئی شخص نہ تھا، اِس کے باوجود وہ جب آپ ﷺ کو دیکھتے تھے تو کھڑے نہیں ہوتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ آپ کو ناپسند ہے۔"

آخر میں اللہ تعالی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہم سب کو تکبر کی تمام صورتوں سے محفوظ رکھے۔ آمین

---

① جامع الترمذی: 2755۔ حسنه الترمذی وصححه الألبانی

② جامع الترمذی: 2754 وصححه الألبانی

دوسرا خطبہ

محترم سامعین ! پہلے خطبہ میں ہم تکبر کی وضاحت قرآن وحدیث کی روشنی میں کر چکے ہیں۔ اور یہ بھی بتا چکے ہیں کہ جس نے سب سے پہلے تکبر کیا اس کا انجام کیا ہوا! اور سابقہ اقوام میں سے جن لوگوں نے تکبر کیا اللہ تعالی نے انھیں کس طرح مختلف قسم کے عذابوں سے دوچار کیا! اسی طرح ہم یہ بھی ذکر کر چکے ہیں کہ جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہو اور اسی پر اس کی موت آجائے تو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

آیئے اب تکبر کے برے انجام کے بارے میں مزید کچھ گزارشات بھی سماعت فرما لیجئے۔

① تکبر کرنے والے شخص کی طرف اللہ تعالی دیکھنا بھی گوارا نہ کرے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يُزَكِّيهِمْ ، وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ ،وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ : شَيْخٌ زَانٍ ، وَمَلِكٌ كَذَّابٌ ، وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ»①

”تین قسم کے لوگوں سے اللہ تعالی قیامت کے روز نہ بات چیت کرے گا، نہ انھیں پاک کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا اور ان کیلئے دردناک عذاب ہوگا۔ بوڑھا زانی، جھوٹا بادشاہ اور متکبر فقیر۔“

② تکبر کرنے والے شخص کو قیامت کے دن ہر طرف سے ذلت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« يُحْشَرُ الْمُتَكَبِّرُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَمْثَالَ الذَّرِّ فِي صُوَرِ الرِّجَالِ ، يَغْشَاهُمُ الذُّلُّ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ ، يُسَاقُونَ إِلٰى سِجْنٍ فِي جَهَنَّمَ يُسَمّٰى : بُولَسَ ، تَعْلُوهُمْ نَارُ الْأَنْيَارِ ، يُسْقَوْنَ مِنْ عُصَارَةِ أَهْلِ النَّارِ طِينَةَ الْخَبَالِ »②

”تکبر کرنے والوں کو قیامت کے دن اس طرح اٹھایا جائے گا کہ ان کی شکلیں آدمیوں کی ہونگی، لیکن وہ (اپنی جسامت کے لحاظ سے) چیونٹیوں کی طرح ہونگے، انھیں ہر طرف سے ذلت ڈھانپ لے گی۔ پھر انھیں جہنم کی ایک جیل جس کا نام 'بولس' ہے، میں لے جایا جائے گا۔ جہاں ایسی شدید آگ ان پر غالب آئے گی جو خود آگ کو جلانے والی ہوگی۔ اور وہاں انھیں جہنمیوں کے جسموں سے نکلنے والی پیپ پلائی جائے گی۔“

③ تکبر کرنے والوں کو اوندھے منہ جہنم میں پھینکا جائے گا

ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف بیان کرتے ہیں کہ دو صحابی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن عمرو بن

① صحیح مسلم :107 ② جامع الترمذی :2492 وقال :حسن صحیح ، وحسنہ الألبانی
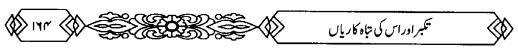
العاص رضی اللہ عنہ مروہ پر ملے ، کچھ دیر بات چیت کی ، پھر عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ چلے گئے اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے رونا شروع کر دیا۔ تو ایک آدمی نے پوچھا: ابو عبد الرحمٰن ! آپ کو کس بات نے رلایا ؟ تو انھوں نے کہا: مجھے اِس (عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) نے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ كِبْرٍ كَبَّهُ اللّٰهُ لِوَجْهِهِ فِي النَّارِ »

'' جس شخص کے دل میں ایک رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہو اسے اللہ تعالی جہنم کی آگ میں اوندھے منہ گرائے گا۔''①

محترم حضرات !

تکبر کے ان خطرناک اور سنگین نتائج کو سامنے رکھتے ہوئے ہم سب کو اس سے مکمل طور پر بچنا چاہئے۔ نہ ہم زمین پر اکڑ کر چلیں ، نہ خود پسندی کا شکار ہوں ، نہ اپنے کپڑے ٹخنوں سے نیچے لٹکائیں ، نہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات سے اپنے آپ کو بڑا گردانیں اور نہ ہی اللہ کے بندوں کو حقیر سمجھیں۔ بلکہ اس کے برعکس ہم تواضع ، عاجزی اور انکساری کا مظاہرہ کریں۔ کیونکہ جو شخص اللہ کی رضا کی خاطر عاجزی اختیار کرتا ہے اللہ تعالی اسے عزت ، بلندی اور ترقی نصیب کرتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :

« وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ»②

''اور جو شخص بھی اللہ کیلئے تواضع اختیار کرتا ہے اسے اللہ تعالی یقینی طور پر بلندی و رفعت نصیب کرتا ہے۔''

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

« يَقُولُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى : مَنْ تَوَاضَعَ لِي هٰكَذَا ـ وَجَعَلَ يَزِيدُ بَاطِنَ كَفِّهِ إِلَى الْأَرْضِ وَأَدْنَاهَا ـ رَفَعْتُهُ هٰكَذَا ـ وَجَعَلَ بَاطِنَ كَفِّهِ إِلَى السَّمَاءِ»③

'' اللہ تعالی فرماتا ہے: جو شخص میرے لئے اس طرح (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہتھیلی کا باطن زمین کی طرف اور مزید نیچے کی طرف جھکاتے ہوئے کہا) عاجزی اختیار کرتا ہے ، میں اس کو اس طرح (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہتھیلی کا باطن آسمان کی طرف بلند کرتے ہوئے کہا) بلندی نصیب کروں گا۔''

تواضع ، عاجزی اور انکساری کا جو اعلی نمونہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر پیش فرمایا ہمیں بھی اس کی اتباع

---

① صحیح الترغیب والترھیب للألبانی :2909 ② صحیح مسلم :2588

③ مسند أحمد: 309- وصححه الأرناؤط

کرنی چاہئے۔

چنانچہ احادیث میں آتا ہے کہ

☆ آپ ﷺ غریب اور کمزور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی دعوت قبول کرتے تھے۔

☆ آپ ﷺ چٹائی پر سوتے تھے حتی کہ آپ کے کندھوں پر نشانات پڑ جاتے تھے اور آپ ﷺ نماز بھی چٹائی پر ہی پڑھتے تھے۔

☆ آپ ﷺ گھریلو کاموں میں اپنے گھر والوں کا ہاتھ بٹاتے تھے۔

☆ آپ ﷺ پھٹے ہوئے کپڑے کو خود سی لیا کرتے تھے۔

☆ آپ ﷺ اپنی تعریف میں غلو کرنے سے منع فرماتے تھے۔

☆ آپ ﷺ اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ اس طرح گھل مل جاتے تھے کہ نیا آنے والا شخص آپ ﷺ کو نہ پہچان سکتا۔

☆ آپ ﷺ مریضوں کی عیادت کرتے تھے۔ جنازوں اور تدفین اموات میں شرکت فرماتے تھے۔

☆ آپ ﷺ نیچے بیٹھ کر کھاتے تھے اور فرماتے تھے: میں ایک غلام کی طرح بیٹھتا اور غلام کی طرح کھاتا ہوں۔

☆ آپ ﷺ اپنے ساتھیوں کی حتی الامکان مدد کرتے تھے۔ اور ان سے ہمدردی اور محبت وپیار کا اظہار کرتے تھے۔

لٰہذا ہمیں آپ ﷺ کے اس اسوۂ حسنہ پر عمل کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔

محترم سامعین! آیئے آج کے خطبۂ جمعہ کا اختتام رسول اکرم ﷺ کی دو حدیثوں پر کرتے ہیں:

❶ حارثہ بن وہب الخزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ ؟ كُلُّ ضَعِيفٍ مُتَضَعِّفٍ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ »

’’کیا میں تمھیں اہل جنت کی خبر نہ دوں؟ ہر کمزور اور اللہ کی خاطر عاجزی وانکساری کرنے والا، اگر وہ اللہ تعالیٰ کو قسم دے تو وہ اس کی قسم کو پورا کر دے۔‘‘

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ ؟ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ »[1]

’’کیا میں تمھیں اہل جہنم کی خبر نہ دوں؟ ہر تند مزاج جھگڑالو، اکڑ کر چلنے والا اور تکبر کرنے والا۔‘‘

---

① صحیح البخاری:4918، صحیح مسلم :2853

❷ ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ فَارَقَ الرُّوحُ جَسَدَهُ وَهُوَ بَرِئٌ مِنْ ثَلَاثٍ دَخَلَ الْجَنَّةَ :اَلْكِبْرُ وَالدَّيْنُ وَالْغُلُولُ»

''جس آدمی کی روح اس کے جسم سے اس حالت میں نکلے کہ وہ تین چیزوں سے بری ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا: تکبر، قرض اور خیانت۔''①

ہم اللہ تعالی سے دعا گو ہیں کہ وہ ہم سب کو اہل جنت میں شامل فرمائے اور ہمیں جہنم سے اپنی پناہ میں رکھے۔

آمين وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

① صحيح الجامع للألباني :6411- ورواه ابن ماجه :2412- وصححه الألباني

حسد اور اس کی تباہ کاریاں

اہم عناصرِ خطبہ:

① حسد کی تعریف ② حسد اور رشک میں فرق

③ حسد کی مذمت اور اس سے ممانعت ④ حسد کے اسباب

⑤ حسد کے نقصانات ⑥ حسد سے بچاؤ کی تدابیر

پہلا خطبہ

محترم حضرات!

دل کی بیماریوں میں سے ایک خطرناک بیماری 'حسد' ہے۔ اور جو شخص اس بیماری میں مبتلا ہوتا ہے اس کی زندگی انتہائی ناخوشگوار ہوتی ہے۔ جیسا کہ بعض حکماء کا کہنا ہے کہ

«ثَلَاثَةٌ لَا يَهْنَأُ لِصَاحِبِهَا عَيْشٌ : اَلْحِقْدُ ، وَالْحَسَدُ ، وَسُوْءُ الْخُلُقِ»

''تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس میں پائی جائیں اُس کی زندگی خوشگوار نہیں ہوتی: بغض، حسد اور بد اخلاقی۔''

اور حسد ایسی بیماری ہے کہ جو دیگر کئی بیماریوں کی بناء پر جنم لیتی ہے یا دیگر بیماریوں کو بھی جنم دیتی ہے۔ مثلا ناپسندیدگی، نفرت، بغض، دشمنی، حسرت، اللہ کی قضاء وقدر پر ناراضگی، ڈپریشن، غم اور پریشانی وغیرہ

اللہ تعالی ہم سب کو تمام بیماریوں سے محفوظ رکھے۔

آگے بڑھنے سے پہلے ہم آپ حضرات کو یہ بتاتے چلیں کہ 'حسد' کسے کہتے ہیں؟

'حسد' کی تعریف بعض علماء نے یوں کی ہے:

(تَمَنِّي زَوَالِ النِّعْمَةِ عَنْ صَاحِبِهَا) ''صاحبِ نعمت سے نعمت کے چھن جانے کی تمنا کرنا۔''

یا (كُرْهُ النِّعْمَةِ عِنْدَ الْغَيْرِ وَتَمَنِّي زَوَالِهَا) ''کسی کے ہاں نعمت کو ناپسند کرنا اور اس کے زوال کی تمنا کرنا۔''

مثلا کوئی شخص کسی کے ہاتھ میں عمدہ اور خوبصورت گھڑی دیکھے تو وہ اسے ناپسند کرے اور یہ تمنا کرے کہ کاش یہ گھڑی اس کے پاس نہ ہوتی۔

یا کوئی شخص کسی کے پاس اچھی سواری دیکھے اور اس کے دل میں یہ آرزو پیدا ہو کہ کاش یہ سواری ایکسیڈنٹ کا شکار ہو جائے اور اس کے پاس نہ رہے۔

یا ایک طالب علم دوسرے طالب علم کی کلاس میں اچھی پوزیشن کو ناپسند کرے اور اس کے دل میں یہ تمنا پیدا ہو کہ کاش یہ پوزیشن اس طالب علم کے پاس نہ رہے۔

یا ایک کاروباری آدمی دوسرے کاروباری آدمی کے اچھے کاروبار پر اُس سے حسد کرے اور اس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہو کہ اس کا کاروبار برباد ہو جائے۔

یا ایک عالم دوسرے عالم سے اس کی اچھی شہرت کی وجہ سے حسد کرے اور وہ یہ تمنا کرے کہ کاش اس سے یہ شہرت چھن جائے۔

یا ایک قاری دوسرے قاری سے اس کی عمدہ اور خوبصورت قراءت کی بناء پر حسد کرے اور وہ یہ چاہے کہ کاش اس کی قراءت اچھی نہ ہو۔

یا ایک خاتون دوسری خاتون کے حسن و جمال یا عمدہ لباس کی بناء پر اس سے حسد کرے اور اس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہو کہ کاش اس کا حسن و جمال ختم ہو جائے اور یہ عمدہ لباس اس کے جسم پر نہ رہے۔

یہ مثالیں اور اِن جیسی دیگر بہت سی مثالیں 'حسد' کے مفہوم کو واضح کرتی ہیں۔ اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ 'حسد' درحقیقت کسی کے ہاں پائی جانے والی کسی نعمت کو ناپسند کرتے ہوئے اس سے اس کے چھن جانے کی تمنا کرنے کا نام ہے۔

بعض اوقات ایک انسان صرف اتنی تمنا کرتا ہے کہ یہ نعمت (چاہے مجھے ملے یا نہ ملے) بس فلاں آدمی کے پاس نہیں رہنی چاہیئے۔ اور بعض اوقات وہ یہ بھی تمنا کرتا ہے کہ یہ نعمت فلاں کے پاس نہیں بلکہ میرے پاس ہونی چاہیئے۔ دونوں صورتوں میں اسے 'حسد' ہی کہا جائے گا۔

حسد اور رشک میں فرق

'حسد' کے بارے میں آپ نے جان لیا کہ اس سے مراد کسی کے ہاں کسی نعمت کو ناپسند کرنا اور اُس سے اس کے چھن جانے کی تمنا کرنا ہے۔ جبکہ 'رشک' یہ ہے کہ آپ کسی کے ہاں کوئی نعمت دیکھیں اور اس پر رشک کریں کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے اُس کو یہ نعمت نصیب کی ہے اسی طرح مجھے بھی نصیب کر دے۔

مثلاً اگر آپ ایک کاروباری آدمی ہیں اور آپ کسی اچھے بزنس مین پر رشک کرتے ہوئے یہ تمنا کریں کہ
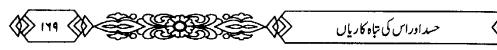
کاش میرا کاروبار بھی اسی طرح اچھا ہو جائے۔

یا اگر آپ ایک طالب علم ہیں اور ایک اچھے طالب علم کی اچھی پوزیشن پر رشک کرتے ہوئے آرزو کریں کہ کاش میں بھی محنت کر کے اسی طرح اچھی پوزیشن حاصل کرلوں۔

یا آپ کسی کے پاس اچھی گھڑی یا اچھا لباس یا اچھی سواری یا کوئی اور نعمت دیکھیں اور دل میں یہ خواہش پیدا ہو کہ کاش اللہ تعالی یہ نعمتیں مجھے بھی عطا کردے تو یہ 'رشک' ہے۔

اس بناء پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ 'حسد' ناجائز اور 'رشک' جائز ہے۔ اس کی دلیل حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ :رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَقُوْمُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ »[1]

''صرف دو آدمی ہی قابلِ رشک ہیں۔ ایک وہ جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن دیا (اسے حفظ کرنے کی توفیق دی) چنانچہ وہ اس کے ساتھ دن اور رات کے اوقات میں قیام کرتا ہے۔ دوسرا وہ جسے اللہ تعالی نے مال عطا کیا، چنانچہ وہ اسے دن اور رات کے اوقات میں خرچ کرتا ہے۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر آپ کسی ایسے حافظِ قرآن کو دیکھیں جو دن رات اسے نماز کے دوران پڑھتا ہو، چنانچہ آپ کے دل میں بھی یہ آرزو پیدا ہو کہ کاش میں بھی اِس حافظِ قرآن کی طرح حافظِ قرآن ہوتا اور میں بھی اُس کی طرح دن اور رات کے مختلف اوقات کی نمازوں میں اس کی تلاوت کرتا تو یہ جائز ہے۔ اسی طرح دوسرا آدمی جو مالدار ہو اور وہ دن رات اپنا مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہو، اسے دیکھ کر آپ کے دل میں بھی یہ تمنا پیدا ہو کہ میرے پاس بھی اسی طرح مال ہوتا تو میں بھی اس آدمی کی طرح اللہ تعالی کے راستے میں خرچ کرتا تو یہ جائز ہے۔ اور اسی کو 'رشک' کہتے ہیں۔

حسد کی مذمت

اللہ تعالی نے قرآن مجید میں اور رسول اکرم ﷺ نے اپنی متعدد احادیث مبارکہ میں 'حسد' کی مذمت فرمائی ہے۔ چنانچہ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ﴾[2]

---

[1] صحیح مسلم: 815 [2] النساء4: 54

"کیا وہ دوسرے لوگوں پر اس لئے حسد کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے اپنے فضل سے انھیں کچھ دے رکھا ہے۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے ان یہودیوں کی مذمت کی ہے جو رسول اکرم ﷺ اور ان پر ایمان لانے والے مسلمانوں سے اس لئے حسد کرتے تھے کہ اللہ تعالی نے قیادت وسیادت کی ذمہ داری آل اسماعیل کو عطا کر دی تھی۔

اسی طرح اللہ تعالی اہل کتاب کے حسد کو طشت از بام کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ﴾ ①

"اہل کتاب میں سے اکثر لوگ یہ چاہتے ہیں کہ تمھارے ایمان لانے کے بعد پھر تمھیں کافر بنا دیں جس کی وجہ ان کا وہ حسد ہے جو ان کے سینوں میں ہے، اس کے بعد کہ ان پر حق بات واضح ہو چکی ہے۔"

اور رسول اکرم ﷺ نے یہود کے بارے میں ارشاد فرمایا:

«مَا حَسَدَتْكُمُ الْيَهُودُ عَلَى شَيْءٍ مَا حَسَدَتْكُمْ عَلَى السَّلَامِ وَالتَّأْمِينِ» ②

"یہودی تم پر جتنا سلام اور آمین کی وجہ سے حسد کرتے ہیں اتنا کسی اور وجہ سے نہیں کرتے۔"

اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے پاس یہودیوں کا تذکرہ کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّهُمْ لَمْ يَحْسُدُونَا عَلَى شَيْءٍ كَمَا حَسَدُونَا عَلَى الْجُمُعَةِ الَّتِي هَدَانَا اللّٰهُ لَهَا وَضَلُّوا عَنْهَا ، وَعَلَى الْقِبْلَةِ الَّتِي هَدَانَا اللّٰهُ لَهَا وَضَلُّوا عَنْهَا ، وَعَلَى قَوْلِنَا خَلْفَ الْإِمَامِ آمِينَ » ③

"انھیں ہم سے کسی اور چیز پر اتنا حسد نہیں ہے جتنا اس بات پر ہے کہ اللہ تعالی نے جمعہ کے دن کی طرف ہماری راہنمائی کر دی اور وہ اس سے بھٹک گئے۔ اور اللہ تعالی نے اُس قبلے کی طرف ہماری راہنمائی کر دی جس سے وہ بھٹک گئے تھے۔ اور اس بات پر کہ ہم امام کے پیچھے آمین کہتے ہیں۔"

ان تمام نصوص سے ثابت ہوا کہ حسد کرنا یہود ونصاری کا فعل ہے۔ لہٰذا تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے دلوں کو اس سے پاک رکھیں۔ اور ایک دوسرے سے حسد نہ کریں۔

یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنی امت کو اس سے منع فرمایا۔

---

① البقرة 2:109
② سنن ابن ماجه : 856- وصححه الألباني
③ صحيح الترغيب والترهيب للألباني:515

نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: «لَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا ، وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَحَسَّسُوْا، وَلَا تَنَاجَشُوْا، كُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا»①

''تم ایک دوسرے سے نہ حسد کرو اور نہ ہی بغض رکھو۔ نہ جاسوسی کیا کرو اور نہ ہی چوری چھپے کسی کی گفتگو سنا کرو۔ اور خریداری کے ارادے کے بغیر محض کسی چیز کی قیمت بڑھانے کیلئے بولی نہ لگایا کرو کہ دوسرا آدمی دھوکہ کھا جائے۔ اور تم سب اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو۔''

ایک حاسد انسان نفسیاتی مریض ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ یہ ناپسند کرتا ہے کہ اللہ کی نعمتیں اس کے بندوں کو نصیب ہوں۔ وہ خود ان نعمتوں کے حصول کیلئے کوئی جدو جہد اور محنت نہیں کرتا، بلکہ اس کا مطمحِ نظر صرف یہ ہوتا ہے کہ جس کو اللہ کی نعمتیں ملی ہوئی ہیں اُس سے وہ نعمتیں چھن جائیں اور وہ ان سے محروم ہو جائے۔

اسی لئے رسول اکرم ﷺ نے اسے بہت ہی خطرناک بیماری قرار دیا۔ جس کی وجہ سے 'حاسد' اپنے دین سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ والعیاذ باللہ

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: « دَبَّ إِلَيْكُمْ دَاءُ الْأُمَمِ قَبْلَكُمْ : اَلْحَسَدُ وَالْبُغْضَاءُ ، هِيَ الْحَالِقَةُ ، لَا أَقُوْلُ تَحْلِقُ الشَّعْرَ وَلٰكِنْ تَحْلِقُ الدِّيْنَ »

''تمھاری طرف تم سے پہلی امتوں کی ایک بیماری چل نکلی ہے اور وہ ہے حسد اور بغض۔ اور یہ بیماری ایسی ہے جو بالکل صفایا کر دیتی ہے، میں نہیں کہتا کہ بالوں کا صفایا کرتی ہے بلکہ دین کا صفایا کر دیتی ہے۔''

اس کے بعد آپ ﷺ نے اس کا علاج ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

« وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا ، أَفَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِمَا يُثَبِّتُ ذَاكُمْ لَكُمْ ؟ أَفْشُوا السَّلَامَ»②

''اللہ کی قسم! تم جنت میں داخل نہیں ہو گے یہاں تک کہ ایمان لے آؤ۔ اور تم ایمان والے نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ ایک دوسرے سے محبت کرو۔ تو کیا میں تمھیں وہ چیز نہ بتلاؤں جو تمھارے درمیان اس محبت کو دیر تک قائم رکھے گی؟ تم آپس میں سلام کو عام کر دو۔''

محترم سامعین! حسد اس قدر مہلک اور خطرناک بیماری ہے کہ بعض اوقات اس کی وجہ سے حاسد انسان جس سے حسد کرتا ہے اسے قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ اس کی دلیل ہابیل اور قابیل کا واقعہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر فرمایا ہے۔

---

① صحیح مسلم: 2563
② جامع الترمذی: 2510 ۔ وحسنه الألبانی

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ ﴾[1]

''اور آپ انھیں آدم (علیہ السلام) کے دو بیٹوں کا سچا واقعہ بتایئے۔ جب ان دونوں نے قربانی کی تو ان میں سے ایک کی قربانی قبول ہوگئی اور دوسرے کی نہ ہوئی۔''

آدم علیہ السلام کے ان دونوں بیٹوں کے نام ہابیل اور قابیل تھے۔ ہابیل ایک نیک سیرت اور متقی انسان تھا۔ اور اس نے پورے اخلاص کے ساتھ قربانی پیش کی جسے قبول کر لیا گیا۔ جبکہ قابیل ایسا نہ تھا، چنانچہ اس نے قربانی پیش کی تو اسے قبول نہ کیا گیا۔ بس یہی وہ بات تھی جس کی بناء پر قابیل نے ہابیل سے حسد کیا۔ اور اسے دھمکی دیتے ہوئے کہا:

﴿ لَأَقْتُلَنَّكَ ﴾ ''میں تمھیں ضرور مار ڈالوں گا۔''

تو ہابیل نے جواب دیا: ﴿ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴾

''اللہ تو صرف متقیوں کی قربانی قبول کرتا ہے۔''

پھر کہا: ﴿ لَئِنْ بَسَطْتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ إِنِّي أَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ☆ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ تَبُوءَ بِإِثْمِي وَإِثْمِكَ فَتَكُونَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ﴾[2]

''اگر تو مجھے مار ڈالنے کیلئے میری طرف اپنا ہاتھ بڑھائے گا تو بھی میں تجھے قتل کرنے کیلئے اپنا ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا۔ میں تو فقط اللہ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تو میرا اور اپنا گناہ سب کچھ سمیٹ لے اور اہل جہنم میں سے ہو جائے۔ اور ظالم لوگوں کی یہی سزا ہے۔''

لیکن قابیل اپنے بھائی کی یہ نصیحت سن کر ذرا برابر متاثر نہ ہوا اور اسے قتل کرنے پر تل گیا۔

اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴾[3]

''بالآخر اس نے اپنے بھائی کو قتل کرنے پر اپنے آپ کو آمادہ کر لیا، چنانچہ اس نے اسے قتل کر ڈالا۔ پھر وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گیا۔''

حسد کے اسباب

سامعین گرامی! سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک حاسد کسی سے کیوں حسد کرتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ

① المائدۃ5: 27 ② المائدۃ5: 28-29 ③ المائدۃ5: 30

اس کے کئی اسباب ہیں:

① تقسیم ارزاق پر عدم قناعت اور ناراضگی

اگر ہم اس سبب کی وضاحت کرنا چاہیں تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کے ارزاق کی تقسیم اپنے ہاتھ میں رکھی ہے، چنانچہ وہ جسے چاہتا ہے زیادہ رزق عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے اسے محدود مقدار میں رزق عطا کرتا ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ يَقْدِرُ لَهٗ ۚ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ ①

''اللہ اپنے بندوں میں سے جس کیلئے چاہے رزق وسیع کر دیتا ہے اور جس کیلئے چاہے کم کر دیتا ہے۔ اور یقیناً وہ ہر چیز سے خوب واقف ہے۔''

ایک ایسا شخص جسے اللہ تعالی نے زیادہ رزق نہیں دیا، ہونا تو یہ چاہئے کہ اسے اللہ تعالی نے جو کچھ عطا کیا ہے وہ اس پر قناعت اختیار کرے، ہر حال میں اللہ تعالی کا شکر ادا کرے اور مزید رزق کا اللہ تعالی سے ہی سوال کرے کہ رزق کی تمام چابیاں اُسی کے ہاتھ میں ہیں۔ لیکن اگر وہ اُس انسان سے حسد کرے جسے اللہ تعالی نے زیادہ رزق دیا ہو تو وہ گویا کہ اللہ رب العزت کی تقسیم پر ناراضگی کا اظہار کرتا ہے۔ اور یہ ہرگز جائز نہیں ہے۔

② تکبر اور خود پسندی۔ یعنی حاسد اس احساس میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ وہ سب سے اچھا ہے اور تمام نعمتوں کا مستحق ہے۔ اسی لئے جب وہ دوسرے لوگوں کے پاس مختلف نعمتیں دیکھتا ہے تو اس سے یہ چیز برداشت نہیں ہوتی۔ چنانچہ وہ ان سے حسد کرنا شروع کر دیتا ہے۔

③ حاسد کا محسود سے بغض

یعنی جب کوئی شخص کسی سے بغض رکھ لیتا ہے اور دل ہی دل میں اس سے نفرت کرنا شروع کر دیتا ہے تو اسے خوشحال دیکھ کر، یا صحت مند اور تندرست دیکھ کر، یا اس کے پاس اللہ تعالی کی کسی نعمت کو دیکھ کر اس سے حسد کرنا شروع کر دیتا ہے۔

④ محسود کا بعض چیزوں میں تفوق اور حاسد کا ان چیزوں کے حصول سے عاجز آنا

یعنی بعض اوقات ایسے ہوتا ہے کہ ایک شخص کو اللہ تعالی بعض صلاحیتوں سے نوازتا ہے۔ جن کی بناء پر وہ اپنے اقران پر فوقیت حاصل کر لیتا ہے۔ پھر اقران میں سے کوئی شخص کوشش کے باوجود اگر اس آدمی کے تفوق کو

① العنکبوت29: 62

ختم کرنے اور خود اس پر فوقیت حاصل کرنے میں ناکام ہو جائے تو وہ اس سے حسد کرنا شروع کر دیتا ہے۔ مثلاً ایک کلاس کے تمام طالب علم ایک جیسی صلاحیتوں کے مالک نہیں ہوتے۔ ان میں سے کوئی طالب علم اگر اللہ رب العزت کی توفیق اور اس کی دی ہوئی صلاحیتوں کی بدولت اپنے ساتھیوں پر فوقیت حاصل کر لے، پھر اس کا کوئی ساتھی شدید محنت کرنے کے باوجود اس پر فوقیت حاصل نہ کر سکے تو وہ اس سے حسد کرنے لگتا ہے۔ اسی طرح کاروباری لوگوں میں بھی ہوتا ہے۔ اور خواتین میں بھی۔

⑤ جاہ ومنصب کا لالچ

یعنی بسا اوقات ایک شخص اپنے خاندان یا اپنے شہر یا اپنے ملک میں اعلی جاہ ومنصب کا خواہشمند ہوتا ہے۔ لیکن جب وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ کوئی اور شخص اس کے خاندان یا شہر یا ملک میں اس کے مد مقابل آ رہا ہے اور لوگ اسے اس پر ترجیح دے رہے ہیں تو وہ اس سے حسد کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اور ایسا آج کل سیاسی میدان میں بہت ہوتا ہے۔ اسی طرح کمپنی یا محکمے میں بھی کئی لوگ اعلی جاہ ومنصب کے لالچ میں اپنے ساتھیوں سے حسد کرنے لگتے ہیں کہ کہیں وہ ان سے آگے نہ بڑھ جائیں اور کہیں وہ ترقی پا کر اعلی پوسٹوں پر فائز نہ ہو جائیں۔

مدینہ منورہ میں عبد اللہ بن ابی بن سلول، جو رئیس المنافقین تھا، اس کا رسول اکرم ﷺ سے اور مکہ مکرمہ میں سردارانِ قریش کا نبی کریم ﷺ سے حسد بھی اسی نوعیت کا تھا۔

⑥ مال ودولت کے حصول کیلئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش

ہر انسان مال ودولت سے شدید محبت کرتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ﴾[1]

''اور وہ (انسان) مال کی محبت میں بری طرح مبتلا ہے۔''

اور رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

« لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِيَانِ مِن مَّالٍ لَابْتَغٰى ثَالِثًا، وَلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ إِلَّا التُّرَابُ »

''اگر آدمی کے پاس مال سے بھری ہوئی دو وادیاں ہوں تو وہ چاہتا ہے کہ تیسری بھی ہو۔ اور آدمی کے پیٹ کو صرف قبر کی مٹی ہی بھر سکتی ہے۔''[2]

مال ودولت کے اسی لالچ کی بناء پر جب ایک انسان دوسرے انسان کو دیکھتا ہے کہ اُس کے پاس اُس سے زیادہ مال ہے اور وہ زیادہ دولت کما رہا ہے تو وہ اس سے حسد کرنا شروع کر دیتا ہے۔

---

① العادیات100 :8 ② صحیح البخاری:6436، صحیح مسلم :1048

رسول اکرم ﷺ نے اسی چیز سے ڈراتے ہوئے فرمایا تھا:

« فَوَاللّٰهِ مَا الْفَقْرَ أَخْشٰى عَلَيْكُمْ ، وَلٰكِنْ أَخْشٰى أَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلٰى مَنْ قَبْلَكُمْ ، فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا ، وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا أَهْلَكَتْهُمْ »

''اللہ کی قسم! مجھے اس بات کا خوف نہیں کہ تم پر فقر وفاقہ آئے، بلکہ مجھے خوف ہے کہ کہیں دنیا تم پر کھول نہ دی جائے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر کھولی گئی، پھر تم ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگو جیسا کہ ان لوگوں نے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کی۔ اور دنیا تمھیں ہلاک کردے جیسا کہ انھیں ہلاک کیا تھا۔''[1]

اور حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِذَا فُتِحَتْ عَلَيْكُمْ فَارِسُ وَالرُّومُ أَيُّ قَوْمٍ أَنْتُمْ ؟»

''جب تم پر فارس اور روم (کے خزانے) کھول دیے جائیں گے تو تم لوگ کیا کرو گے؟''

تو عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: «نَقُولُ كَمَا أَمَرَنَا اللّٰهُ»

''ہم وہی کہیں جس کا ہمیں اللہ نے حکم دیا ہے۔''

یعنی ہم اللہ تعالی کا شکر ادا کریں گے اور اس کے مزید فضل وکرم کا سوال کریں گے۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا: «أَوَ غَيْرَ ذٰلِكَ ؟» ''یا اس کے علاوہ کچھ اور'' یعنی تمھاری حالت کچھ اور ہوگی۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

« تَتَنَافَسُونَ ثُمَّ تَتَحَاسَدُونَ ثُمَّ تَتَدَابَرُونَ ثُمَّ تَتَبَاغَضُونَ أَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ »

''تم (ان خزانوں کے حصول کیلئے) ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو گے، پھر ایک دوسرے سے حسد کرو گے، پھر ایک دوسرے سے قطع تعلقی کرو گے۔ پھر ایک دوسرے سے بغض رکھو گے۔ یا اس طرح کی دیگر بیماریوں میں مبتلا ہو جاؤ گے۔''[2]

اہل علم کا کہنا ہے کہ 'تنافس' سے مراد یہ ہے کہ ہر شخص ان خزانوں کی طرف لپکے گا کہ کہیں کوئی اور اُس سے پہلے اُن خزانوں کو حاصل نہ کر لے۔ اور یہ حسد کا پہلا درجہ ہے اور یہیں سے حسد کی ابتدا ہوتی ہے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«سَيُصِيبُ أُمَّتِي دَاءُ الْأُمَمِ» ''عنقریب میری امت کو پہلی امتوں کی بیماری لگ جائے گی۔''

---

[1] صحیح البخاری: 4015، صحیح مسلم: 2961 [2] صحیح مسلم: 2962

تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: « وَمَا دَاءُ الْأُمَمِ » ''پہلی امتوں کی بیماری سے کیا مراد ہے؟''
تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « اَلْأَشِرُ ، وَالْبَطَرُ ، وَالتَّكَاثُرُ ، وَالتَّنَافُسُ فِي الدُّنْيَا ، وَالتَّبَاغُضُ ، وَالتَّحَاسُدُ حَتّٰى يَكُونَ الْبَغْيُ »①

''ناشکری، سرکشی، زیادہ سے زیادہ مال و دولت جمع کرنے کی کوشش، دنیا کے حصول کیلئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی سعی، ایک دوسرے سے بغض اور حسد، یہاں تک کہ نوبت ظلم تک پہنچ جائے گی۔''

حسد کے نقصانات

حسد کے بہت سارے نقصانات ہیں جن سے حاسد دوچار ہوتا ہے۔ ان میں سے اہم نقصانات یہ ہیں:

① حاسد سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ اللہ رب العزت کی قضاء وقدر پر اور ارزاق کی تقسیم پر عدم رضامندی کا اظہار کرتا ہے۔

شاعر کہتا ہے:

أَيَا حَاسِدًا لِيْ عَلٰى نِعْمَتِيْ — أَتَدْرِيْ عَلٰى مَنْ أَسَأْتَ الْأَدَب

میری نعمت پر حسد کرنے والے شخص! — کیا تم جانتے ہو کہ تم نے کس کی بے ادبی کی ہے؟

أَسَأْتَ عَلَى اللّٰهِ فِيْ حُكْمِهٖ — لِأَنَّكَ لَمْ تَرْضَ لِيْ مَا وَهَب

تم نے اللہ کے حکم کی بے ادبی کی ہے۔ — کیونکہ اس نے مجھے جو عطا کیا تم نے اسے ناپسند کیا

فَأَخْزَاكَ رَبِّيْ بِأَنْ زَادَنِيْ — وَسَدَّ عَلَيْكَ وُجُوهَ الطَّلَب

چنانچہ میرے رب نے تمھیں رسوا کیا کہ اس نے مجھے اور زیادہ دیا اور تجھ پر اس نے طلب کے دروازے ہی بند کر دیے۔

② حسد کی وجہ سے حاسد کے دل میں حسرت و پشیمانی پیدا ہوتی ہے جو اس کے دل کو کھا جاتی ہے۔ کیونکہ حاسد ہر وقت غمزدہ، پریشان، ڈپریشن کا شکار اور نفرت وکدورت میں جلتا رہتا ہے۔ اور یہ چیزیں اس کے دل کو کھوکھلا کر دیتی ہیں۔

شاعر کہتا ہے:

اِصْبِرْ عَلٰى كَيْدِ الْحَسُوْدِ — فَإِنَّ صَبْرَكَ قَاتِلُهٗ

---

① الحاکم۔ بحوالہ السلسلة الصحيحة: 680

حسد کرنے والے کی سازش پر صبر کرتے رہو۔ کیونکہ آپ کا صبر ہی اسے مار ڈالے گا

اَلنَّارُ تَأْكُلُ بَعْضَهَا إِنْ لَّمْ تَجِدْ مَا تَأْكُلُهُ

آگ اپنے آپ کو ہی کھانا شروع کر دیتی ہے، اگر اسے کھانے کو اور کچھ نہ ملے۔

③ حسد کی وجہ سے حاسد لوگوں کی نظروں میں گر جاتا ہے اور وہ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ اسی لئے کہا جاتا ہے: اَلْحَسُوْدُ لاَ یَسُوْدُ یعنی حسد کرنے والا شخص سیادت وقیادت کو حاصل نہیں کرسکتا۔

④ حسد کی وجہ سے حاسد اور محسود کے درمیان دشمنی پیدا ہوتی ہے۔ اور دوستوں اور قریبی رشتہ داروں کے درمیان تعلقات خراب ہو جاتے ہیں۔ اِس کی سب سے بڑی دلیل یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کا قصہ ہے۔ برادرانِ یوسف اور یوسف کے مابین تعلقات تب بگڑنے لگے جب وہ اپنے بھائی یوسف سے حسد کرنے لگے اور انھوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا:

﴿لَيُوْسُفُ وَ اَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ﴾[1]

''یوسف اور اس کا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ محبوب ہیں۔ حالانکہ ہم ایک طاقتور جماعت ہیں۔''

یہ وہ حسد تھا جس کی وجہ سے برادرانِ یوسف نے یوسف کے خلاف سازش تیار کی اور آخر کار انھیں ایک کنویں میں پھینک دیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ حسد کی وجہ سے دشمنی جنم لیتی ہے۔ اور حتی کہ بھائیوں کے مابین بھی نفرتیں اور کدورتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

⑤ حسد کی وجہ سے دلوں میں نفاق پیدا ہوتا ہے۔ جیسا کہ عبد اللہ بن ابی بن سلول اور اس کے حامی منافقوں کے دلوں میں اُس وقت نفاق کی شدت میں اضافہ ہوا جب وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان پر ایمان لانے والوں سے حسد کرنے لگے۔

⑥ حسد بڑے بڑے گناہوں کا سبب بنتا ہے۔ حتی کہ ایک حاسد محسود کو قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتا، جیسا کہ ہم قابیل اور ہابیل کا واقعہ ذکر کر چکے ہیں۔

⑦ حسد کی وجہ سے بعض اوقات محسود کو نظر بد لگ جاتی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

«اَلْعَیْنُ حَقٌّ ، وَلَوْ کَانَ شَیْءٌ سَابِقَ الْقَدَرِ سَبَقَتْهُ الْعَیْنُ ، وَإِذَا اسْتُغْسِلْتُمْ فَاغْسِلُوْا»

''نظر بد برحق ہے۔ اور اگر تقدیر سے کوئی چیز سبقت لے جانے والی ہوتی تو وہ نظر بد ہے۔ اور جب تم میں

① یوسف 12:8
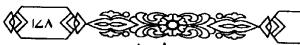
سے کسی ایک سے غسل کرنے کا مطالبہ کیا جائے (تاکہ غسل کے پانی سے وہ شخص غسل کرسکے جسے تمھاری نظر بد لگ گئی ہو) تو غسل کرلیا کرو۔''①

اور اگر کسی شخص کو حاسد کی نظر بد کا خطرہ ہو تو اسے معوذتین (سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) پڑھ کر اپنے اوپر دم کرنا چاہئے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ جنات اور انسانوں کی نظر بد سے اللہ کی پناہ طلب کیا کرتے تھے۔ پھر جب معوذتین (الفلق، الناس) نازل ہوئیں تو آپ ﷺ انہی کو پڑھتے تھے اور باقی دعائیں آپ نے چھوڑ دی تھیں۔②

اور اگر کوئی شخص کسی کی نظر بد کا شکار ہو جائے تو اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھنی چاہئے:

« بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيْكَ، وَاللّٰهُ يَشْفِيْكَ مِنْ كُلِّ دَاءٍ يُؤْذِيْكَ وَمِنْ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ اللّٰهُ يَشْفِيْكَ، بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيْكَ③ »

''میں اللہ کے نام کے ساتھ تجھے دم کرتا ہوں اور اللہ تجھے ہر تکلیف دہ بیماری اور ہر روح بد یا حسد کرنے والی آنکھ کی برائی سے شفا دے گا۔ میں اللہ کے نام کے ساتھ تجھے دم کرتا ہوں۔''

یا یہ دعا پڑھیں:

« بِسْمِ اللّٰهِ يُبْرِيكَ، مِنْ كُلِّ دَاءٍ يَّشْفِيْكَ، وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ، وَمِنْ شَرِّ كُلِّ ذِيْ عَيْنٍ »④

''اللہ کے نام کے ساتھ! وہ (اللہ) تجھے ہر بیماری سے شفا دے گا اور ہر حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے اور ہر نظر بد کے شر سے۔''

حسد کے جو نقصانات ہم نے ذکر کئے ہیں، ان کے پیش نظر ہم سب کو اس سے توبہ کرنی چاہئے۔ اگر ہمارے دلوں میں حسد ہے تو ہمیں فوری طور پر اپنے دلوں کو اس سے پاک کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔

سامعین گرامی! خطبہ کے آخر میں ہم آپ کو یہ بھی بتاتے چلیں کہ حاسد کے شر سے بچنے کے وسائل کون سے ہیں جنھیں اختیار کرنے سے ایک انسان اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے ساتھ حاسد کے شر سے بچ سکتا ہے۔

---

① صحیح مسلم: 2188 ② جامع الترمذی: 2059، سنن ابن ماجہ: 3511- وصححہ الالبانی

③ صحیح مسلم: 2186 ④ صحیح مسلم: 2186
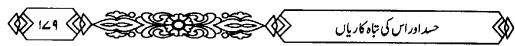
❶ پہلا وسیلہ ہے: حاسد کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنا

سورۃ الفلق کی آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ﴾ ''اور میں حاسد کے شر سے بھی (اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں) جب وہ حسد کرے۔''

❷ دوسرا وسیلہ ہے: تقوی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا ایسا ڈر اور خوف جو انسان کو اس کی نافرمانی سے روک دے۔ کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کی نافرمانی ترک کر دیتا ہے اور وہ اس کے احکامات پر عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرتا ہے اور اسے ہر قسم کے شر سے بچاتا ہے۔

❸ تیسرا وسیلہ ہے: اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ﴾[1]

''اور جو آدمی اللہ پر توکل کرتا ہے تو وہ اسے کافی ہو جاتا ہے۔''

یہ اس لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جو شر اور نقصان سے بچا سکے۔ اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا هُوَ مَوْلٰنَا وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾[2]

'' آپ کہہ دیجئے کہ ہم پر کوئی مصیبت ہرگز نہیں آئے گی سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے لکھ دی ہے۔ وہ ہمارا سرپرست ہے۔ اور مومنوں کو اللہ پر ہی توکل کرنا چاہئے۔''

❹ چوتھا وسیلہ ہے: صبر کرنا۔ یعنی حاسد کے حسد پر صبر کرنا اور اسے ثابت قدمی سے برداشت کرنا۔ جو شخص جتنا صابر ہوگا اتنا ہی وہ حاسد کے شر سے محفوظ رہے گا۔ اور حاسد خود ہی اپنے حسد کی آگ میں جل جائے گا۔

❺ پانچواں وسیلہ یہ ہے کہ انسان حاسد کے بارے میں سوچنا ہی ترک کر دے۔ اور صرف اور صرف اللہ کی طرف متوجہ رہے کیونکہ اللہ ہی ہر قسم کے شر سے بچانے والا ہے۔ یہ ہم اس لئے کہہ رہے ہیں کہ کئی لوگ خواہ مخواہ ہی فکر مند رہتے ہیں اور اپنے لئے ٹینشن بنا لیتے ہیں، حالانکہ ٹینشن بنا لینے سے آپ حاسدوں کے شرے سے نہیں بچ سکتے۔ جو چیز آپ کیلئے حاسدوں کے شر سے بچنے کا ذریعہ بن سکتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں، اس کی پناہ طلب کرتے رہیں، خصوصا آخری دو سورتیں صبح وشام پابندی سے پڑھتے رہیں، اپنے گناہوں پر اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرتے رہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی پناہ میں لے لے گا اور حاسدوں کے شر

---

[1] الطلاق 65: 3 [2] التوبة 9: 51

سے محفوظ رکھے گا۔

❻ چھٹا وسیلہ ہے: صدقہ وخیرات کرنا۔ کیونکہ اللہ تعالی صدقات وخیرات کرنے والے شخص کی خصوصی طور پر حفاظت کرتا ہے اور اسے برے انجام سے بچاتا ہے۔

❼ ساتواں وسیلہ ہے: حاسد پر احسان کرنا اور اس سے حسن سلوک کرنا۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِیْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهُ وَلِیٌّ حَمِيْمٌ﴾ ①

''نیکی اور بدی کبھی برابر نہیں ہو سکتیں۔ آپ (بدی کا) ایسی بات سے دفاع کریں جو بہت اچھی ہو۔ چنانچہ جس شخص کی آپ کے ساتھ عداوت تھی وہ آپ کا گہرا دوست بن جائے گا۔''

تاہم یہ کام ہے بہت مشکل! اسی لئے اللہ تعالی نے اس کے بعد ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ﴾ ②

''اور یہ صرف انھیں نصیب ہوتی ہے جو صبر کرتے ہیں۔ اور یہ کسی بڑے خوش نصیب انسان کو ہی حاصل ہوتی ہے۔''

❽ آٹھواں وسیلہ ہے: نعمتوں کو حاسدوں سے چھپانا

جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کا خواب سنا تو انھیں فرمایا:

﴿يٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا﴾ ③

''اے میرے پیارے بیٹے! یہ خواب اپنے بھائیوں کو نہ بتلانا، ورنہ وہ تمھارے لئے بری تدبیریں سوچنے لگیں گے۔''

یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو خواب کے چھپانے کا حکم اسی لئے دیا تھا کہ کہیں ان کے بھائی ان سے حسد کرتے ہوئے ان کے خلاف سازشیں نہ تیار کریں۔

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

« اِسْتَعِيْنُوْا عَلٰى اِنْجَاحِ الْحَوَائِجِ بِالْكِتْمَانِ ، فَإِنَّ كُلَّ ذِیْ نِعْمَةٍ مَحْسُوْدٌ »

''تم اپنی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے انھیں چھپا کر (اللہ سے) مدد طلب کیا کرو۔ کیونکہ ہر نعمت والے

① حم السجدۃ 41: 34 ② حم السجدۃ 41: 35 ③ یوسف 12: 5

شخص سے حسد کیا جاتا ہے۔''①

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہمیں عموما ہر قسم کے شر سے اور خصوصا حاسدوں کے شر سے محفوظ رکھے۔ اور ہمارے دلوں کو حسد وغیرہ سے پاک کردے۔

دوسرا خطبہ

سامعین کرام! رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

« لَا يَجْتَمِعَانِ فِي قَلْبِ عَبْدٍ :اَلْإِيْمَانُ وَالْحَسَدُ »②

''کسی بندے کے دل میں دو چیزیں جمع نہیں ہوسکتیں: ایمان اور حسد۔''

یعنی اگر بندے کے دل میں سچا ایمان ہوگا تو اس میں حسد نہیں ہوگا۔ اور اگر اس کے دل میں حسد ہوگا تو وہ ایمان سے خالی ہوگا۔

لہذا ہمیں اپنے دلوں کو ٹٹولنا چاہیے کہ کہیں ان میں حسد تو نہیں پایا جاتا! اگر پایا جاتا ہے تو پھر ہمیں اپنے ایمان کی فکر کرنی ہوگی۔

اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

« لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا لَمْ يَتَحَاسَدُوْا »③

''لوگ برابر خیر وبھلائی کے ساتھ رہیں گے جب تک کہ ایک دوسرے سے حسد نہیں کریں گے۔''

یعنی جب تک لوگ حسد سے بچے رہیں گے تب تک خیر وبھلائی کے ساتھ رہیں گے۔ اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر وہ حسد سے نہیں بچیں گے تو خیر وبھلائی کے ساتھ نہیں رہ پائیں گے۔

لہذا ہم اگر خیر وبھلائی کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو پھر ہمیں حسد سے بہر صورت بچنا ہوگا۔ اللہ تعالی ہمیں اس کی توفیق دے۔

آخر میں ہم ایک حدیث ذکر کرکے اپنا خطبہ ختم کرتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ سے پوچھا گیا:

« أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ ؟ »

---

① السلسلة الصحيحة :1453 ② صحيح الجامع للألبانی :7620

③ الطبرانی بحواله السلسلة الصحيحة :3386

''لوگوں میں سب سے بہتر شخص کون ہے؟''

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«كُلُّ مَخْمُومِ الْقَلْبِ صَدُوقِ اللِّسَانِ»

''ہر وہ شخص جس میں دو صفات ہوں: وہ مخموم القلب ہو اور سچی زبان والا ہو۔''

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے گزارش کی: سچی زبان والا تو ہم جانتے ہیں۔ مخموم القلب سے کیا مراد ہے؟

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«هُوَ التَّقِيُّ النَّقِيُّ، لَا إِثْمَ فِيهِ وَلَا بَغْيَ ، وَلَا غِلَّ وَلَا حَسَدَ »

''مخموم القلب وہ ہوتا ہے جس میں اللہ کا ڈر ہو، پاک صاف ہو، اس میں کوئی گناہ نہ ہو اور نہ ہی اس میں ظلم ہو۔ اور نہ اس میں خیانت ہو اور نہ ہی حسد ہو۔''[①]

لہٰذا ہم بھی اگر سب سے بہتر بننا چاہتے ہوں تو ہمیں ان صفات کو اختیار کرنا پڑے گا۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہمارے دلوں کو حسد، بغض اور نفرت سے پاک کر دے۔ اور ہمارے دلوں میں تمام مسلمانوں کیلئے محبت پیدا کر دے۔

① سنن ابن ماجه : ٤٢١٦ ۔ وصححه الألباني

حیا ایمان کا ایک شعبہ

اہم عناصرِ خطبہ:

① 'حیاء' کی اہمیت
② 'حیاء' کسے کہتے ہیں؟
③ 'حیاء' کی اقسام
④ ایمانی 'حیاء' کیسے آسکتی ہے؟
⑤ 'حیاء' کے بعض فوائد وثمرات
⑥ 'حیاء' کے بعض اعلیٰ نمونے
⑦ بے حیائی کی حرمت
⑧ معاشرے میں بے حیائی کی بعض صورتیں

پہلا خطبہ

محترم حضرات! ہمارا دین چار امور پر قائم ہے: عقائد، عبادات، معاملات اور اخلاق وآداب۔ اور آج ہم جس موضوع پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں وہ اخلاق وآداب سے متعلق ہے۔ بلکہ اخلاق وآداب کی جڑ اور اس کی اساس ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

« إِنَّ لِكُلِّ دِيْنٍ خُلُقًا ، وَخُلُقُ الْإِسْلَامِ الْحَيَاءُ »

''ہر دین میں حسن اخلاق کی صفات میں سے ایک اہم صفت ہوتی ہے۔ جبکہ اسلام میں حسن اخلاق کی اہم ترین صفت 'حیاء' ہے۔''[1]

بلکہ ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے 'حیاء' کو پورا دین قرار دیا ہے۔

جیسا کہ حضرت قرۃ بن ایاس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ کے سامنے 'حیاء' کا ذکر کیا گیا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا حیاء دین میں سے ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: (بَلْ هُوَ الدِّيْنُ كُلُّهُ)[2] ''حیاء تو پورا دین ہی ہے۔''

ایک اور حدیث میں نبی کریم ﷺ نے 'حیاء' کو ایمان کے شعبوں میں سے ایک شعبہ قرار دیا۔

فرمایا: « اَلْإِيْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ۔ أَوْ بِضْعٌ وَّسِتُّوْنَ ۔ شُعْبَةً : فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذىٰ عَنِ الطَّرِيْقِ ، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْإِيْمَانِ »

''ایمان کے ستر سے زیادہ ، یا فرمایا: ساٹھ سے زیادہ شعبے ہیں۔ سب سے افضل شعبہ (لا إله إلا الله)

---

① سنن ابن ماجه : 4181- وحسنه الألباني
② صحيح الترغيب والترهيب :2630

کہنا ہے۔ اور سب سے کم تر شعبہ راستے سے تکلیف دہ چیز کو دور کرنا ہے۔ اور حیاء ایمان کے شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے۔'' ①

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک انصاری آدمی کے پاس سے ہوا جو اپنے بھائی کو حیاء کے بارے میں نصیحت کر رہا تھا۔ (یعنی اسے کہہ رہا تھا کہ تم ہر وقت شرماتے ہی رہتے ہو اور حیاء کی وجہ سے فلاں فلاں کام نہیں کرتے ....) تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« دَعْهُ فَإِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْإِيْمَانِ » ''اسے چھوڑ دو کیونکہ حیاء ایمان میں سے ہے۔'' ②

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا:

« اَلْحَيَاءُ وَالْإِيْمَانُ قُرِنَا جَمِيْعًا ، فَإِذَا رُفِعَ أَحَدُهُمَا رُفِعَ الْآخَرُ » ③

'' حیاء اور ایمان دونوں اکٹھے رہتے ہیں۔ لہٰذا اگر ان میں سے ایک ختم ہو جائے تو دوسرا بھی ختم ہو جاتا ہے۔'' یعنی جس شخص کے اندر ایمان موجود ہو اس کے اندر حیاء بھی ضرور ہو گی۔ اور اگر حیاء نہ ہو تو ایمان بھی نہیں ہو گا۔ گویا حیاء کا نہ ہونا ایمان کے نہ ہونے یا ایمان کے ناقص ہونے کی دلیل ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ 'حیاء' کسے کہتے ہیں؟

بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ '' حیاء اچھے اخلاق کی وہ صفت ہے جو انسان کو قبیح ، گھٹیا اور بے حیائی پر مشتمل اقوال وافعال سے روکے اور اچھے اقوال واعمال پر ابھارے۔''

اس سے ثابت ہوا کہ 'حیاء' در حقیقت اُس عظیم صفت کا نام ہے جو انسان کو اس بات پر آمادہ کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے ہر حرام عمل اور فحش قسم کے اقوال واعمال سے پرہیز کرے اور اچھے اقوال واعمال کو انجام دے۔

یہاں ہم یہ بھی واضح کرتے چلیں کہ 'حیاء' کی دو قسمیں ہیں:

① فطری حیاء، جو ہر انسان میں، حتی کہ چھوٹے بچوں میں بھی ہوتی ہے۔ مثلاً ستر کو چھپانا۔

یہی وجہ ہے کہ جب ابو البشر آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی حواء علیہا السلام نے جنت کے اُس درخت کا پھل کھا لیا جس سے اللہ تعالیٰ نے انھیں منع کیا تھا تو ان کی شرمگاہیں ننگی ہو گئیں۔ چنانچہ شرم کے مارے وہ جنت کے پتوں کے ذریعے ان کو ڈھانپنے لگے۔

---

① صحیح مسلم :35 ② صحیح البخاری :16

③ صحیح الجامع للألبانی :3200

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ﴾[1]

''پھر جب انھوں نے اس درخت کو چکھ لیا تو ان کی شرمگاہیں ظاہر ہوگئیں اور وہ جنت کے پتے ان پر چپکانے لگے۔''

اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ 'حیاء' حضرت آدم علیہ السلام اوران کی بیوی کی جبلت وفطرت میں ہی رکھ دی گئی تھی۔ اوراسی لئے یہ فطری حیاء ہرانسان میں موجود ہوتی ہے۔

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ ارشاد فرمایا کہ: «وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتّٰى تُسْتَأْذَنَ» ''اور کنواری لڑکی کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک کہ اس سے اجازت نہ لے لی جائے۔'' تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: (وہ تو شرماتی ہے تو) اس کی اجازت کیسے ہوگی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَنْ تَسْكُتَ» ''یہ کہ وہ خاموش ہوجائے۔''[2]

یہ بھی فطری حیاء ہے جو ہر کنواری لڑکی میں ہوتی ہے۔

② ایمانی حیاء

''ایمانی حیاء سے مراد یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے حرام کاموں سے اجتناب کرے۔''

اور یہ حیاء انسان میں اس طرح آتی ہے کہ وہ ہر وقت، ہر جگہ اللہ تعالیٰ کو نگران تصور کرے۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کو نگران تصور کرے گا اور اسے یقین ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اسے ہر وقت اور ہر جگہ دیکھ رہا ہے، سن رہا ہے اور اس کی تمام حرکات وسکنات اس کے علم میں ہیں تو وہ اس سے حیاء کرتے ہوئے اس کی نافرمانی سے اجتناب کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾[3]

''یقیناً اللہ تعالیٰ تمھارے اوپر نگران ہے۔''

اسی طرح اس کا فرمان ہے: ﴿وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾[4]

''اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھ رہا ہے۔''

اسی طرح فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾[5]

''جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے یقیناً پوری طرح باخبر ہے۔''

---

① الأعراف 7:22 ② صحیح البخاری: 5136، صحیح مسلم: 1419
③ النساء 4:1 ④ الحجرات 49:18 ⑤ الحشر 59:18

بلکہ اللہ تعالیٰ تو آنکھوں کے اشاروں اور دلوں کے بھیدوں تک کو بھی جانتا ہے۔

فرمایا: ﴿ يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ ﴾ ①

''وہ (اللہ تعالیٰ) نظروں کی خیانت کو بھی جانتا ہے اور ان مخفی باتوں کو بھی جو سینوں نے چھپا رکھی ہیں۔''

اسی طرح فرمایا:

﴿ وَأَسِرُّوا قَوْلَكُمْ أَوِ اجْهَرُوا بِهِ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴾ ②

''اور تم چپکے سے بات کرو یا اونچی آواز سے، وہ تو دلوں کے راز تک جانتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ بندے کے انتہائی قریب ہے، حتیٰ کہ شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔

فرمایا: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ﴾

''اور ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور جو کچھ اس کے دل میں وسوسہ گزرتا ہے، ہم تو اسے بھی جانتے ہیں۔ اور اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔'' ③

عزیزان گرامی! ان تمام آیات کریمہ کو ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جو اللہ ہمارے اعمال سے باخبر ہے، جو ہمیں ہر جگہ اور ہر وقت دیکھ اور سن رہا ہے، جو ہمارے انتہائی قریب ہے، جو ہمارے دلوں کے اندر چھپے ہوئے رازوں تک کو جانتا ہے، جو ہماری آنکھوں کے اشاروں تک سے واقف ہے......ہمیں اس سے حیاء کرنی چاہئے اور اس سے ڈرتے ہوئے اس کی نافرمانی سے اجتناب کرنا چاہئے۔

اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«اِسْتَحْيُوا مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ» ''اللہ سے اُس طرح حیاء کرو جیسا کہ حیاء کرنے کا حق ہے۔''

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کی: «يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّا نَسْتَحْيِيْ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ»

''اے اللہ کے رسول! اللہ کا شکر ہے کہ ہم حیاء کرتے ہیں۔''

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَيْسَ ذَاكَ، وَلٰكِنَّ الْإِسْتِحْيَاءَ مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ أَنْ تَحْفَظَ الرَّأْسَ وَمَا وَعٰى، وَالْبَطْنَ وَمَا حَوٰى، وَلْتَذْكُرِ الْمَوْتَ وَالْبِلٰى، وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ تَرَكَ زِيْنَةَ الدُّنْيَا، فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدِ اسْتَحْيَا مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ» ④

---

① المؤمن 40:19 ② الملك 67:13 ③ ق 50:16

④ جامع الترمذی: ۲٤٥٨۔ وحسنه الألبانی

''میرا مقصد یہ نہیں جو تم لوگوں نے سمجھا ہے۔ بلکہ اللہ تعالی سے کما حقہ حیاء کرنے سے مراد یہ ہے کہ تم اپنے سر اور اسی طرح کانوں، آنکھوں اور زبان کی حفاظت کرو۔ اور پیٹ اور وہ جس چیز کو جمع کرے اس کی حفاظت کرو۔ (یعنی اس میں حرام کا لقمہ نہ جانے دو۔ اسی طرح اپنے دل اور شرمگاہ کی بھی حفاظت کرو) اور موت اور (قبر میں) بوسیدگی کو یاد کرو۔ اور جو شخص آخرت کا ارادہ کرتا ہے وہ دنیا کی زینت کو چھوڑ دیتا ہے۔ لہٰذا جو شخص ایسے کرے گا تو اس نے گویا کہ اللہ تعالی سے اُس طرح حیاء کی جیسا کہ اس سے حیاء کرنے کا حق ہے۔''

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالی سے کما حقہ حیاء کرنے کا معنی یہ ہے کہ آپ اپنے پورے جسم کو، خصوصا اپنے حواس کو اللہ تعالی کی نافرمانی سے بچائیں۔

اللہ تعالی کی نافرمانی سے پرہیز تبھی ممکن ہے جب بندہ اللہ تعالی سے حیاء کرے۔

سعید بن یزید الأنصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا:

(يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! أَوْصِنِيْ) ''اے اللہ کے رسول! مجھے وصیت کریں۔''

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« أُوْصِيْكَ أَنْ تَسْتَحْيِيَ مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ كَمَا تَسْتَحْيِيْ رَجُلًا مِنْ صَالِحِيْ قَوْمِكَ »

''میں تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ تم اللہ عز وجل سے اُس طرح حیاء کرو جیسا کہ تم اپنی قوم کے صلحاء میں سے کسی صالح آدمی سے حیاء کرتے ہو۔''[1]

یعنی جس طرح تم اپنے قبیلے کے ایک صالح آدمی سے حیاء کرتے ہوئے اس کے سامنے کوئی ایسا کام نہیں کرتے جو معیوب ہو۔ اسی طرح تم اللہ تعالی سے بھی حیاء کرتے ہوئے کوئی ایسا کام نہ کرو جو اللہ تعالی کی نظر میں برا ہو اور اس کی ناراضگی کا باعث بن سکتا ہو۔

محترم حضرات!

☆ جس ایمانی حیاء کی ہم بات کر رہے ہیں، یہ ہمیشہ خیر و بھلائی کا ہی سبب بنتا ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« اَلْحَيَاءُ لَا يَأْتِيْ إِلَّا بِخَيْرٍ » ''حیاء خیر ہی کو لاتی ہے۔''[2]

☆ اور حیاء جس چیز میں ہو اسے وہ خوبصورت بنا دیتی ہے۔ اور جس چیز میں نہ ہو اور اس میں بے حیائی ہو تو وہ اسے بدصورت بنا دیتی ہے۔

---

[1] السلسلة الصحيحة : 741
[2] صحيح البخاری :6117، وصحيح مسلم : 165

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« مَا كَانَ الْحَيَاءُ فِيْ شَيْئٍ إِلَّا زَانَهُ ، وَلَا كَانَ الْفُحْشُ فِيْ شَيْئٍ إِلَّا شَانَهُ»

''حیاء جس چیز میں بھی ہو اسے وہ خوبصورت بنا دیتی ہے۔ اور بے حیائی جس چیز میں بھی اسے وہ بد صورت بنا دیتی ہے۔''①

☆ حیاء ایسی صفت ہے جسے اللہ تعالی پسند کرتا ہے اور جس شخص میں ہو اس سے وہ محبت کرتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشج عبد القیس رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا:

«إِنَّ فِيْكَ لَخُلُقَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللّٰهُ » ''تمھارے اندر دو صفات ایسی ہیں جنھیں اللہ تعالی پسند کرتا ہے۔''

انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! وہ کونسی ہیں؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « اَلْحِلْمُ وَالْحَيَاءُ» ''بردباری اور حیاء ہیں۔''②

اور جناب یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا جو کھلے میدان میں غسل کر رہا تھا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور حمد وثناء کے بعد ارشاد فرمایا:

« إِنَّ اللّٰهَ حَيِيٌّ سِتِّيْرٌ يُحِبُّ الْحَيَاءَ وَالسِّتْرَ ، فَإِذَا اغْتَسَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَتِرْ »

''بے شک اللہ تعالی انتہائی باحیاء اور بہت ہی پردہ ڈالنے والا ہے۔ حیاء اور پردہ ڈالنے کو پسند کرتا ہے۔ لہذا جب تم میں سے کوئی شخص غسل کرے تو وہ پردہ کر لے۔''③

محترم حضرات! حیاء کے بعض فوائد ذکر کرنے کے بعد اب ہم 'حیاء' کے بعض نمونوں کا تذکرہ کرتے ہیں:

❶ اللہ تعالی کی صفتِ حیاء

صفتِ حیاء اللہ تعالی میں بدرجۂ اتم موجود ہے۔ جیسا کہ حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: « إِنَّ اللّٰهَ حَيِيٌّ كَرِيْمٌ يَسْتَحْيِيْ إِذَا رَفَعَ الرَّجُلُ إِلَيْهِ يَدَيْهِ أَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا خَائِبَتَيْنِ»④

''بے شک اللہ تعالی بہت حیا کرنے والا اور نہایت مہربان ہے۔ اور کوئی آدمی جب اس کی طرف ہاتھ بلند

---

① صححه الألبانی فی صحیح الأدب المفرد ، باب الحیاء

② صححه الألبانی فی صحیح الأدب المفرد ، باب التؤدة فی الأمور

③ سنن أبی داؤد : 4014 ، سنن النسائی : 406- وصححه الألبانی

④ جامع الترمذی :3556، سنن أبی داؤد :1488 ، سنن ابن ماجه :3865- وصححه الألبانی

کرتا ہے تو اسے حیا آتی ہے کہ وہ انہیں خالی اور ناکام واپس لوٹا دے۔''

جب اللہ تعالی انتہائی باحیاء ہے تو اسی طرح اللہ تعالی کے بندوں کو بھی باحیاء ہونا چاہئے۔ اور خصوصاً اللہ تعالی سے بندوں کو حیاء کرنی چاہئے۔

❷ رسول اللہ ﷺ میں صفتِ حیاء

امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ میں بھی یہ صفت موجود تھی کہ آپ بھی بہت ہی باحیاء تھے۔

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

«كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِيْ خِدْرِهَا» ①

''رسول اللہ ﷺ (گھر کے کونے میں) پردے میں بیٹھی ہوئی کنواری لڑکی سے بھی زیادہ باحیاء تھے۔''

اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ میرے گھر میں تشریف فرما تھے اور آپ کی رانوں یا پنڈلیوں سے کپڑا ہٹا ہوا تھا۔ اسی دوران ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے انھیں اجازت دے دی اور اپنی حالت کو نہ بدلا۔ پھر ان سے بات چیت کی۔ اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے انھیں بھی اجازت دے دی اور اپنی حالت کو نہ بدلا۔ پھر ان سے بھی بات چیت کی۔ اس کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی تو آپ ﷺ اٹھ کر سیدھے بیٹھ گئے اور اپنے کپڑوں کو درست کر لیا۔ پھر وہ داخل ہوئے، آپ ﷺ نے ان سے بھی بات چیت کی۔ اس کے بعد جب وہ چلے گئے تو عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے کوئی پروا نہیں کی، پھر عمر رضی اللہ عنہ آئے تو تب بھی آپ نے کوئی پروا نہیں کی، پھر عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو آپ اٹھ کر سیدھے بیٹھ گئے اور اپنے کپڑوں کو درست کر لیا! تو آپ ﷺ نے فرمایا: «أَلَا أَسْتَحْيِيْ مِنْ رَجُلٍ تَسْتَحْيِيْ مِنْهُ الْمَلَائِكَةُ» ②

''کیا میں اُس آدمی سے حیاء نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں!''

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ نبی ﷺ میں صفتِ حیاء موجود تھی۔ اسی طرح آپ ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی باحیاء تھے۔

❸ خواتین کی حیاء کا ایک اعلی نمونہ

یہاں ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید کے سچے اور برحق واقعات میں سے ایک واقعہ کی طرف اشارہ کرتے چلیں، جس میں دو باحیاء لڑکیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

① صحیح البخاری :3562، صحیح مسلم :2320
② صحیح مسلم :6362

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَ لَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ وَ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ وَ اَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ☆ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰۤى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴾[1]

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام 'مدین' کے کنویں پر پہنچے تو انھوں نے دیکھا کہ لوگوں کا ایک گروہ اپنے جانوروں کو اس کنویں سے پانی پلا رہا ہے۔ اور انھوں نے دیکھا کہ لوگوں سے کچھ فاصلے پر دو عورتیں کھڑی ہیں جو اپنے جانوروں کو کنویں کی طرف جانے سے روک رہی ہیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: ﴿مَا خَطْبُكُمَا﴾ ''تمہارا کیا معاملہ ہے؟'' تو انھوں نے جواب دیا:

﴿ لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ وَ اَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ﴾

یعنی ہم اپنے جانوروں کو پانی نہیں پلا سکتیں، جب تک کہ یہ چرواہے اپنے جانوروں کو پانی پلا کر فارغ نہ ہو جائیں۔ اور جہاں تک ہمارے باپ کا تعلق ہے تو وہ بوڑھا ہے اور وہ جانوروں کو پانی پلانے کے قابل نہیں ہے۔

یہ ہے وہ حیاء جس کے بارے میں ہم گفتگو کر رہے ہیں، کہ دونو جوان لڑکیوں کو شرم وحیاء کی وجہ سے یہ گوارا نہیں کہ وہ غیر محرم مردوں کے ساتھ خلط ملط ہو کر جانوروں کو پانی پلائیں!

اللہ اکبر! جبکہ آج کل کی خواتین (الا ما شاء اللہ) مردوں کے شانہ بشانہ چلنا اور ان کے ساتھ کام کرنا اپنا فرض منصبی تصور کرتی ہیں!

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ جناب موسیٰ علیہ السلام نے ان لڑکیوں کے جانوروں کو پانی پلایا۔ پھر ایک سایہ دار جگہ پر آرام کرنے کیلئے رک گئے۔ اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہوئے کہا:

﴿ رَبِّ اِنِّيْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴾

''اے میرے رب! جو بھی بھلائی تو مجھ پر نازل کرے میں اس کا محتاج ہوں۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انھیں کس خیر سے نوازا؟ سنئے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا فَلَمَّا جَآءَهٗ وَ قَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴾[2]

''چنانچہ ان میں سے ایک لڑکی شرماتی ہوئے آئی اور کہا: آپ نے ہماری بکریوں کو پانی پلایا ہے، تو میرا

---

[1] القصص 28: 23-24 [2] القصص 28: 25

باپ آپ کو بلا رہا ہے تاکہ آپ کو صلہ دے۔ پھر جب وہ اس کے پاس آئے اور اپنا حال سنایا تو اس نے کہا: ڈرو نہیں، تم نے ظالموں سے نجات پالی ہے۔''

اس کے بعد ان لڑکیوں کے والد نے ایک معاہدے کے تحت ان میں سے ایک کی شادی موسی علیہ السلام سے کردی۔ یہ اللہ تعالی کی طرف سے ان کیلئے بہت بڑی خیر تھی۔

یہاں جو بات قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اس لڑکی کی ایک صفت یہ ذکر کی ہے کہ وہ موسی علیہ السلام کو بلانے شرم وحیاء کے ساتھ چلتے ہوئے آئی۔ لہذا آج کل کی لڑکیوں کو بھی اِس واقعہ سے سبق حاصل کرنا چاہئے اور اپنے اندر اس صفت کو پیدا کرنا چاہئے۔

❹ صحابیات (رضی اللہ عنہن) کی حیاء کے واقعات

① حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ جَرَّ ثَوبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»

''جو شخص اپنا کپڑا تکبر کے ساتھ گھسیٹے، اللہ تعالی روزِ قیامت اس کی طرف دیکھنا تک گوارا نہیں کرے گا۔''

یہ سن کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: (فَكَيْفَ يَصْنَعْنَ النِّسَاءُ بِذُيُوْلِهِنَّ) عورتیں اپنی چادروں کے کناروں کا کیا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (يُرْخِيْنَ شِبْرًا) ''ایک بالشت تک لٹکا لیا کریں۔'' تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: (إِذًا تَنْكَشِفُ أَقْدَامُهُنَّ) تب تو پیر ننگے ہو جائیں گے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (فَيُرْخِيْنَهُ ذِرَاعًا لَا يَزِدْنَ عَلَيْهِ) ''وہ ایک ہاتھ تک انھیں لٹکا لیا کریں، اِس سے زیادہ نہیں۔''[1]

غور کیجئے کہ صحابیات (رضی اللہ عنہن) اِس قدر با حیا تھیں کہ قدموں کا ننگا ہونا بھی ان کیلئے قابل برداشت نہ تھا! جبکہ آج کل قدم تو دور کی بات، پوری پوری پنڈلیاں ننگی ہو جائیں، سر ننگا ہو، سینے پر اوڑھنی نہ ہو تو اسے بے حیائی نہیں سمجھا جاتا، بلکہ اسے 'ماڈرن ازم' سمجھا جاتا ہے۔

② حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

«كَانَ الرُّكْبَانُ يَمُرُّوْنَ بِنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مُحْرِمَاتٌ، فَإِذَا حَاذَوْا بِنَا سَدَلَتْ إِحْدَانَا جِلْبَابَهَا مِنْ رَأْسِهَا عَلٰى وَجْهِهَا، فَإِذَا جَاوَزُوْنَا كَشَفْنَاهُ»[2]

''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حالتِ احرام میں تھیں، جب مرد ہمارے سامنے آتے تو ہم میں سے ہر

---

① جامع الترمذي: 1731 قال الترمذي حسن صحيح ـ وصححه الألباني

② سنن أبي داؤد: 1833، سنن ابن ماجه: 2935 وضعفه الألباني ولكن له شاهد من حديث أسماء وفاطمة

خاتون اپنی کھلی چادر کو اپنے سر سے چہرے پر لٹکا لیا کرتی تھی اور جب وہ گذر جاتے تو ہم اپنی چادر ہٹا لیتیں۔"

اسی طرح حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ "ہم احرام کی حالت میں (غیر محرم) مردوں سے اپنے چہرے چھپا لیا کرتی تھیں۔"①

یہ پاکباز خواتین اسلام اِس قدر باحیا تھیں کہ احرام کی حالت میں، مقدس مقامات پر بھی چہروں کا ننگا ہونا ان کیلئے قابل برداشت نہ تھا! جبکہ آج کل تو عام دنوں میں اور عام مقامات پر بھی خواتین چہرہ تو دور کی بات پورے اعضائے زینت کی نمائش کرتی رہتی ہیں اور انھیں ذرا بھی شرم نہیں آتی۔

③ عطاء بن ابی رباح جو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے ایک شاگرد تھے، بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: کیا میں تمھیں ایک جنتی خاتون نہ دکھلاؤں؟ میں نے کہا: کیوں نہیں۔ تو انھوں نے فرمایا: یہ جو کالے رنگ کی عورت ہے، یہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی: مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے جس سے میں بے پردہ ہو جاتی ہوں۔ لہذا آپ اللہ تعالی سے میرے لئے دعا کیجئے۔ تو آپ نے فرمایا: «إِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ ، وَإِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللّٰهَ أَنْ يُّعَافِيَكِ»

"اگر تم چاہو تو صبر کرو (اور اگر صبر کرو گی تو) تمھارے لئے جنت ہے۔ اور اگر چاہو تو میں اللہ تعالی سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمھیں عافیت دے۔"

(اب اس خاتون نے سوچا کہ ایک طرف صبر کرنے پر آخرت میں جنت کی ضمانت ہے اور دوسری طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم عافیت کیلئے دعا کرنے کی پیش کش فرما رہے ہیں اور اس میں جنت کی ضمانت نہیں ہے۔)

تو اس نے کہا: میں صبر ہی کرتی ہوں، تاہم میں مرگی کے دورہ میں بے پردہ ہو جاتی ہوں تو آپ بس یہ دعا کر دیجئے کہ میں کم از کم بے پردہ نہ ہوں۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں دعا فرمائی۔②

میرے بھائیو اور میری بہنو! اسے کہتے ہیں حیاء، کہ اس عظیم خاتون کو بیماری کی حالت میں بھی بے پردہ ہونا برداشت نہ تھا، چہ جائیکہ وہ صحت وعافیت کی حالت میں بے پردہ ہوتی۔ جبکہ آج کل بے پردہ ہو کر گھروں سے باہر نکلنا اور مردوں کے سامنے اپنی نمائش کرنا خواتین کیلئے انتہائی معمولی بات ہے۔

④ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مجھ سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس وقت شادی کی جب ان

---

① صحیح ابن خزیمہ، الحاکم: صحیح علی شرط الشیخین

② صحیح البخاری: 5652، صحیح مسلم: 2576

کے پاس کوئی جائیداد تھی نہ کوئی غلام تھا۔ صرف ایک اونٹ اور ایک گھوڑا تھا۔ میں ان کے گھوڑے کو گھاس چارہ ڈالتی اور اونٹ پر پانی لاد کر لے آتی۔ اور میں خود ان کے ڈول کو سی لیتی اور خود آٹا گوندھتی۔ البتہ میں روٹی پکانا نہیں جانتی تھی تو پڑوس کی انصاری خواتین مجھے روٹی پکا دیتی تھیں اور وہ سچی محبت کرنے والی خواتین تھیں۔ اور جو زمین رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بطور جاگیر عطا کی تھی وہ تقریباً دو میل کے فاصلے پر تھی اور میں اس میں گٹھلیاں چننے جاتی اور اپنے سر پر وہاں سے گٹھلیاں اٹھا کر لے آتی۔ ایک دن میں اپنے سر پر گٹھلیاں اٹھائے آرہی تھی کہ راستے میں نبی ﷺ سے ملاقات ہوگئی، آپ ﷺ کے ساتھ چند انصاری بھی تھے۔ تو آپ ﷺ نے مجھے بلایا، پھر آپ ﷺ اپنی اونٹنی کو بٹھانے لگے تاکہ آپ مجھے اپنے پیچھے سوار کرلیں۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ

«فَاسْتَحْيَيْتُ أَنْ أَسِيرَ مَعَ الرِّجَالِ ، وَذَكَرْتُ الزُّبَيْرَ وَغَيْرَتَهُ وَكَانَ أَغْيَرَ النَّاسِ»

”مجھے اس بات سے شرم آئی کہ میں مردوں کے ساتھ چلوں۔ اس کے علاوہ مجھے اپنے خاوند زبیر کی غیرت بھی یاد آگئی جو لوگوں میں سب سے زیادہ غیرت مند تھے۔“

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کو محسوس ہوگیا کہ میں مردوں کے ساتھ چلنے سے شرما رہی ہوں ...... الخ [1]

حضرات محترم! دیکھا آپ نے کہ ایک باحیاء خاتون رسول اکرم ﷺ کی اونٹنی پر آپ کے پیچھے اس لئے سوار نہ ہوئی کہ کہیں غیر محرم مردوں کی نظریں اس پر نہ پڑ جائیں۔ اس خاتون کو ایک تو صفتِ حیاء نے مردوں کے ساتھ چلنے سے منع کیا، دوسرا ان کے خاوند کی غیرت نے۔ لیکن نہایت دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ آج نہ تو خواتین میں حیاء باقی رہی ہے اور نہ ہی مردوں میں غیرت کا مادہ رہ گیا ہے۔ مردوں کو کوئی فکر نہیں کہ ان کی بیویاں، بیٹیاں اور بہنیں بے پردہ ہو کر جہاں مرضی گھومتی رہیں اور جو چاہیں کرتی رہیں۔ (حیاء اور غیرت) ان دونوں چیزوں کے نہ ہونے کی وجہ سے معاشرے میں بے حیائی، عریانی اور فحاشی زوروں پر ہے۔

حالانکہ بے حیائی کے جتنے کام ہیں، سب کے سب حرام ہیں۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ ﴾ [2]

”آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب نے بے حیائی کے تمام اقوال وافعال کو حرام کر دیا ہے، خواہ وہ ظاہر ہوں یا خفیہ ہوں۔“

---

[1] صحیح البخاری ۔ النکاح باب الغیرۃ :5224، صحیح مسلم ۔ السلام :2182

[2] الأعراف 7:33

لہذا ان تمام باتوں اور تمام کاموں سے بچنا ضروری ہے جن میں بے حیائی کا کوئی پہلو پایا جاتا ہو۔ بچنا ہی ضروری نہیں بلکہ ان کے قریب جانا بھی ممنوع ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ﴾[1]

''اور تم ان اقوال وافعال کے قریب بھی نہ جاؤ جن میں بے حیائی پائی جاتی ہو، چاہے وہ ظاہر ہوں یا چھپے ہوئے ہوں۔''

جبکہ ہمارے معاشرے کے اندر بے حیائی کے بے شمار مظاہر اور اس کی ان گنت شکلیں موجود ہیں، ہم ان میں سے بعض کی نشاندہی کرتے ہیں۔

① میڈیا اور ذرائع ابلاغ میں فحاشی، بے حیائی اور عریانی کے شرمناک مناظر

میڈیا، چاہے الیکٹرانک میڈیا ہو یا پرنٹ میڈیا ہو، یا سوشل میڈیا ہو، اس کے ذریعے بے حیائی اور عریانی کے طوفان نے ہمارے معاشرے کو بری طرح سے اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ ٹی وی چینلز پر دکھائے جانے والے ڈرامے ہوں یا فلمیں ہوں، ٹاک شوز ہوں یا نیوز پروگرامز ہوں، ان سب میں فحاشی اور عریانی ہر شخص کو نظر آتی ہے....حتی کہ دین کے نام پر ہونے والے پروگراموں میں بھی بے حیائی نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ بلکہ اب تو نوبت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ رمضان المبارک میں سحری اور افطاری کے وقت پیش کئے جانے والے پروگراموں میں بھی بے حیائی خوب چھلک رہی ہوتی ہے اور شرم وحیا کا منہ چڑا رہی ہوتی ہے۔ خاص طور پر وقفوں میں جو کمرشل اشتہارات چلائے جاتے ہیں ان میں معنی خیز الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں، نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کا ننگا ناچ دکھایا جاتا ہے اور اس کے ذریعے جذبات کو بھڑکایا اور شہوات کو برانگیختہ کیا جاتا ہے۔

وہ لوگ جو میڈیا کے ذریعے اِس بے حیائی، عریانی اور فحاشی کو پھیلا رہے ہیں، انہی کے بارے میں اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾[2]

''جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی کی اشاعت ہو، ان کیلئے دنیا میں بھی المناک عذاب ہے اور آخرت میں بھی۔ اور (اس کے نتائج کو) اللہ تعالی ہی جانتا ہے، تم نہیں جانتے۔''

دین وایمان کی سلامتی کیلئے ضروری ہے کہ بے حیائی، فحاشی اور عریانی کے ان مناظر کو نہ دیکھا جائے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے : ﴿ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ

① الأنعام 6:151 ② النور 24:19

اَزْکٰی لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌ ۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ﴾ [1]

''آپ مومنوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نظریں جھکا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کیلئے زیادہ پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔ اور جو کچھ وہ کرتے ہیں، اللہ تعالی اس سے باخبر ہے۔''

اسی طرح مومنہ عورتوں کے بارے میں بھی حکم دیا کہ

﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ ﴾ [2]

''آپ مومنہ عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔''

② عورتوں کا گھروں سے بغیر ضرورت کے نکلنا اور گھومنا پھرنا

حیادار خواتین اپنے گھروں میں ہی ٹکی رہتی ہیں اور بلا ضرورت گھروں سے باہر نہیں جاتیں۔ کیونکہ اللہ تعالی کا ان کیلئے یہی حکم ہے کہ ﴿ وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ ﴾ [3]

''اور اپنے گھروں میں ہی ٹک کر رہو۔''

جب کہ آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ خواتین غیر ضروری طور پر گھروں سے باہر جاتی ہیں اور مارکیٹوں، بازاروں اور پارکوں میں گھومتی پھرتی ہیں اور جو کام ان کے مردوں کو کرنے چاہئیں، وہ خود ایسے کام کرتے ہوئے نظر آتی ہیں۔

حالانکہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ

«اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ ، فَإِذَا خَرَجَتِ اسْتَشْرَفَهَا الشَّیْطَانُ ، وَأَقْرَبُ مَا تَکُوْنُ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهَا وَهِیَ فِیْ قَعْرِ بَیْتِهَا» [4]

''خاتون ستر (چھپانے کی چیز) ہے۔ اس لئے جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک میں رہتا ہے۔ (یعنی شیطان اس کو مردوں کی آنکھوں میں مزین کرکے پیش کرتا ہے) حالانکہ وہ اپنے رب کی رحمت کے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کے اندر ہوتی ہے۔''

③ عورتوں کا گھروں سے بغیر پردہ کے نکلنا

باحیا خواتین کو جب ضرورت کے تحت گھروں سے باہر جانا پڑے تو وہ مکمل پردہ کرکے باہر نکلتی ہیں اور بے

---

① النور24 :30 ② النور24 :31 ③ الأحزاب33 :33

④ صحیح ابن حبان :12/ 413 :5599 وصحح إسناده الأرناؤط ، وأخرج الجزء الأول منه الترمذی :1773 وصحح إسناده الشیخ الألبانی فی المشکاة :3109

پردگی سے اجتناب کرتی ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ان کیلئے یہی حکم ہے کہ

﴿ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ ..... ﴾[1]

''اور قدیم زمانۂ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار کا اظہار مت کرو۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

﴿ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ﴾[2]

''اے نبی! اپنی بیویوں سے، اپنی بیٹیوں سے اور تمام مومنوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں۔ اس سے بہت جلد ان کی شناخت ہو جایا کرے گی، پھر انھیں ستایا نہیں جائے گا۔''

لیکن آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ بہت ساری خواتین بغیر پردہ کے، مکمل آزادی کے ساتھ گھروں سے باہر جاتی اور اپنے حسن کی نمائش کرتی ہیں۔ نہ جسم پر برقع پہنتی ہیں، نہ سر پر دوپٹہ لیتی ہیں اور نہ سینے پر چادر اوڑھتی ہیں.... بلکہ گھٹنوں تک ٹانگیں بھی ننگی ہوتی ہیں، چہرہ بھی ننگا ہوتا ہے اور سینہ بھی کھلا ہوا ہوتا ہے۔

جو خواتین اِس طرح بناؤ سنگھار کو ظاہر کر کے بے حیائی کا مظاہرہ کرتی ہیں رسول اکرم ﷺ نے ایسی ہی خواتین کے بارے میں ارشاد فرمایا: « سَيَكُونُ فِي آخِرِ أُمَّتِي نِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ عَلَى رُؤُوسِهِنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ ، اِلْعَنُوهُنَّ فَإِنَّهُنَّ مَلْعُونَاتٌ »

''میری امت کے آخری دور میں ایسی عورتیں ہونگی جن کے سروں پر اونٹوں کی کہانوں کی طرح کہانیں ہونگی۔ ان پر لعنت بھیجو کیونکہ وہ ملعون ہیں۔''[3]

اسی طرح فرمایا:

«صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا : قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُونَ بِهَا النَّاسَ ، وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيلَاتٌ مَائِلَاتٌ ، رُؤُوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ، لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا وَإِنَّ رِيحَهَا لَتُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ كَذَا وَكَذَا»

''دو قسم کے جہنمیوں کو میں نے نہیں دیکھا ہے۔ ایک تو وہ لوگ ہیں جن کے پاس گائے کی دموں کی مانند کوڑے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو ہانکیں گے۔ اور دوسری وہ خواتین ہیں جو ایسا لباس پہنیں گی کہ گویا برہنہ

---

[1] الأحزاب 33:33 [2] الأحزاب 33:59

[3] رواہ الطبرانی فی الصغیر وحسنہ الألبانی فی الثمر المستطاب 317/1:

ہوں گی۔لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف لبھانے والی اور تکبر سے مٹک کر چلنے والی ہوں گی ، ان کے سر اونٹوں کی کہانوں کی مانند ایک طرف جھکے ہوں گے ۔ ایسی عورتیں جنت میں داخل نہیں ہوں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو پائیں گی حالانکہ اس کی خوشبو تو بہت دور سے محسوس کی جائے گی ۔''①

آج حالت یہ ہے کہ پردہ جو عورت کیلئے وقار کی علامت سمجھا جاتا تھا ، اب اسے رجعت اور دقیانوسی کی نشانی سمجھا جاتا ہے ۔ وہ عورت جو باپردہ رہنا باعث افتخار سمجھتی تھی آج پردہ کو اپنے حق میں باعث عار تصور کرنے لگی ہے ۔ اور وہ عورت جو صرف اور صرف اپنے شریک حیات کے سامنے اپنی زینت کا اظہار کرتی تھی آج وہی عورت سڑکوں ، پارکوں ، بازاروں اور پارٹیوں میں اجنبی لوگوں کے سامنے اپنے حسن و جمال اور آرائش وزینت کا اظہار کر کے فخر محسوس کرتی ہے ۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ عورتوں کے اندر شرم وحیاء نام کی چیز نہیں رہی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مردوں کے اندر غیرت کا مادہ ختم ہو گیا ہے ۔ اکبر الہ آبادی نے اسی بے غیرتی کو دیکھ کر کہا تھا :

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں　　اکبر زمین میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا
پوچھا جوان سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا　　کہنے لگیں کہ عقل پہ وہ مردوں کی پڑ گیا

④ خواتین کا راستوں کے درمیان چلنا

حیاء دار خواتین اگر ضرورت کے پیش نظر گھروں سے باہر جائیں تو مکمل پردہ کے ساتھ جاتی ہیں اور راستوں پر مردوں کے ساتھ خلط ملط نہیں ہوتیں بلکہ ایک سائیڈ پر چلتی ہیں ۔

جبکہ آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ بہت ساری خواتین بلا جھجک راستوں کے بالکل بیچ میں چلتی ہیں ، چاہے عام راستے ہوں ، یا مارکیٹوں ، بازاروں اور سیاحتی مقامات کے راستے ہوں ۔ اور مردوں کے ساتھ یوں خلط ملط ہو جاتی ہیں کہ اگر کوئی مرد ان سے دور بھی رہنا چاہے تو اس کیلئے یہ ناممکن ہو جاتا ہے ۔

حالانکہ نبی ﷺ نے تو اس معاملے میں یہاں تک سختی کی ہے کہ نماز کے بعد مسجد سے واپس جانے والی خواتین کو بھی راستے سے ہٹ کر ایک سائیڈ پر چلنے کا حکم دیا ۔

ابو اُسید الأنصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مسجد سے نکلتے ہوئے راستے میں مرد عورتوں کے ساتھ خلط ملط ہو گئے ، تو نبی ﷺ نے عورتوں کو ارشاد فرمایا :

«اِسْتَأْخِرْنَ فَإِنَّهُ لَيْسَ لَكُنَّ أَنْ تَحْقُقْنَ الطَّرِيْقَ (وَسَطَهَا) عَلَيْكُنَّ بِحَافَاتِ الطَّرِيْقِ» فَكَانَتِ الْمَرْأَةُ تَلْصَقُ بِالْجِدَارِ حَتّٰى إِنَّ ثَوْبَهَا لَيَتَعَلَّقُ بِالْجِدَارِ مِنْ لُصُوْقِهَا بِهِ ۔

① صحيح مسلم ـ الجنة باب النار يدخلها الجبارون :2128

''تم ایک طرف ہٹ جاؤ کیونکہ تمھارے لئے جائز نہیں کہ تم راستے کے عین درمیان میں چلو۔تم پر لازم ہے کہ تم راستے کے کناروں پر چلو۔'' چنانچہ وہ خواتین دیوار کے ساتھ چمٹ کر چلنے لگیں حتی کہ ان کی چادریں (جن سے انھوں نے پردہ کیا ہوتا) دیوار سے اٹک جاتی تھیں۔[1]

⑤ خواتین کا خوشبو لگا کر گھروں سے باہر جانا

حیا دار خواتین جب ضرورت کے تحت گھروں سے باہر جاتی ہیں تو خوشبو لگا کر نہیں جاتیں۔ جبکہ آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ بہت ساری خواتین خوشبو استعمال کر کے گھروں سے نکلتی ہیں۔اور جن عورتوں کے پاس سے ہمارا گزر ہوتا ہے، ان سے بہت اچھی خوشبو آتی ہے جو ان کی بے حیائی کی ایک نشانی ہے۔ کیونکہ خوشبو لگا کر تو مسجد میں جانا بھی خواتین کیلئے درست نہیں ہے، چہ جائیکہ وہ خوشبو لگا کر مارکیٹوں، بازاروں اور سیاحتی مقامات کا رخ کریں!

جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھیں ایک عورت ملی جس سے خوشبو پھوٹ رہی تھی اور اس کا برقع اتنا طویل تھا کہ غبار اڑا رہا تھا۔تو انھوں نے فرمایا: «يَا أَمَةَ الْجَبَّارِ ! جِئْتِ مِنَ الْمَسْجِدِ ؟» ''اے الجبار (زورآور اللہ) کی بندی! کیا تم مسجد سے آرہی ہو؟'' اس نے کہا: جی ہاں۔

انھوں نے فرمایا: «وَلَهُ تَطَيَّبْتِ ؟» ''اور کیا تم نے مسجد کیلئے خوشبو لگائی تھی؟''

اس نے کہا: جی ہاں۔تو انھوں نے فرمایا:

میں نے اپنے محبوب رسول اکرم ﷺ سے سنا تھا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ لِامْرَأَةٍ تَطَيَّبَتْ لِهٰذَا الْمَسْجِدِ حَتّٰى تَرْجِعَ فَتَغْتَسِلَ غُسْلَهَا مِنَ الْجَنَابَةِ »

''اُس عورت کی نماز قبول نہیں کی جاتی جو اِس مسجد کیلئے خوشبو لگا کر اس میں نماز ادا کرے، یہاں تک کہ وہ لوٹ جائے، پھر غسل جنابت کی طرح غسل کرے۔''[2]

بلکہ رسول اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ

«أَيُّمَا امْرَأَةٍ اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ بِالْقَوْمِ لِيَجِدُوْا رِيْحَهَا فَهِيَ زَانِيَةٌ»[3]

''جو عورت خوشبو لگا کر کچھ لوگوں کے پاس سے گذرے تاکہ وہ اس کی خوشبو محسوس کر سکیں تو وہ بدکار عورت ہے۔''

---

① سنن أبي داؤد: 5272 وصححه الشيخ الألباني في الصحيحة :856

② سنن أبي داؤد : 4174 ۔ صححه الألباني

③ سنن أبي داؤد ۔ الترجل باب في طيب المرأة ۔4167، جامع الترمذي ۔ الإستئذان باب ما جاء في كراهية خروج المرأة متعطرة ۔2937، سنن النسائي ۔ الزينة باب ما يكره للنساء من الطيب ۔5126

⑥ فیشنی لباس پہن کر لوگوں کے سامنے اس کی نمائش کرنا

حیاء دار خواتین ایسا فیشنی لباس پہن کر اس کی نمائش نہیں کرتیں جو جاذب نظر ہو اور مردوں کو ان کی طرف متوجہ کرنے والا ہو۔ جبکہ آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ بہت ساری خواتین فیشنی لباس کی تلاش میں رہتی ہیں۔ اور جونہی انھیں کوئی نیا فیشن نظر آتا ہے تو ان میں سے ہر ایک کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ سب سے پہلے اس فیشنی لباس کو زیب تن کرے تاکہ دیگر خواتین اسے دیکھ کر اس کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکیں اور وہ اس لباس کے ساتھ مشہور ہو جائے۔

حالانکہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ

«مَنْ لَبِسَ ثَوبَ شُهْرَةٍ فِي الدُّنْيَا أَلْبَسَهُ اللّٰهُ ثَوبَ مَذَلَّةٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ثُمَّ أَلْهَبَ فِيهِ نَارًا»[1]

''جو شخص دنیا میں شہرت والا لباس پہنے، اسے اللہ تعالی قیامت کے روز ذلت والا لباس پہنائے گا۔ پھر اس میں آگ لگا دے گا۔''

⑦ مرد وزن کا اختلاط

باحیا خواتین مردوں کے ساتھ اختلاط کو انتہائی ناپسند کرتی ہیں اور اس سے حتی الامکان بچتی اور پرہیز کرتی ہیں۔ جبکہ آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ بہت ساری خواتین کو مردوں کے ساتھ خلط ملط ہونے میں کوئی شرم وحیا محسوس ہی نہیں ہوتی۔ چنانچہ وہ محفلوں میں اجنبی مردوں کی بھیڑ بھاڑ میں شریک ہوتی ہیں۔ وہ مردوں کے قریب اور مرد عورتوں کے قریب سے قریب تر ہوتے ہیں۔ اسی ازدحام اور اختلاطِ مرد وزن میں شیاطین بھی گوناگوں حربوں کا استعمال کرتے ہیں۔ اور ان کے شکنجے میں گرفتار ہو کر مرد وعورت عفت وعصمت کو تار تار کر بیٹھتے ہیں۔

محفلوں، بازاروں اور خاص کر شادی بیاہ کی پارٹیوں میں مرد وزن کے اختلاط کی وجہ سے حیا سوز واقعات رونما ہوتے ہیں۔ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو باہمی تعلقات قائم کرنے کا سنہری موقع ہاتھ آجاتا ہے۔ اور پھر اس کے نتائج انتہائی بھیانک ہوتے ہیں۔

حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِيَّاكُمْ وَالدُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ»

''تم (غیر محرم) عورتوں کے پاس جانے سے پرہیز کیا کرو۔''

تو ایک انصاری نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ 'اَلْحَمْو' یعنی خاوند کے بھائی (دیور یا کزن وغیرہ)

---

[1] سنن ابن ماجه :3607، وحسنه الألباني

کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ» ''دیور(یا کزن وغیرہ) موت ہے۔''①

اس حدیث میں ذرا غور کریں کہ جب دیور (یا کزن وغیرہ) اپنی بھابھی کیلئے موت ہے تو عام مرد وعورت کا آپس میں اختلاط کتنا خطرناک ہوسکتا ہے!

⑧ غیر محرم عورتوں سے مصافحہ کرنا

با حیاء خواتین ہرگز یہ برداشت نہیں کرتیں کہ وہ کسی غیر محرم مرد سے مصافحہ کریں۔ اسی طرح حیا دار مرد اِس بات کو گوارا نہیں کرتے کہ وہ غیر محرم عورتوں سے مصافحہ کریں۔ لیکن آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ بہت ساری خواتین بلا جھجک غیر محرم مردوں سے مصافحہ کرتی ہیں۔ اور بہت سارے مرد غیر محرم خواتین سے مصافحہ کرتے ہیں۔ یقیناً یہ بھی بے حیائی کے زمرے میں آتا ہے۔ کیونکہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« لَأَنْ يُّطْعَنَ فِي رَأْسِ أَحَدِكُمْ بِمِخْيَطٍ مِنْ حَدِيْدٍ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ أَنْ يَّمَسَّ امْرَأَةً لَا تَحِلُّ لَهُ»②

''تم میں سے کسی ایک کے سر میں لوہے کی سوئی کو چبھویا جائے تو یہ اُس کیلئے اِس سے بہتر ہے کہ وہ اُس عورت کو ہاتھ لگائے جو اُس کیلئے حلال نہیں۔''

⑨ مردوں کی عورتوں سے مشابہت اور عورتوں کی مردوں سے مشابہت

آج کل ہمارے معاشرے میں بہت سارے مرد پوری بے شرمی کے ساتھ اپنی وضع قطع اور لباس وغیرہ میں عورتوں سے مشابہت کرتے ہیں۔ اور اسی طرح بہت ساری خواتین بھی اپنی وضع قطع اور لباس وغیرہ میں مردوں سے مشابہت کرتی ہیں۔

جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

«لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ ،وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ»③

''رسول اللہ ﷺ نے ان مردوں پر لعنت بھیجی جو عورتوں سے مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر لعنت بھیجی جو مردوں سے مشابہت اختیار کرتی ہیں۔''

---

① صحيح البخاري ـ النكاح باب لا يخلون رجل بامرأة ـ5232، صحيح مسلم ـالأدب ـ2083

② السلسلة الصحيحة للألباني : 226

③ صحيح البخاري : 5885

⑩ غیر محرم کے ساتھ خلوت نشینی

حیاء دار خواتین مردوں میں سے کسی مرد کے ساتھ خلوت نشینی کو ہرگز گوارہ نہیں کرتیں۔ کیونکہ حیاء انھیں اس سے منع کرتی ہے۔ لیکن بہت ساری خواتین کیلئے اس میں کوئی مسئلہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ وہ غیر محرم مردوں میں سے کسی مرد کے ساتھ خلوت میں گپ شب بھی کرتی ہیں اور کھاتی پیتی بھی ہیں۔

حالانکہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ

«أَلَا لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا كَانَ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ»[1]

''خبردار! کوئی بھی آدمی جب کسی عورت کے ساتھ خلوت نشینی کرتا ہے تو ان کا تیسرا شیطان ہوتا ہے۔''

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ ، وَلَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ إِلَّا مَعَ ذِيْ مَحْرَمٍ[2]»

''کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ ہرگز خلوت میں نہ جائے ، ہاں اگر اس کے ساتھ کوئی محرم ہو تو ٹھیک ہے۔ اور کوئی عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔''

⑪ بہنوئی کی سالی کے ساتھ اور دیور کی بھابھی کے ساتھ کھلی گفتگو اور گپ شپ

ہمارے معاشرے میں فقدانِ شرم وحیا کی ایک اور مثال یہ ہے کہ سالیاں بہنوئی سے اور بھابھی دیور سے پردہ نہیں کرتیں۔ خاص طور پر سالیاں بہنوئی سے بے تکلف بات چیت کرنا اور اس کے ساتھ ہنسی مذاق کرنا اپنا حق سمجھتی ہیں۔ اسی طرح بہنوئی اپنی سالیوں سے ہنسی مذاق کرنا اپنا حق سمجھتا ہے۔

جہاں تک دیور اور بھابھی کا تعلق ہے تو ہم ایک حدیث پہلے عرض کر چکے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے دیور کو بھابھی کیلئے موت قرار دیا ہے۔ اور جہاں تک بہنوئی اور سالیوں کا تعلق ہے تو پردے کے معاملے میں سالیوں کیلئے وہی حکم ہے جو غیر محرم عورتوں کیلئے ہے۔ لہٰذا سالیوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے بہنوئی سے پردہ کریں۔ اور بہنوئی کیلئے بھی ضروری ہے کہ وہ سالیوں کی طرف نگاہ نہ اٹھائے جیسا کہ دیگر عورتوں کی طرف نگاہ اٹھانا اس کیلئے جائز نہیں۔

بعض لوگ دیگر قریبی رشتہ داروں کو تو بلا روک ٹوک گھروں میں داخل ہونے پر پابندی لگا دیتے ہیں، لیکن جب داماد صاحب کا معاملہ آتا ہے تو گھروں میں جوان لڑکیوں کی موجودگی کے باوجود ان کے آنے جانے پر کوئی

---

① جامع الترمذی :2165 ۔ وصححه الألبانی

② صحيح البخاری ۔ الحج باب حج النساء ۔2862، صحيح مسلم ۔ الحج ۔1341

پابندی نہیں ہوتی ۔ وہ بلا روک ٹوک آتے جاتے ہیں اور اپنی سالیوں سے کھلی گفتگو کرتے ہیں ۔ اِس آزادی کے بھیانک نتائج سامنے آسکتے ہیں ۔ اس لئے اس سلسلے میں پرہیز کرنا چاہئے ۔

⑫ نوکروں کو گھروں میں آنے جانے کی کھلی آزادی

ہمارے معاشرے میں بے حیائی کی ایک اور مثال یہ بھی ہے کہ بعض گھروں میں نوجوان نوکروں یا ڈرائیوروں کو کھلی آزادی دی جاتی ہے۔ چنانچہ وہ پوری آزادی کے ساتھ گھروں کے اندر آتے جاتے ہیں ۔ گھروں میں موجود خواتین اور نوجوان لڑکیوں سے گفتگو کرتے ہیں ۔ حالانکہ گھریلو نوکروں کے ساتھ گھر کی نوجوان لڑکیوں کا فتنے میں مبتلا ہونا آسان تر ہوتا ہے ۔ اور اِس طرح کے کئی واقعات ہمارے سامنے ہیں کہ گھریلو نوکروں اور ڈرائیوروں کے ساتھ گھر کی خواتین اور نوجوان لڑکیاں حیا سوز اور گھناؤنے جرائم کا ارتکاب کرتی ہیں ۔ اسی طرح گھریلو ملازموں کے ساتھ نوجوان لڑکیوں کے فرار کی کہانیاں بھی ہر آئے روز اخبارات کی زینت بنتی رہتی ہیں ۔ لہٰذا گھروں کے ذمہ داران پر لازم ہے کہ وہ ان نوکروں اور ڈرائیوروں کو بلا روک ٹوک گھروں میں داخل ہونے سے منع کریں اور اپنی خواتین اور بیٹیوں کو ان سے بے تکلف گفتگو کرنے سے روکیں تاکہ عزت وآبرو کا تحفظ ہو سکے اور عفت وعصمت تار تار ہونے سے بچ جائے ۔

رسول اکرم ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات (رضی اللہ عنہن) کو مخنث قسم کے لوگوں کے بارے میں حکم دیا تھا کہ «لَا يَدْخُلْنَ هٰؤُلَاءِ عَلَيْكُنَّ» ''یہ تمھارے پاس داخل نہ ہوں ۔''[1]

آپ ذرا غور کریں کہ جب مخنث قسم کے لوگ کہ جو مردوں کی طرح زنا کا ارتکاب نہیں کر سکتے ، ان کا عورتوں کے پاس آنا جانا ممنوع ہے، تو نوکروں اور ڈرائیوروں کا گھروں میں آزادانہ آنا جانا کیسے جائز ہوسکتا ہے!

⑬ زنا کاری

بے حیائی اور فحاشی کی بدترین شکل وصورت زنا کرنا ہے ۔ جو اسلام کی نظر میں سنگین جرم ہے اور کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ ہے ۔ اللہ تعالی نے اس کے قریب تک جانے سے منع کر دیا ہے ۔

اس کا فرمان ہے : ﴿وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَ سَآءَ سَبِيْلًا﴾[2]

''اور تم زنا کے قریب تک نہ جاؤ، یقیناً وہ بے حیائی کا کام اور بہت برا راستہ ہے ۔''

محترم حضرات ! بے حیائی کی جتنی صورتیں ہم نے ذکر کی ہیں ان سب سے پرہیز کرنا چاہئے ۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو صفتِ حیا اختیار کرنے کی توفیق دے ۔ اور ہمیں بے حیائی سے محفوظ رکھے ۔

---

① صحيح البخاري : 4069 ، صحيح مسلم :2180 ② الإسراء17 :32

دوسرا خطبہ

محترم حضرات ! بے حیائی کی مزید دو صورتوں کی طرف بھی اشارہ کرتے چلیں ۔

⑭ خواتین اور نوجوان لڑکیوں کی بازاروں میں خرید وفروخت

ہمارے معاشرے میں عورتوں یا نوخیز لڑکیوں کا ٹولوں میں یا تنہا خرید وفروخت کی خاطر مارکیٹوں اور بازاروں میں نکلنا بھی بہت بڑی بے حیائی ہے ۔ چنانچہ یہ خواتین بناؤ سنگار کرکے بے پردہ بازاروں میں نکلتی ہیں اور وہاں دوکاندار سے سامان خریدتے وقت بھاؤ تاؤ کرتی ہیں ، قیمت میں کمی کرنے کیلئے ہنسی مذاق کا سہارا لیتی ہیں ، دوکاندار ان سے غیر اخلاقی گفتگو کرکے انھیں لبھاتے ہیں اور عورتیں اسے اپنی تعریف پر محمول کرکے خوشی سے پھولے نہیں سماتیں ۔ پھر دوکاندار قیمت میں اچھی خاصی چھوٹ (ڈسکاؤنٹ) دے کر بار بار اپنی دوکان کا طواف کرنے کی ترغیب دلاتے ہیں ۔ عورتیں سمجھتی ہیں کہ دوکاندار ان کے حق میں بڑے مخلص ہیں ۔ حالانکہ

یہ خصوصی ڈسکاؤنٹ بے سبب نہیں غالب　　　کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

⑮ یوٹیوب وغیرہ پر بے حیائی والے وڈیو کلپس دیکھنا

آج کل بے حیائی کی ایک اور شکل یہ ہے کہ جنسی مناظر پر مشتمل وڈیو کلپس یوٹیوب وغیرہ پر موجود ہیں ۔ جس شخص کے پاس انٹرنیٹ کی سروس ہو وہ چند لمحات میں ان مناظر تک پہنچ جاتا ہے اور انھیں دیکھتا ہے ۔ یقیناً یہ مناظر ایک باحیا انسان کیلئے انتہائی خطرناک ہیں ۔ لہٰذا ہر مرد وعورت کو ایسے مناظر دیکھنے سے پرہیز کرنا چاہئے ۔ اللہ تعالی نے مومن مردوں اور مومنہ عورتوں سب کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنی نظریں جھکا کر رکھیں ، یعنی ناجائز اور حرام چیزوں کو دیکھنے اور غیر محرم عورتوں کو دیکھنے سے اپنی نظروں کو بچائیں ۔

اللہ تعالی ہم سب کی حفاظت فرمائے اور ہماری آنکھوں میں حیاء پیدا کردے ۔ آمین
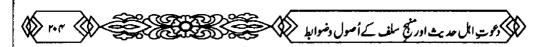
دعوتِ اہل حدیث اور منہجِ سلف کے اُصول وضوابط

اہم عناصرِ خطبہ:

① امت میں افتراق

② طائفہ منصورہ اور فرقۂ ناجیہ کون؟

③ دعوتِ اہل حدیث اور منہج سلف کے اصول وضوابط

پہلا خطبہ

محترم حضرات!

آج کے خطبۂ جمعہ کا آغاز ہم ایک حدیث مبارک سے کرتے ہیں ، جس کے راوی حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ ہیں ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا بغور جائزہ لیتا رہا یہاں تک کہ فجر ہوگئی ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی ، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے کہا:

«یَا رَسُولَ اللّٰہ ! بِأَبِیْ أَنْتَ وَأُمِّیْ ، لَقَدْ صَلَّیْتَ اللَّیْلَةَ صَلَاةً مَا رَأَیْتُكَ صَلَّیْتَ نَحْوَهَا»

اے اللہ کے رسول ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ، آج رات آپ نے ایسی نماز پڑھی کہ اُس جیسی نماز پڑھتے ہوئے میں نے آپ کو کبھی نہیں دیکھا ۔ (مسند احمد کی روایت میں ہے کہ آج آپ ساری رات نماز پڑھتے رہے ۔)

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: « أَجَلْ إِنَّهَا صَلَاةُ رَغَبٍ وَرَهَبٍ »

''ہاں ، یہ ایسی نماز تھی کہ جس میں دعا کی قبولیت کی رغبت بھی تھی اور دعا کے قبول نہ ہونے کا ڈر بھی تھا۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

«سَأَلْتُ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ فِیْهَا ثَلَاثَ خِصَالٍ ، فَأَعْطَانِیْ اثْنَتَیْنِ ، وَمَنَعَنِیْ وَاحِدَةً»

''میں نے اس نماز میں اپنے رب عز وجل سے تین چیزیں مانگیں ، تو اس نے مجھے دو دے دیں اور ایک نہیں دی ۔''

۱۔« سَأَلْتُ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ أَن لَّا یُهْلِكَنَا بِمَا أَهْلَكَ بِهِ الْأُمَمَ قَبْلَنَا ، فَأَعْطَانِیْهَا »

''میں نے اپنے رب عز وجل سے دعا کی کہ وہ ہمیں اُس چیز کے ساتھ ہلاک نہ کرے جس کے ساتھ اس نے پہلی امتوں کو ہلاک کیا، (یعنی ایسا عذاب نازل نہ کرے کہ پوری امت ہی ہلاک ہو جائے جیسا کہ قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود وغیرہ ہلاک ہوئیں) تو اس نے میری یہ دعا قبول کر لی ہے۔''

۲۔«وَسَأَلْتُ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ أَن لَّا یُظْهِرَ عَلَیْنَا عَدُوًّا مِّنْ غَیْرِنَا ، فَأَعْطَانِیْهَا »

''اور میں نے اپنے رب عز وجل سے دعا کی کہ وہ ہمارے اوپر کسی ایسے دشمن کو غلبہ نہ دے جو ہم میں سے نہ ہو، (یعنی ایسے نہ ہو کہ کافر پوری امت اسلامیہ پر غالب آ جائیں) تو اس نے میری یہ دعا بھی قبول کر لی ہے۔''

۳۔« وَسَأَلْتُ رَبِّیْ أَنْ لَّا یَلْبِسَنَا شِیَعًا ، فَمَنَعَنِیْهَا »

''اور میں نے اپنے رب سے دعا کی کہ وہ ہمیں مختلف گروہوں میں تقسیم نہ کرے، تو اس نے میری یہ دعا قبول نہیں کی۔''[1]

اسی طرح حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم 'عالیہ' کی طرف سے آئے، یہاں تک کہ جب آپ بنو معاویہ کی مسجد کے پاس سے گزرے تو آپ اس میں داخل ہوئے اور آپ نے دو رکعت نماز ادا کی۔ ہم نے بھی آپ کے ساتھ ہی نماز پڑھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب سے لمبی دعا مانگتے رہے۔ اس کے بعد ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

« سَأَلْتُ رَبِّیْ ثَلَاثًا فَأَعْطَانِیْ ثِنْتَیْنِ وَمَنَعَنِیْ وَاحِدَةً »

''میں نے اپنے رب سے تین چیزوں کا سوال کیا، تو اس نے مجھے دو عطا کر دی ہیں اور ایک نہیں دی۔''

«سَأَلْتُ رَبِّیْ أَن لَّا یُهْلِكَ أُمَّتِیْ بِالسَّنَةِ ، فَأَعْطَانِیْهَا »

''میں نے اپنے رب سے دعا کی کہ وہ میری امت کو قحط سالی کے ساتھ ہلاک نہ کرے، تو اس نے میری یہ دعا قبول کر لی ہے۔''

«وَسَأَلْتُهُ أَن لَّا یُهْلِكَ أُمَّتِیْ بِالْغَرَقِ ، فَأَعْطَانِیْهَا »

''اور میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ بھی مانگا ہے کہ وہ میری امت کو غرق کر کے ہلاک نہ کرے۔ تو اس نے میری یہ دعا بھی قبول کر لی ہے۔''

---

[1] سنن النسائی :1638۔ وصححه الألبانی، مسند أحمد :21091۔ وصححه الأرنوؤط

«وَسَأَلْتُهُ أَن لَّا يَجْعَلَ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ ، فَمَنَعَنِيهَا »①

''اور میں نے اللہ سے یہ دعا بھی کی کہ میرے امتی آپس میں نہ لڑیں اور ان کے درمیان مخالفت نہ ہو، تو اللہ تعالی نے میری یہ دعا قبول نہیں کی۔''

ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اِس امت میں ایک دوسرے کی مخالفت اور اُس کی بناء پر لڑائی اور گروہ بندی ہونی ہی ہونی ہے۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے جو دعا فرمائی کہ اس میں باہمی مخالفت ،لڑائی اور فرقہ واریت نہ ہو تو وہ دعا قبول نہیں کی گئی۔ اور اسی لئے آپ ﷺ نے آگاہ فرما دیا تھا کہ

« فَإِنَّهُ مَن يَّعِشْ مِنكُمْ بَعْدِيْ فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيْرًا »②

''تم میں سے جو شخص میرے بعد (لمبے عرصے تک) زندہ رہے گا تو وہ عنقریب بہت اختلاف دیکھے گا۔''

اور ایسے ہی ہوا جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی، چنانچہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے کچھ ہی عرصہ بعد امت میں اختلافات پیدا ہوگئے ، جو آہستہ آہستہ مخالفت کی شکل اختیار کرتے گئے اور پھر نوبت لڑائی تک جا پہنچی۔ اور آج بھی امت اسلامیہ کی حالت انہی حدیثوں کا مصداق نظر آ رہی ہے۔

تاہم یہ بات ذہن میں رہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک گروہ کے بارے میں یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ

« لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِيْ ظَاهِرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ ، لَا يَضُرُّهُمْ مَّنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ وَهُمْ كَذٰلِكَ »③

''میری امت کا ایک گروہ حق پر قائم رہتے ہوئے (دلائل و براہین کے ساتھ) غالب رہے گا ، جو ان کی مخالفت کرے گا وہ انھیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ جائے گا اور وہ بدستور اسی حالت میں ہونگے۔''

امام ابن المبارکؒ ، امام احمد بن حنبلؒ ، امام علی بن المدینیؒ اور امام بخاریؒ وغیرہم کہتے ہیں کہ اس گروہ سے مراد اصحاب الحدیث ہیں۔ بلکہ امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ

« إِن لَّمْ يكُونُوا أَهْلَ الْحَدِيْثِ فَلَا أَدْرِيْ مَنْ هُمْ ؟ »

''اگر اس سے مراد اہل حدیث نہیں تو پھر میں نہیں جانتا وہ کون لوگ ہیں؟''

اور اس کی تائید نبی کریم ﷺ کی ایک اور حدیث سے بھی ہوتی ہے، جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

① صحيح مسلم :2890

② سنن أبي داؤد : 4609، سنن ابن ماجه :43۔ وصححه الألباني ③صحيح مسلم : 1920

« إِنَّ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِيْ عَلٰى ثَلَاثٍ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً »

''بنو اسرائیل ۷۲ فرقوں میں تقسیم ہوئے اور میری امت کے لوگ ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہوں گے۔ ان میں سے ایک کے سوا باقی سب جہنم میں جائیں گے۔''

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: یا رسول اللہ! وہ ایک گروہ کونسا ہے جو نجات پائے گا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي » ''جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔''

ایک اور روایت میں ارشاد فرمایا: « وَهِيَ الْجَمَاعَةُ » ''نجات پانے والا گروہ ہی جماعت ہے۔''[1]

اور یہ بات تو معلوم ہی ہے کہ جس دین ومنہج پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم قائم تھے، آج اُسی دین ومنہج پر اگر کوئی جماعت قائم ہے تو وہ اہلحدیث حضرات کی جماعت ہے۔ کیونکہ وہ حضرات صرف قرآن وحدیث پر عمل کرتے تھے اور ان کے ہاں قرآن وحدیث کے علاوہ کوئی تیسری چیز واجب الاتباع نہ تھی، اسی طرح اہلحدیث بھی قرآن وحدیث پر ہی عمل کرتے ہیں اور ان کے نزدیک کوئی تیسری چیز ایسی نہیں جو واجب الاتباع ہو۔ گویا اہلحدیث حضرات طائفہ منصورہ اور فرقۂ ناجیہ ہیں، جو ہر دور میں حق پر قائم رہا ہے اور قیامت تک اسی پر قائم رہے گا۔ ان شاء اللہ

لیکن نہایت افسوس کی بات ہے کہ آج اہلحدیثوں کو مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے۔

☆ کبھی کہا جاتا ہے کہ یہ ایک 'نیا ٹولہ' ہے!

حالانکہ اہلحدیث اُس وقت سے ہیں جب سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ کیونکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے پیروکاروں کے دور میں کوئی فقہی مسلک نہ تھا اور نہ ہی فقہی مسلک کی بناء پر کوئی فرقہ تھا۔ وہ لوگ بھی قرآن وسنت کی ہی اتباع کرتے تھے اور اہلحدیث حضرات بھی قرآن وسنت ہی کی اتباع کرتے ہیں۔ ان کا منہج بھی قرآن وحدیث پر مبنی تھا اور اہلحدیث حضرات کا منہج بھی قرآن وسنت پر ہی مبنی ہے۔

بلکہ ہم تو ڈنکے کی چوٹ پر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کے بارے میں سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۱۰۰ ﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ﴾ میں یہ ذکر فرمایا ہے کہ وہ مہاجرین وانصار کی اچھے طریقے سے اتباع کرنے والے ہیں تو ان میں 'اہلحدیث' حضرات بھی شامل ہیں۔ کیونکہ اہلحدیث حضرات ہی وہ لوگ ہیں جو صحیح معنوں میں ان کے نقش قدم پہ چلتے ہیں۔

---

[1] رواہ الترمذی: 2641 - وأبو داؤد: 4597، وابن ماجہ: 3993- وحسنه الألبانی

☆ اور کبھی کہا جاتا ہے کہ جماعتِ اہلحدیث انتہا پسند، دہشت گرد اور متشدد جماعت ہے!
حالانکہ یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ جماعتِ اہلحدیث اعتدال پسند جماعت ہے۔ اور دعوتی اسلوب میں حکمت ونصیحت کی قائل ہے، نہ کہ تشدد اور انتہا پسندی کی۔

☆ اور کبھی اہلحدیثوں کو سوادِ اعظم کا مخالف اور ائمۂ کرام رحمہم اللہ کا دشمن کہا جاتا ہے!
حالانکہ اہلحدیث حضرات تمام سلف صالحین اور ائمۂ دین رحمہم اللہ کا احترام کرتے اور انھیں قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ بلکہ اگر دیکھا جائے تو ائمۂ اربعہ رحمہم اللہ کی حقیقی پیروکار جماعت بھی جماعتِ اہلحدیث ہی ہے۔ کیونکہ ان کی تعلیمات بھی یہی تھیں کہ ہماری نہیں بلکہ قرآن وحدیث ہی کی پیروی کریں۔ آگے چل کر ہم ان شاء اللہ ان کے اقوال سے یہ بات بھی ثابت کریں گے۔

تو ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اِس جماعتِ حقہ اور طائفہ منصورہ کے دعوتی اصولوں اور اس کے منہج پر روشنی ڈالیں تاکہ اس کے بارے میں جو شبہات پیدا کئے جاتے ہیں ان کا رد کیا جا سکے اور جو اعتراضات کئے جاتے ہیں ان کا جواب دیا جا سکے۔

دعوتِ اہل حدیث اور منہج سلف کے اصول وضوابط

❶ دین دو عظیم اصولوں پر مبنی ہے:

① اخلاص۔ یعنی ہر عملِ صالح اور ہر عبادت کو محض اللہ تعالی کی رضا کے حصول اور اس کا تقرب حاصل کرنے کیلئے سرانجام دینا۔ اور ریاکاری سے اجتناب کرنا۔

② متابعت۔ یعنی ہر عملِ صالح اور عبادت کو نبی کریم ﷺ کی سنت کے مطابق کرنا۔

ان دونوں اصولوں کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے:

﴿ بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴾ ①

''سنو! جو بھی اپنے آپ کو اللہ کے سامنے جھکا دے اور وہ ہو بھی نیکوکار، تو اس پر نہ تو کوئی خوف ہوگا، نہ غم اور اداسی۔''

اس آیت مبارکہ میں ﴿اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ﴾ سے مراد 'اخلاص' ہے۔ یعنی اللہ کی رضا کیلئے عمل کرنا

① البقرۃ 2:112

اور ﴿وَ هُوَ مُحْسِنٌ﴾ سے مراد 'متابعت' ہے۔ یعنی رسول اکرم ﷺ کی سنت کے مطابق عمل کرنا۔

یاد رہے کہ ان دو اصولوں کے لحاظ سے لوگوں کی چار قسمیں ہیں:

۱۔ جن میں اخلاص بھی ہوتا ہے اور متابعت بھی ہوتی ہے۔

۲۔ جن میں نہ اخلاص ہوتا ہے اور نہ متابعت ہوتی ہے۔

۳۔ جن میں اخلاص تو ہوتا ہے لیکن متابعت نہیں ہوتی۔

۴۔ جن میں متابعت تو ہوتی ہے لیکن اخلاص نہیں ہوتا بلکہ ریاکاری ہوتی ہے۔

❷ شریعت، دعوت اور عبادت تینوں کا مصدر ومنبع دو چیزیں ہیں: قرآن اور سنت

لہٰذا تمام شرعی احکام، عبادات کے طریقے اور دعوتی اسلوب وغیرہ قرآن وسنت سے ہی حاصل کیے جائیں گے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی اور اپنے رسول ﷺ ہی کی اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے۔

فرمایا: ﴿ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴾[1]

''اور تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

اور ظاہر بات ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام وفرامین ہم صرف اور صرف قرآن وحدیث سے ہی معلوم کر سکتے ہیں۔ قرآن وحدیث کے علاوہ اس کا کوئی اور ذریعہ نہیں ہے۔

اسی طرح فرمایا: ﴿ اِتَّبِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴾[2]

''تم صرف اُس چیز کی پیروی کرو جو تمھاری طرف تمھارے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔ اور اس کو چھوڑ کر دیگر دوستوں کی پیروی مت کرو۔ تم کم ہی نصیحت حاصل کرتے ہو۔''

اسی طرح فرمایا: ﴿ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْۤ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ☆ وَ اِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَ لِقَوْمِكَ ۚ وَ سَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ﴾[3]

''لہٰذا آپ اسے مضبوطی سے تھام لیجئے جس کی آپ کو وحی کی گئی ہے، آپ یقیناً راہِ راست پر ہیں۔ اور بلاشبہ وہ آپ کیلئے اور آپ کی قوم کیلئے نصیحت ہے۔ اور عنقریب تم لوگوں سے پوچھ گچھ کی جائے گی۔''

اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ چیز ایک تو قرآن مجید ہے اور دوسری نبی کریم ﷺ کی صحیح احادیث

---

[1] آل عمران 3:132 [2] الأعراف 7:3 [3] الزخرف 43:43-44

مبارکہ ہیں ۔کیونکہ آپ ﷺ کے بارے میں اللہ تعالی فرماتے ہیں :

﴿ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى ☆ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى ﴾[1]

''اور وہ (رسول ﷺ) اپنی خواہش نفس کی پیروی میں بات نہیں کرتے بلکہ وہ تو وحی ہوتی ہے جو ان پر اتاری جاتی ہے ۔''

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : « تَرَكْتُ فِيكُمْ شَيْئَيْنِ ، لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُمَا : كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّتِي، وَلَنْ يَتَفَرَّقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ »[2]

''میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ۔ ان کے بعد (یعنی اگر تم نے انھیں مضبوطی سے تھام لیا تو) کبھی گمراہ نہیں ہو گے ۔ ایک ہے کتاب اللہ (قرآن مجید) اور دوسری ہے میری سنت ۔ اور یہ دونوں چیزیں کبھی جدا جدا نہیں ہونگی یہاں تک کہ حوض پر میرے پاس آئیں گی ۔''

❸ قرآن مجید کو سنت کے بغیر سمجھنا ناممکن ہے

اللہ تعالی کا فرمان ہے : ﴿ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ ﴾[3]

''اور ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن مجید) کو نازل کیا تا کہ آپ لوگوں کیلئے اُس چیز کو بیان کریں جو ان کی طرف اتاری گئی ہے ۔''

اور آپ ﷺ نے لوگوں کی طرف اتاری گئی چیز (قرآن مجید) کو ان کیلئے کیسے بیان کیا ؟ اپنے فرامین اور اپنے عمل کے ذریعے ، جسے سنت کہا جاتا ہے ۔ چنانچہ آپ ﷺ نے صلاۃ ، زکاۃ ، حج اور صوم وغیرہ کے بہت سارے احکامات اپنے ارشادات اور عمل کے ذریعے بیان کئے ۔ اگر یہ 'بیان' نہ ہوتا تو قرآن مجید کے بہت سارے احکامات کو سمجھنا ہی ناممکن ہوتا ۔

اور اسی لئے آپ ﷺ کے حوالے سے قرآن مجید میں تین مقامات پر کہا گیا کہ

﴿ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ﴾[4]

''اور وہ انھیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں ۔''

تو حکمت سے مراد کیا ہے ؟ یقینی طور پر اس سے مراد سنت نبویہ ہی ہے ۔

اور حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

---

① النجم53 :3 ۔4　　② صحيح الجامع :2937
③ النحل16 :44　　④ آل عمران3 :164

«أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ ، أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلَى أَرِيكَتِهِ يَقُولُ : عَلَيْكُمْ بِهٰذَا الْقُرْآنِ ، فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوهُ ، وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ ، أَلَا لَا يَحِلُّ لَكُمْ لَحْمُ الْحِمَارِ الْأَهْلِي ، وَلَا كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبُعِ ..» ①

''خبردار! مجھے قرآن مجید دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس کی مثل بھی۔ خبردار! عنقریب ایک آدمی آئے گا جو سیر ہو کر اپنے تکیے کا سہارا لئے ہوئے کہے گا: تم بس اس قرآن پر ہی عمل کرو اور تمہیں اس میں جو حلال ملے اسی کو حلال سمجھو اور اس میں جس چیز کو حرام کہا گیا ہو صرف اسی کو حرام سمجھو۔ خبردار! تمھارے لئے گھریلو گدھے کا گوشت حلال نہیں ہے اور نہ ہی کچلیوں والے درندے حلال ہیں ...''

❷ قرآن وحدیث کو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے فہم کے مطابق سمجھنا ضروری ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۱۰۰ ﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ﴾ میں مہاجرین وانصار کے بعد ان لوگوں کا ذکر کیا جنھوں نے ان کی اچھے طریقے سے اتباع کی، پھر انھیں بھی اپنی رضامندی اور ان کیلئے جنات کی خوشخبری دی ۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا فہم اور ان کا طرزِ عمل اللہ کے نزدیک معتبر ہے۔

یہ وہ حضرات تھے جنھوں نے براہ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کو سیکھا اور اس کی تفسیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی شکل میں اپنے کانوں سے سنی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنن مبارکہ کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ اِس لحاظ سے وہ قرآن وحدیث کے سب سے بڑے عالم اور سب سے زیادہ فقیہ تھے ۔ ان سے بڑا عالم یا فقیہ نہ کبھی آیا ہے اور نہ ہی قیامت تک کوئی آئے گا۔

اور اِس اصول کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمانِ صادق کو باقی لوگوں کیلئے معیار قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَاِنْ آمَنُوْا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ﴾ ②

''پس اگر یہ لوگ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لے آئے ہو تو ہدایت یافتہ ہو جائیں اور اگر منہ پھیر لیں (اور نہ مانیں) تو وہ (اس لئے کہ آپ کی) مخالفت پر تلے ہوئے ہیں۔''

﴿ آمَنْتُمْ ﴾ میں مخاطب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔

---

① سنن أبي داؤد :4604 ۔ وصححه الألباني ② البقرة2 :137

اوراس کی تیسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالی نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے راستے کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرنے والوں کوجہنم کی وعید سنائی ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾ ①

''اور جو شخص سیدھا راستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرے اور مومنوں کے راستے کے سوا کسی اور راستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اُسے اُدھر ہی چلنے دیں گے اور (قیامت کے دن) جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بُرا ٹھکانا ہے۔''

اس آیت میں مومنوں سے مراد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، کیونکہ اس کے نزول کے وقت صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہی تھے جو اس کے سب سے پہلے مخاطب تھے۔ لہٰذا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے راستے اور ان کے طرزِ عمل کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اور طرزِ عمل اختیار کرنے والے لوگوں کو اللہ تعالی کی اس وعید سے ڈرنا چاہیے۔

اور ہم نے جو حدیث خطبۂ کے آغاز میں ذکر کی ہے اور جس میں یہ الفاظ ہیں: (مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي) ''جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔'' تو یہ بھی اسی بات کی دلیل ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا منہج اور ان کا طرزِ عمل ہمیشہ ملحوظ خاطر رہنا چاہیے۔ نہ یہ کہ کوئی شخص اپنی مرضی کے مطابق یا اپنے مخصوص نظریے کے مطابق جیسے چاہے قرآن وحدیث کو ڈھال لے۔

اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: (مَنْ كَانَ منكم متأسيا فَلْيتأس بِأَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ، فإنهم كَانُوْا أَبَرَّ هذه الْأُمَّةِ قُلُوْبًا، وَأَعْمَقَهَا عِلْمًا، وَأَقَلَّهَا تَكَلُّفًا، وَأَقْوَمَهَا هَدْيًا، وَأَحْسَنَهَا حَالًا، قَوْمًا اِخْتَارَهُمُ اللّٰهُ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهِ ﷺ وَإِقَامَةِ دِيْنِهِ، فَاعْرِفُوْا لَهُمْ فَضْلَهُمْ، وَاتَّبِعُوْهُمْ فِيْ آثَارِهِمْ فَإِنَّهُمْ كَانُوْا عَلَى الْهُدَى الْمُسْتَقِيْمِ) ②

''تم میں سے جو شخص اقتداء کرنا چاہتا ہو تو وہ اصحاب محمد ﷺ کی اقتداء کرے۔ کیونکہ وہ امت کے سب سے زیادہ پاکیزہ دل والے، سب سے زیادہ گہرے علم والے، سب سے کم تکلف کرنے والے، سب سے زیادہ مضبوط طریقے پر چلنے والے، سب سے زیادہ اچھے حال والے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جنھیں اللہ تعالی نے اپنے نبی ﷺ کی صحبت اور اپنے دین کو قائم کرنے کیلئے منتخب کرلیا تھا۔ لہٰذا تم ان کی فضیلت کو پہچانو اور ان کے اخلاق اور طور طریقوں میں ان کی پیروی کرو کیونکہ وہ صراطِ مستقیم پر چلنے والے تھے۔''

① النساء4: 115 ② جامع بيان العلم وفضله لابن عبد البر: 926

اسی طرح کا قول جناب عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے اور امام حسن بصریؒ سے بھی مروی ہے۔

❺ توحیدِ الوہیت دعوت کا اولین اور سب سے اہم رکن

جی ہاں! توحیدِ الوہیت دعوت کا سب سے پہلا اور سب سے اہم رکن ہے۔ کیونکہ اسی توحید کیلئے اللہ تعالی نے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔ چنانچہ ہر نبی نے اپنی دعوت کا آغاز ﴿ اُعْبُدُوْا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ﴾ سے کیا۔ اور ہر رسول کو اللہ تعالی نے یہ پیغام دے کر بھیجا کہ لوگوں کو حکم دو کہ

﴿اُعْبُدُوْا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ﴾

''اکیلئے اللہ تعالی کی عبادت کرو اور طاغوت کی پوجا کرنے سے بچو۔''

سید الرسل جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی دعوت کا آغاز اسی توحید سے کیا اور فرمایا:

«قُوْلُوْا : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، تُفْلِحُوْا »

''تم کہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، اگر یہ کہو گے تو کامیاب ہو جاؤ گے۔''

اور یہی وہ توحید ہے جس کی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے دعوت دینے کی تلقین مبلغین کو کرتے تھے۔

چنانچہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو آپ نے حکم دیا:

« إِنَّكَ تَقْدَمُ عَلٰى قَوْمٍ أَهْلِ كِتَابٍ فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوْهُمْ إِلَيْهِ عِبَادَةُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ »

''بے شک تم اہلِ کتاب کی ایک قوم کے پاس جا رہے ہو، لہذا سب سے پہلے تم نے انہیں جس بات کی طرف دعوت دینی ہے وہ ہے صرف اللہ تعالی کی عبادت۔''[1]

سامعین گرامی! ہم خاص طور پر 'توحیدِ الوہیت' کا کیوں کہتے ہیں؟ اس لئے کہ توحید ربوبیت کا تو تقریبا سارے مسلمان اقرار کرتے ہیں، بلکہ مشرکین مکہ بھی اللہ تعالی کو رب (خالق و مالک) مانتے تھے، انھیں اعتراض تھا تو توحید الوہیت پہ تھا۔ وہ کہا کرتے تھے:

﴿ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ﴾ ''کیا اس نے سب معبودوں کو ایک ہی معبود بنا دیا؟''

اور آج بھی بہت سارے لوگ اللہ رب العزت کو خالق و مالک تو مانتے ہیں، لیکن اس کیلئے تمام عبادات کو خاص نہیں کرتے۔ بلکہ غیر اللہ کے سامنے رکوع، سجدہ بھی کرتے ہیں، غیر اللہ کو داتا، غوث، حاجت روا اور مشکل کشا بھی مانتے ہیں، غیر اللہ سے امیدیں بھی وابستہ کرتے ہیں، ان سے خوف بھی کھاتے ہیں اور ان پر توکل بھی کرتے ہیں۔ لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ دعوت الی اللہ کا فریضہ سر انجام دینے والے تمام حضرات اپنی

① صحیح البخاری: 1458 ، صحیح مسلم: 19

دعوت کا آغاز توحیدِ الوہیت سے کریں۔ اور لوگوں کو شرک کی تمام شکلوں سے ڈرائیں اور انھیں اس کے برے انجام کے بارے میں آگاہ کریں۔

اسی طرح توحیدِ اسماء وصفات کے بارے میں بھی لوگوں کو آگاہ کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ آج بہت سارے لوگ اس میں بھی بھٹک گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے بارے میں غلط نظریات کے حامل ہیں۔ لہٰذا انھیں اسمائے حسنیٰ وصفاتِ علیا کے بارے میں اہل السنہ والجماعہ کے عقیدے سے آشنا کرانا انتہائی ضروری ہے۔

❻ پورے دین پر عمل بھی کیا جائے اور پورے دین کی طرف دعوت بھی دی جائے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾[1]

''اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کی اتباع نہ کرو کیونکہ وہ تمھارا واضح دشمن ہے۔''

لہٰذا تمام شعبوں میں دین اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنا ضروری ہے۔ چاہے عقائد ہوں یا عبادات ہوں۔ معاملات ہوں یا حقوق ہوں۔ اخلاق وکردار کا معاملہ ہو یا سیاسی اور معاشی مسائل ہوں۔ الغرض یہ کہ اسلام کے تمام کے تمام احکام پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اور عمل کے ساتھ ساتھ دین کی تمام تعلیمات کی طرف دعوت دینا بھی ضروری ہے۔

ہم جب یہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے توحیدِ الوہیت کی طرف دعوت دینی چاہیے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس کے علاوہ دین کے باقی امور کو دعوت میں نظر انداز کر دیا جائے! بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ توحیدِ الوہیت کو ترجیح دی جائے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ دین کے باقی تمام امور کی طرف بھی لوگوں کو متوجہ کیا جائے اور انھیں ترغیب وترہیب کے ذریعے ان پر عمل کرنے کی بھی تلقین کی جائے۔

❼ کتاب وسنت کے دلائل کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا ضروری ہے اور ان کے مقابلے میں عقلی آراء اور مسلکی اقوال کو پیش کرنا اور ان سے چمٹے رہنا حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ☆ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾[2]

---

[1] البقرۃ 2:208 [2] النور 24:51-52

''مومنوں کی تو بات ہی یہ ہے کہ جب انھیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلایا جائے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے تو کہتے ہیں کہ'' ہم نے سنا اور اطاعت کی'' ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے، اللہ سے ڈرتا رہے اور اس کی نافرمانی سے بچتا رہے تو ایسے ہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔''

اسی طرح اللہ تعالی نے جناب نبی کریم ﷺ کے فیصلوں کے بارے میں فرمایا:

﴿ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ [1]

''پس قسم ہے تیرے رب کی! یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپس کے تمام اختلافات میں آپ کو حاکم (فیصل) نہ مان لیں، پھر جو فیصلہ آپ ان میں کردیں اس سے وہ دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی محسوس نہ کریں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کرلیں۔''

دانستہ طور پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرنا اور ان کے فیصلوں سے روگردانی کرنا واضح گمراہی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴾ [2]

''کسی مومن مرد اور مومنہ عورت کو حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کے رسول کسی کام کا فیصلہ کردیں تو ان کیلئے اپنے معاملے میں کچھ اختیار باقی رہ جائے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو وہ یقیناً واضح گمراہی میں جا پڑا۔''

بلکہ اللہ تعالی نے ان لوگوں کو دردناک عذاب کی دھمکی دی ہے جو جان بوجھ کر رسول اکرم ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [3]

''لہٰذا جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انھیں اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ کہیں وہ کسی مصیبت میں گرفتار نہ ہوجائیں یا ان پر کوئی المناک عذاب نہ آجائے۔''

① النساء 4:65 ② الأحزاب 33:36 ③ النور 24:63

لہٰذا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کے مقابلے میں مسلکی آراء کو پیش کرنے سے باز رہنا چاہئے۔

حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرامین کے مقابلے میں شیخین کریمین جناب ابو بکر رضی اللہ عنہ اور جناب عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کو پیش کرنے پر بھی اللہ کے عذاب سے ڈراتے تھے۔

جیسا کہ امام ابن عبد البرؒ نے عروۃ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ اللہ سے نہیں ڈرتے کہ آپ حج تمتع کی رخصت دیتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: اے عروۃ! تم اپنی والدہ سے پوچھ لو، عروۃ کہنے لگے: ابو بکر وعمر (رضی اللہ عنہما) نے تو تمتع نہیں کیا! یہ سن کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« وَاللّٰهِ مَا أُرَاكُمْ مُنْتَهِيْنَ حَتّٰى يُعَذِّبَكُمُ اللّٰهُ ، نُحَدِّثُكُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ، وَتُحَدِّثُوْنَا عَنْ أَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ»

''اللہ کی قسم! میں نہیں سمجھتا کہ تم باز آؤ گے یہاں تک کہ تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو جائے، ہم تمھیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتے ہیں اور تم اس کے مقابلے میں ابو بکر وعمر (رضی اللہ عنہما) کی بات کرتے ہو؟''

اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« أُرَاهُمْ سَيَهْلِكُوْنَ ، أَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ، وَيَقُوْلُوْنَ: قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ؟»

''میں سمجھتا ہوں کہ وہ عنقریب ہلاک ہو جائیں گے، میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے (یوں) فرمایا اور یہ کہتے ہیں کہ ابو بکر وعمر (رضی اللہ عنہما) نے (یوں) کہا؟''①

یہاں پر یہ بات ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ خود ائمۂ اربعہ رحمہم اللہ بھی قرآن وسنت کی نصوص کے مقابلے میں اپنی آراء پر عمل کرنے سے منع کرتے تھے۔

☆ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا تھا:

(لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَن يَّأْخُذَ بِقَوْلِنَا ، مَا لَمْ يَعْلَمْ مِنْ أَيْنَ أَخَذْنَاهُ)

''کسی کیلئے جائز نہیں کہ وہ ہمارے کسی قول کو قبول کرے جب تک وہ یہ نہ معلوم کر لے کہ ہم نے اسے کہاں سے لیا''

اسی طرح انھوں نے کہا تھا: « حَرَامٌ عَلٰى مَن لَّمْ يَعْرِفْ دَلِيْلِيْ أَن يُّفْتِيَ بِكَلَامِي ، فَإِنَّنَا بَشَرٌ نَقُوْلُ الْقَوْلَ الْيَوْمَ وَنَرْجِعُ عَنْهُ غَدًا)

''جس شخص نے میری دلیل کو نہیں پہچانا اس پر حرام ہے کہ وہ میرے کلام کے ساتھ فتویٰ دے۔ کیونکہ ہم

---

① صحيح جامع بيان العلم وفضله لابن عبد البر ـ أبو الأشبال : ص 525

بشر ہیں، ہم آج ایک بات کرتے ہیں اور کل اس سے رجوع بھی کر سکتے ہیں۔''

☆ اور امام مالک رحمہ اللہ نے کہا تھا: (إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أُخْطِئُ وَأُصِيبُ ، فَانْظُرُوا فِي رَأْيِي ، فَكُلُّ مَا وَافَقَ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ فَخُذُوهُ ، وَكُلُّ مَا لَمْ يُوَافِقِ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ فَاتْرُكُوهُ)

''میں ایک انسان ہی ہوں، میں غلطی بھی کرتا ہوں اور صحیح موقف بھی اختیار کرتا ہوں۔لہٰذا تم میری رائے کے متعلق غور کرلیا کرو، میری جو بھی رائے کتاب وسنت کے مطابق ہو تو قبول کرلو اور اگر کتاب وسنت کے مطابق نہ ہو تو اسے چھوڑ دو۔''

☆ اور امام شافعیؒ نے کہا تھا: (أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى أَنَّ مَنِ اسْتَبَانَتْ لَهُ سُنَّةٌ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ لَمْ يَحِلَّ لَهُ أَنْ يَدَعَهَا لِقَوْلِ أَحَدٍ)

''مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس آدمی کیلئے رسول اکرم ﷺ کی سنت واضح ہو جائے تو اس کیلئے جائز نہیں کہ وہ کسی کے قول کی بناء پر اسے چھوڑ دے۔''

اسی طرح انھوں نے کہا تھا: (إِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ فَهُوَ مَذْهَبِي)

''جب حدیث صحیح سند کے ساتھ ثابت ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔''

☆ اور امام احمد رحمہ اللہ نے کہا تھا: (لَا تُقَلِّدْنِي وَلَا تُقَلِّدْ مَالِكًا وَلَا الشَّافِعِيَّ وَلَا الْأَوْزَاعِيَّ وَلَا الثَّوْرِيَّ ، وَخُذْ مِنْ حَيْثُ أَخَذُوا)

''تم میری تقلید نہ کرو۔اور نہ ہی مالک، شافعی، اوزاعی اور ثوری کی تقلید کرو۔بلکہ تم وہاں سے لو جہاں سے ان سب نے لیا۔'' یعنی ان سب نے بھی دین کتاب وسنت سے لیا، اسی طرح تم بھی کتاب وسنت سے ہی لو۔

❽ دین میں نئے نئے کام ایجاد کرنا حرام ہے

کیونکہ اللہ تعالی نے حجۃ الوداع کے موقع پر ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ کے ذریعے اعلان فرما دیا تھا کہ اس نے دین مکمل کر دیا ہے۔

پھر اللہ کے رسول ﷺ نے بھی «أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ» فرما کر اعلان کردیا کہ آپ ﷺ نے اللہ کا مکمل دین امت تک پہنچا دیا ہے۔اس لئے اس میں کسی قسم کی کمی بیشی کرنا ہرگز درست نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے ہر خطبہ میں دین میں نئے نئے کام ایجاد کرنے سے ڈراتے تھے۔ آپ ﷺ شہادتین کے بعد یوں ارشاد فرماتے تھے:

«أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ ، وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْأُمُورِ

مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ »①

''حمد وثناء کے بعد! یقیناً بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے۔ اور امور میں سب برا امر وہ ہے جسے ایجاد کیا گیا ہو اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ »②

''جس شخص نے ہمارے اس دین میں نیا کام ایجاد کیا جو اس سے نہیں تھا تو وہ مردود ہے۔''

مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: « مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ »

''جس شخص نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا امر نہیں تو وہ مردود ہے۔''

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دین میں ہر نیا کام اور ہر نیا طریقہ مردود اور نا قابل قبول ہے۔

❾ برحق راستہ ایک ہی ہے، متعدد نہیں

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾③

''اور یقیناً یہی میرا سیدھا راستہ ہے، لہٰذا تم لوگ اسی کی اتباع کرو اور دوسرے راستوں پر مت چلو جو تمھیں اس کی سیدھی راہ سے جدا کر دیں۔ اللہ نے تمھیں انہی باتوں کا حکم دیا ہے تاکہ تم تقوی کی راہ اختیار کرو۔''

اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک سیدھی لکیر کھینچی، پھر اس کے دائیں بائیں کچھ اور لکیریں کھینچ دیں، پھر فرمایا:

« هٰذَا صِرَاطُ اللّٰهِ مُسْتَقِيْمًا ، وَهٰذِهِ السُّبُلُ عَلٰى كُلِّ سَبِيْلٍ مِّنْهَا شَيْطَانٌ يَّدْعُوْ إِلَيْهِ »

''یہ سیدھی لکیر اللہ تعالیٰ کا سیدھا راستہ ہے۔ اور یہ جو دائیں بائیں راستے ہیں ان میں سے ہر ایک پر شیطان ہے جو اس کی طرف دعوت دے رہا ہے۔''④

اس کے بعد آپ ﷺ نے وہی آیت تلاوت کی جو ابھی ہم نے ذکر کی ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ برحق راستہ ایک ہی ہے، متعدد نہیں، جیسا کہ بعض لوگ باور کراتے ہیں۔

① صحیح مسلم: 867
② صحیح البخاری: 2697، صحیح مسلم: 1718
③ الأنعام 6: 153
④ رواہ أحمد والدارمی والحاکم بسند حسن

⑩ حق و باطل کا معیار دلائل و براہین ہیں، اکثریت نہیں

کیونکہ اکثریت کے بارے میں اللہ تعالی نے قرآن مجید میں:

کہیں ﴿ اَکْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ فرمایا۔① یعنی ''ان میں سے اکثر ایمان نہیں لاتے۔''

اور کہیں ﴿وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴾ فرمایا۔②

''ان میں سے زیادہ تر لوگوں کو عقل نہیں۔''

اور کہیں ﴿اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ فرمایا۔③ ''ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔''

اور کہیں ﴿ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴾ فرمایا۔④ ''ان میں سے اکثر جاہل ہیں۔''

اور کہیں فرمایا: ﴿وَ لَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴾⑤

''آپ ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہیں پائیں گے۔''

اور کہیں فرمایا: ﴿وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ وَ اِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ﴾⑥

''اور ان میں سے زیادہ تر لوگوں کو ہم نے عہد کا وفادار نہیں پایا۔ ہم نے تو ان میں سے اکثر کو فاسق ہی پایا۔''

اور کہیں فرمایا: ﴿ وَ مَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ﴾⑦

''اور ان میں سے اکثر لوگ ظن و گمان ہی کی پیروی کرتے ہیں۔''

اور کہیں فرمایا: ﴿وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴾⑧

''اور ان میں سے اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔''

اور کہیں فرمایا: ﴿وَ مَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَ هُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴾⑨

''اور ان کی اکثریت اللہ پر ایمان نہیں لاتی مگر شرک بھی کرتی ہے۔''

اور کہیں فرمایا: ﴿ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴾⑩

''بلکہ ان میں سے اکثر لوگ حق کو نہیں جانتے، اسی لئے وہ اس سے اعراض کرتے ہیں۔''

اور کہیں فرمایا: ﴿اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴾⑪

---

① البقرة2: 100 ② المائدة5: 103 ③ الأنعام6: 37 ④ الأنعام6: 111
⑤ الأعراف7: 17 ⑥ الأعراف7: 102 ⑦ یونس10: 36 ⑧ یونس10: 60
⑨ یوسف12: 106 ⑩ الأنبياء21: 24 ⑪ الفرقان25: 44

’’کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ان میں سے اکثر سنتے اور سمجھتے ہیں؟ یہ تو جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں۔‘‘

اور کہیں فرمایا: ﴿ فَأَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴾ ①

’’پھر ان میں سے اکثر نے منہ پھیر لیا، چنانچہ وہ سنتے ہی نہیں۔‘‘

ان آیات سے ثابت ہوا کہ اکثریت ان لوگوں کی ہوتی ہے جو نہیں جانتے، جو نہیں سمجھتے، جو نہیں سنتے، جو شکر ادا نہیں کرتے، جو اعراض کرتے ہیں، جو جاہل ہیں، جو چوپائے جانوروں سے بھی بدتر ہیں، جو ایمان لا کر بھی شرک کرتے ہیں، جو ظن وگمان کی اتباع کرتے ہیں اور جو اللہ سے کئے ہوئے عہد کا پاس نہیں کرتے۔

اسی لئے اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَ اِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ﴾ ②

’’اور اگر آپ اہل زمین کی اکثریت کی اتباع کریں گے تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بہکا دیں گے۔ وہ تو محض ظن کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ اور صرف قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔‘‘

تمام آیات سے معلوم ہوا کہ حق وباطل کی پہچان اکثریت سے نہیں، بلکہ اس کی پہچان دلائل وبراہین کے ساتھ ہوتی ہے۔ لہذا محض اکثریت کو دلیل نہیں بنایا جا سکتا کہ اتنے زیادہ لوگ فلاں عقیدہ رکھتے ہیں، یا اتنے زیادہ لوگ فلاں عمل کرتے ہیں، تو وہ غلط نہیں ہو سکتے! بلکہ اس کے برعکس حق پر چلنے والے لوگ ہمیشہ تعداد کے لحاظ سے کم رہے ہیں۔ اور انہی کے بارے میں اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَ قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ﴾ ③

’’اور میرے بندوں میں سے شکر گزار بندے کم ہی ہوتے ہیں۔‘‘

⑪ ضعیف اور موضوع احادیث سے ڈرانا ضروری ہے

کیونکہ ہمارے معاشرے میں ضعیف اور موضوع احادیث بری طرح سے منتشر ہیں۔ اور یہ ایسی احادیث ہیں جن پر غلط عقائد اور باطل نظریات کی بنیاد ہے۔ اور بیشتر بدعات کی اساس بھی اسی قسم کی احادیث ہیں۔

جبکہ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ کی احادیث میں سے صرف وہ احادیث معتبر اور قابل حجت ہیں کہ جو صحیح سند کے ساتھ ثابت ہوں یا کم ازکم حسن درجے کی ہوں۔ اور جو احادیث محدثین کے نزدیک ضعیف یا موضوع ومن گھڑت ہوں تو وہ قطعی طور پر معتبر اور قابل حجت نہیں ہیں۔ ایسی احادیث سے نہ مسائل واحکام اخذ

① حم السجدة41: 4 ② الأعراف7: 116 ③ سبأ34: 13

کیے جاسکتے ہیں اور نہ ہی ان سے فضائل اعمال ثابت ہوتے ہیں۔ لہذا ان احادیث کا تعلق چاہے فضائل اعمال سے ہو یا احکام سے، دونوں صورتوں میں انھیں نا قابل حجت سمجھنا چاہیے۔

رسول اکرم ﷺ نے جھوٹی اور من گھڑت احادیث بیان کرنے والے لوگوں کے متعلق پیشین گوئی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا:

«يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ ، يَأْتُونَكُمْ مِّنَ الْأَحَادِيْثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ ، فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ ، لَا يُضِلُّونَكُمْ وَلَا يَفْتِنُونَكُمْ»①

”آخری زمانے میں کچھ لوگ آئیں گے جو دجل وفریب سے کام لیں گے اور بہت جھوٹ بولیں گے اور وہ تمھیں ایسی ایسی حدیثیں سنائیں گے کہ جو نہ تم نے سنی ہونگی اور نہ تمھارے آباؤ اجداد نے سنی ہونگی۔ لہذا تم ان سے بچنا، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمھیں گمراہ کردیں اور تمھیں فتنے میں مبتلا کردیں!“

رسول اکرم ﷺ کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف سچی ثابت ہوئی اور کئی لوگ ایسے آئے کہ جنھوں نے ہزاروں کی تعداد میں احادیث گھڑیں اور انھیں آپ ﷺ کی طرف منسوب کردیا۔ اِس طرح کے لوگ پہلے بھی آئے اور آج بھی موجود ہیں جو 'فضائل اعمال' کے نام سے سینکڑوں انتہائی ضعیف اور جھوٹی احادیث بیان کرتے ہیں اور انھیں پوری دنیا میں پھیلا رہے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

«مَنْ حَدَّثَ عَنِّي بِحَدِيْثٍ يُّرَى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِيْنَ»②

”جو شخص ایسی حدیث بیان کرے کہ جس کے بارے میں اسے پتہ ہو کہ یہ جھوٹی ہے تو وہ جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔“

اسی طرح آپ ﷺ نے جھوٹی حدیثیں بیان کرنے والے لوگوں کو سخت وعید سناتے ہوئے ارشاد فرمایا:

«لَا تَكْذِبُوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَن يَّكْذِبْ عَلَيَّ يَلِجِ النَّارَ»③

”تم میرے اوپر جھوٹ نہ بولنا، کیونکہ جو میرے اوپر جھوٹ بولے گا تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔“

اور کئی لوگ سنی سنائی باتوں کو ہی 'احادیث' تصور کر لیتے ہیں، پھر انھیں مسائل واحکام میں بھی حجت کے طور پر پیش کرتے ہیں اور ان سے فضائل اعمال بھی ثابت کرتے ہیں۔ بلکہ بڑی بڑی بدعات کے ثبوت کیلئے بھی وہ انھی سنی سنائی حدیثوں کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں! حالانکہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ

«كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَن يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ»④

① رواہ مسلم فی المقدمة ② أيضا ③ أيضا ④ أيضا

''آدمی کے جھوٹ کیلئے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات کو بیان کرے۔''

⑫ مسلمانوں میں اتفاق واتحاد ضروری ہے اور افتراق قابل مذمت ہے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا ﴾①

''تم سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور فرقوں میں مت بٹو۔''

اللہ کی رسی سے کیا مراد ہے؟ آیئے حدیث نبوی کی روشنی میں معلوم کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «أَلَا وَإِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ ، أَحَدُهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ هُوَ حَبْلُ اللّٰهِ ، مَنِ اتَّبَعَهُ كَانَ عَلَى الْهُدَى وَمَنْ تَرَكَهُ كَانَ عَلَى ضَلَالَةٍ»②

''خبردار! میں تم میں دو بہت ہی بھاری چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، ان میں سے پہلی کتاب اللہ ہے جو اللہ کی رسی ہے۔ جو اس کی اتباع کرے گا وہ 'ہدایت' پر رہے گا اور جو اسے چھوڑ دے گا وہ گمراہی پر ہوگا۔''

گویا اللہ کی رسی سے مراد قرآن مجید ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے فرقہ بندی سے بھی منع فرمایا ہے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿ اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ﴾③

''دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔''

بلکہ ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے تفرقہ ڈالنا مشرکین کی صفات میں ذکر فرمایا ہے۔

فرمایا: ﴿مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ☆ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴾④

''(لوگو!) اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے (اسی بات پر قائم ہو جاؤ) اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اور نماز کو قائم رکھو۔ اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ، جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہوں میں بٹ گئے۔ ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اسی میں مگن ہے۔''

بلکہ معاملہ اس سے بھی زیادہ سنگین ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ اِنَّمَاۤ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴾⑤

---

① آل عمران3: 103 ② صحیح مسلم: 2408 ③ الشوریٰ42: 13
④ الروم30: 31-32 ⑤ الأنعام6: 159

’’جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور کئی فرقے بن گئے ان سے آپ کا کچھ سروکار نہیں ۔ ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے ۔ پھر وہ انھیں بتلا دے گا کہ وہ کن کاموں میں مصروف تھے ۔‘‘

سامعین گرامی !

مسلمانوں میں اختلاف کا فیصلہ کیسے ہوگا ؟ اس کیلئے اللہ تعالی کا یہ فرمان سامنے رکھیں :

﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ﴾ ①

’’اور جس بات میں بھی تم اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ کرنے کا اختیار اللہ کے پاس ہے ۔‘‘

اسی طرح اللہ تعالی کا یہ فرمان بھی :﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾ ②

’’اے ایمان والو ! تم اللہ تعالی کا حکم مانو اور رسول اللہ ﷺ کا حکم مانو ۔ اور تم میں جو حکم والے ہیں ان کا ۔ پھر اگر تمھارا کسی بات میں اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو ۔ یہی (تمہارے حق میں) بہتر ہے اور اس کا انجام بہت اچھا ہے ۔‘‘

اختلافی بات کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹانے کا معنی یہ ہے کہ اس کا فیصلہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ کی روشنی میں کیا کرو ۔

یہ اختلافات کو ختم کرنے کا ربانی نسخہ ہے ۔ اگر تمام مسلمان اس پر عمل کریں تو یقینی طور پر ان میں موجودہ اختلافات ختم ہو سکتے ہیں ۔ جیسا کہ قرونِ اولی کے لوگ اپنے اختلافات اسی منہج کو اختیار کرتے ہوئے نمٹا لیا کرتے تھے ۔ اور جب امت میں اختلافات ہوں تو رسول اکرم ﷺ نے جس چیز کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیا ہے وہ کیا ہے ؟ سنئے آپ ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا !

« عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّيْنَ الرَّاشِدِيْنَ ، تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ» ③

’’تم میری سنت کو لازم پکڑنا اور اسی طرح ہدایت یافتہ اور راہِ راست پر گامزن خلفاء کے طریقے پر ضرور عمل کرنا ۔ اس کو مضبوطی سے تھام لینا اور اسے قطعا نہ چھوڑنا ۔ اور تم دین میں نئے نئے کام ایجاد کرنے سے بچنا کیونکہ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے ۔‘‘

① الشوری 42 :10 ② النساء4: 59 ③ سنن أبی داؤد :4607 ۔ وصححہ الألبانی

آخر میں ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہمیں ان تمام اصولوں پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

دوسرا خطبہ

معزز سامعین!

ہم اس خطبہ میں دعوت اہل حدیث اور منہج سلف صالحین کے مزید چار اصول وضوابط بیان کرنا چاہتے ہیں۔

⓭ قرآن مجید اور سنت نبویہ کو پڑھنا اور سمجھنا انتہائی ضروری ہے۔

کیونکہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی لاریب کتاب ہے۔ اور باطل کی آمیزش سے بالکل پاک ہے۔

قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے کتابِ ہدایت قرار دیا ہے۔ لہذا جو شخص سچے جذبے کے ساتھ حق وہدایت کا متلاشی ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اللہ کی کتاب (قرآن مجید) کو پڑھے، اسے سمجھے اور اس پر عمل کرے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ ☆ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ ①

’’تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور (ایسی) واضح کتاب آ چکی ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو سلامتی کی راہوں کی طرف ہدایت دیتا ہے جو اس کی رضا کی اتباع کرتے ہیں۔ اور اپنے حکم سے اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا ہے۔ اور صراط مستقیم کی طرف ان کی راہنمائی کرتا ہے۔‘‘

اور یہ کہنا غلط ہے کہ قرآن مجید کو سمجھنا مشکل ہے اور اس کو سمجھنے کیلئے متعدد علوم کا ماہر ہونا ضروری ہے!

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ﴾ ②

’’اور ہم نے یقیناً قرآن مجید کو نصیحت کیلئے آسان بنا دیا ہے، تو کیا کوئی ہے نصیحت پکڑنے والا؟‘‘

اسی طرح فرمایا: ﴿فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ﴾ ③

’’ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان میں آسان بنا دیا ہے تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔‘‘

اسی لئے اِس بابرکت کتاب کی اتباع کرنے کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَهَٰذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ ④

’’یہ کتاب جو ہم نے نازل کی ہے یہ بڑی بابرکت ہے۔ لہذا تم اس کی اتباع کرو اور (اللہ تعالیٰ سے)

① المائدة 5: 15-16 ② القمر 54: 22
③ الدخان 44: 58 ④ الأنعام 6: 155

ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے ۔''

اور جہاں تک سنت نبویہ کا تعلق ہے تو رسول اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر فرمایا تھا:

« فَاعْقِلُوْا أَيُّهَا النَّاسُ قَوْلِيْ ، فَإِنِّيْ قَدْ بَلَّغْتُ ، وَقَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهُ إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِ : كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُوْلِهِ ﷺ »[1]

''اے لوگو! میری باتوں کو اچھی طرح سے سمجھ لو، میں نے یقیناً اللہ کا دین آپ تک پہنچا دیا۔ اور میں تم میں ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم نے اسے مضبوطی سے تھام لیا تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے اور وہ ہے: اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت۔''

لہٰذا تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ قرآن مجید اور سنتِ نبویہ کو پڑھنے اور سمجھنے کا اہتمام کریں، تا کہ حق وباطل میں فرق کر سکیں۔ پھر سمجھنے کے بعد کتاب وسنت کو اپنا دستور حیات بنا لیں اور اپنے تمام مسائل کا حل انہی کے اندر سے معلوم کریں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو حق بات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

⑭ داعی وہ شخص ہو جس کے پاس قرآن وحدیث کا علم ہو

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِيْ ﴾[2]

''آپ فرما دیجئے کہ یہ میرا راستہ ہے، میں اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں علم وبصیرت کی بنیاد پر، میں خود بھی اور جس نے میری اتباع کی وہ بھی۔''

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ دعوت کا فریضہ وہ شخص سرانجام دے جس کے پاس قرآن وحدیث کا علم ہو اور وہ صاحب بصیرت ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنے نبی ﷺ کا یہ مشن ذکر فرمایا کہ وہ علم وبصیرت کی بناء پر اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں، وہاں اس نے یہی مشن ہر اس شخص کا ذکر فرمایا ہے جو آپ ﷺ کا پیروکار ہو۔

⑮ دعوت صرف کتاب وسنت کی طرف اور وہ بھی حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ﴾[3]

''آپ اپنے رب کے راستہ کی طرف دعوت دیجئے، حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ۔ اور ان سے ایسے

---

① السنة للمروزی : 68 من حدیث ابن عباس رضی الله عنه

② یوسف12 :108 ③ النحل16 :125

طریقہ سے مباحثہ کیجئے جو بہترین ہو۔''

اس آیت مبارکہ میں غور کیجئے کہ اللہ تعالی نے سب سے پہلے دعوت کا نصاب بیان کیا ہے اور وہ ہے: ﴿سَبِيْلِ رَبِّكَ﴾ یعنی ''آپ کے رب کا راستہ'' اور رب کے راستے سے مراد قرآن وسنت ہے۔ لہذا تمام دعاۃ پر یہ بات فرض ہے کہ وہ صرف اور صرف کتاب وسنت کی طرف ہی لوگوں کو دعوت دیں۔

اس کے بعد دعوت کا اسلوب اور انداز بیان کیا ہے۔ اور وہ ہے حکمت اور عمدہ نصیحت۔ لہذا تمام دعاۃ کو اپنی دعوت میں اسی اسلوب کو اختیار کرنا چاہئے۔ ایسا اسلوب اور انداز اختیار کریں کہ جس میں محبت و پیار اور مدعوین کیلئے خیر خواہی کا سچا جذبہ ہو۔ اور اگر مخالفین سے تکرار ومباحثہ کرنا پڑے تو اس کیلئے بھی بہترین طریقہ اختیار کریں۔ سختی، تشدد اور طعن وتشنیع سے پرہیز کریں، تاکہ ان کی دعوت کا اپنوں پر بھی اچھا اثر ہو اور مخالفوں پر بھی۔

⓰ فتوی وہ شخص دے جس کے پاس قرآن وحدیث کا علم ہو

کیونکہ جس کے پاس قرآن وحدیث کا علم نہ ہو اور لوگ اس سے فتوی پوچھیں تو وہ بغیر علم کے فتوی دے کر خود بھی گمراہ ہوگا اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے گا۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ ، وَلٰكِن يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ ، حَتّٰى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا ، اِتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُسًا جُهَّالًا ، فَسُئِلُوْا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَأَضَلُّوْا »[1]

''اللہ تعالی علم کو اِس طرح نہیں اٹھائے گا کہ اسے بندوں (کے دلوں) سے کھینچ لے، بلکہ وہ علماء کی ارواح کو قبض کرکے علم کو اٹھائے گا۔ یہاں تک کہ جب کسی عالم کو باقی نہیں چھوڑے گا تو لوگ جاہلوں کو مفتی بنالیں گے۔ چنانچہ ان سے سوال کیا جائے گا تو وہ بغیر علم کے فتوی دیں گے، اِس طرح وہ خود بھی گمراہ ہونگے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔''

آخر میں ہم اللہ تعالی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہم سب کو ان تمام اصولوں پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

---

[1] صحيح البخاري : 100 ، صحيح مسلم : 2673

حقارتِ دنیا

اہم عناصرِ خطبہ:

① آخرت کے مقابلے میں دنیا کی عمر
② دنیا کی حقارت ③ فتنۂ دنیا سے تحذیر
④ رسول اکرم ﷺ کی دنیا سے بے رخی ⑤ آخرت کیلئے عمل کرنے کی اہمیت
⑥ دنیا کے مقابلے میں جنت کی نعمتوں کا کیا ہی کہنا!
⑦ دین میں رہبانیت نہیں ہے ⑧ دنیا اور چار قسم کے لوگ!

پہلا خطبہ

محترم حضرات! دنیا اپنی تمام تر زینتوں، خوبصورتیوں اور رعنائیوں کے ساتھ آخرت کے مقابلے میں انتہائی حقیر ہے۔ اور آخرت کے مقابلے میں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: «مَا الدُّنْيَا فِي الآخِرَةِ إِلَّا مِثْلُ مَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ إِصْبَعَهُ هٰذِهِ ۔ وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ ۔ فِي الْيَمِّ ، فَلْيَنْظُرْ بِمَ يَرْجِعُ»①

''آخرت کے مقابلے میں دنیا ایسے ہی ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص سمندر میں اپنی یہ (شہادت کی) انگلی سمندر میں ڈالے، پھر وہ دیکھے کہ وہ کس چیز کے ساتھ باہر آئی ہے۔''

اِس حدیث کے دو مفہوم بیان کئے گئے ہیں۔

① ایک مفہوم یہ ہے کہ جس طرح انگلی کو لگا ہوا پانی بہت جلد خشک ہو جاتا ہے اسی طرح دنیا بھی بہت جلد ختم ہونے والی ہے۔ اور جس طرح سمندر کا پانی باقی ہے اور ختم ہونے والا نہیں اسی طرح آخرت کی نعمتیں باقی رہیں گی اور ختم نہیں ہونگی۔ اور اِس حدیث میں اشارہ ہے اِس بات کی طرف کہ دنیا کی عمر، چاہے ہزاروں سال کیوں نہ ہو، پھر بھی آخرت کے مقابلے میں انتہائی کم ہے۔ جیسا کہ انگلی پہ لگے ہوئے پانی کی عمر سمندر کے پانی کے مقابلے میں انتہائی کم ہوتی ہے۔

دنیا کی عمر آخرت کے مقابلے میں کتنی کم ہے؟ اِس کا اندازہ اِس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ جب کفار قیامت

---

① صحیح مسلم:2858

کی سختیوں کو دیکھ لیں گے تو وہ ایسے سمجھیں گے کہ جیسے وہ دنیا میں صرف ایک گھڑی کیلئے رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا ﴾①

''جب وہ اسے (قیامت کو) دیکھیں گے تو انھیں ایسے لگے گا کہ وہ گویا بس ایک پچھلا یا پہلا پہر ہی (دنیا میں) ٹھہرے تھے۔''

اِس آیت مبارکہ میں دنیا کی عمر ایک پہر ذکر کی گئی ہے۔ جبکہ دوسری آیت میں ارشاد فرمایا:

﴿كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ﴾②

''جس دن وہ اُس چیز کو دیکھ لیں گے جس سے انھیں ڈرایا جاتا ہے تو وہ سمجھیں گے جیسے (دنیا میں) بس ایک ساعت ہی ٹھہرے تھے۔''

اسی طرح فرمایا:

﴿وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ﴾③

''اور جس دن اللہ انھیں جمع کرے گا تو انھیں ایسے لگے گا جیسے وہ (دنیا میں) دن کی ایک گھڑی رہے ہوں۔ اور آپس میں ایک دوسرے کو پہچاننے کو ٹھہرے ہوں۔''

ان آیات سے ثابت ہوا کہ دنیا کی عمر، چاہے ہزاروں سال کیوں نہ ہو، آخرت کے مقابلے میں ایک گھڑی کے برابر ہے۔ لہٰذا میرے بھائیو! اِس ایک گھڑی کو اللہ کی اطاعت میں گزار لو۔ پھر آخرت میں اللہ کی نعمتیں ہی نعمتیں ہوں گی۔

② حدیث کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ انگلی پہ لگا ہوا پانی دنیا ہے اور باقی پانی جو سمندر میں ہے وہ آخرت ہے۔ یعنی دنیا آخرت کے مقابلے میں انتہائی کم ہے۔ اور آخرت دنیا کے مقابلے میں بہت زیادہ اور اُس سے کہیں بہتر ہے۔ اتنی زیادہ اور اتنی بہتر ہے کہ جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اور اِس بات کا اندازہ اِس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آخرت میں اہل ایمان کو جو جنت نصیب ہوگی اس کی صرف چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَ سَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴾④

''اور اپنے رب کی بخشش اور جنت کی طرف دوڑ کر چلو جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ اسے

① النازعات79: 46
② الأحقاف46: 35
③ یونس10: 45
④ آل عمران3: 133

متقی لوگوں کیلئے تیار کیا گیا ہے۔''

اسی طرح فرمایا:

﴿سَابِقُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴾[1]

''تم اپنے رب کی مغفرت اور جنت کو حاصل کرنے کیلئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ (وہ جنت) جس کا عرض آسمان اور زمین کے برابر ہے۔ اور اسے ان لوگوں کیلئے تیار کیا گیا ہے جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور اللہ تو ہے ہی بڑے فضل والا۔''

اور جب جنت کی چوڑائی اتنی زیادہ ہے تو اس کی لمبائی کتنی ہوگی! اِس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

اور رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

« مَوْضِعُ سَوْطٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا ، وَلَغَدْوَةٌ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا »[2]

''جنت کا ایک کوڑے کے برابر حصہ پوری دنیا اور اس میں جو کچھ ہے سب سے بہتر ہے۔ اور اللہ کے راستے میں ایک مرتبہ صبح کے وقت یا شام کے وقت نکلنا دنیا اور اس میں جو کچھ ہے سب سے بہتر ہے۔''

گویا جنت کا چھوٹا سا ٹکڑا پوری دنیا اور اس میں جو کچھ ہے اس سے بہتر ہے۔ اِس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ آخرت دنیا کے مقابلے میں کتنی زیادہ اور کس قدر بہتر ہے!

☆ دنیا بہت جلد ختم ہونے والی ہے۔

جی ہاں، دنیا کی زندگی انتہائی تیزی اور سرعت کے ساتھ گزر رہی ہے۔ اور بہت ہی جلد اپنے اختتام کو پہنچنے والی ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَ الْاَنْعَامُ حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ اَتٰهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴾[3]

---

[1] الحدید57: 21 [2] صحیح البخاری: 6415 [3] یونس10: 24

’’دنیا کی زندگی کی مثال تو ایسے ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا، جس سے زمین کی وہ نباتات خوب گھنی ہوگئیں، جن سے انسان بھی کھاتے ہیں اور چوپائے بھی۔حتی کہ زمین اپنی بہار پر آگئی اور خوش نما معلوم ہونے لگی اور مالکوں کو یقین ہوگیا کہ وہ اس پیداوار سے فائدہ اٹھانے پر قادر ہیں۔تو یکا یک رات کو یا دن کو ہمارا حکم آپہنچا، تو ہم نے اسے کٹی ہوئی کھیتی کی طرح بنا دیا، جیسے کل وہاں کچھ تھا ہی نہیں۔اسی طرح ہم اپنی آیات ان لوگوں کیلئے تفصیلا بیان کرتے ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں۔‘‘

اِس آیت مبارکہ میں دنیا کی بے ثباتی کو ایک مثال کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔جیسے کھیتی میں بہار آتی ہے اور ہر دیکھنے والے کو بہت بھلی معلوم ہوتی ہے اور اس کے مالک یہ سمجھ لیتے ہیں کہ اب وہ اس سے فائدہ اٹھانے پر قدرت رکھتے ہیں، لیکن اچانک اللہ کی طرف سے طوفان بادوباراں آجاتا ہے اور وہ ایسے تباہ ہو جاتی ہے جیسے کل اس کی جگہ پہ کچھ تھا ہی نہیں! اسی طرح انسان کی زندگی میں بھی جوانی کی بہار آتی ہے اور وہ اپنی جوانی کی رعنائیوں میں مست ہو جاتا ہے اور اللہ کے احکام سے بالکل بے پرواہ۔پھر اچانک موت آجاتی ہے اور کچھ عرصہ بعد ایسے لگتا ہے جیسے دنیا میں اس کا وجود ہی نہ تھا!

اسی طرح فرمایا: ﴿ اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾[1]

’’خوب جان لو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل تماشا، زینت اور تمھارا آپس میں فخر جتلانا اور مال واولاد میں ایک دوسرے سے سبقت کی کوشش کرنا ہے، جیسے بارش ہوئی تو اس کی نباتات نے کاشتکاروں کو خوش کر دیا، پھر وہ جوبن پر آتی ہے، پھر تُو اسے زرد پڑی ہوئی دیکھتا ہے۔پھر وہ بھس بن جاتی ہے۔اور آخرت میں شدید عذاب ہے اور اللہ کی بخشش اور اس کی رضا ہے۔اور دنیا کی زندگی تو محض متاع فریب ہے۔‘‘

اِس آیت مبارکہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دنیا کی زندگی سرعت زوال کے لحاظ سے ایسے ہے جیسے ایک کھیتی ہو، جو شاداب ہو تو بڑی بھلی لگتی ہے، کاشتکار اسے دیکھ کر بہت خوش ہوتے ہیں۔لیکن وہ بہت ہی جلد خشک اور زرد ہو کر بھس بن جاتی ہے۔اسی طرح دنیا کی زیب وزینت، مال اور اولاد اور دیگر دنیاوی ساز وسامان انسان کا دل لبھاتا ہے، لیکن یہ زندگی بھی کھیتی کی طرح بہت جلد اپنے اختتام کو پہنچنے والی ہے۔پھر اِس کے بعد ان لوگوں

---

① الحدید57 : 20

کیلئے اللہ کی طرف سے مغفرت اور اس کی رضا ہے جو دنیا کو عارضی اور دارِ فانی سمجھتے ہوئے اس میں اپنی زندگی اللہ کی تعلیمات کے مطابق گزار جاتے ہیں۔ اور ان لوگوں کیلئے عذاب ہے جو دنیا کے کھیل کود میں ہی مصروف رہتے ہیں اور اللہ کے دین کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالی نے دنیا کی زندگی کو محض دھوکے کا سامان قرار دیا ہے۔ لہٰذا عقلمندوں کو اِس کے دھوکے میں نہیں پڑنا چاہئے۔

حقارتِ دنیا!

دنیا انتہائی حقیر اور گھٹیا سی چیز ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے ایک مثال کے ذریعے اس کی حقارت کو بیان فرمایا۔ چنانچہ جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (عالیہ) کی جانب سے آتے ہوئے بازار سے گزرے، آپ کے ساتھ کئی لوگ تھے، آپ ایک بکری کے مردہ بچے کے پاس سے گزرے جس کے کان چھوٹے تھے۔ تو آپ ﷺ نے اس کے کانوں کو پکڑا، پھر فرمایا:

«أَيُّكُمْ يُحِبُّ أَنَّ هٰذَا لَهُ بِدِرْهَمٍ ؟»

''تم میں سے کون ہے جو اِس کو ایک درہم کے بدلے میں لینا پسند کرتا ہو؟''

تو لوگوں نے کہا: (مَا نُحِبُّ أَنَّهُ لَنَا بِشَيْءٍ ، وَمَا نَصْنَعُ بِهِ)

''ہم پسند نہیں کرتے کہ یہ ہمیں کسی بھی چیز کے بدلے میں ملے۔ اور ہم اسے کریں گے کیا؟''

تو آپ ﷺ نے فرمایا: «أَتُحِبُّوْنَ أَنَّهُ لَكُمْ»

''کیا تم پسند کرتے ہو کہ یہ تمھیں (مفت میں) مل جائے؟''

تو لوگوں نے کہا: ''اللہ کی قسم! اگر یہ زندہ ہوتا تو اس میں ایک عیب ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کے کان چھوٹے ہیں۔ چہ جائیکہ اب یہ مردہ ہے!''

تو آپ ﷺ نے فرمایا: «فَوَاللّٰهِ لَلدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذَا عَلَيْكُمْ» [1]

''اللہ کی قسم! جس قدر یہ تمھارے نزدیک حقیر ہے، دنیا اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ حقیر ہے۔''

اسی طرح سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ ، مَا سَقَى الْكَافِرَ مِنْ شَرْبَةِ مَاءٍ»

''اگر دنیا اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو وہ کافر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا۔'' [2]

---

① صحیح مسلم :2957 ② جامع الترمذی : 2320- وصححه الألبانی
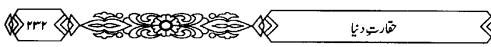
اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«أَلَا الدُّنْيَا مَلْعُونَةٌ ، مَلْعُونٌ مَا فِيهَا إِلَّا ذِكْرَ اللّٰهِ وَمَا وَالَاهُ ، أَوْ عَالِمًا أَوْ مُتَعَلِّمًا»

”خبردار! دنیا اور اس کے اندر جو کچھ ہے سب ملعون ہے، سوائے اللہ کے ذکر کے اور جو عمل اللہ کو پسندیدہ ہو۔ اور عالم یا متعلم۔“[1]

دنیا ایک فتنہ ہے!

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« إِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ ، وَإِنَّ اللّٰهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيهَا ، فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ، فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ ، فَإِنَّ أَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَتْ فِي النِّسَاءِ»[2]

”بے شک دنیا میٹھی اور سرسبز وشاداب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تمھیں اس میں (دوسری قوموں کا) جانشین بنانے والا ہے، تاکہ وہ دیکھ لے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو! لہٰذا تم دنیا (کے فتنے میں مبتلا ہونے) سے بچتے رہنا۔ اور اسی طرح عورتوں کے فتنے سے بھی بچتے رہنا کیونکہ بنو اسرائیل کو سب سے پہلے عورتوں کے فتنے میں مبتلا کیا گیا تھا۔“

اور اسی لئے نبی کریم ﷺ اپنے صحابۂ کرام کو اِس بات کی خصوصی تعلیم دیا کرتے تھے کہ دنیا میں ایک اجنبی یا ایک مسافر کی طرح رہو اور اس کے ساتھ دل نہ لگاؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے فتنے میں مبتلا ہو جاؤ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور ارشاد فرمایا:

«كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ» ”دنیا میں ایک اجنبی یا ایک مسافر کی طرح رہو۔“

اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: «إِذَا أَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ ، وَإِذَا أَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ، وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ ، وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ »[3]

”جب شام ہو جائے تو صبح کا انتظار مت کرو اور جب صبح ہو جائے تو شام کا انتظار مت کرو۔ اور تندرستی کی حالت میں اتنا عمل کرلو کہ جو بیماری کی حالت میں بھی کافی ہو جائے۔ اور اپنی زندگی میں اس قدر نیکیاں کمالو کہ جو

---

[1] جامع الترمذی : 2322- سنن ابن ماجه : 4112- وحسنه الألبانی

[2] صحيح مسلم : 2742

[3] صحيح البخاری ۔ الرقاق باب قول النبی ﷺ (كن فی الدنيا كأنك غريب . . .) : 6416

موت کے بعد بھی تمھارے لئے نفع بخش ہوں ۔''

مسند احمد وغیرہ میں اس حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

«كُنْ فِيْ الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيْبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ، وَعُدَّ نَفْسَكَ مِنْ أَهْلِ الْقُبُوْرِ»[1]

''دنیا میں ایک اجنبی یا ایک مسافر کی طرح رہو اور اپنے آپ کو قبر والوں میں شمار کرو۔''

ایک اجنبی انسان کا کوئی گھر نہیں ہوتا جس میں وہ مستقل طور پر پناہ لے سکے، اسی طرح مسافر بھی دورانِ سفر بے گھر ہوتا ہے، وہ اگر کہیں ٹھہرتا بھی ہے تو اسے سکون نصیب نہیں ہوتا کیونکہ اسے منزل مقصود پر پہنچنے کی فکر دامن گیر ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ کچھ وقت کیلئے آرام کرنے کے بعد آگے کو روانہ ہو جاتا ہے۔

اسی طرح دنیا میں ہر انسان کو ایک اجنبی اور مسافر کی طرح ہی رہنا چاہئے کہ وہ اسے اپنی مستقل رہائش گاہ نہ سمجھے، بلکہ مسافر کی طرح اسے اپنی عارضی گزرگاہ سمجھے اور اس میں آخرت کیلئے عمل کرے اور اللہ تعالی جتنی زندگی دے اسے اس کی منشا کے مطابق گزارے۔

☆ امام نوویؒ اِس حدیث کا مفہوم بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

(لا تَرْكَنْ إِلَى الدُّنْيَا وَلا تَتَّخِذْهَا وَطَنًا ، وَلا تُحَدِّثْ نَفْسَكَ بِالْبَقَاءِ فِيْهَا ، وَلا تَتَعَلَّقْ مِنْهَا بِمَا لا يَتعَلَّقُ بِهِ الْغَرِيْبُ فِيْ غَيْرِ وَطَنِهِ)

''تم دنیا کی طرف مت جھکو اور نہ ہی اسے اپنا وطن بناؤ۔ اور نہ اس میں باقی رہنے کا سوچو۔ اور نہ اس کی کسی ایسی چیز سے دل لگاؤ، جس سے کوئی اجنبی اپنے وطن سے باہر دل نہیں لگاتا۔''

☆ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«لَا تَتَّخِذُوا الضَّيْعَةَ فَتَرْغَبُوْا فِي الدُّنْيَا»[2]

''تم جائیداد وغیرہ مت بنانا کہ پھر دنیا میں ہی دل لگا کے بیٹھ جاؤ۔''

یعنی تم باغات، زرعی زمینیں، فیکٹریاں اور تجارتی ذرائع وغیرہ اتنے نہ بنانا کہ پھر اُنہی میں مشغول ہو کر رہ جاؤ اور تمھیں دنیاوی کاموں سے مہلت ہی نہ ملے۔ اور تم مکمل طور پر دین سے غافل ہو جاؤ اور اس کی کوئی پرواہ نہ کرو۔

☆ ابو وائل بیان کرتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ ابو ہاشم بن عتبہ کی عیادت کرنے کیلئے گئے (تو دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں) تو انھوں نے کہا: ماموں جان! کیوں رو رہے ہیں؟ درد کی وجہ سے یا دنیا کے لالچ کی وجہ سے؟ تو

---

① الصحيحة للألباني : 1157   ② جامع الترمذي :2328۔ وصححه الألباني

انھوں نے کہا: (دنیا کے لالچ کی وجہ سے) ہرگز نہیں، بلکہ بات یہ ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ایک عہد لیا تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ میں نے اس عہد کی پاسداری نہیں کی! مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے عہد لیا تھا کہ تمھیں پورے مال میں سے صرف ایک خادم اور اللہ کے رستے میں جہاد کیلئے ایک سواری کافی ہے، جبکہ میں آج محسوس کر رہا ہوں کہ میں نے اس سے زیادہ مال جمع کرلیا ہے۔ ①

یہ حدیث بھی اِسی بات کی دلیل ہے کہ دنیا سے انسان بہت کم لے اور آخرت کیلئے سوچے اور اسی کیلئے عمل کرے۔ اور دنیا میں اِس قدر مگن نہ ہو کہ وہ اس کے فتنے میں مبتلا ہو جائے اور آخرت سے بالکل ہی غافل ہو جائے۔

رسول اکرم ﷺ کی دنیا سے بے رخی

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ ایک چٹائی پر سوئے، پھر اُٹھے تو آپ کے پہلو پر اس کے نشانات پڑے ہوئے تھے۔

تو ہم نے کہا: یا رسول اللہ! اگر ہم آپ کیلئے ایک بستر تیار کر دیں تو؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا: « مَالِيْ وَلِلدُّنْيَا ،مَا أَنَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا كَرَاكِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ، ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا » ②

''میرا دنیا سے کیا تعلق ہے! میں تو دنیا میں ایک سوار (مسافر) کی طرح ہوں جو ایک درخت کے نیچے آرام کرتا ہے، پھر اسے چھوڑ کر آگے کو چل دیتا ہے۔''

یعنی مجھے دنیا سے کوئی الفت ومحبت نہیں ہے۔ اور دنیا میں میری حیثیت ایک مسافر کی سی ہے جو چلتے چلتے جب تھک جاتا ہے تو ایک درخت کے سائے میں کچھ دیر کیلئے آرام کرلیتا ہے، پھر اسے چھوڑ کر چل دیتا ہے۔

اور رسول اکرم ﷺ نے جب اپنی بیویوں سے ایلاء کیا تھا، یعنی قسم کھائی تھی کہ آپ ایک ماہ تک اپنی بیویوں کے قریب نہیں جائیں گے، تو آپ ﷺ الگ تھلگ ایک اونچے سے کمرے میں چلے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ سے ملنے گئے تو انھوں نے دیکھا کہ آپ ﷺ ایک چٹائی پر تشریف فرما ہیں جس پر کوئی بستر نہیں بچھا ہوا تھا۔ بس ایک تکیہ تھا جو جلد سے بنا ہوا تھا اور اس میں کھجور کی چھال کو بھرا ہوا تھا۔ اور آپ ﷺ کے سر کے پاس ایک مشکیزہ لٹکا ہوا تھا۔

---

① جامع الترمذی :2327۔ وصححه الألبانی

② جامع الترمذی :2377۔ وصححه الألبانی
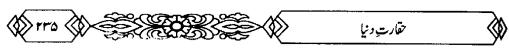
جناب عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ پر چٹائی کے نشانات پڑے ہوئے ہیں تو مجھے رونا آگیا۔ نبی کریم ﷺ نے پوچھا: آپ کیوں روتے ہیں؟

تو میں نے کہا: قیصر وکسریٰ کے پاس کیا کیا نعمتیں ہیں اور آپ تو اللہ کے رسول ہیں!

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«أَمَا تَرْضٰی أَنْ تَكُوْنَ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَنَا الْآخِرَةُ»①

''کیا آپ کو یہ بات پسند نہیں کہ ان کے لئے دنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت؟''

یہ واقعہ بھی اِس بات کی دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ دنیا سے بے رخی کرتے تھے اور آپ ﷺ کے دل میں دنیا کی کوئی محبت نہ تھی۔ ورنہ اگر آپ ﷺ دنیا کی آسائشوں کو مدنظر رکھتے تو آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے مانگ سکتے تھے اور اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو یقیناً تمام آسائشیں عطا بھی کر دیتا، لیکن آپ ﷺ کے مدنظر صرف آخرت تھی۔ اسی لئے آپ ﷺ نے جناب عمر رضی اللہ عنہ کو یہی فرمایا کہ قیصر وکسریٰ کیلئے دنیا کی آسائشیں جبکہ ہمارے لئے آخرت کی آسائشیں اور نعمتیں ہیں۔

آخرت کیلئے عمل کرنے کی اہمیت

دنیا سے بے رغبتی کرتے ہوئے انسان کو آخرت کیلئے عمل کرنا چاہئے، کیونکہ دنیا فانی ہے اور اس کی تمام آسائشیں اور لذتیں ختم ہونے والی ہیں۔ جبکہ آخرت باقی رہنے والی ہے اور اس کی نعمتیں ہمیشہ رہنے والی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ☆ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰی ﴾②

''بلکہ تم تو دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔''

اسی طرح فرمایا: ﴿ وَ مَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتُهَا وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰی اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾③

''اور تمھیں جو کچھ بھی دیا گیا ہے وہ بس دنیوی زندگی کا سامان اور اس کی زینت ہے۔ اور جو کچھ اللہ کے ہاں ہے وہ بہتر اور دائمی ہے۔ کیا تم سوچتے نہیں؟''

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

① صحیح البخاری :4913، وصحیح مسلم :1479

② الأعلی 87 : 16-17 ③ القصص 28 :60

﴿فَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی﴾

''اور تمھیں جو کچھ بھی دیا گیا ہے وہ بس دنیوی زندگی کا سامان ہے۔ اور جو کچھ اللہ کے ہاں ہے وہ بہتر اور دائمی ہے۔''

لیکن جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ ہے کن لوگوں کیلئے؟

فرمایا: ﴿لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ﴾ ①

''ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائے اور وہ اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں۔''

اللہ! اُن کی مزید صفات کیا ہیں؟

فرمایا: ﴿وَالَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ یَغْفِرُوْنَ ٭ وَالَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَیْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ﴾ ②

''اور جو بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں۔ اور جب انھیں غصہ آئے تو معاف کردیتے ہیں۔ اور جو اپنے رب کا حکم مانتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔ اور ان کے کام باہمی مشورے سے طے پاتے ہیں۔ اور جو کچھ رزق ہم نے انھیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔''

ان آیات مبارکہ سے ثابت ہوا کہ ہمیں اِس دنیا میں جو کچھ دیا گیا ہے وہ محض دنیوی ساز وسامان ہی ہے اور ہم اسے چھوڑ چھاڑ کر آخرت کی طرف جانے والے ہیں۔ اور آخرت میں اللہ تعالی کے ہاں جو کچھ ہے وہ صرف ان لوگوں کیلئے ہے جو اِس دنیا میں ایمان لائیں، اللہ تعالی کے احکامات پر عمل کریں، اُسی پر بھروسہ کریں اور خصوصی طور پر بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کریں۔ اور پانچ وقتی نمازوں کو پابندی سے پڑھتے رہیں اور اللہ کے دیئے ہوئے رزق سے خرچ کرتے رہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِیْنَ وَ الْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَ الْخَیْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ الْاَنْعَامِ وَ الْحَرْثِ﴾

''لوگوں کیلئے خواہشات کی محبت مزین کردی گئی ہے، (جیسا کہ) عورتیں، بیٹے، سونا اور چاندی کے جمع کردہ خزانے، عمدہ قسم کے گھوڑے، مویشی اور کھیتی ہیں۔''

پھر ان ساری چیزوں کے بارے میں فرمایا:

﴿ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ﴾ ③

① الشوری42: 36 ② الشوری42: 37-38 ③ آل عمران3: 14

"یہ سب کچھ دنیوی زندگی کا سامان ہے۔اور بہتر ٹھکانا اللہ ہی کے پاس ہے۔"

اِس کے بعدان تمام چیزوں سے بہتر چیز کی نشاندہی اور اس کی طرف ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

﴿قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ﴾ ①

"آپ کہہ دیجئے: کیا میں تمھیں ایسی چیزوں کی خبر نہ دوں جو دنیوی سامان سے بہتر ہیں؟ جو تقوی اختیار کریں ان کیلئے ان کے رب کے ہاں ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گےاور وہاں انھیں پاکیزہ بیویاں میسر ہونگی اور اللہ کی رضامندی بھی۔"

اِن آیات مبارکہ سے ثابت ہوا کہ قیامت کے روز جنت کی نعمتوں اور اللہ کی رضامندی سے بس وہی لوگ ہمکنار ہونگے جو نفسانی خواہشات میں مگن ہونے کی بجائے اللہ تعالی سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اور دنیاوی زیب وزینت کے فتنے میں پڑنے کی بجائے آخرت کیلئے عمل کرتے ہیں۔

اگر کوئی انسان دنیا میں اپنی نفسانی خواہشات میں مگن رہے اور اللہ کے دین سے مکمل طور پر غافل رہے تو ایک وقت آئے گا، جب وہ چاہے گا کہ کاش اسے دنیا میں دوبارہ لوٹا دیا جائے اور وہ نیک عمل کر لے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ☆ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ☆ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ☆ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ☆ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ②

"اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کا حکم مان لو قبل اس کے کہ تم پر عذاب آجائے، پھر تمھیں کہیں سے کوئی مدد بھی نہ مل سکے۔ اور جو کچھ تمھاری طرف تمھارے رب کی طرف سے بہترین (وحی) نازل ہوئی اس کی اتباع کرو قبل اِس کے کہ اچانک تم پر عذاب آجائے اور تمھیں خبر بھی نہ ہو۔ (کہیں ایسا نہ ہو کہ اس وقت) کوئی کہنے لگے: افسوس میری کوتاہی پر جو میں اللہ کے حق میں کرتا رہا اور میں مذاق اڑانے والوں میں سے تھا۔ یا یوں کہے کہ اگر اللہ مجھے ہدایت دیتا تو میں متقین میں سے ہوتا۔ یا جب عذاب دیکھے تو کہنے لگے: کاش! مجھے ایک اور

① آل عمران 3:15 ② الزمر 39: 54-58

موقع مل جائے تو میں نیک کام کرنے والوں میں شامل ہو جاؤں۔''

محترم بھائیو اور بزرگو! آخرت میں اللہ تعالی نے اپنے متقی اور پرہیزگار بندوں کیلئے کیا کچھ تیار کیا ہے! اِس کا اندازہ اِس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جنت میں سب سے نچلے مرتبے والے جنتی کو جو جنت ملے گی وہ اِس دنیا کے کسی بھی بادشاہ کی مملکت سے دس گنا بڑی ہوگی۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

'' حضرت موسی علیہ السلام نے اللہ تعالی سے سوال کیا کہ جنت میں سب سے نچلے درجے والا جنتی کیسا ہوگا؟ تو اللہ تعالی نے جواب دیا: وہ وہ آدمی ہوگا جو جنت والوں کے جنت میں چلے جانے کے بعد آئے گا۔ اس سے کہا جائے گا: جنت میں داخل ہو جاؤ۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! میں کیسے جاؤں جبکہ تمام لوگوں نے اپنے اپنے گھر سنبھال لئے ہیں اور سب نے اپنا اپنا انعام وصول کر لیا ہے! اسے کہا جائے گا: کیا تجھے یہ پسند ہے کہ دنیا کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کی پوری مملکت جیسی مملکت تجھے عطا کر دی جائے؟ وہ کہے گا: اے رب! میں راضی ہوں؟ اللہ تعالی کہے گا: میں نے تجھے اس کی مملکت جیسی ایک مملکت، اس جیسی ایک اور، اس جیسی ایک اور، اس جیسی ایک اور، اس جیسی ایک اور مملکت عطا کر دی ہے۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! میں راضی ہوں۔

پھر اللہ کہے گا: ((هٰذَا لَكَ وَعَشْرَةُ أَمْثَالِهِ ، وَلَكَ مَا اشْتَهَتْ نَفْسُكَ ، وَلَذَّتْ عَيْنُكَ))

'' یہ بھی تیرے لئے ہے اور میں تجھے اس جیسی دس مملکتیں اور عطا کرتا ہوں۔ اور تیرے لئے ہر وہ چیز ہے جس کی تو تمنا کرے گا اور جس سے تیری آنکھوں کو لذت ملے گی۔''

وہ کہے گا: اے میرے رب! میں راضی ہو گیا ہوں۔

حضرت موسی علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! (یہ تو ہوا نچلے درجے والا جنتی) تو جنت میں سب سے اونچے درجے والے جنتی کیسے ہونگے؟ اللہ تعالی نے کہا:

((أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ أَرَدْتُّ غَرَسْتُ كَرَامَتَهُمْ بِيَدِيْ وَخَتَمْتُ عَلَيْهَا فَلَمْ تَرَ عَيْنٌ ،وَلَمْ تَسْمَعْ أُذُنٌ ،وَلَمْ يَخْطُرْ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ)) '' یہ وہ لوگ ہیں جنھیں میں نے چن لیا ہے اور میں نے ان کی عزت اپنے ہاتھ سے گاڑھ دی ہے اور اس پر مہر لگا دی ہے (یعنی اب اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔) اور ان کیلئے وہ کچھ تیار کیا ہے جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے، نہ اس کے بارے میں کسی کان نے کچھ سنا ہے اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں اس کا تصور آ سکتا ہے۔''

① صحيح مسلم۔كتاب الايمان باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها :189

اوراس کا مصداق اللہ تعالی کا یہ فرمان بھی ہے : ﴿ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ ﴾
''کسی جان کونہیں معلوم کہ ان کیلئے آنکھوں کوٹھنڈک پہنچانے والی کونسی نعمتیں چھپا کر رکھی گئی ہیں ۔''[1]

اور جوشخص جنت میں سب سے آخر میں داخل ہوگا ، اسے کیسی جنت ملے گی ؟ آیئے اِس حدیث سے معلوم کرتے ہیں :

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جنت میں داخل ہونے والا سب سے آخری شخص وہ ہوگا جواس حالت میں آئے گا کہ کبھی چلے گا اور کبھی گر پڑے گا۔ کبھی آگ اسے تھپیڑے مارے گی اور جب وہ اسے (آگ کو) عبور کر جائے گا تو پیچھے مڑ کر دیکھے گا اور کہے گا : بابرکت ہے وہ ذات جس نے مجھے تجھ سے نجات دے دی ہے ۔ یقیناً اللہ نے مجھے وہ چیز عطا کردی ہے جو اس نے پہلوں اور پچھلوں میں سے کسی کو عطا نہیں کی ۔ پھر ایک درخت اس کے سامنے بلند کیا جائے گا تو وہ کہے گا : اے میرے رب ! مجھے اس درخت کے قریب کردے تا کہ میں اس کے سائے میں چلا جاؤں اور اس کے (قریب بہتے ہوئے) پانی سے پیاس بجھا سکوں ۔

اللہ تعالی کہے گا : اے ابن آدم ! اگر میں تیرا یہ سوال پورا کردوں تو شاید تو پھر کوئی اور سوال بھی کرے گا ؟ وہ کہے گا : نہیں اے میرے رب ۔ پھر وہ اللہ تعالی سے وعدہ کرے گا کہ وہ کوئی اور سوال نہیں کرے گا ۔ اللہ تعالی بھی اسے معذور سمجھے گا کیونکہ وہ ایک ایسی چیز کو دیکھ رہا ہوگا جس سے صبر کرنا اس کے بس میں نہیں ہوگا ۔ چنانچہ اللہ تعالی اسے اس درخت کے قریب کردے گا ۔ تو وہ اس کے سائے میں چلا جائے گا اور اس کے پانی سے پیاس بجھائے گا ۔

پھر ایک اور درخت اس کے سامنے بلند کیا جائے گا جو پہلے درخت سے زیادہ اچھا ہوگا ۔ وہ کہے گا : اے میرے رب ! مجھے اس درخت کے قریب کردے تا کہ میں اس کے سائے میں چلا جاؤں اور اس کے (قریب بہتا ہوا) پانی پی سکوں ، اس کے بعد تجھ سے کوئی اور سوال نہیں کروں گا ۔

اللہ تعالی کہے گا : اے ابن آدم ! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ تو کوئی اور سوال نہیں کرے گا ؟ پھر کہے گا : اگر میں تیرا یہ سوال بھی پورا کردوں تو شاید تو پھر کوئی اور سوال بھی کرے گا ؟ وہ اللہ تعالی سے وعدہ کرے گا کہ وہ کوئی اور سوال نہیں کرے گا ۔ اللہ تعالی بھی اسے معذور سمجھے گا کیونکہ وہ ایک ایسی چیز کو دیکھ رہا ہوگا جس سے صبر کرنا اس کے بس میں نہیں ہوگا ۔ چنانچہ اللہ تعالی اسے اس درخت کے قریب کردے گا ۔ تو وہ اس کے سائے میں چلا جائے گا اور اس کے پانی سے پیئے گا ۔

پھر ایک اور درخت جنت کے دروازے کے قریب اس کے سامنے بلند کیا جائے گا جو پہلے دونوں درختوں سے زیادہ اچھا ہوگا۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! مجھے اس درخت کے قریب کردے تاکہ میں اس کے سائے میں چلا جاؤں اور اس کے (قریب بہتا ہوا) پانی پی سکوں، اس کے بعد تجھ سے کوئی اور سوال نہیں کروں گا۔

اللہ تعالیٰ کہے گا: اے ابنِ آدم! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ تو کوئی اور سوال نہیں کرے گا؟ وہ کہے گا: کیوں نہیں اے میرے رب! بس یہی سوال پورا کردیں، اس کے بعد کوئی اور سوال نہیں کروں گا۔ اللہ تعالیٰ بھی اسے معذور سمجھے گا کیونکہ وہ ایک ایسی چیز کو دیکھ رہا ہوگا جس سے صبر کرنا اس کے بس میں نہیں ہوگا۔ چنانچہ وہ اسے اس درخت کے قریب کردے گا اور وہ اس کے قریب پہنچ کر اہلِ جنت کی آوازیں سنے گا۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! مجھے اس میں داخل کردے۔

اللہ تعالیٰ کہے گا: اے ابنِ آدم! کونسی چیز تجھے راضی کرے گی اور تیرے اور میرے درمیان سوالات کا سلسلہ کب منقطع ہوگا؟ کیا تو اس بات پر راضی ہو جائے گا کہ میں تجھے دنیا اور اس جیسی ایک اور دنیا دے دوں؟ وہ کہے گا: اے میرے رب! کیا آپ مجھ سے مذاق کرتے ہیں جبکہ آپ تو رب العالمین ہیں!

یہاں تک حدیث بیان کر کے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہنس پڑے۔ پھر کہنے لگے: کیا تم مجھ سے پوچھتے نہیں کہ میں کیوں ہنس رہا ہوں؟ لوگوں نے پوچھا: آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ تو انھوں نے کہا: میں اس لئے ہنس رہا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ حدیث یہاں تک بیان کر کے ہنس پڑے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان سے پوچھا کہ آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس لئے ہنس رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ بھی اس آدمی کی یہ بات سن کر ہنس پڑیں گے کہ کیا تو مجھ سے مذاق کرتا ہے حالانکہ تو تو رب العالمین ہے! پھر اللہ تعالیٰ کہے گا: میں تجھ سے ہرگز مذاق نہیں کر رہا بلکہ میں جو چاہوں (کرسکتا ہوں) اور میں ہر چیز پر قادر ہوں۔''[1]

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں، ہمارے والدین، ہمارے بیوی بچوں اور ہمارے بہن بھائیوں، سب کو جنت الفردوس میں داخل فرمائے۔

---

[1] صحیح مسلم۔کتاب الایمان باب آخر أهل النار خروجا:187

دوسرا خطبہ

عزیز القدر بھائیو اور بزرگو!

دنیا کی خوشحالی یا تنگ حالی آخرت کی خوشحالی یا تنگ حالی کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتی ہے، اِس کا اندازہ اِس حدیث سے لگایا جا سکتا ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«یُؤْتٰی بِأَنْعَمِ أَهْلِ الدُّنْیَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَیُصْبَغُ فِي النَّارِ صَبْغَةً ، ثُمَّ یُقَالُ :یَا ابْنَ آدَمَ ! هَلْ رَأَیْتَ خَیْرًا قَطُّ ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ نَعِیْمٌ قَطُّ ؟ فَیَقُوْلُ :لَا وَاللّٰهِ یَا رَبِّ»

''قیامت کے روز اہلِ دنیا میں سے سب سے زیادہ خوشحال کو لایا جائے گا جو جہنم والوں میں سے ہوگا، پھر اسے جہنم کی آگ میں تھوڑا سا غوطہ دیا جائے گا، پھر کہا جائے گا: اے ابن آدم! کیا تم نے کبھی خیر دیکھی تھی؟ کیا تجھ پر کبھی خوشحالی کا دور گزرا تھا؟ تو وہ کہے گا! اے میرے رب! ہرگز نہیں۔''

یعنی جہنم کا تھوڑا سا عذاب دنیا کی ہر آسائش اور ہر خوشحالی کو بھلا دے گا۔

پھر فرمایا:«وَیُؤْتٰی بِأَشَدِّ النَّاسِ بُؤْسًا فِي الدُّنْیَا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَیُصْبَغُ صَبْغَةً فِي الْجَنَّةِ، فَیُقَالُ لَهُ : یَا ابْنَ آدَمَ !هَلْ رَأَیْتَ بُؤْسًا قَطُّ ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ شِدَّةٌ قَطُّ ؟ فَیَقُوْلُ :لَا وَاللّٰهِ یَا رَبِّ، مَا مَرَّ بِيْ بُؤْسٌ قَطُّ وَلَا رَأَیْتُ شِدَّةً قَطُّ»[1]

''اور دنیا میں سب سے زیادہ تنگ حال آدمی کو لایا جائے گا جو جنت والوں میں سے ہوگا، پھر اسے جنت میں تھوڑا سا غوطہ دیا جائے، پھر کہا جائے گا: اے آدم کے بیٹے! کیا تم نے کبھی تنگ حالی دیکھی تھی؟ کیا تم پر کبھی کوئی سختی آئی تھی؟ تو وہ کہے گا: اے میرے رب! ہرگز نہیں، مجھ پر کبھی کوئی سختی نہیں آئی تھی اور نہ ہی میں نے کبھی کوئی تنگ حالی دیکھی تھی۔''

یعنی جنت کی تھوڑی سی خوشحالی دنیا کی ہر تنگی اور ہر سختی کو بھلا دے گی۔

اِس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ دنیا کی زیب وزینت اور عارضی خوشحالی آخرت کے عذاب کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ اور دنیا کی سختیاں آخرت کی خوشحالی کے مقابلے میں کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتیں۔ لہٰذا ہمیں ہر حال میں آخرت کو ہی مدنظر رکھنا چاہئے۔ اگر ہم دنیا کی عارضی خوشحالی کی خاطر آخرت کا عذاب مُول لے لیں تو ہم سے بڑا بدنصیب کوئی نہیں ہوگا۔ اور اگر ہم دنیا کے فتنے سے بچ کر آخرت میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جنت کے مستحق بن جائیں تو ہم سے بڑا خوش نصیب کوئی نہ ہوگا۔

---

[1] صحیح مسلم:2807

البتہ ایک بات آپ کی توجہ کیلئے بہت ہی ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ اب تک ہم نے جو گفتگو کی ہے اس کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ آپ دنیا سے اور دنیاوی معاملات سے بالکل ہی لاتعلق ہو جائیں اور 'رہبانیت' اختیار کر لیں۔ ہمارے دین میں وہ رہبانیت نہیں ہے جسے نصاری نے گھڑ لیا تھا۔

بلکہ ہماری پوری گفتگو کا مدعا یہ ہے کہ دنیا یقینی طور پر فانی ہے اور اس کی زیب وزینت اور آسائشیں عارضی ہیں، جو انسان کو اپنے فتنے میں مبتلا کرتی اور اللہ کے دین سے غافل کرتی ہیں۔ اور عقلمند انسان وہ ہے جو اس کے فتنے میں مبتلا نہیں ہوتا، بلکہ اپنا دامن بچاتے ہوئے اللہ تعالی کی منشا کے مطابق زندگی گزار جاتا ہے۔ وہ ایک پیاسے اور بھوکے انسان کی طرح حسبِ ضرورت کھاتا پیتا بھی ہے اور دیگر ضرورتیں بھی پوری کرتا ہے۔ لیکن اُس میں اِس طرح مگن نہیں ہوتا کہ اُسی کا ہو کر رہ جائے اور اللہ کے دین کی کوئی پرواہ نہ کرے۔

اسی لئے اللہ تعالی نے قارون سے کہا تھا: ﴿وَابْتَغِ فِيمَآ اٰتٰكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَ لَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَ اَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ﴾[1]

''جو مال ودولت تمھیں اللہ نے دے رکھا ہے، اس سے آخرت کا گھر بنانے کی فکر کرو۔ اور دنیا میں بھی اپنا حصہ فراموش نہ کرو۔ اور لوگوں سے ایسے ہی احسان کرو جیسے اللہ نے تمھارے ساتھ بھلائی کی ہے۔''

لہٰذا ہم صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ معاشرے کے اندر لوگوں سے گھل مل کر رہیں، رزق حلال کیلئے تگ ودو بھی کریں، اللہ تعالی آپ کو جو نعمتیں عطا کرے ان سے بھر پور فائدہ بھی اٹھائیں، لیکن یہ سب کچھ شریعت کی حدود میں رہ کر۔ اور اِس طرز پر کہ آپ کا مطمحِ نظر دنیا ہی نہ ہو کہ آپ دنیاوی آسائشوں کے حصول کیلئے دن رات ایک کر دیں اور اللہ کے دین کو یکسر نظر انداز کر دیں۔ بلکہ آپ دنیا میں ایک اجنبی اور مسافر کی طرح رہیں اور آپ کے مدنظر آخرت ہو، آپ کو یقین ہو کہ دنیا کی لذتیں آخر ایک دن ختم ہو جائیں گی اور آپ اللہ تعالی کے سامنے پیش ہونگے۔ پھر وہ آپ سے آپ کے اعمال کا حساب لے گا اور آپ کے آخری ٹھکانے کا فیصلہ کرے گا۔ جس شخص کو قیامت کے روز اللہ تعالی کے سامنے پیش ہونے کی فکر ہوتی ہے وہ دنیا سے دل نہیں لگاتا۔ اور جس آدمی کا مقصد اللہ تعالی کی رضا اور اس کی جنت کو حاصل کرنا ہوتا ہے وہ دنیا کے فتنے سے اپنے دامن کو بچاتا ہے اور اپنے تمام دینی ودنیاوی امور کو اللہ کے دین کے مطابق انجام دیتا ہے۔ اور آخرت کیلئے تیاری کرتا ہے۔

ایک عقلمند مومن یہ سمجھتا ہے کہ دنیا اس کیلئے ایک جیل کی طرح ہے۔

جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] القصص 28: 77

(اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْکَافِرِ)①

''دنیا مومن کی جیل ہے اور کافر کی جنت ہے۔''

یعنی مومن یہ سمجھے کہ وہ جیل میں ہے، جس میں اسے حرام اور مکروہ شہوات سے منع کر دیا گیا ہے۔ اور اسے پُر مشقت عبادات کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ وہ محرمات سے بچتے ہوئے اور با مشقت عبادات کو انجام دیتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوگا تو اس کی سختیوں سے چھٹکارا پا کر جنت کی دائمی نعمتوں میں چلا جائے گا۔ جبکہ کافر کا معاملہ اس کے برعکس ہے، جس کیلئے دنیا ہی جنت ہے، اِس کے بعد اُس کیلئے دائمی عذاب ہی عذاب ہے۔ والعیاذ باللہ

عزیز القدر بھائیو اور بزرگو!

خطبہ کے آخر میں ہم ایک حدیث آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ اِسے اچھی طرح ذہن نشین کرلیں اور ہمیشہ اسے اپنے مدنظر رکھیں۔

کبشة الأنماری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«أُحَدِّثُکُمْ حَدِیْثًا فَاحْفَظُوْہُ»

''میں تمھیں ایک حدیث بیان کرنے لگا ہوں اسے اچھی طرح ذہن نشین کرلو۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنَّمَا الدُّنْیَا لِأَرْبَعَةِ نَفَرٍ» ''دنیا چار آدمیوں کیلئے ہے۔''

① «عَبْدٌ رَزَقَہُ اللّٰہُ مَالًا وَعِلْمًا ، فَھُوَ یَتَّقِیْ فِیْہِ رَبَّہُ وَیَصِلُ فِیْہِ رَحِمَہُ وَیَعْلَمُ لِلّٰہِ فِیْہِ حَقًّا ، فَھٰذَا بِأَفْضَلِ الْمَنَازِلِ»

''ایک وہ جسے اللہ تعالی مال اور علم دونوں عطا کرے۔ پھر وہ مال کے سلسلے میں اپنے رب سے ڈرتا ہو، صلہ رحمی کرتا ہو اور اس میں جو اللہ کا حق ہے وہ اسے بھی ادا کرتا ہو۔ تو یہ سب سے افضل درجے پر فائز ہے۔''

② «وَعَبْدٌ رَزَقَہُ اللّٰہُ عِلْمًا وَلَمْ یَرْزُقْہُ مَالًا، فَھُوَ صَادِقُ النِّیَّةِ ، یَقُوْلُ :لَوْ أَنَّ لِیْ مَالًا لَعَمِلْتُ بِعَمَلِ فُلَانٍ ، فَھُوَ بِنِیَّتِہٖ فَأَجْرُھُمَا سَوَاءٌ»

''دوسرا وہ جسے اللہ تعالی نے علم تو دیا ہو لیکن مال عطا نہ کیا ہو۔ تو وہ سچا ارادہ کرتے ہوئے کہے: اگر میرے پاس بھی مال ہوتا تو میں بھی پہلے شخص کی طرح خرچ کرتا۔ لہذا اِس کا اور اُس پہلے شخص کا اجر برابر ہے۔''

③ «وَعَبْدٌ رَزَقَہُ اللّٰہُ مَالًا وَلَمْ یَرْزُقْہُ عِلْمًا ، فَھُوَ یَخْبِطُ فِیْ مَالِہٖ بِغَیْرِ عِلْمٍ لَا یَتَّقِیْ فِیْہِ رَبَّہُ وَلَا

① صحیح مسلم: 2956

يَصِلُ فِيهِ رَحِمَهُ وَلَا يَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيهِ حَقًّا ، فَهٰذَا بِأَخْبَثِ الْمَنَازِلِ»

''تیسرا وہ ہے جسے اللہ تعالی نے مال تو دیا ہو لیکن اسے علم سے محروم رکھا ہو۔ تو وہ اپنے مال کے سلسلے میں بغیر علم کے ٹامک ٹوئیاں مارتا ہو اور نہ اس میں اپنے رب سے ڈرتا ہو اور نہ ہی صلہ رحمی کرتا ہو۔ اور نہ ہی اس میں اللہ تعالی کے حق کو جانتا ہو۔ تو یہ سب سے نچلے مرتبے میں ہے۔''

④ «وَعَبْدٌ لَمْ يَرْزُقْهُ اللّٰهُ مَالًا وَلَا عِلْمًا ، فَهُوَ يَقُولُ : لَوْ أَنَّ لِي مَالًا لَعَمِلْتُ بِعَمَلِ فُلَانٍ ، فَهُوَ بِنِيَّتِهِ فَوِزْرُهُمَا سَوَاءٌ»

''اور چوتھا وہ ہے جسے اللہ تعالی نے نہ مال دیا ہو اور نہ علم۔ تو وہ یہ کہے کہ اگر میرے پاس بھی مال ہوتا تو میں بھی اُس (تیسرے) آدمی کی طرح عمل کرتا۔ تو اِس آدمی کا گناہ اپنی نیت کے اعتبار سے اُس (تیسرے) آدمی کے گناہ کے برابر ہوا۔''[1]

ہم میں سے ہر شخص اپنے گریبان میں جھانک کر یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ وہ ان چاروں افراد میں سے کونسا ہے؟ اگر ہم پہلے دو قسم کے افراد میں سے ہیں تو اللہ کا شکر ادا کریں۔ اور اگر ہم آخری دو قسم کے افراد میں سے ہیں تو پھر ہم اپنی اصلاح کریں۔ اور اللہ تعالی کا یہ فرمان ہمیشہ اپنے سامنے رکھیں:

﴿ وَ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴾[2]

''اور آپ ان چیزوں کی طرف نظر بھی نہ اٹھائیے جو ہم نے مختلف قسم کے لوگوں کو دنیوی زندگی کی زینت کیلئے دی ہیں تاکہ ہم انھیں ان چیزوں میں آزمائیں۔ اور آپ کے رب کا رزق بہتر اور دائمی ہے۔''

اللہ تعالی ہمیں حق بات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

① جامع الترمذی : 2325۔ وصححه الألبانی

① طه 20 : 131

زبان کی آفتیں

اہم عناصرِ خطبہ:

① زبان کے ہر بول کی اہمیت

② زبان کی آفتیں : زبان کے ساتھ شرکیہ الفاظ بولنا ۔ اللہ تعالی پر افترا پردازی کرنا۔ اللہ یا اس کے رسول ﷺ یا اس کی کتاب کا مذاق اڑانا ۔ رسول اکرم ﷺ پر جھوٹ گھڑنا۔ غیر اللہ کی قسم کھانا ۔ جھوٹ بولنا ۔ جھوٹی گواہی دینا ۔ جھوٹی قسم کھانا ۔ احسان جتلانا۔ جھوٹے لطیفے سنانا ۔ مذاق اڑانا ۔ غیبت کرنا ۔ چغل خوری کرنا۔ گالی گلوچ کرنا۔ لعنت بھیجنا۔ بہتان لگانا

③ حفاظتِ زبان کی اہمیت

پہلا خطبہ

محترم حضرات !

اللہ رب العزت کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک اہم نعمت 'زبان' اور اس کی قوت گویائی ہے ۔ اللہ تعالی نے انسان کو جو بڑی بڑی نعمتیں عطا کیں ان میں سے ایک 'زبان' ہے ۔

فرمایا: ﴿اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ☆ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ﴾[1]

''کیا ہم نے اس کیلئے دو آنکھیں ، ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں بنائے ؟''

اللہ تعالی نے ہمیں یہ 'زبان' دے کر ہم پر یہ پابندی عائد کی ہے کہ ہم اس سے سیدھی ، سچی اور حق پر مبنی گفتگو کریں ۔ اِس کا جائز استعمال کریں اور اس کے نا جائز استعمال سے بچیں ۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے :﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا☆ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ﴾[2]

''اے ایمان والو ! تم اللہ سے ڈرتے رہو اور درست بات کہا کرو ۔ وہ تمھارے اعمال کی اصلاح کردے گا اور تمھارے گناہ معاف کردے گا۔''

اِس آیت مبارکہ میں اللہ تعالی نے دو باتوں کا حکم دیا ہے اور ان کے دو ثمرات ذکر فرمائے ہیں ۔

جن دو باتوں کا حکم دیا ان میں سے پہلی بات یہ ہے کہ تم اللہ تعالی سے ڈرتے رہو ، یعنی اُس سے ڈر کر اس

① البلد90 : 8۔ 9 ② الأحزاب33 : 70۔ 71

کی نافرمانی سے بچتے رہو۔ اور دوسری یہ ہے کہ تم سیدھی، سچی اور برحق گفتگو کیا کرو۔ ان دونوں باتوں پر عمل کرنے سے جو دو فائدے حاصل ہوتے ہیں ان میں سے پہلا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے کاموں کو سنوار دے گا اور تمھارے اعمال کی اصلاح کر دے گا۔ دوسرا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے گناہوں کو معاف کر دے گا۔

اگر ہم یہ دونوں فوائد حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اللہ تعالیٰ کے ان دونوں حکموں پر عمل کرنا ہوگا۔

☆ انسان کے جسم میں 'زبان' کی کیا حیثیت ہے! اور اس کے جائز وناجائز استعمال پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں! اِس کا اندازہ نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث مبارک سے لگایا جا سکتا ہے، جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: « إِذَا أَصْبَحَ ابْنُ آدَمَ فَإِنَّ الْأَعْضَاءَ كُلَّهَا تُكَفِّرُ اللِّسَانَ فَتَقُولُ : اتَّقِ اللّٰهَ فِينَا ، فَإِنَّمَا نَحْنُ بِكَ ، فَإِنِ اسْتَقَمْتَ اسْتَقَمْنَا ، وَإِنِ اعْوَجَجْتَ اعْوَجَجْنَا [1]»

''جب ابن آدم صبح کرتا ہے تو اس کے تمام اعضاء انتہائی عاجزی کے ساتھ زبان سے التماس کرتے ہیں کہ ہمارے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا، کیونکہ ہم تمھارے ساتھ معلق ہیں۔ اگر تم سیدھی رہی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے۔ اور اگر تم ٹیڑھی ہوگئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔''

اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان کے تمام اعضاء کی اصلاح وعدم اصلاح کا دار ومدار زبان پر ہے۔ اگر زبان کو قابو میں رکھا جائے اور اس سے سیدھی، سچی اور برحق گفتگو کی جائے تو باقی اعضاء کی بھی اصلاح ہو جاتی ہے اور اگر زبان کو بے لگام چھوڑ دیا جائے اور اس سے ٹیڑھی، جھوٹی اور حق کے خلاف گفتگو کی جائے تو باقی اعضاء بھی بگڑ جاتے ہیں۔

☆ 'زبان' سے نکلے ہوا ایک ایک لفظ اہمیت رکھتا ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اس کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

« إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ لَا يُلْقِي لَهَا بَالًا ، يَرْفَعُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَاتٍ ، وَإِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ لَا يُلْقِي لَهَا بَالًا ، يَهْوِي بِهَا فِي جَهَنَّمَ [2]»

''بے شک ایک بندہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والا ایک کلمہ بولتا ہے، جس کی وہ کوئی خاص پرواہ نہیں کرتا، لیکن اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے درجات بلند کر دیتا ہے۔ اور ایک بندہ اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والا ایک کلمہ بولتا ہے، جس کی وہ کوئی خاص پرواہ نہیں کرتا، لیکن اللہ تعالیٰ اسے اس کی وجہ سے جہنم میں گرا دیتا ہے۔''

اور بلال بن حارث المزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

① جامع الترمذی: 2407۔ وصححه الألبانی

② صحیح البخاری: 6478

«إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ مَا يَظُنُّ أَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ ، فَيَكْتُبُ اللّٰهُ لَهُ بِهَا رِضْوَانَهُ إِلٰى يَوْمِ يَلْقَاهُ ، وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ مَا يَظُنُّ أَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ ، فَيَكْتُبُ اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا سَخَطَهُ إِلٰى يَوْمِ يَلْقَاهُ»[1]

''بے شک تم میں سے کوئی شخص اللہ کو راضی کرنے والے کلمات میں سے ایک کلمہ بولتا ہے، اسے پتہ نہیں ہوتا کہ یہ ایک کلمہ اتنے بڑے مرتبہ کو پہنچ گیا ہے، لیکن اللہ تعالی اس کے بدلے میں اس کیلئے اُس دن تک اپنی رضا کو لکھ دیتا ہے جب اُس کی اللہ سے ملاقات ہوگی۔ اور تم میں سے کوئی شخص اللہ کو ناراض کرنے والے کلمات میں سے ایک کلمہ بولتا ہے، اسے پتہ نہیں ہوتا کہ یہ ایک کلمہ اِس قدر سنگین ہے، لیکن اللہ تعالی اس کے بدلے میں اس پر اُس دن تک اپنی ناراضگی کو لکھ دیتا ہے جب اُس کی اللہ سے ملاقات ہوگی۔''

قیامت کے دن تک رضامندی کو لکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی اسے دنیا میں اپنی اطاعت وفرمانبرداری اور نیک اعمال کرنے کی توفیق دیتا ہے اور اسے برے اعمال سے بچنے کی توفیق دیتا ہے۔ پھر اس کا خاتمہ بھی ایمان اور عمل صالح پر کرتا ہے۔ اس کے بعد اس کی قبر کو جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ بنا دیتا ہے۔ پھر قیامت کے دن اسے اپنے عرش کا سایہ نصیب کرے گا اور آخر کار اسے جنت میں داخل کر دے گا۔

اور دوسری صورت میں ناراضگی لکھنے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالی اسے اعمال صالحہ کی توفیق نہیں دیتا۔ چنانچہ وہ گناہوں میں بری طرح ڈوب جاتا ہے۔ پھر اسے اچھا خاتمہ بھی نصیب نہیں ہوتا۔ مرنے کے بعد اس کی قبر جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا بن جاتی ہے۔ اور قیامت کے روز بھی اسے اللہ تعالی کی ناراضگی اور اس کے عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ والعیاذ باللہ

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ ، مَا يَتَبَيَّنُ مَا فِيهَا ،يَهْوِي بِهَا فِي النَّارِ أَبْعَدَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ»[2]

''بے شک ایک بندہ ایک لفظ بولتا ہے جس کے بارے میں اسے پتہ نہیں ہوتا کہ اس میں کیا وبال ہے! لیکن وہ اُس کی وجہ سے مشرق ومغرب کے درمیان جو مسافت ہے اس سے بھی زیادہ جہنم میں نیچے چلا جاتا ہے۔''

یہی وجہ ہے کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنی زبان کو پکڑ کر کہتے تھے:

«يَا لِسَانُ ! قُلْ خَيْرًا تَغْنَمْ ، وَاسْكُتْ عَنْ شَرٍّ تَسْلَمْ ، مِنْ قَبْلِ أَنْ تَنْدَمَ »

---

[1] جامع الترمذی :2319۔ وصححہ الألبانی

[2] صحیح البخاری :6477، صحیح مسلم :۲۹۸۸ واللفظ لہ

''اے زبان! تم خیر کی گفتگو کیا کرو، اِس طرح بہت سے فوائد حاصل کرلوگی۔اور بری گفتگو سے خاموش رہا کرو، اِس طرح محفوظ رہوگی۔قبل اِس کے کہ تمھیں شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے۔''

اس کے بعد کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

«أَكْثَرُ خَطَايَا ابْنِ آدَمَ فِيْ لِسَانِهٖ» ①

''ابن آدم کی اکثر غلطیاں اس کی زبان میں ہوتی ہیں۔''

لہٰذا ہم سب کو اپنی زبانوں کی حفاظت کرنی اور اسے کنٹرول کرنا چاہیے۔ اور اسے ناحق گفتگو سے بچانا چاہیے۔ آیئے آج کے خطبۂ جمعہ میں زبان سے صادر ہونے والی آفتوں، مصیبتوں اور غلطیوں کی نشاندہی کریں اور عزم کریں کہ ہم اللہ کے حکم سے اپنی زبانوں کو ان تمام لغزشوں سے پاک رکھنے کی کوشش کریں گے۔ اللہ تعالی ہم سب کو اس کی توفیق دے۔

زبان کی آفتیں

❶ زبان کے ساتھ شرکیہ الفاظ بولنا

'زبان' کی سب سے بڑی آفت ومصیبت یہ ہے کہ کوئی شخص اُس سے شرکیہ الفاظ بولے۔ مثلا وہ غیر اللہ کو مدد کیلئے پکارے، یا اس سے دعا مانگے، یا کسی کی تعریف میں اِس قدر غلو کرے کہ اسے ان اختیارات کا مالک قرار دے جو اللہ تعالی نے اپنے پاس رکھے ہیں۔ 'زبان' سے شرکیہ الفاظ بولنا اِس قدر سنگین گناہ ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالی انسان کے تمام نیک اعمال کو غارت کردیتا ہے۔

❷ اللہ تعالی پر افترا پردازی کرنا

یعنی اللہ تعالی پر جھوٹ گھڑنا۔ مثلا کوئی شخص یہ کہے کہ اللہ تعالی کی اولاد ہے۔ یا وہ یہ کہے کہ اللہ تعالی نے فلاں کام کا حکم دیا ہے، جبکہ حقیقت میں اللہ تعالی نے اس کا حکم نہ دیا ہو۔ یا وہ یہ کہے اللہ تعالی نے فلاں کام سے منع کیا ہے جبکہ حقیقت میں اللہ تعالی نے اس سے منع نہ کیا ہو۔ یا وہ بغیر علم کے فتوی دیتے ہوئے حلال کو حرام یا حرام کو حلال قرار دے دے۔ یعنی وہ حلت وحرمت کے خود ساختہ احکام کو اللہ تعالی کی طرف منسوب کردے۔

اللہ تعالی نے اپنے اوپر افترا پردازی کو حرام قرار دیا ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَـٰذَا حَلَالٌ وَهَـٰذَا حَرَامٌ

---

① السلسلة الصحيحة :534، صحيح الترغيب :2872

لِتَفْتَرُوا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ إِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لاَ يُفْلِحُوْنَ☆مَتَاعٌ قَلِيْلٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ﴾[1]

''جو جھوٹ تمھاری زبانوں پر آ جائے اس کی بناء پر یہ نہ کہا کرو کہ یہ چیز حلال ہے اور یہ حرام ہے اور اس طرح تم اللہ تعالی پر جھوٹ افترا کرنے لگو۔ جو لوگ اللہ تعالی پر جھوٹ افترا کرتے ہیں وہ کبھی فلاح نہیں پاتے۔ (ایسے جھوٹ کا) فائدہ تو تھوڑا سا ہے مگر (آخرت میں) ان کیلئے المناک عذاب ہے۔''

اسی طرح اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ الْاِثْمَ وَ الْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ أَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ أَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾[2]

''آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب نے بے حیائی کے تمام کاموں کو حرام قرار دیا ہے خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ، اسی طرح گناہ کو اور ناحق سرکشی کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ اور (یہ بھی حرام کردیا ہے کہ) تم لوگ اللہ کا شریک ایسی چیزوں کو ٹھہراؤ جن کی عبادت کی کوئی دلیل اللہ نے نہیں نازل کی ہے۔ اور (یہ بھی حرام کردیا ہے کہ) تم اللہ پر وہ باتیں کہو جن کا تمھیں علم نہیں ہے۔''

❸ اللہ تعالی، یا اس کے رسول ﷺ، یا اس کی کتاب (قرآن مجید) کا مذاق اڑانا

اللہ تعالی یا اس کی آیات یا اس کے احکام یا اس کے رسول ﷺ کا مذاق اڑانا کفر ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ قُلْ أَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ☆ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيْمَانِكُمْ ﴾[3]

''اور اگر آپ ان سے پوچھیں تو وہ کہیں گے کہ ہم تو یوں ہی گپ شپ کرتے تھے اور دل بہلاتے تھے۔ آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم لوگ اللہ، اس کی آیات اور اس کے رسول کا مذاق اڑاتے تھے؟ اب جھوٹی معذرت نہ پیش کرو، تم لوگ ایمان لانے کے بعد دوبارہ کافر ہو چکے ہو۔''

❹ رسول اکرم ﷺ پر جھوٹ بولنا

من گھڑت باتوں کو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

---

[1] النحل16 :116-117 [2] الأعراف7 :33 [3] التوبة9 :65-66

مغیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

«إِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلٰى أَحَدٍ ، مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ »[1]

''بے شک میرے اوپر جھوٹ گھڑنا کسی اور پر جھوٹ گھڑنے کی طرح نہیں ہے۔ جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولے تو وہ یقین کرلے کہ اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔''

اور سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَن يَّقُلْ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ ، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ »[2]

''جس نے میری طرف ایسی بات منسوب کی جو میں نے نہیں کہی، تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔''

جبکہ آج کل بہت سے لوگ بڑی جسارت کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی طرف جھوٹی حدیثوں کو منسوب کرتے ہیں اور انھیں خوب پھیلاتے اور مزے لے لے کر بیان کرتے ہیں۔ خصوصاً سوشل میڈیا پر ایسی 'حدیثیں' بکثرت گردش کر رہی ہیں جو بالکل بے بنیاد ہیں اور ان کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ لہٰذا ایسی تمام 'احادیث' کی نشر واشاعت سے پرہیز کرنا چاہیے۔ ورنہ یہ بات یاد رکھیں کہ جس شخص کو یہ معلوم ہو کہ یہ جھوٹی حدیث ہے، پھر وہ اسے لوگوں میں بیان کرے یا اسے کسی بھی طریقے سے پھیلائے تو وہ جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«مَنْ حَدَّثَ عَنِّي بِحَدِيثٍ يَرَى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِينَ»[3]

''جو شخص مجھ سے ایسی حدیث بیان کرے جس کے بارے میں اسے معلوم ہو کہ یہ جھوٹی ہے، تو وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔''

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم احادیث بیان کرنے میں انتہائی احتیاط کرتے تھے کہ کہیں کوئی ایسا لفظ رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب نہ ہو جائے جو آپ نے نہ کہا ہو۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں آپ کو رسول اللہ ﷺ سے حدیثیں بیان کرتے ہوئے نہیں سنتا جیسا کہ فلاں، فلاں بیان کرتے ہیں! تو انھوں نے جواب دیا: میں کبھی نبی کریم ﷺ سے جدا نہیں ہوا، بلکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا:

---

① صحیح البخاری :1291، صحیح مسلم :4 ② صحیح البخاری : 109

③ مسلم فی المقدمة ، جامع الترمذی : 2874، سنن ابن ماجه :38

« مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ » ①

''جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولے تو وہ یقین کر لے کہ اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔''

لہٰذا اِس دور کے تمام خطباء اور واعظین پر اور اسی طرح عام لوگوں پر بھی لازم ہے کہ وہ بھی نبی کریم ﷺ کی احادیث بیان کرنے میں احتیاط سے کام لیں اور صرف وہ احادیث بیان کریں یا سوشل میڈیا پر دوسروں کے ساتھ شیئر کریں جو مستند اور ثابت شدہ ہوں۔

❺ غیر اللہ کی قسم کھانا

'زبان' کی آفتوں میں سے ایک آفت غیر اللہ کی قسم کھانا ہے۔ کیونکہ قسم صرف اللہ تعالیٰ کی کھائی جا سکتی ہے، غیر اللہ کی نہیں کھائی جا سکتی۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: « لَا تَحْلِفُوْا بِآبَائِكُمْ وَلَا بِأُمَّهَاتِكُمْ وَلَا بِالْأَنْدَادِ ، وَلَا تَحْلِفُوْا إِلَّا بِاللّٰهِ ، وَلَا تَحْلِفُوْا بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ صَادِقُوْنَ » ②

''تم اپنے باپوں ، ماؤں اور شریکوں کی قسم نہ اٹھایا کرو اور صرف اللہ ہی کی قسم اٹھایا کرو اور اللہ کی قسم بھی صرف اس وقت اٹھایا کرو جب تم سچے ہو۔''

❻ عمومی گفتگو میں جھوٹ بولنا

'زبان' کی آفتوں میں سے ایک آفت جھوٹ بولنا اور غلط بیانی کرنا ہے۔ کیونکہ جھوٹ بولنا اور غلط بیانی کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

« عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِيْ إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِيْ إِلَى الْجَنَّةِ ، وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيْقًا »

''تم ہمیشہ سچ ہی بولا کرو کیونکہ سچ نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کا راستہ دکھاتی ہے اور ایک شخص ہمیشہ سچ بولتا اور سچ ہی کی تلاش میں رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں لکھ دیا جاتا ہے کہ یہ نہایت سچ بولنے والا آدمی ہے۔''

اس کے بعد فرمایا:

---

① صحيح البخاري : 107 ② سنن أبي داؤد :3248، سنن النسائي :3769- وصححه الألباني

« وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ ، وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا » ①

اورتم جھوٹ سے پرہیز کیا کرو کیونکہ جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ جہنم تک پہنچا دیتا ہے۔اور ایک شخص ہمیشہ جھوٹ بولتا اور جھوٹ ہی کا متلاشی رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالی کے ہاں لکھ دیا جاتا ہے کہ یہ بہت زیادہ جھوٹ بولنے والا ہے۔''

جھوٹ بولنا منافق کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ :إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ » ②

''منافق کی تین نشانیاں ہیں: وہ جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، جب وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے اور جب اسے امانت سونپی جاتی ہے تو اس میں خیانت کرتا ہے۔''

جبکہ آج کل لوگ بڑے شوق سے جھوٹ بولتے ہیں اور اسے سوشل میڈیا کے ذریعے پوری دنیا میں پھیلاتے ہیں !!

اور کیا آپ کو معلوم ہے کہ اِس طرح جھوٹ کو دنیا میں پھیلانے کا انجام کیا ہے! آیئے ایک حدیث سماعت کیجئے۔

حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو ہماری طرف متوجہ ہو کر پوچھتے: آج رات تم میں سے کس نے خواب دیکھا ہے؟ اگر کسی نے خواب دیکھا ہوتا تو وہ اسے بیان کر دیتا اور آپ ﷺ اس کی تعبیر کر دیتے۔ پھر ایک دن آیا، آپ ﷺ نے حسب معمول یہی سوال کیا تو ہم نے جواب دیا: نہیں ہم نے کوئی خواب نہیں دیکھا۔ تو آپ نے فرمایا:

''لیکن میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ دو آدمی میرے پاس آئے، انھوں نے میرے ہاتھوں کو پکڑا اور مجھے ارضِ مقدسہ میں لے گئے۔ وہاں میں نے دیکھا کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور ایک آدمی اس کے پاس کھڑا ہوا ہے جس کے ہاتھ میں ایک مہمیز تھی، اسے وہ اس کی ایک باچھ میں داخل کرتا (پھر اسے کھینچ کر) اس کی گدی تک لے جاتا، پھر دوسری باچھ کو بھی اسی طرح کھینچ کر پیچھے گدی تک لے جاتا۔ اور یوں اس کی دونوں باچھیں اس کی گدی کے پاس مل جاتیں، پھر اس کی باچھیں اپنی حالت میں واپس آجاتیں، پھر وہ اس کے ساتھ پہلے کی طرح کرتا۔ میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ تو ان دونوں نے کہا: آگے چلو۔ تو ہم آگے

① صحیح مسلم :2607 ② صحیح البخاری :33

چلے گئے .... پھر ان دونوں نے وضاحت کی کہ وہ شخص جس کی باچھوں کو چیرا جا رہا تھا تو

«فَإِنَّهُ الرَّجُلُ يَغْدُوْ مِنْ بَيْتِهِ فَيَكْذِبُ الْكِذْبَةَ تَبْلُغُ الْآفَاقَ»

''یہ وہ ہے جو صبح کے وقت گھر سے نکلتا ہے، پھر جھوٹ بولتا ہے جو دور دور تک پھیل جاتا ہے۔اسے یہ عذاب قیامت تک دیا جاتا رہے گا...''[1]

❼ جھوٹی گواہی دینا

زبان کی آفتوں میں سے ایک آفت جھوٹی گواہی دینا ہے۔

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

«أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ ؟»

''کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہ کے بارے میں نہ بتاؤں؟''

آپ ﷺ نے یہ سوال تین بار کیا۔ ہم نے کہا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول!

آپ ﷺ نے فرمایا: «اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ»

''اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔''

آپ ﷺ نے سہارا لیا ہوا تھا۔ پھر آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا:

«أَلَا وَقَوْلَ الزُّوْرِ وَشَهَادَةَ الزُّوْرِ ، أَلَا وَقَوْلَ الزُّوْرِ وَشَهَادَةَ الزُّوْرِ، أَلَا وَقَوْلَ الزُّوْرِ وَشَهَادَةَ الزُّوْرِ»

''خبر دار! جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی سے بچنا۔ خبر دار! جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی سے بچنا۔ خبر دار! جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی سے بچنا۔''

پھر آپ ﷺ بار بار یہی الفاظ دہراتے رہے یہاں تک کہ میں نے (دل میں) کہا کہ کاش آپ خاموشی اختیار فرمالیں۔[2]

❽ جھوٹی قسم کھا کر کسی چیز کو فروخت کرنا اور احسان جتلانا

جھوٹی قسم اٹھا کر اپنی کوئی چیز فروخت کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔اسی طرح احسان جتلانا بھی۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

---

[1] صحیح البخاری: کتاب الجنائز :1386، 7047

[2] صحیح البخاری :5976، صحیح مسلم :87

«ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ... اَلْمُسْبِلُ إِزَارَهُ ، وَالْمَنَّانُ الَّذِي لَا يُعْطِي شَيْئًا إِلَّا مَنَّهُ ، وَالْمُنْفِقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ »[1]

''تین افراد سے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز نہ بات کرے گا ، نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کیلئے دردناک عذاب ہوگا : اپنا تہہ بند ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا ، احسان جتلانے والا جو جب بھی کوئی چیز دیتا ہے تو اس پر احسان جتلاتا ہے اور جھوٹی قسم اٹھا کر اپنا سودا بیچنے والا ۔''

❾ کسی کو ہنسانے کیلئے جھوٹ بولنا

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مذاق میں غلط بیانی کرنا یا جھوٹ بولنا یا جھوٹے لطیفے سنانا جائز ہے حالانکہ جھوٹ بہرحال جھوٹ ہی ہے اور مذاق میں بھی اس کا گناہ اتنا ہی ہے جتنا سنجیدگی میں جھوٹ بولنے کا ہے ۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے :

« وَيْلٌ لِلَّذِي يُحَدِّثُ بِالْحَدِيثِ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ فَيَكْذِبُ ، وَيْلٌ لَهُ ، وَيْلٌ لَهُ »

''اس شخص کیلئے ہلاکت ہے جو لوگوں کو کوئی جھوٹی بات بیان کرے تاکہ وہ ہنسیں ، اس کیلئے ہلاکت ہے ، اس کیلئے ہلاکت ہے ۔''[2]

❿ مذاق اڑانا یا برے القاب سے پکارنا

مسلمانوں میں سے کسی کو حقیر سمجھتے ہوئے اور اپنے آپ کو اس سے بہتر تصور کرتے ہوئے اس کا مذاق اڑانا یا اسے برے لقب سے یاد کرنا حرام ہے ۔ اور یہ بھی زبان کی آفتوں میں سے ایک آفت ہے ۔

اللہ تعالیٰ مومنوں کو ایک دوسرے کا مذاق اڑانے یا برے القاب کے ساتھ پکارنے سے منع کرتے ہوئے فرماتے ہیں : ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ﴾[3]

''ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اڑائے ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں ۔ اور نہ عورتیں عورتوں کا (مذاق اڑائیں) ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی ہوں ۔ اور آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کا برا لقب رکھو ۔''

---

[1] صحیح مسلم :106 ، جامع الترمذی :1211

[2] سنن أبی داؤد :4990۔ وحسنہ الألبانی

[3] الحجرات 49 :11

⑪ غیبت کرنا

زبان کی آفتوں میں سے ایک آفت غیبت کرنا ہے۔ اور 'غیبت' کیا ہوتی ہے، اس کی وضاحت خود رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارک میں موجود ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«أَتَدْرُونَ مَاالْغِيبَةُ ؟» ''کیا تمھیں معلوم ہے کہ غیبت کیا ہے؟''

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: «ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ»

''تم اپنے بھائی کا ذکر اس چیز کے ساتھ کرو جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔''

پوچھا گیا کہ میں اس کے بارے میں جو کچھ کہوں اگر وہ واقعتا اس میں موجود ہو؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدِ اغْتَبْتَهُ ، وَإِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيهِ فَقَدْ بَهَتَّهُ »

''اگر وہ چیز اس میں موجود ہو جو تم کہتے ہو تو تم نے اس کی غیبت کی۔ اور اگر اس میں نہ ہو تو تم نے اس پر بہتان باندھا۔''①

لہٰذا اِس طرح مسلمانوں کی پیٹھ پیچھے اُن کے عیب بیان کرنا درست نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو ایک دوسرے کی غیبت کرنے سے منع فرمایا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ﴾②

''اور تم میں سے کوئی شخص دوسرے کی غیبت نہ کرے، کیا تم میں سے کسی کو یہ بات پسند ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ پس تم اسے ناپسند کرو گے۔''

گویا اللہ تعالیٰ یہ فرما رہے ہیں کہ غیبت کرنا ایسے ہی ہے جیسے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا ہے۔ لہٰذا جس طرح تمھیں اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا ناپسند ہے اسی طرح اس کی غیبت بھی ناپسند ہونی چاہیے۔

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

« مَنْ أَكَلَ لَحْمَ أَخِيهِ فِي الدُّنْيَا قُرِّبَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ لَهُ : كُلْهُ مَيِّتًا كَمَا أَكَلْتَهُ حَيًّا، فَيَأْكُلُهُ

① صحیح مسلم :2589 ② الحجرات 49: 12

وَيَكْلَحُ وَيَصِيحُ »①
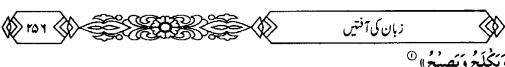
'' جس آدمی نے (غیبت کر کے) اپنے بھائی کا گوشت کھایا قیامت کے روز اس کا گوشت اس کے قریب کر کے اسے کہا جائے گا: لو اسے مردہ حالت میں کھا لو جیسا کہ تم نے اس کی زندگی میں اسے کھایا تھا۔ چنانچہ وہ اسے کھائے گا اور انتہائی بدشکل ہو جائے گا اور چیخے گا۔''

اور نبی کریم ﷺ نے غیبت سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: « يَا مَعْشَرَ مَنْ آمَنَ بِلِسَانِهِ وَلَمْ يَدْخُلِ الْإِيْمَانُ قَلْبَهُ ! لَا تَغْتَابُوا الْمُسْلِمِيْنَ ، وَلَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِهِمْ ، فَإِنَّهُ مَنِ اتَّبَعَ عَوْرَاتِهِمْ يَتَّبِعِ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَوْرَتَهُ ،وَمَنْ يَتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ يَفْضَحْهُ فِيْ بَيْتِهِ »

'' اے ان لوگوں کی جماعت جو زبان سے ایمان لائے اور ایمان ان کے دل میں داخل نہیں ہوا ! تم مسلمانوں کی غیبت نہ کیا کرو اور نہ ہی ان کے عیبوں کا پیچھا کیا کرو۔ کیونکہ جو شخص مسلمانوں کے عیبوں کا پیچھا کرتا ہے، اللہ تعالی اس کے عیبوں کا پیچھا کرتا ہے۔ اور جس کے عیبوں کا اللہ عز وجل پیچھا کرتا ہے اسے اس کے گھر میں رسوا کر کے چھوڑتا ہے۔''②

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے غیبت کرنے والوں کے برے انجام سے آگاہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

'' جب میرے رب عز وجل نے مجھے معراج کرایا تو میں کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے گذرا جنھیں تانبے کے ناخن دیئے گئے تھے اور وہ اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے۔ میں نے کہا: جبریل ! یہ کون ہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا:

« هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ لُحُوْمَ النَّاسِ وَيَقَعُوْنَ فِيْ أَعْرَاضِهِمْ »

'' یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے (غیبت کرتے) ہیں اور ان کی عزتوں پر طعن وتشنیع کرتے ہیں۔''③

اور غیبت کا ایک لفظ کس قدر سنگین ہوتا ہے اِس کا اندازہ آپ اس بات سے کر سکتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں حقارت آمیز انداز میں بس ایک لفظ کہا تھا اور وہ بھی بہت ہلکا سا لفظ، یعنی یہ کہ ان کا قد چھوٹا ہے ! تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

① قال الحافظ فی الفتح (الأدب ـباب الغيبة) : سنده حسن

② سنن أبي داؤد :4880ـ وقال الألباني : حسن صحيح

③ سنن أبي داؤد :4878ـ وصححه الألباني ، وأخرجه أحمد :13364 ـ وصححه الأرناؤوط

«لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَوْ مُزِجَتْ بِمَاءِ الْبَحْرِ لَمَزَجَتْهُ» ①

''تم نے ایسا لفظ کہا ہے کہ اگر اسے سمندر کے پانی میں ملایا جائے تو وہ بھی کڑوا ہو جائے۔''

⑫ چغل خوری کرنا

زبان کی آفتوں میں سے ایک اور آفت ہے: چغل خوری کرنا۔ یعنی ایک آدمی کی بات سن کر دوسرے تک پہنچانا اور اُس کی بات سن کر اِس تک پہنچانا تاکہ دونوں کے تعلقات خراب ہوں اور ان کے درمیان لڑائی جھگڑا ہو۔

اور یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے چغل خوری کرنے والے کے متعلق ارشاد فرمایا کہ اس کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گذرے تو آپ نے فرمایا: «إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ وَإِنَّهُ لَكَبِيْرٌ ، أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ»

''ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور ان کو یہ عذاب (ان کے خیال کے مطابق) کسی بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں دیا جا رہا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کا گناہ بڑا ہے۔ ان میں سے ایک چغل خوری کیا کرتا تھا اور دوسرا اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔'' ②

بلکہ اس کے متعلق یہ بھی ارشاد فرمایا کہ وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

ارشاد ہے: «لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَمَّامٌ» ③

دوسری روایت میں ہے: «لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ» ④

''چغل خوری کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔''

⑬ سب وشتم اور گالی گلوچ کرنا

زبان کی آفتوں میں سے ایک اور آفت مسلمان کو سب وشتم یا گالی گلوچ کرنا ہے۔ کیونکہ مسلمان کو گالی گلوچ کرنا اللہ تعالی کی نافرمانی ہے۔

---

① سنن أبی داؤد :4875- وصححه الألبانی

② صحیح البخاری ۔ الجنائز :1378 ، صحیح مسلم ۔ الطهارة :292

③ صحیح مسلم : 105 ④ صحیح البخاری :6056- صحیح مسلم : 105

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ » ①

''مسلمان کو گالی گلوچ کرنا اللہ کی نافرمانی اور اس سے قتال کرنا کفر ہے۔''

اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

« لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ ، وَلَا اللَّعَّانِ ، وَلَا الْفَاحِشِ ، وَلَا الْبَذِيءِ » ②

''مومن نہ تو بہت زیادہ طعنے دیتا ہے، نہ بہت زیادہ لعنت بھیجتا ہے، نہ بے حیائی کے کام کرتا ہے اور نہ ہی بے حیائی کی گفتگو کرتا ہے۔''

⓮ لعنت بھیجنا

'زبان' کی آفتوں میں سے ایک اور آفت لعنت بھیجنا ہے۔ کیونکہ لعنت بھیجنا بہت بڑا گناہ ہے۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: « وَمَنْ لَعَنَ مُؤْمِنًا فَهُوَ كَقَتْلِهِ ،وَمَنْ قَذَفَ مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ فَهُوَ كَقَتْلِهِ» ③

''جس نے مومن پر لعنت بھیجی تو وہ اسے قتل کرنے کے مترادف ہے۔ اور جس نے مومن پر کفر کا بہتان لگایا تو وہ بھی اسے قتل کرنے کی مترادف ہے۔''

اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا لَعَنَ شَيْئًا صَعِدَتِ اللَّعْنَةُ إِلَى السَّمَاءِ ، فَتُغْلَقُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ دُونَهَا ، ثُمَّ تَهْبِطُ إِلَى الْأَرْضِ فَتُغْلَقُ أَبْوَابُهَا دُونَهَا ، ثُمَّ تَأْخُذُ يَمِينًا وَشِمَالًا ، فَإِذَا لَمْ تَجِدْ مَسَاغًا رَجَعَتْ إِلَى الَّذِي لُعِنَ ، فَإِنْ كَانَ لِذَلِكَ أَهْلًا وَإِلَّا رَجَعَتْ إِلَى قَائِلِهَا » ④

''ایک بندہ جب کسی چیز پر لعنت بھیجتا ہے تو لعنت آسمان کی طرف جاتی ہے، لیکن اس کے دروازے اس کے سامنے بند کر دیئے جاتے ہیں، پھر وہ زمین کی طرف آتی ہے، لیکن اس کے دروازے بھی اس کے سامنے بند کر دیئے جاتے ہیں، پھر وہ دائیں بائیں جاتی ہے، جب اسے کوئی راستہ نہیں ملتا تو وہ اُس کی طرف جاتی ہے

---

① صحیح البخاری :48 ، صحیح مسلم :64

② جامع الترمذی :1977 ـ وصححه الألبانی

③ صحیح البخاری :6047 ، صحیح مسلم :110

④ سنن أبی داؤد :4905ـ وحسنه الألبانی

جس کی طرف بھیجی گئی ہوتی ہے۔ اگر وہ اس لعنت کا اہل ہو تو ٹھیک، ورنہ لعنت بھیجنے والے پر ہی لوٹ آتی ہے۔"

خاص طور پر والدین پر لعنت بھیجنا کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ أَنْ يَلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ»

"بے شک کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین پر لعنت بھیجے۔"

پوچھا گیا: «يَا رَسُولَ اللّٰهِ! وَكَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟»

یا رسول اللہ! آدمی اپنے والدین پر کیسے لعنت بھیجتا ہے؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا: « يَسُبُّ الرَّجُلُ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ، وَيَسُبُّ أُمَّهُ فَيَسُبُّ أُمَّهُ »

"وہ کسی کے باپ کو گالیاں دیتا ہے تو اُس کے نتیجے میں وہ اِس کے باپ کو گالیاں دیتا ہے۔ اور وہ کسی کی ماں کو گالیاں دیتا ہے تو وہ اِس کی ماں کو گالیاں دیتا ہے۔" ①

⑮ بہتان لگانا

زبان کی آفات میں سے ایک اور آفت بغیر ثبوت کے کسی پر بہتان لگانا ہے۔ اور یہ بھی بہت بڑا گناہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ ②

"جو لوگ پاکدامن، گناہوں سے بے خبر، مومنہ عورتوں پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں، وہ یقیناً دنیا و آخرت میں ملعون ہیں۔ اور ان کیلئے بڑا عذاب ہے۔"

اسی طرح ارشاد فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ☆ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ ③

"اور جو لوگ پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں، پھر چار گواہ نہ لائیں تو انھیں تم لوگ اسی (۸۰) کوڑے مارو۔ اور کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو۔ اور یہی لوگ فاسق ہیں۔ ہاں وہ لوگ جو اِس گناہ کے بعد توبہ اور اپنی اصلاح کر لیں، تو اللہ تعالیٰ یقیناً بڑا معاف کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔"

---

① صحيح البخاري :5973 ، صحيح مسلم : 90

② النور24 : 23 ③ النور24 : 4-5

اسی طرح کسی بھی شخص کی عزت کو داغدار کرنا اور اس پر کسی بھی قسم کی تہمت لگانا حرام ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی زبانوں کی حفاظت کرنے کی توفیق دے اور ہمیں زبان کی تمام آفات سے محفوظ رکھے۔

دوسرا خطبہ

محترم حضرات! 'زبان' کی پندرہ آفات آپ نے سنیں، ہم سب کو کوشش کرنی چاہئے کہ ہم ان تمام آفات سے اپنی زبانوں کو بچائیں۔ اور اپنی زبانوں سے صرف خیر ہی کی گفتگو کریں، ورنہ خاموش رہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ» [1]

''جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو تو وہ خیر ہی کی بات کرے، ورنہ خاموش رہے۔''

'خیر' کی گفتگو سے مراد ہر ایسی بات ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو۔ مثلاً ذکر اللہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وغیرہ۔

حضرت عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:

«إِنَّ شَرَائِعَ الْإِسْلَامِ قَدْ كَثُرَتْ عَلَيَّ ، فَأَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ أَتَشَبَّثُ بِهِ»

''شریعت کے احکامات (میری کمزوری کی وجہ سے) مجھ پر غالب آ چکے ہیں، لہذا آپ مجھے کوئی (آسان سا) کام بتا دیں جس پر میں (فرائض کے بعد) ہمیشہ عمل کرتا رہوں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا بِذِكْرِ اللّٰهِ»

''تمہاری زبان ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ تر رہے۔'' [2]

اور ایک حدیث مبارک میں ہے کہ ہر پاکیزہ کلمہ صدقہ لکھا جاتا ہے۔ لہٰذا ہمیں اپنی زبان سے ہمیشہ پاکیزہ کلمات ہی بولنے چاہئیں۔ اگر ہم ایسا نہ کر سکیں تو پھر خاموشی میں ہی خیر اور نجات ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ صَمَتَ نَجَا» ''جو شخص خاموش رہا وہ نجات پا گیا۔'' [3]

---

[1] صحيح البخاري :6018، صحيح مسلم :47

[2] جامع الترمذي :3375 ۔ وصححه الألباني

[3] جامع الترمذي : 2501۔ وصححه الألباني

لہٰذا اگر ہم بھی نجات چاہتے ہیں تو اپنی زبانوں کو بے ہودہ، ناحق اور فضول گفتگو سے خاموش رکھیں۔

'زبان' کا معاملہ اِس قدر سنجیدہ ہے کہ اگر کوئی شخص رات کو تہجد پڑھتا ہو اور دن کو روزہ رکھتا ہو، اس کے علاوہ وہ دیگر نیک اعمال بھی انجام دیتا ہو، لیکن اس کی زبان سے لوگ محفوظ نہ ہوں تو اس میں کوئی خیر نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ فلاں عورت رات کو قیام کرتی اور دن کو روزہ رکھتی ہے۔ اِس کے علاوہ اور کئی نیک کام اور صدقہ وغیرہ بھی کرتی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اپنی زبان کے ساتھ اپنے پڑوسیوں کو ایذاء بھی پہنچاتی ہے۔

تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « لَا خَيْرَ فِيْهَا ، هِيَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ »

''اس میں کوئی خیر نہیں ہے۔ وہ جہنم والوں میں سے ہے۔''

پھر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ فلاں عورت فرض نمازیں پڑھتی ہے، پنیر کے ٹکڑوں ساتھ صدقہ کرتی ہے اور کسی کو ایذاء نہیں پہنچاتی۔ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« هِيَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ » ''وہ جنت والوں میں سے ہے۔''[1]

اِس حدیث میں ذرا غور کریں کہ ایک عورت بہت زیادہ نیکیاں کرنے کے باوجود جہنم میں چلی گئی، وجہ کیا بنی؟ اس کی زبان۔ اور دوسری عورت کم نیکیاں کر کے جنت میں چلی گئی، اس کی اہم وجہ کیا بنی؟ یہی کہ اس نے اپنی زبان سے کسی کو ایذاء نہیں پہنچائی۔ اور حقیقت میں سچا مسلمان ہوتا ہی وہی ہے جس کی زبان اور اس کے ہاتھوں سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ ، وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ »[2]

''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے دیگر مسلمان محفوظ رہیں۔ اور مہاجر وہ ہے جو ہر اس چیز کو چھوڑ دے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے۔''

محترم بھائیو اور بزرگو!

یاد رکھیں کہ 'زبان' کی کارستانیاں ہی لوگوں کو اوندھے منہ جہنم میں گرائیں گی۔ والعیاذ باللہ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، ایک دن میں

---

① رواه البخاري في الأدب المفرد وصححه الألباني في السلسلة الصحيحة :190

② صحيح البخاري :10

صبح کے وقت آپ سے قریب ہوا، ہم چل رہے تھے، میں نے عرض کی: یا رسول اللہ!

« أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ وَيُبَاعِدُنِي مِنَ النَّارِ »

آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں داخل کردے اور جہنم سے دور کردے۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« لَقَدْ سَأَلْتَ عَظِيمًا ، وَإِنَّهُ لَيَسِيرٌ عَلَى مَنْ يَسَّرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ ، تَعْبُدُ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا ، وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ ، وَتَصُومُ رَمَضَانَ ، وَتَحُجُّ الْبَيْتَ »

''تم نے ایک بہت بڑی چیز کا سوال کیا ہے۔ اور یقیناً یہ عمل اس کیلئے آسان ہے جس کیلئے اللہ تعالی آسان کردے۔ تم اللہ تعالی کی عبادت کرتے رہنا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، نماز پابندی سے پڑھتے رہنا، زکاۃ دیتے رہنا، رمضان کے روزے رکھتے رہنا اور بیت اللہ کا حج کرنا۔''

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: « أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى أَبْوَابِ الْخَيْرِ ؟ اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ ،وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ النَّارَ الْمَاءُ ، وَصَلَاةُ الرَّجُلِ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ »

''کیا میں تمھیں خیر کے دروازے نہ بتاؤں؟ روزہ ڈھال ہے، صدقہ گناہوں کو ایسے ہی مٹاتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھاتا ہے۔ اور آدھی رات میں نماز تہجد ادا کرنا۔'' پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: ﴿تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ .... جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ ①

پھر فرمایا: « أَلَا أُخْبِرُكَ بِرَأْسِ الْأَمْرِ وَعَمُودِهِ وَذِرْوَةِ سَنَامِهِ ؟ الْجِهَادُ »

''کیا میں تمھیں دین کی اصل، اس کا ستون اور اس کی چوٹی نہ بتاؤں؟ وہ اللہ کی راہ میں جہاد ہے۔''

پھر فرمایا: « أَلَا أُخْبِرُكَ بِمِلَاكِ ذَلِكَ كُلِّهِ ؟ »

''کیا میں تمھیں وہ چیز نہ بتاؤں جس پر ان تمام باتوں کا دارومدار ہے؟''

میں نے عرض کی: جی ہاں ضرور بتایئے۔

تو آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک پکڑی اور فرمایا: « تَكُفُّ عَلَيْكَ هٰذَا »

''اسے اپنے قابو میں رکھنا۔''

میں نے عرض کی: « يَا نَبِيَّ اللّٰهِ ! وَإِنَّا لَمُؤَاخَذُونَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهِ ؟ »

اے اللہ کے نبی! ہم جو کچھ بولتے ہیں کیا اس پر بھی ہماری پکڑ ہوگی؟

---

① السجدة 32: 16-17

تو آپ ﷺ نے فرمایا: « ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا مُعَاذُ ! وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ عَلٰى وُجُوهِهِمْ فِي النَّارِ إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ » ①

"معاذ! تیری ماں تجھے گم پائے، لوگوں کو اوندھے منہ جہنم میں ان کی زبانوں کی کارستانیاں ہی گرائیں گی۔"

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ تقریباً پورے دین کا دارومدار زبان پر ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے پہلے اسلام کے پورے ارکان ذکر فرمائے، پھر صدقہ اور نماز تہجد اور اس کے بعد جہاد کا ذکر فرمایا۔ اور اس کے بعد وہ چیز ذکر کی جس پر ان تمام باتوں کا دارومدار ہے۔ اور وہ ہے: زبان۔

اور اسی لئے نبی کریم ﷺ نے دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا: « مَنْ وَقَاهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ شَرَّ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَشَرَّ مَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ » ②

"جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے زبان اور شرمگاہ کے شر سے بچا لیا، وہ جنت میں داخل ہو گیا۔"

نیز فرمایا:

« مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ » ③

"جو شخص مجھے اپنی زبان اور شرمگاہ کی ضمانت دے دے تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔"

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی زبانوں کو کنٹرول کرنے اور ان کی حفاظت کرنے کی توفیق دے۔ اور ہمیں ان کی تمام آفات سے محفوظ رکھے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

① سنن ابن ماجه :3973۔ وصححه الألباني

② جامع الترمذي :2409۔ وصححه الألباني

③ صحيح البخاري:6474

سات مہلک گناہ!

اہم عناصرِ خطبہ:

① سات مہلک گناہ کون سے ہیں؟

② سات مہلک گناہوں کا اجمالی تذکرہ

③ سات مہلک گناہوں کا تفصیلی تذکرہ

پہلا خطبہ

محترم حضرات! بحیثیت مسلمان ہم سب پر یہ لازم ہے کہ ہم اللہ تعالی اور اس کے رسول جناب محمد ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کریں۔ اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات پر عمل کریں اور ممنوعات ومحرمات سے اپنے دامن کو بچائیں۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی سے اجتناب کریں، اور ان تمام گناہوں اور برائیوں سے پرہیز کریں جو ہمارے لئے دنیا وآخرت میں نقصان دہ ہیں اور جو اللہ تعالی کی ناراضگی کا سبب بنتی ہیں۔ ایک مسلمان کیلئے خواہ وہ مرد ہو یا عورت' ویسے تو تمام گناہوں سے بچنا ضروری ہے، تاہم کچھ گناہ ایسے ہیں جن سے نبی کریم ﷺ نے خصوصی طور پر بچنے کا حکم دیا ہے۔

آج کے خطبۂ جمعہ کا موضوع صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے، جس میں نبی کریم ﷺ نے سات مہلک گناہوں سے بچنے کی تلقین فرمائی۔ آیئے سب سے پہلے وہ حدیث سماعت کیجئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ » ''تم سات ہلاک کردینے والے گناہوں سے اجتناب کرتے رہنا۔''

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کہنے لگے: (وَمَاهُنَّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟) ''یارسول اللہ! وہ کونسے ہیں؟''

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

① « اَلشِّرْكُ بِاللّٰهِ » ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔''

② « وَالسِّحْرُ » ''اور جادو کرنا۔''

③ « وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ » ''اور اُس جان کو قتل کرنا جسے قتل کرنا اللہ نے حرام کردیا ہے، سوائے اس کے کہ اسے حق کے ساتھ قتل کیا جائے۔''

④ « وَأَكْلُ الرِّبَا » ''اور سود کھانا۔''

⑤ « وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ» ''اور یتیم کا مال کھانا۔''

⑥ «وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ»

''اور اُس دن پیٹھ پھیرنا جب مسلمان اور کافر لڑنے کیلئے آمنے سامنے ہوں۔''

⑦ «وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ» ''اور پاکدامن، بدکاری سے بے خبر اور مومنہ عورتوں پر بدکاری کا الزام لگانا۔''[1]

اِس حدیث مبارک میں رسول اکرم ﷺ نے اُن سات گناہوں سے پرہیز کرنے کا حکم دیا ہے جو انسان کی ہلاکت و بربادی کا سبب بن سکتے ہیں۔

آیئے اب ہم ان گناہوں کا تفصیلی تذکرہ کرتے ہیں۔

① اللہ کے ساتھ شرک کرنا

اللہ تعالی کے ساتھ شرک کرنے سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ کی ربوبیت میں کسی کو اس کا شریک بنائے، یعنی وہ یہ عقیدہ رکھے کہ کائنات کو پیدا کرنے میں، یا اس کا نظام چلانے میں، یا مخلوقات کو رزق دینے میں، یا عزت وذلت، یا موت وحیات کے اختیارات میں کوئی اس کا شریک ہے۔

اسی طرح اللہ تعالی کے ساتھ شرک کرنے سے مراد یہ بھی ہے کہ کوئی شخص اللہ کی الوہیت میں کسی کو اس کا شریک بنائے۔ یعنی وہ یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالی کی عبادت میں کسی اور کو اس کا شریک بنایا جا سکتا ہے۔ چاہے وہ کوئی پتھر ہو یا انسان، سورج ہو چاند، نبی ہو یا ولی، فرشتہ ہو یا جن۔

جیسا کہ بہت سارے لوگ

☆ اللہ کے علاوہ کسی اور کے سامنے رکوع وسجود کرتے ہیں اور عقیدت ومحبت کے ساتھ کسی اور کے سامنے جھکتے اور اس کی قدم بوسی کرتے ہیں ...... یہ شرک ہے۔

☆ یا اللہ کے علاوہ کسی اور کے نام کی نذر ونیاز پیش کرتے ہیں ...... یہ بھی شرک ہے۔

☆ یا اللہ کے علاوہ کسی اور کے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں ...... یہ بھی شرک ہے۔

☆ یا اللہ کے علاوہ کسی اور کے سامنے جھولی پھیلاتے ہیں یا کسی اور سے دعا کرتے ہیں ..... یہ بھی شرک ہے

---

① صحيح البخاری : 2766، 5764، 6857، وصحيح مسلم : 89

☆ یا اپنی ضروریات کو پورا کرنے میں اللہ کے علاوہ کسی اور پر توکل کرتے ہیں ..... یہ بھی شرک ہے۔

☆ یا مشکلات کے وقت اللہ کے علاوہ کسی اور کو غوث اور مشکل کشا سمجھتے ہوئے اسے پکارتے ہیں ..... یہ بھی شرک ہے۔

☆ یا اللہ کے علاوہ کسی اور سے امیدیں رکھتے یا ان سے خوف کھاتے ہیں .... یہ بھی شرک ہے۔

الغرض یہ ہے کہ کوئی بھی عبادت غیر اللہ کیلئے سرانجام دینا شرک اکبر ہے۔ اور یہ ایسا گناہ ہے کہ اگر ایک مشرک دنیا میں اس سے سچی توبہ نہ کرے اور اس کی موت شرکیہ عقیدے پر آجائے تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کے اس گناہ کو معاف نہیں کرے گا۔ اور جہنم اس کا دائمی ٹھکانا ہوگی۔ والعیاذ باللہ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴾ ①

''بے شک اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کئے جانے کو معاف نہیں کرتا اور اس کے علاوہ دیگر گناہوں کو جس کے لئے چاہتا ہے معاف کردیتا ہے۔ اور جو شخص اللہ کے ساتھ شریک بناتا ہے وہ بہت دور کی گمراہی میں چلا جاتا ہے۔''

اسی طرح اس کا فرمان ہے: ﴿اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰهُ النَّارُ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴾ ②

''یقین مانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کردی ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہی ہے۔ اور ظالموں کیلئے کوئی مددگار نہ ہونگے۔''

❷ جادو کرنا

سات مہلک گناہوں میں سے دوسرا گناہ جادو کرنا ہے۔ اور جادو کے لئے عربی زبان میں سِحْر کا لفظ استعمال ہوتا ہے جس کی تعریف علماء نے یوں کی ہے:

''سحر وہ عمل ہے جس میں پہلے شیطان کا قرب حاصل کیا جاتا ہے اور پھر اس سے مدد لی جاتی ہے۔''

جبکہ عربی زبان کے مشہور امام الأزھری کہتے ہیں کہ ''سحر دراصل کسی چیز کو اس کی حقیقت سے پھیر دینے کا نام ہے۔'' ③

① النساء4: 116 ② المائدۃ5: 72 ③ تھذیب اللّغۃ: 290/4

اور ابن منظور اس کی توجیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''ساحر (جادوگر) جب باطل کو حق بنا کر پیش کرتا ہے اور کسی چیز کو اس کی حقیقت سے ہٹا کر سامنے لاتا ہے تو گویا وہ اسے دینی حقیقت سے پھیر دیتا ہے۔''[1]

اسی طرح امام ابن قدامہ المقدسی کہتے ہیں:

'جادو' ایسی گرہوں اور ایسے دَم درود اور اُن الفاظ کا نام ہے جنہیں بولا یا لکھا جائے، یا یہ کہ جادوگر ایسا عمل کرے جس سے اس شخص کا بدن یا دل یا عقل متاثر ہو جائے جس پر جادو کرنا مقصود ہو۔[2]

خلاصہ یہ ہے کہ 'سحر' جادوگر اور شیطان کے درمیان ہونے والے ایک معاہدے کا نام ہے جس کی بنا پر جادوگر کچھ حرام اور شرکیہ امور کا ارتکاب کرتا ہے اور شیطان اس کے بدلے میں جادوگر کی مدد کرتا اور اس کے مطالبات کو پورا کرتا ہے۔

شیطان کو راضی کرنے اور اس کا تقرب حاصل کرنے کے لئے جادوگروں کے مختلف وسائل ہیں۔

☆ چنانچہ بعض جادوگر اس مقصد کے لئے قرآن مجید کو (نعوذ باللہ) اپنے پاؤں سے باندھ کر بیت الخلا میں جاتے ہیں۔

☆ اور بعض قرآن مجید کی آیات کو (نعوذ باللہ) گندگی سے لکھتے ہیں۔ اور بعض انہیں (نعوذ باللہ) حیض کے خون سے لکھتے ہیں۔

☆ بعض قرآنی آیات کو (نعوذ باللہ) اپنے پاؤں کے نچلے حصوں پر لکھتے ہیں۔

☆ کچھ جادوگر سورۃ الفاتحہ کو الٹا لکھتے ہیں۔

☆ کچھ بغیر وضو کے نماز پڑھتے ہیں۔

☆ کچھ ہمیشہ حالتِ جنابت میں رہتے ہیں۔

☆ کچھ جادوگروں کو شیطان کے لئے جانور ذبح کرنا پڑتے ہیں اور وہ بھی بسم اللہ پڑھے بغیر۔ اور ذبح شدہ جانور کو شیطان کی بتائی ہوئی جگہ پر پھینکنا پڑتا ہے۔

☆ بعض جادوگر ستاروں کو سجدہ کرتے اور ان سے مخاطب ہوتے ہیں۔

☆ بعض کو اپنی ماں یا بیٹی سے زنا کرنا پڑتا ہے۔

☆ اور کچھ جادوگروں کو عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان میں ایسے الفاظ لکھنا پڑتے ہیں جن میں کفریہ معانی پائے جاتے ہیں۔

---

[1] لسان العرب :348/4

[2] المغنی:10 / 104

شیطان اس طرح کے کفریہ وشرکیہ اعمال جادوگروں سے کرواتے ہیں، پھر ان کی 'خدمت' کرتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ کیا جادو واقعتا اثر رکھتا ہے یا اس کی کوئی تاثیر نہیں ہوتی ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جادو واقعتا اللہ کے حکم سے اثر رکھتا ہے۔ چنانچہ جادو سے کوئی شخص قتل بھی ہوسکتا ہے، بیمار بھی ہوسکتا ہے اور اپنی بیوی کے قریب جانے سے عاجز بھی آ سکتا ہے۔ بلکہ جادو اللہ تعالی کے حکم سے خاوند بیوی کے درمیان جدائی بھی ڈال سکتا ہے اور ایک دوسرے کے دل میں نفرت بھی پیدا کرسکتا ہے اور محبت بھی۔

یاد رکھئے ! یہ سب کچھ اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔ اللہ کے حکم کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔ اور اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ خود نبی کریم ﷺ پر بھی جادو کا اثر ہو گیا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ قبیلہ بنو زُریق سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے (جسے لبید بن اعصم کہا جاتا تھا) رسولِ اکرم ﷺ پر جادو کردیا، جس سے آپ ﷺ متاثر ہوئے۔ چنانچہ آپ کا خیال ہوتا کہ آپ نے فلاں کام کرلیا ہے حالانکہ آپ نے وہ نہیں کیا ہوتا تھا۔ یہ معاملہ ایسے چلتا رہا یہاں تک کہ آپ ایک دن (یا ایک رات) میرے پاس تھے اور بار بار اللہ تعالی سے دعا کر رہے تھے، اس کے بعد مجھ سے فرمانے لگے:

« يَا عَائِشَةُ ! أَشَعَرْتِ أَنَّ اللّٰهَ أَفْتَانِيْ فِيْمَا اسْتَفْتَيْتُهُ، أَتَانِيْ رَجُلَانِ فَقَعَدَ أَحَدُهُمَا عِنْدَ رَأْسِيْ وَالْآخَرُ عِنْدَ رِجْلَيَّ »

''اے عائشہ ! کیا تمھیں معلوم ہے کہ اللہ تعالی نے میری دعا قبول کر لی ہے، میرے پاس دو آدمی آئے تھے، ان میں سے ایک میرے سر اور دوسرا میرے پاؤں کے پاس بیٹھ گیا۔''

اور ایک نے دوسرے سے پوچھا:

(مَا وَجَعُ الرَّجُلِ ؟) ''اس شخص کو کیا ہوا ہے؟''

دوسرے نے کہا: (مَطْبُوْبٌ) ''اس پر جادو کیا گیا ہے۔''

اس نے کہا: کس نے کیا ہے؟

دوسرے نے کہا: لبید بن اعصم نے۔

اس نے کہا: کس چیز میں کیا ہے؟

دوسرے نے کہا: کنگھی، بالوں اور کھجور کے خوشے کے غلاف میں۔

اس نے کہا: جس چیز میں اس نے جادو کیا ہے، وہ کہاں ہے؟

دوسرے نے کہا: بئر ذَروان میں۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ اپنے کچھ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ اس کنویں کو آئے اور پھر واپس آ گئے اور فرمانے لگے: «يَا عَائِشَةُ ! كَأَنَّ مَاءَ هَا نُقَاعَةُ الْحِنَّاءِ أَوْ كَأَنَّ رُؤُسَ نَخْلِهَا رُؤُسُ الشَّيَاطِيْنِ »

''اے عائشہ! اس کا پانی انتہائی سرخ رنگ کا ہو چکا تھا اور اس کی کھجوروں کے سر ایسے تھے جیسے شیطان کے سر ہوں۔'' (یعنی وہ انتہائی بدشکل تھیں)

میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے جادو کو کنویں سے نکالا نہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: «قَدْ عَافَانِي اللّٰهُ ، فَكَرِهْتُ أَنْ أُثَوِّرَ عَلَى النَّاسِ فِيْهِ شَرًّا »

''اللہ تعالیٰ نے مجھے عافیت دی ہے اور میں نہیں چاہتا کہ لوگ کسی شر اور فتنہ میں مبتلا ہو جائیں۔''

اس کے بعد آپ نے اسے نکالنے کا حکم دیا اور پھر اسے زمین میں دبا دیا گیا۔[1]

جادو سیکھنا کفر ہے

یہاں ہم یہ بات واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ جادو سیکھنا اور اس کی تعلیم دینا کفر ہے۔ اور اس کی سب سے بڑی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿وَ اتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوْا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ وَ مَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَ لٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَ مَارُوْتَ وَ مَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَاۤ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ وَ مَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ يَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ وَ لَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَ لَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾[2]

''اور سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت میں شیطان جو پڑھا کرتے تھے، وہ لوگ اس کی پیروی کرنے لگے حالانکہ سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا تھا، البتہ ان شیطانوں نے کفر کیا تھا جو لوگوں کو جادو سکھلاتے تھے اور وہ باتیں جو شہر بابل میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر اتاری گئی تھیں۔ اور وہ دونوں (ہاروت و ماروت) کسی کو جادو نہیں سکھلاتے تھے جب تک یہ نہیں کہہ لیتے کہ ہم آزمائش ہیں پس تو کفر نہ کر۔ اس پر بھی وہ ان سے ایسی باتیں سیکھ لیتے ہیں جن کی وجہ سے وہ خاوند بیوی کے درمیان جدائی کرا دیں حالانکہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر کسی کا جادو

[1] صحیح البخاری کتاب السلام، باب السحر حدیث :5763، صحیح مسلم :2189

[2] البقرۃ 2:102

سے کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ اور ایسی باتیں سیکھ لیتے ہیں جن میں فائدہ کچھ نہیں، نقصان ہی نقصان ہے۔ اور انھیں (یہودیوں کو) یہ معلوم ہے کہ جو کوئی (ایمان دے کر) جادو خریدے وہ آخرت میں بدنصیب ہے۔ اگر وہ سمجھتے ہوتے تو جس کے عوض انھوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا اس کا بدلہ برا ہے۔''

حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلاَ تَكْفُرْ﴾ میں اس بات کی دلیل ہے کہ جادو کا علم سیکھنا کفر ہے۔''①

اسی طرح ابن قدامہؒ کہتے ہیں کہ ''جادو سیکھنا اور سکھانا حرام ہے۔ اور اس میں اہل علم کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ لہٰذا اسے سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے خواہ وہ اس کی تحریم کا عقیدہ رکھے یا اباحت کا۔''②

شریعت میں جادوگر کے متعلق فیصلہ

چونکہ قرآن مجید کی رو سے جادو سیکھنا اور اس کی تعلیم دینا کفر ہے، اس لئے شریعت کی نظر میں جادوگر انتہائی برا انسان ہے۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَطَيَّرَ أَوْ تُطِيِّرَ لَهُ، أَوْ تَكَهَّنَ أَوْ تُكُهِّنَ لَهُ، أَوْ تَسَحَّرَ أَوْ تُسُحِّرَ لَهُ» ③

''وہ شخص ہم میں سے نہیں جو فال نکالے یا نکلوائے، کہانت کرے یا کروائے، جادو کرے یا کروائے۔''

اِس حدیث سے ثابت ہوا کہ وہ شخص امتِ محمدیہ سے خارج ہے جو جادو کرے یا کرائے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت جندب رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں ایک جادوگر کو دیکھا جو جادو کے کرتب دکھلا رہا تھا تو اسے اپنی تلوار کے ساتھ قتل کر دیا۔ اس واقعہ کی سند کو شیخ البانیؒ نے صحیح قرار دیا ہے۔④

اسی طرح بَجالة بن عَبدة بیان کرتے ہیں کہ جناب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اپنے امراء کے نام حکم نامہ جاری فرمایا تھا کہ (اُقْتُلُوا كُلَّ سَاحِرٍ وَسَاحِرَةٍ) ''ہر جادوگر مرد اور ہر جادوگر عورت کو قتل کر دو۔'' چنانچہ ہم نے تین جادوگروں کو قتل کیا۔⑤

---

① فتح الباری:10 / 225 ② المغنی:10 / 106

③ صحیح الجامع الصغیر:5435 ④ سلسلة الأحاديث الضعيفة :1446

⑤ أخرج أصل الحديث البخاري:3156، وأبوداؤد :3043، والبزار ۔ البحر الزخار:1060۔ وصححه الألباني فی تخريج أبی داؤد:3043

اسی طرح امّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے متعلق بھی یہ مروی ہے کہ ایک لونڈی نے ان پر جادو کر دیا تو انھوں نے اسے قتل کر دینے کا حکم دیا۔ ①

انہی دلائل کی بناء پر علمائے امت کا جادوگر کے بارے میں فیصلہ ہے کہ وہ واجب القتل ہے۔ چنانچہ

(۱) امام مالکؒ فرماتے ہیں:

''جادوگر، جو جادو کا عمل خود کرتا ہو اور کسی نے اس کیلئے یہ عمل نہ کیا ہو تو اس کی مثال اُس شخص کی سی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِيْ الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ﴾ ''اور وہ یہ بات بھی خوب جانتے تھے کہ جو ایسی باتوں کا خریدار بنا اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔''

لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ وہ جب خود جادو کا عمل کرے تو اسے قتل کر دیا جائے۔'' ②

(۲) امام ابن قدامہؒ فرماتے ہیں:

''جادوگر کی سزا قتل ہے۔ اور یہ متعدد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مثلاً عمر، عثمان، ابن عمر، حفصہ، جندب بن عبد اللہ، جندب بن کعب، قیس بن سعد رضی اللہ عنہم اور عمر بن عبد العزیزؒ سے مروی ہے۔ اور یہی مذہب امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کا بھی ہے۔'' ③

(۳) اِمام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ آمَنُوْا وَاتَّقَوْا...﴾ سے ان علماء نے دلیل لی ہے جو جادوگر کو کافر کہتے ہیں۔ اور وہ ہیں امام احمد بن حنبلؒ اور سلف صالحینؒ کا ایک گروہ۔ جبکہ امام شافعیؒ اور (دوسری روایت کے مطابق) امام احمدؒ کہتے ہیں کہ جادوگر کافر تو نہیں ہوتا البتہ واجبُ القتل ضرور ہوتا ہے۔ جادوگر کو قتل کر دینا تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے صحیح ثابت ہے۔'' ④

جادوگر اور نجومی کے پاس جانا حرام ہے

عزیزان گرامی! ہم نے جو دلائل اب تک ذکر کئے ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ جادوگر جادو کر کے کفر کا ارتکاب کرتا ہے۔ اور وہ امت محمدیہ سے خارج ہو جاتا ہے۔ اسی لئے وہ واجب القتل بھی ہوتا ہے۔ لہٰذا اِس طرح کے مجرم کے پاس جانا ہی درست نہیں ہے۔ بلکہ یہ حرام ہے۔

---

① معرفة السنن والآثار للبيهقي: 12/ 203

② الموطّا (628) كتاب العقول باب ماجاء فی الغيلة والسحر

③ المغنی: 8/ 106 ④ تفسير ابن كثير: 1/144

کیونکہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«مَنْ أَتٰی عَرَّافًا أَوْ كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ»①

''جو شخص کسی عرّاف (پوشیدہ چیزوں کی اطلاع دینے والے، مستقبل کی خبروں اور قسمت کے بارے میں آگاہ کرنے والے شخص) اور کاہن ونجومی کے پاس گیا اور اس کی باتوں کی تصدیق کی تو اس نے محمد ﷺ پر اتاری گئی شریعت کا انکار کر دیا۔''

دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا:

«مَنْ أَتٰى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةُ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً»②

''جو شخص کسی عرّاف کے پاس گیا، پھر اس سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا تو اس کی چالیس راتوں کی نمازیں قبول نہیں کی جائیں گی۔''

③ قتل کرنا

سات مہلک گناہوں میں سے تیسرا گناہ اُس جان کو قتل کرنا ہے جس کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کسی معصوم جان کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾③

''اور تم اُس جان کو قتل نہ کرنا جسے (قتل کرنا) اللہ نے حرام کر دیا ہے۔ مگر اس صورت میں کہ اس کا قتل کیا جانا برحق ہو۔''

اور ''کسی کا قتل کیا جانا برحق'' اُس وقت ہوتا ہے جب وہ قصداً کسی مومن کو قتل کرے، یا شادی شدہ ہو اور بدکاری کرے، یا وہ دین اسلام سے مرتد ہو جائے۔

جیسا کہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَّا بِإِحْدٰى ثَلَاثٍ: اَلثَّيِّبُ الزَّانِي، وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالتَّارِكُ لِدِينِهِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ»④

---

① صحيح الجامع الصغير :5939
② صحيح الجامع الصغير :5940
③ الإسراء 17: 33
④ صحيح البخاري : ٦٨٧٨ ، وصحيح مسلم : ١٦٧٦

''کسی ایسے مسلمان کا خون حلال نہیں جو یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں ۔ مگر تین میں سے ایک کے ساتھ : شادی شدہ زانی ، جان کے بدلے جان اور دین (اسلام) کو چھوڑنے اور مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہونے والا ۔''

بے گناہ آدمی کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے دس اہم محرمات میں شمار فرمایا ہے ۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

﴿ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ اِيَّاهُمْ وَ لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴾ [1]

''آپ کہہ دیجئے کہ آؤ میں پڑھ کر سناؤں ، وہ چیزیں جو تمھارے رب نے تم پر حرام کر دی ہیں ۔ وہ یہ ہیں کہ کسی چیز کو اس کا شریک نہ بناؤ ۔ اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو ۔ اور محتاجی کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو ۔ ہم ہی تمھیں بھی روزی دیتے ہیں اور انھیں بھی ۔ اور بے حیائی کے کاموں کے قریب تک نہ جاؤ چاہے وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ ۔ اور اس جان کو قتل نہ کرو جسے (قتل کرنا) اللہ نے حرام کر دیا ہے ۔ مگر یہ کہ کسی شرعی حق کی وجہ سے کسی کو قتل کرنا پڑے ۔ اللہ نے تمھیں ان باتوں کا تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو ۔''

دوسری طرف رسول اکرم ﷺ نے خونِ مسلم کو مکہ مکرمہ کی حرمت ، ذوالحجہ کے مہینے کی حرمت اور یومِ عرفہ کی حرمت کی طرح حرمت والا قرار دیا ہے ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ عرفات میں پہنچے اور لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا : « إِنَّ دِمَاءَ كُمْ وَأَمْوَالَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا..... » [2]

''بے شک تمھارے خون اور تمھارے مال حرمت والے ہیں ، جس طرح تمھارا یہ دن تمھارے اس مہینے میں اور تمھارے اس شہر میں حرمت والا ہے ...''

یعنی جس طرح مکہ مکرمہ کی حرمت کو پامال کرنا ، یا ذوالحج کے مہینے کی حرمت کو پامال کرنا ، یا یوم عرفہ کی حرمت کو پامال کرنا حرام ہے ، اسی طرح مومن کا خون بہانا بھی حرام ہے ۔

یہی وجہ ہے کہ قیامت کے روز سب سے پہلے خونوں کے متعلق فیصلہ کیا جائے گا ۔

---

① الأنعام6: 151 ② صحیح مسلم: 1218

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: «أَوَّلُ مَا يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الدِّمَاءِ»①
''قیامت کے دن لوگوں میں سب سے پہلے خونوں کا فیصلہ کیا جائے گا۔''
اور بے گناہ آدمی کو قتل کرنا اتنا بڑا گناہ ہے کہ جو شخص کسی مومن کو عمداً قتل کرتا ہے اس کیلئے اللہ تعالی نے پانچ سخت وعیدیں ذکر کی ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَأَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا﴾②
''اور جو کوئی کسی مومن کو قصداً قتل کر ڈالے اس کی سزا جہنم ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ تعالی کا غضب ہے، اس پر اللہ تعالی کی لعنت ہے اور اس نے اس کیلئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''
اور رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:
«كُلُّ ذَنْبٍ عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَّغْفِرَهٗ إِلَّا الرَّجُلُ يَقْتُلُ الْمُؤْمِنَ مُتَعَمِّدًا ، أَوِ الرَّجُلُ يَمُوتُ كَافِرًا»③
''ممکن ہے کہ اللہ تعالی ہر گناہ معاف کر دے، سوائے اس آدمی کے جس نے مومن کو جان بوجھ کر قتل کیا، یا وہ آدمی جو کفر کی حالت میں مر گیا۔''
اسی طرح رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:
«لَوْ أَنَّ أَهْلَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ اشْتَرَكُوْا فِيْ دَمِ مُؤْمِنٍ لَأَكَبَّهُمُ اللّٰهُ فِي النَّارِ»
''اگر آسمان اور زمین والے (سب کے سب) ایک مومن کا خون بہانے میں شریک ہو جائیں تو اللہ تعالی ان سب کو جہنم میں ڈال دے گا۔''④
قتل مومن اتنا بڑا گناہ ہے کہ اگر ایک شخص مومن کو قتل کرنے کی کوشش میں خود مارا جائے تو وہ جہنم میں چلا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:
«إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ»
''جب دو مسلمان اپنی تلواروں کے ساتھ ایک دوسرے پر حملہ آور ہوں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں چلے جاتے ہیں۔''
کہا گیا: یا رسول اللہ! یہ تو قاتل ہوا، مقتول کیوں جہنم میں جاتا ہے؟
تو آپ ﷺ نے فرمایا:

---

① صحيح البخاري :6533، 6864، وصحيح مسلم :1678 ② النساء4: 93
③ سنن النسائي :3984- وصححه الألباني ④ جامع الترمذي :1398 - وصححه الألباني

«إِنَّهُ كَانَ حَرِيْصًا عَلٰى قَتْلِ صَاحِبِهٖ» ①

"کیونکہ وہ اپنے ساتھی کو قتل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔"

سامعین کرام! قتل تو یہود ونصاریٰ میں سے بھی کسی ایسے شخص کا ہو جس کو اسلامی مملکت میں جان ومال کے تحفظ کی ضمانت دی گئی ہو تو یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس کی وجہ سے قاتل کا جنت میں داخل ہونا تو دور کی بات، وہ جنت کی خوشبو تک نہیں پائے گا۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: «مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرَحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ ، وَإِنَّ رَائِحَتَهَا تُوْجَدُ مِن مَّسِيْرَةِ أَرْبَعِيْنَ عَامًا» ②

"جو شخص کسی ایسے آدمی کو قتل کرے جس کو اسلامی مملکت میں جان ومال کے تحفظ کی ضمانت دی جا چکی ہو تو وہ جنت کی خوشبو تک نہیں پائے گا، حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے محسوس کی جا سکے گی۔"

④ سود کھانا

سات مہلک اور تباہ کن گناہوں میں سے چوتھا گناہ ہے: سود کھانا

اللہ تعالیٰ نے سود کو واضح طور پر حرام قرار دیا ہے۔

فرمایا: ﴿وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ ③

"اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام کر دیا ہے۔"

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تمام اہل ایمان کو سود کھانے سے منع فرمایا ہے۔ اس کا فرمان ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ ④

"اے ایمان والو! تم بڑھا چڑھا کر سود نہ کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو سکو۔"

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے سود کو ترک کرنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا: اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو سمجھ لو کہ تم نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف اعلان جنگ کر دیا ہے۔

ارشاد ہے: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ☆ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ﴾ ⑤

① صحيح البخاری :2888 ② صحيح البخاری :3166 ③ البقرة: 275

④ آل عمران 130:3 ⑤ البقرة 2 :278-279

''اے ایمان والو! اللہ تعالی سے ڈرو اور اگر تم سچے مومن ہو تو جو سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو ۔ پھر اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ تعالی اور اس کے رسول سے جنگ کرنے کیلئے تیار ہو جاؤ۔''

اگر کوئی شخص سود کی حرمت کا علم ہونے کے باوجود سودی لین دین جاری رکھے تو اسے یقین کر لینا چاہئے کہ اس کے معاشی حالات تباہی اور بربادی کی طرف جا رہے ہیں ۔ ہوسکتا ہے کہ اس کو وقتی طور پر ایسا لگے کہ اس کی معاشی حالت بہت بہتر ہو رہی ہے ، لیکن آخر کار اس کا انجام بربادی کے سوا کچھ نہیں ۔

کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے : ﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ يُرْبِي الصَّدَقٰتِ﴾ [1]

''اللہ سود کو مٹاتا اور صدقوں کو بڑھاتا ہے۔''

اور رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے : «مَا أَحَدٌ أَكْثَرَ مِنَ الرِّبَا إِلَّا كَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهِ إِلٰى قِلَّةٍ» [2]

''کوئی شخص چاہے کتنا سود لے لے اس کا انجام آخر کار قلت اور خسارہ ہی ہوگا۔''

سودی لین دین کرنے والے شخص کو اللہ تعالی سے ڈرنا چاہئے اور فوری طور پر توبہ کر کے اسے اِس حرام لین دین کو ترک کر دینا چاہئے ۔ ورنہ وہ یہ بات یاد رکھے کہ جب تک وہ سودی لین دین کرتا رہے گا اس پر رسول اکرم ﷺ کی لعنت اور پھٹکار پڑتی رہے گی ۔

جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ «لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ آكِلَ الرِّبَا ، وَمُوْكِلَهُ ، وَكَاتِبَهُ ، وَشَاهِدَيْهِ ، وَقَالَ : هُمْ سَوَاءٌ» [3]

یعنی رسول اللہ ﷺ نے لعنت بھیجی سود کھانے والے پر ، سود کھلانے والے پر ، اس کے لکھنے والے پر ، اس کے گواہوں پر ۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ سب گناہ میں برابر ہیں ۔''

۵ یتیم کا مال کھانا

سات مہلک اور تباہ کن گناہوں میں سے پانچواں گناہ ہے: یتیم کا مال کھانا۔

اللہ تعالی نے یتیموں کے سرپرستوں کو ان کا مال انھیں دینے کا حکم دیا ہے اور اسے خود کھانے سے منع فرمایا ہے ۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے : ﴿وَ اٰتُوا الْيَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ وَ لَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ وَ لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا﴾ [4]

---

[1] البقرة 2: 276
[2] سنن ابن ماجه :2279- وصححه الألباني
[3] صحيح مسلم :1598
[4] النساء 4: 2

''اور یتیموں کو ان کے مال واپس کردو۔ اور ان کی کسی اچھی چیز کے بدلے انھیں گھٹیا چیز نہ دو۔ اور ان کے مال اپنے مالوں کے ساتھ ملا کر نہ کھاؤ۔ یقیناً یہ بہت بڑا گناہ ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے یتیموں کے سرپرستوں کو تین قسم کے احکامات جاری فرمائے ہیں۔

پہلا یہ کہ یتیموں کے مال یتیموں کو واپس کردو، یعنی جب یتیم بچے بالغ اور باشعور ہو جائیں اور مالی معاملات کو خود سنبھالنے کے لائق ہو جائیں تو انھیں ان کے مال واپس لوٹا دو۔ تاکہ وہ اپنی ضرورت کے مطابق انھیں استعمال میں لاسکیں۔

دوسرا یہ کہ ان کی کسی اچھی چیز کے بدلے انھیں کوئی گھٹیا چیز نہ دیا کرو۔ کیونکہ جاہلیت کے دور میں یتیموں کے سرپرست یتیموں کا عمدہ مال اور ساز وسامان اپنے پاس رکھ لیا کرتے تھے اور اس کے بدلے انھیں اپنا گھٹیا مال اور حقیر ساز وسامان دے دیا کرتے تھے۔ اللہ تعالی نے انھیں ایسا کرنے سے منع فرمادیا۔

تیسرا یہ کہ اپنے اور یتیموں کے مال خلط ملط کرکے یتیموں کے مال کھانے کی کوشش نہ کیا کرو۔ کیونکہ جاہلیت کے دور میں لوگ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ سو اللہ تعالی نے اس سے بھی منع کردیا۔

پھر آیت کے آخر میں یتیموں کے مال کھانے کو بہت بڑا گناہ قرار دیا۔

یتیموں کا مال کھانا کتنا بڑا گناہ ہے اور اس کا بدلہ کیا ہے اس کا اندازہ آپ اللہ تعالی کے اس فرمان سے کر سکتے ہیں۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ أَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ﴾[1]

''وہ لوگ جو ظلم کرتے ہوئے یتیموں کا مال ہڑپ کر جاتے ہیں وہ درحقیقت اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں اور وہ عنقریب جہنم کی آگ میں داخل ہونگے۔''

عزیز القدر بھائیو! یتیموں کا مال کھانا تو دور کی بات، اللہ تعالی نے ان کے مال کے قریب جانے سے بھی منع فرمایا ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ إِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ أَشُدَّهٗ﴾[2]

''اور یتیم کے مال کے قریب تک نہ جاؤ، مگر ایسے طریقے سے جو اس کے حق میں بہتر ہو، یہاں تک کہ وہ جوان ہو جائے۔''

---

① النساء4: 10 ② الأنعام6: 152
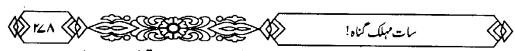
یعنی یتیم کے بالغ اور باشعور ہونے تک اس کے مال کی حفاظت کرو اور یتیم کی خیر خواہی کرو، نہ یہ کہ اس کے مال کو فضول خرچیوں میں اڑا دو، یا اس میں بے جا تصرف کر کے اسے ٹھکانے لگا دو۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَ لَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّ بِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا﴾[1]

''اور ان کے بڑے ہو جانے کے ڈر سے ان کے مالوں کو جلدی جلدی فضول خرچیوں میں تباہ نہ کرو۔''

ہاں اگر یتیم کا سرپرست خود فقیر ہو اور یتیموں کی دیکھ بھال کی وجہ سے کوئی اور کام نہ کر سکتا ہو تو وہ اپنی ضرورت کے مطابق اس کے مال میں سے واجبی طور پر کھا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ مَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَ مَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾[2]

''اور جو مالدار ہو تو وہ (ان کے مال سے) بچتا رہے۔ اور جو فقیر ہو تو دستور کے مطابق واجبی طور پر کھا سکتا ہے۔''

❻ میدانِ جنگ سے پیٹھ پھیرنا

سات مہلک اور تباہ کن گناہوں میں سے چھٹا گناہ ہے: میدان جنگ سے پیٹھ پھیرنا۔

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو میدان جنگ سے پیٹھ پھیر کر بھاگنے سے منع کیا ہے۔ اس کا فرمان ہے:

﴿يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ﴾[3]

''اے ایمان والو! جب تم کافروں کے بالمقابل صف آرا ہو جاؤ تو ان سے پیٹھ مت پھیرنا۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمان جب کافروں سے برسر پیکار ہوں اور میدان کارزار میں ان کے آمنے سامنے ہوں تو میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہونا حرام ہے۔ اور یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ مَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ مَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾[4]

''اور جو شخص ان سے اس موقع پر پیٹھ پھیرے گا، سوائے اس کے کہ اس میں کوئی جنگی چال ہو، یا (اسلامی فوج کی کسی) جماعت سے مل جانا مقصود ہو تو وہ اللہ کے غضب کا مستحق ہوگا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔ اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ دو مقاصد کیلئے میدان جنگ سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا جائز ہے۔ ایک یہ کہ جنگی چال چلتے ہوئے دشمن کو دھوکے میں ڈالنے کی غرض سے ایک طرف پھرنا اور پھر اچانک پلٹ کر حملہ کر کے اسے زیادہ نقصان

[1] النساء 4:6 [2] النساء 4:6 [3] الأنفال 8:15 [4] الأنفال 8:16

پہنچانے کا ارادہ ہو۔ دوسرا یہ کہ پیچھے ہٹ کر اپنی جماعت کے ساتھ ملنا اور اس کے ساتھ مل کر دوبارہ زوردار حملہ کرنا مقصود ہو۔

ان دو مقاصد کے علاوہ میدانِ جنگ سے پیٹھ پھیر کر بھاگنے والا شخص گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے غضب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ اور اس کا ٹھکانہ جہنم بنا دیا جاتا ہے، جو کہ بہت ہی بری جگہ ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہم سب کو ان تمام گناہوں سے بچنے کی توفیق دے۔ اور اگر ہم میں سے کسی نے ان گناہوں میں سے کسی گناہ کا ارتکاب کیا ہے تو وہ ہمیں معاف فرمائے اور ہمیں ان سے سچی توبہ کرنے کی توفیق دے۔

دوسرا خطبہ

سامعین گرامی! پہلے خطبہ میں ہم نے سات مہلک گناہوں میں سے چھ گناہوں کا تذکرہ کیا ہے۔ اب اس موضوع کو مکمل کرتے ہوئے ساتویں گناہ کا تذکرہ کرتے ہیں۔

۷ بے گناہ، پاکدامن اور مومنہ عورتوں پر بدکاری کا الزام لگانا

مہلک اور تباہ کن گناہوں میں سے ساتواں گناہ ہے: بے گناہ، پاکدامن اور مومنہ عورتوں پر بدکاری کا الزام لگانا۔

یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ اگر الزام تراشی کرنے والے لوگ چار گواہ پیش نہ کر سکیں تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اس دنیا میں اسی (۸۰) کوڑوں کی سزا دینے کا حکم دیا ہے۔ اور انھیں فاسق وفاجر قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴾[1]

''اور جو لوگ پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں، پھر چار گواہ پیش نہ کر سکیں تو انھیں تم اسی (۸۰) کوڑے مارو۔ اور کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو۔ اور یہی لوگ ہی فاسق ہیں۔''

اور دوسری آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو دنیا وآخرت میں ملعون قرار دیا ہے۔ اور آخرت میں انھیں بڑے عذاب کی وعید دی ہے۔ اس کا فرمان ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾[2]

---

[1] النور 24: 4　[2] النور 24: 23

''جو لوگ پاکدامن، بدکاری سے بے خبر، مومنہ عورتوں پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں، وہ یقیناً دنیا و آخرت میں ملعون ہیں۔ اور ان کیلئے بڑا عذاب ہے۔''

لہٰذا ہمیں اپنی زبانوں کو تہمت بازی اور الزام تراشی سے بچانا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو تمام گناہوں سے بچنے کی توفیق دے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

ظلِ عرشِ الٰہی کے حقدار کون؟

اہم عناصرِ خطبہ:

① ظلِ عرشِ باری تعالی کے مستحق کون؟

② ظلِ عرشِ باری تعالی کے مستحقین کا اجمالی تذکرہ

③ ظلِ عرشِ باری تعالی کے مستحقین کا تفصیلی تذکرہ

پہلا خطبہ

محترم حضرات! آج کے خطبۂ جمعہ کا موضوع صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ایک متفق علیہ حدیث ہے، جس میں نبی کریم ﷺ نے اُن سات قسم کے خوش نصیب لوگوں کا تذکرہ فرمایا ہے جنھیں قیامت کے روز عرشِ باری تعالی کا سایہ نصیب ہوگا اور اُس روز اس کے سائے علاوہ کوئی اور سایہ نہ ہوگا۔ آیئے سب سے پہلے وہ حدیث سماعت کیجئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِي ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ »

''سات قسم کے لوگ ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے سائے میں جگہ دے گا اور اس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی اور سایہ نہ ہوگا۔''

① « اَلْإِمَامُ الْعَادِلُ » ''عادل حکمران۔''

② « وَشَابٌّ نَشَأَ بِعِبَادَةِ اللّٰهِ » ''وہ نوجوان جس کی نشو ونما اللہ کی عبادت کے ساتھ ہوئی۔''

③ « وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ » ''وہ آدمی جس کا دل مسجدوں میں لٹکا ہوا ہو۔''

④ « وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ ، اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ » '' وہ دو آدمی جنھوں نے آپس میں ایک دوسرے سے اللہ کی رضا کیلئے محبت کی، اسی پر اکٹھے ہوئے اور اسی پر جدا جدا ہوئے۔''

⑤ « وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَّجَمَالٍ فَقَالَ : إِنِّي أَخَافُ اللّٰهَ » ''وہ آدمی جس کو ایک عہدے دار خوبصورت عورت نے دعوتِ (زنا) دی تو اس نے کہا: میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔''

⑥ « وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهُ »

’’ وہ آدمی جس نے اس طرح خفیہ طور پر صدقہ کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ چل سکا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔‘‘

⑦ « وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ » ’’اور وہ آدمی جس نے علیحدگی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا تو اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔‘‘[1]

عزیز القدر بھائیو!

قیامت کا روز انتہائی ہولناک ہوگا۔ اور اتنا طویل دن ہوگا کہ انسان اس کی لمبائی کا سن کر ہی دنگ رہ جاتا ہے اور اس کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی لمبائی پچاس ہزار سال ذکر کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ﴾[2]

’’ فرشتے اور جبریل امین اس کے پاس چڑھ کر جائیں گے ایک ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی۔‘‘

جی ہاں! پچاس سال نہیں، پچاس ہزار سال !!!

وہ دن اتنا لمبا اور اِس قدر ہولناک ہوگا کہ اس میں بچے بوڑھے ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبَا ﴾[3]

’’اگر تم نے کفر کی راہ اختیار کی تو اس دن کے عذاب سے کیسے بچو گے جو بچوں کو بوڑھا بنا دے گا۔‘‘

اُس دن سورج بہت ہی قریب ہوگا اور اس کی دھوپ کی شدت کی وجہ سے لوگ اپنے پسینوں میں ڈوب رہے ہوں گے۔

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے:

« تُدْنَى الشَّمْسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْخَلْقِ حَتّٰى تَكُوْنَ مِنْهُمْ كَمِقْدَارِ مِيْلٍ »

’’ قیامت کے روز سورج کو مخلوق سے قریب کر دیا جائے گا حتی کہ وہ ان سے ایک میل کے فاصلے پر رہ جائے گا۔‘‘

---

① صحیح البخاری :660، صحیح مسلم :1031 ② المعارج70 : 4

③ المزمل73 :17

سلیم بن عامر کہتے ہیں:

(مَا أَدْرِیْ مَا یَعْنِیْ بِالْمِیْلِ، أَمَسَافَةَ الْأَرْضِ أَوِ الْمِیْلَ الَّذِیْ تُکْحَلُ بِهِ الْعَیْنُ)

میں نہیں جانتا کہ میل سے مراد زمین کی مسافت ہے یا اس سے مراد وہ سلائی ہے جس کے ذریعہ آنکھ میں سرمہ لگایا جاتا ہے!

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: «فَیَکُوْنُ النَّاسُ عَلَی قَدْرِ أَعْمَالِهِمْ فِی الْعَرَقِ»

''لوگوں میں سے ہر ایک اپنے اپنے عمل کے مطابق پسینے میں ہوگا۔''

«فَمِنْهُمْ مَّنْ یَّکُوْنُ إِلٰی کَعْبَیْهِ»

''ان میں سے کسی کا پسینہ اس کے ٹخنوں تک ہوگا۔''

«وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّکُوْنُ إِلٰی رُکْبَتَیْهِ»

''کسی کا پسینہ اس کے گھٹنوں تک ہوگا۔''

«وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّکُوْنُ إِلٰی حِقْوَیْهِ»

''کسی کا پسینہ اس کی کوکھ تک ہوگا۔''

«وَمِنْهُمْ مَّنْ یُلْجِمُهُ الْعَرَقُ إِلْجَامًا» قَالَ: وَأَشَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِیَدِهِ إِلٰی فِیْهِ.

''اور (آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ) کسی کو اس کا پسینہ لگام دے رہا ہوگا (یعنی اس کے منہ تک ہوگا۔)''[1]

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ الْعَرَقَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ لَیَذْهَبُ فِی الْأَرْضِ سَبْعِیْنَ بَاعًا، وَإِنَّهُ لَیَبْلُغُ إِلٰی أَفْوَاهِ النَّاسِ أَوْ آذَانِهِمْ»[2]

''قیامت کے دن پسینہ زمین میں ستر باع (یعنی ستر مرتبہ دونوں ہاتھوں کے پھیلاؤ کے بقدر) ہوگا اور وہ لوگوں کے منہ یا ان کے کانوں تک پہنچ رہا ہوگا۔''

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

«﴿یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ﴾ حَتّٰی یَغِیْبَ أَحَدُهُمْ فِیْ رَشْحِهِ إِلٰی أَنْصَافِ أُذُنَیْهِ»[3]

---

① صحیح مسلم:2864 ② صحیح البخاری :6532، صحیح مسلم :2863

③ صحیح البخاری :4938

’’جب لوگ رب العالمین کیلئے کھڑے ہونگے تو اس دن ان میں سے ایک اپنے پسینے میں اپنے کانوں کے درمیان تک چھپ رہا ہوگا۔‘‘

عزیزان گرامی! اِس طرح کی صورتحال میں کوئی سایہ نہ ہوگا سوائے عرش باری تعالی کے سائے کے۔اور اُس سائے میں چند خوش نصیب لوگوں کو ہی جگہ ملے گی۔ یہ خوش نصیب لوگ کون ہونگے! ان کے بارے میں آپ نے حدیث سماعت کی۔ آیئے اب ان حضرات کا تذکرہ قدرے تفصیل سے کرتے ہیں۔لیکن اِس کی تفصیلات میں جانے سے قبل کچھ تنبیہات:

☆ پہلی تنبیہ یہ ہے کہ حدیث میں جو (سبعة) کا لفظ آیا ہے، جس کا معنی ہے سات، تو اس سے مراد سات افراد نہیں، بلکہ سات قسم کے لوگ ہیں۔ کیونکہ حدیث میں اللہ کے نبی ﷺ نے چند اوصاف ذکر کئے ہیں۔ چنانچہ یہ اوصاف جن لوگوں میں بھی ہونگے وہ عرش باری تعالی کے سائے تلے جمع ہونگے۔

☆ دوسری تنبیہ یہ ہے کہ یہ خوش نصیب لوگ صرف مردوں میں سے ہی نہیں ہونگے، بلکہ جن خواتین میں یہ صفات ہونگی، وہ بھی ان حضرات میں شامل ہونگی۔

☆ تیسری تنبیہ یہ ہے کہ عرش باری تعالی کے سائے تلے جمع ہونے والے خوش نصیب لوگ صرف سات قسم کے ہی نہیں ہونگے، بلکہ ان میں کچھ اور لوگ بھی شامل ہیں، جن کا ذکر دیگر احادیث میں کیا گیا ہے۔اور ہم خطبہ کے آخر میں ان کا بھی تذکرہ کریں گے۔ان شاء اللہ تعالی

☆ چوتھی تنبیہ یہ ہے کہ ہم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جو حدیث ذکر کی ہے اس میں یہ ہے کہ « فِيْ ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ » یعنی ان خوش نصیب لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سائے میں جگہ دے گا اور اس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی اور سایہ نہ ہوگا۔ جبکہ اسی حدیث کی ایک اور روایت جو سنن سعید بن منصور میں ہے اور اس کی سند کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں حسن قرار دیا ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں: « سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّ عَرْشِهِ ... » یعنی سات قسم کے لوگوں کو اللہ تعالی اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا.... اسی طرح بعض دیگر روایات میں بھی ہے کہ یہ سایہ اللہ تعالی کے عرش کا ہوگا۔ ہم یہ روایات آگے چل کر ذکر کریں گے ان شاء اللہ تعالی۔ تو اس کے بارے میں اگرچہ اہل علم کے مختلف اقوال پائے جاتے ہیں، تاہم سلف صالحین کی ایک بہت بڑی جماعت اس بات کی قائل ہے کہ مطلق کو مقید پر محمول کرتے ہوئے اس سے مراد عرش باری تعالیٰ کا سایہ ہی ہے۔ جبکہ شیخ ابن بازؒ کا کہنا ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالی کا سایہ ہے۔اور اس کی کیفیت خود اللہ تعالی ہی بہتر جانتا ہے۔ چونکہ حدیث میں اللہ کے سائے کا ذکر ہے اس لئے اسے بغیر تاویل وتکییف کے ماننا ضروری ہے۔

ان تنبیہات کے بعد آیئے اب ہم اس حدیث میں مذکور سات قسم کے لوگوں کا تذکرہ تفصیل سے کرتے ہیں۔

❶ (اَلْإِمَامُ الْعَادِلُ) ''عادل حکمران۔''

ان خوش نصیب لوگوں میں سے پہلا شخص ہے: عدل وانصاف کرنے والا حکمران، جو اپنی حکمرانی کے دور میں رعایا کے ساتھ خود بھی عدل وانصاف کرے اور اپنی مملکت کے باقی تمام چھوٹے بڑے ذمہ داران کو بھی عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کا حکم دے۔ وہ خود بھی اپنی رعایا پر ظلم وزیادتی نہ کرے اور اپنے وزیروں، مشیروں اور تمام محکموں کے افسروں کو بھی اس سے منع کرے۔

(اَلْإِمَامُ) سے مراد صرف اعلی حکمران (ملک کا سربراہ) ہی نہیں بلکہ اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جن کے پاس فیصلہ کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔ مثلا قاضی اور افسران بالا وغیرہ۔

اور (اَلْعَادِلُ) سے مراد وہ ہے جو بغیر افراط وتفریط کے اللہ تعالی کے دین کے مطابق فیصلہ کرے۔

اللہ رب العزت نے حضرت داوٗد علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ

﴿يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ [1]

''اے داوٗد! ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔ لہٰذا لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا اور خواہش نفس کی اتباع نہ کرنا، ورنہ یہ بات آپ کو اللہ کی راہ سے بہکا دے گی۔''

آپ غور کریں کہ اللہ تعالی نے انصاف پر مبنی فیصلے کرنے کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ خواہش نفس کی پیروی کرنے سے بھی منع کیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص فیصلہ کرتے وقت چاہے اپنی خواہش نفس کی پیروی کرے یا لوگوں کی خواہشات کو مدنظر رکھے تو اس کے فیصلے انصاف پر مبنی نہیں ہوتے۔ بلکہ اس کے فیصلوں میں بے انصافی اور حتی کہ ظلم تک بھی پایا جاتا ہے۔

بالکل اسی طرح کا حکم اللہ تعالی نے اپنے آخری پیغمبر جناب محمد ﷺ کو بھی دیا۔ چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ﴾ [2]

''لہٰذا آپ ان کے درمیان فیصلے اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق کیجئے اور ان کی خواہشات کے پیچھے نہ چلئے کہ آپ کے پاس حق آچکا ہے۔''

---

① ص 38:26 ② المائدة 5:48

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تمام اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ جب اقتدار میں ہوں اور ان کے پاس فیصلے کرنے کا اختیار ہو تو وہ عدل وانصاف کریں۔

باری تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ﴾ ①

''بے شک اللہ تعالیٰ تمھیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حقداروں کو ادا کر دیا کرو اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلے کرنے لگو تو عدل کے ساتھ فیصلے کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ یقیناً تمھیں اچھی نصیحت کرتا ہے۔''

عدل وانصاف کے ساتھ فیصلے کرنے والے لوگوں کی فضیلت بیان کرتے ہوئے رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ الْمُقْسِطِيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ عَلٰى مَنَابِرَ مِن نُّوْرٍ عَنْ يَمِيْنِ الرَّحْمٰنِ عَزَّ وَجَلَّ، وَكِلْتَا يَدَيْهِ يَمِيْنٌ، اَلَّذِيْنَ يَعْدِلُوْنَ فِي حُكْمِهِمْ وَأَهْلِيْهِمْ وَمَا وَلُوْا» ②

''بلاشبہ عدل وانصاف کرنے والے لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں نور سے بنے ہوئے ان منبروں پر ہونگے جو رحمٰن کے دائیں طرف ہونگے۔ اور اس کے دونوں ہاتھ ہی دائیں ہیں۔ یہ وہ لوگ ہونگے جو اپنے فیصلوں میں، اپنے گھر والوں میں اور اپنی ہر ذمہ داری میں انصاف کرتے تھے۔''

اور جو حاکم یا قاضی یا وزیر یا افسر اپنی رعایا کے ساتھ ناانصافی اور ظلم وزیادتی کرے تو اس کے بارے میں اللہ کے نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيْهِ اللّٰهُ رَعِيَّةً ، يَمُوْتُ يَوْمَ يَمُوْتُ وَهُوَ غَاشٌّ لِرَعِيَّتِهٖ ، إِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ» ③

''جس بندے کو اللہ تعالیٰ کسی رعایا کی ذمہ داری سونپے، پھر وہ اپنی موت کے وقت اپنی رعایا سے دھوکا کر رہا ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ جنت کو حرام کر دیتا ہے۔''

② «وَشَابٌّ نَشَأَ بِعِبَادَةِ اللّٰهِ»

''وہ نوجوان جس کی نشو ونما اللہ کی عبادت کے ساتھ ہوئی۔''

① النساء4: 58

② صحیح مسلم: 1827

③ صحیح البخاری: 7151 ، وصحیح مسلم: 142 واللفظ لمسلم

یہ ہے اُن سات قسم کے لوگوں میں سے دوسرا خوش نصیب جسے اللہ تعالیٰ اپنے عرش کا سایہ نصیب کرے گا۔

محترم بھائیو اور قابل فخر بہنو!

انسان کی زندگی میں جوانی کا مرحلہ بڑا ہی حساس ہوتا ہے۔ اِس مرحلے میں نوجوان عموماً اپنی خواہشات کے پیچھے چلتے ہیں اور اپنی جوانی کی زندگی کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں گزار دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ جوانی موج مستی کیلئے ہے، جہاں تک دین پر عمل کرنے کا تعلق ہے تو ان کے خیال کے مطابق اس کیلئے ابھی بہت لمبی زندگی بڑی ہے!!! لیکن جس نوجوان کی جوانی اللہ کی عبادت اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری میں گزر جائے تو اس کو اللہ تعالیٰ بقیہ زندگی میں بھی اپنے دین پر قائم رہنے کی توفیق دیتا ہے۔ اور اسی پر اس کا خاتمہ بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ قیامت کے روز وہ اُن خوش نصیب لوگوں میں شامل ہوگا جنھیں اللہ تعالیٰ اپنے عرش کا سایہ نصیب کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں چند نوجوانوں کا قصہ ذکر کیا ہے جنھوں نے ایک کہف (غار) میں پناہ لے کر اپنے ایمان کو بچایا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف کی ہے کہ وہ اپنے رب پر ایمان لائے اور پھر اس کی توحید پر ڈٹ گئے۔ اور شرک کرنے سے صاف انکار کر دیا۔

باری تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ☆ وَّ رَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاۡ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا﴾ ①

''ہم آپ کو ان کا صحیح واقعہ سناتے ہیں۔ وہ بلا شبہ کچھ نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے۔ اور ہم نے انھیں راہِ راست کی طرف زیادہ ہدایت دی تھی۔ اور ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط رکھا جب وہ (دعوتِ حق کیلئے) کھڑے ہوئے اور کہا: ہمارا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے۔ ہم اس کے سوا کسی دوسرے معبود کو ہرگز نہیں پکاریں گے۔ ورنہ ہم حقیقت سے دور کی بات کہیں گے۔''

عزیز القدر نوجوانو! اپنی جوانی کو غنیمت سمجھو اور فتنوں کے اِس دور میں اپنی جوانی کی حفاظت کرو۔ اور اپنی توانائیوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری میں کھپا دو۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ ، شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ ، وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ ، وَحَيَاتَكَ قَبْلَ

① الکہف 18: 13-14

مَوْتِكَ، وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ ، وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ »

''پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو۔ اپنی جوانی کو اپنے بڑھاپے سے پہلے، اپنی فراغت کو اپنی مصروفیت سے پہلے، اپنی زندگی کو اپنی موت سے پہلے، اپنی تندرستی کو اپنی بیماری سے پہلے اور اپنی خوشحالی کو اپنی غربت سے پہلے۔''①

نوجوانو! یہ بات یاد رکھو کہ قیامت کے روز جن پانچ سوالوں کے جوابات ہر بندے کو دینا پڑیں گے ان میں سے ایک سوال جوانی کے متعلق ہوگا کہ اسے کس چیز میں کھپا دیا تھا؟ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں یا نافرمانی میں؟

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا تَزُولُ قَدَمَا ابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عِنْدِ رَبِّهِ حَتّٰى يُسْأَلَ عَنْ خَمْسٍ :عَنْ عُمُرِهِ فِيمَ أَفْنَاهُ ، وَعَنْ شَبَابِهِ فِيمَ أَبْلَاهُ ، وَ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَ أَنْفَقَهُ ، وَ مَاذَا عَمِلَ فِيمَا عَلِمَ»②

''قیامت کے دن پانچ چیزوں کے بارے میں سوالات سے پہلے کسی بندے کے قدم اپنے رب کے پاس سے ہل نہیں سکیں گے: عمر کے بارے میں کہ اس نے کیسے گزاری؟ جوانی کے بارے میں کہ اس نے اسے کس چیز میں کھپایا؟ مال کے بارے میں کہ اس نے اسے کہاں سے کمایا اور کہاں پر خرچ کیا؟ اور علم کے بارے میں کہ اس نے اس پر کتنا عمل کیا؟''

③ «وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ» ''وہ آدمی جس کا دل مسجدوں میں لٹکا ہوا ہو۔''

عرش باری تعالیٰ کے سائے تلے جگہ پانے والے خوش نصیب لوگوں میں تیسری قسم کے لوگ وہ ہیں جنھیں اللہ کے گھروں سے شدید محبت ہوتی ہے۔ وہ جب مسجدوں میں داخل ہوتے ہیں تو انھیں سکونِ قلب نصیب ہوتا ہے اور جب مسجدوں سے باہر جاتے ہیں تو ان میں واپس لوٹنے کیلئے بے تاب رہتے ہیں۔

مسجدوں کو آباد کرنا، ان کی رونقیں بڑھانا اور ان میں اللہ کے نام کو بلند کرنا ایسا عمل ہے کہ جس کی اللہ تعالیٰ نے بڑی تعریف کی ہے اور اسے ایمان کی علامت قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَ لَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ﴾③

''اللہ کی مساجد کو آباد کرنا تو اس کا کام ہے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لایا، نماز پابندی سے پڑھتا

---

① صحيح الترغيب والترهيب :3355

② جامع الترمذي :2416 ۔ وصححه الألباني ③ التوبة 9:18

رہا اور زکاۃ ادا کرتا رہا اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرا۔ امید ہے کہ ایسے ہی لوگ ہدایت یافتہ ہونگے۔''

جو شخص مسجد میں آتا ہے وہ اللہ تعالی کا مہمان ہوتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: «مَنْ تَوَضَّأَ وَجَاءَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَهُوَ زَائِرُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَحَقٌّ عَلَى الْمَزُوْرِ أَن يُّكْرِمَ الزَّائِرَ» ①

''جو شخص وضو کرے اور مسجد کی طرف آئے تو وہ اللہ عز وجل کا مہمان ہے۔ اور میزبان (اللہ تعالی) پر یہ حق ہے کہ وہ مہمان کا اکرام کرے۔''

اور اللہ تعالی اپنے اس مہمان کی مہمانی جنت میں تیار کرتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ أَوْ رَاحَ ، أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُ فِي الْجَنَّةِ نُزُلًا ، كُلَّمَا غَدَا أَوْ رَاحَ» ②

''جو شخص صبح کے وقت یا شام کے وقت مسجد میں جائے تو اللہ تعالی اس کیلئے جنت میں مہمان نوازی تیار کرتا ہے، وہ جب بھی جائے، صبح کو یا شام کو۔''

اور اندھیرے میں مسجدوں کی طرف چل کر آنے والے لوگوں کو قیامت کے روز مکمل نور نصیب ہوگا۔

حضرت بریدۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«بَشِّرِ الْمَشَّائِيْنَ فِي الظُّلَمِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِالنُّوْرِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» ③

''اندھیروں میں مساجد کی طرف چل کر جانے والوں کو بشارت دے دیجئے کہ انھیں قیامت کے روز مکمل نور نصیب ہوگا۔''

④ باری تعالی کے عرش کے سائے میں جگہ پانے والے خوش نصیب لوگوں میں سے چوتھی قسم کے لوگ وہ ہیں جو صرف اللہ کی رضا کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ وہ کسی دنیاوی مقصد کی خاطر نہیں، کسی کے مال کی وجہ سے نہیں، کسی کے منصب کی وجہ سے نہیں، بلکہ صرف اور صرف اللہ تعالی کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر محبت کرتے ہیں۔ نبی ﷺ نے ایسے لوگوں کو ان الفاظ کے ساتھ ذکر فرمایا:

«وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ ، اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ»

---

① السلسلة الصحيحة للألباني :1169 ② صحيح البخاری :662 ، صحيح مسلم :669

③ سنن أبي داؤد :561 وجامع الترمذی : 223 وصححه الألبانی

’’وہ دو آدمی جنھوں نے آپس میں ایک دوسرے سے اللہ کی رضا کیلئے محبت کی، اسی پر اکٹھے ہوئے اور اسی پر جدا جدا ہوئے۔‘‘

اسی طرح آپ ﷺ کا ارشادگرامی ہے: « إِنَّ اللّٰهَ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: أَيْنَ الْمُتَحَابُّونَ بِجَلَالِي الْيَوْمَ؟ أُظِلُّهُمْ فِي ظِلِّي يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلِّي »[1]

’’بے شک اللہ تعالی قیامت کے دن ارشاد فرمائے گا: آج میری خاطر محبت کرنے والے کہاں ہیں! میں انھیں اپنے سائے میں جگہ دیتا ہوں جبکہ آج میرے سائے کے علاوہ اورکوئی سایہ نہیں۔‘‘

اللہ کیلئے ایک دوسرے سے محبت کرنا اُن تین اعمال میں سے ایک ہے جن کے ساتھ ایک مومن ایمان کی لذت کومحسوس کرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشادگرامی ہے: « ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ »

’’تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جو کسی شخص میں موجود ہوں تو وہ ان کے ذریعے ایمان کی لذت اور اس کے مٹھاس کو پالیتا ہے۔‘‘

① « أَنْ يَكُونَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا »

’’پہلی یہ ہے کہ اسے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے ساتھ سب سے زیادہ محبت ہو۔‘‘

② « وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ »

’’دوسری یہ ہے کہ اسے کسی شخص سے محبت ہوتو محض اللہ کی رضا کی خاطر ہو۔‘‘

③ «وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ، كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ»[2]

’’اور تیسری یہ ہے کہ اسے کفر کی طرف لوٹنا اسی طرح ناپسند ہو جیسا کہ جہنم میں ڈالا جانا اسے ناپسند ہے۔‘‘

اور اللہ کی رضا کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرنے والوں کیلئے اللہ تعالی کی محبت واجب ہو جاتی ہے۔

ابو ادریس الخولانی بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں آپ سے اللہ کی رضا کیلئے محبت کرتا ہوں۔ انھوں نے کہا: واقعتا اللہ کی رضا کیلئے؟ میں نے کہا: جی ہاں محض اللہ کی رضا کیلئے۔ تو انھوں نے کہا: آپ کو خوشخبری ہو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا کہ آپ نے فرمایا:

« قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَجَبَتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَحَابِّينَ فِيَّ، وَالْمُتَجَالِسِينَ فِيَّ، وَالْمُتَزَاوِرِينَ

---

① صحیح مسلم :2566　② صحیح البخاری : ١٦ ، صحیح مسلم : 43

فِيَّ،وَالْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيَّ »[1]

''اللہ تبارک وتعالی فرماتا ہے: میری محبت ان لوگوں کیلئے واجب ہو جاتی ہے جو میری رضا کیلئے ایک دوسرے سے محبت کرتے، ایک دوسرے سے مل بیٹھتے، ایک دوسرے کی زیارت کرتے اور ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔''

❺ عرش باری تعالی کے سائے تلے جمع ہونے والے لوگوں میں سے پانچویں قسم کے لوگ وہ ہیں جنھیں رسول اکرم ﷺ نے ان الفاظ میں ذکر فرمایا:

« وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَّجَمَالٍ فَقَالَ :إِنِّي أَخَافُ اللّٰهَ »

''وہ آدمی جس کو ایک عہدے دار، خوبصورت عورت نے دعوتِ (زنا) دی تو اس نے کہا: میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔''

ایک عہدے دار اور خوبصورت خاتون خود برائی کی دعوت دے رہی ہو، تو اس سے بچنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ لیکن اس شخص کیلئے یہ بڑا ہی آسان ہوتا ہے جو اللہ تعالی سے ڈرتا ہو۔ جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو بادشاہ کی بیوی نے اپنے شاہی محل میں، دروازوں کو بند کر کے برائی کی دعوت دی، تو انھوں نے کہا: (مَعَاذَ اللّٰه) یعنی اللہ کی پناہ! یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ واقعتا اللہ تعالی سے ڈرتے تھے۔

اللہ تعالی سے ڈرتے ہوئے اس کی معصیت ونافرمانی کو چھوڑنا متقی وپرہیزگار کی ایک اہم علامت ہے۔ اور جس شخص میں یہ علامت پائی جاتی ہو وہ یقینا خوش نصیب ہے۔ اس کو اللہ تعالی ایک تو ارضِ محشر میں اپنے عرش کا سایہ نصیب کرے گا۔ دوسرا اسے جنت میں داخل کرے گا۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ☆ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰى﴾[2]

''ہاں جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا ہوگا اور اپنے نفس کو خواہش (کی پیروی کرنے) سے روکا ہوگا تو اس کا ٹھکانا جنت ہی ہے۔''

اور جو شخص بدکاری کے عین قریب پہنچ چکا ہو اور کوئی اسے روکنے والا نہ ہو، مگر وہ اللہ تعالی سے ڈر کر اسے چھوڑ دے، تو ایسا شخص مستجاب الدعوات ہوتا ہے اور اگر وہ مشکلات میں گھر جائے تو اللہ تعالی اس کی مدد کرتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

① صحیح الترغیب والترھیب :3018
② النازعات79 : 40-41

’’تین آدمی پیدل جا رہے تھے کہ اچانک بارش شروع ہوگئی جس کی وجہ سے انھیں پہاڑ کی ایک غار میں پناہ لینا پڑی ۔ جب وہ غار کے اندر چلے گئے تو پہاڑ سے ایک پتھر غار کے منہ پر آگرا جس سے اس کا منہ بند ہوگیا۔ اب وہ آپس میں کہنے لگے : دیکھو! وہ نیک اعمال جو تم نے خالصتا اللہ تعالی کی رضا کیلئے کئے ہوں ، آج انہی اعمال کو اللہ تعالی کے سامنے پیش کر کے دعا کرو، شاید وہ ہمیں اس مشکل سے نجات دے دے۔

چنانچہ ان میں سے ایک شخص نے دعا کرتے ہوئے کہا:

اے اللہ ! میرے والدین بوڑھے تھے اور میرے چھوٹے بچے بھی تھے ۔ میں بکریاں چراتا اور ان کیلئے دودھ لے آتا تھا۔ اور شام کو جب میں گھر واپس لوٹتا تو سب سے پہلے اپنے والدین کو دودھ پیش کرتا ، پھر اپنے بچوں کو دیتا ۔ ایک دن میں چراہگاہ دور ہونے کی وجہ سے گھر تاخیر سے پہنچا ۔ تو میں نے دیکھا کہ میرے والدین سو چکے ہیں ۔ میں نے دودھ لیا اور ان کے سر کے قریب کھڑا ہو کر ان کے جاگنے کا انتظار کرنے لگا ۔ اور میں اس بات کو ناپسند کرتا تھا کہ میں خود انھیں جگاؤں اور یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ میں بچوں کو ان سے پہلے دودھ پلاؤں حالانکہ بچے بھوک کی وجہ سے میرے پیروں کے قریب بلبلا رہے تھے ۔ لہٰذا میں اسی طرح ان کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا ، وہ سوئے رہے اور میرے بچے بلبلاتے رہے حتی کہ فجر ہوگئی ۔ (اے اللہ!) تجھے معلوم ہے کہ میں نے وہ عمل صرف تیری رضا کیلئے کیا تھا۔ لہٰذا تو اس پتھر کو کم از کم اتنا ہٹا دے کہ ہم آسمان کو دیکھ سکیں ۔ چنانچہ اللہ تعالی نے اس کی دعا قبول کی اور اس پتھر کو اتنا ہٹا دیا کہ وہ آسمان کو دیکھ سکتے تھے۔

اور دوسرے آدمی نے کہا : اے اللہ ! میری ایک چچا زاد تھی جس سے میں شدید محبت کرتا تھا جیسا کہ مرد عورتوں سے محبت کرتے ہیں ۔ چنانچہ میں نے اس سے اس کے نفس کا مطالبہ کیا ، لیکن اس نے انکار کردیا جب تک کہ میں اسے ایک سو دینار نہ دوں ۔ میں نے کوشش کر کے سو دینار جمع کر لئے ۔ پھر اس سے ملا اور اسے سو دینار دے دیئے۔ اور جب میں اس کی ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گیا تو اس نے کہا:

(يَا عَبْدَ اللّٰهِ اِتَّقِ اللّٰهَ ، وَلَا تَفْتَحِ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ)

’’اے اللہ کے بندے ! اللہ سے ڈر اور میری بکارت کو بغیر نکاح کے ختم نہ کر۔‘‘

چنانچہ میں اسے چھوڑ کر چلا گیا ۔ اے اللہ ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے وہ کام تیری رضا کی خاطر کیا تھا تو ہماری یہ مشکل ٹال دے ۔ چنانچہ اللہ تعالی نے اس پتھر کو اور زیادہ ہٹا دیا۔

اب تیسرا آدمی دعا کرنے لگا ۔ اس نے کہا: اے اللہ ! میں نے ایک مزدور کو مزدوری پر لگایا ، اِس شرط پر کہ میں اسے تین صاع کے برابر چاول دوں گا ۔ جب اس نے کام پورا کر دیا تو اس نے کہا: میری مزدوری مجھے دو۔

میں نے اسے مزدوری پیش کی تو وہ اسے چھوڑ کر چلا گیا۔ چنانچہ میں اسی کے چاولوں کو کاشت کرتا رہا، یہاں تک کہ اس کے ذریعے گائیں اور چرواہا جمع کر لیا۔ پھر وہ میرے پاس آیا تو کہنے لگا: اللہ سے ڈر اور میرے اوپر ظلم نہ کر اور مجھے میری مزدوری دے دے۔ میں نے کہا: جاؤ، وہ گائیں اور ان کا چرواہا لے جاؤ۔ اس نے کہا: اللہ سے ڈر اور میرے ساتھ مذاق نہ کر۔ میں نے کہا: میں تمھارے ساتھ مذاق نہیں کر رہا، جاؤ وہ گائیں اور چرواہا لے جاؤ۔ چنانچہ وہ لے کر چلا گیا۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ عمل تیری رضا کی خاطر کیا تھا تو بقیہ پتھر کو بھی ہم سے ہٹا دے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُس پتھر کو غار کے منہ سے مکمل طور پر ہٹا دیا۔''[1]

اِس واقعہ میں غور کریں کہ اس آدمی نے اپنی چچا زاد سے برائی کرنے کیلئے کئی پاپڑ بیلے، جدو جہد اور محنت کر کے اس کیلئے سو دینار جمع کئے، پھر بدکاری کے عین قریب پہنچ گیا، لیکن جب لڑکی نے کہا: اللہ سے ڈر۔ تو وہ اللہ سے ڈر گیا اور اس نے برائی کو ترک کر دیا۔ یہ ہے وہ تقوی اور پرہیز گاری کہ جس کو اللہ تعالیٰ اس کی توفیق دیتا ہے، تو وہ خوش نصیب ہو جاتا ہے اور قیامت کے روز باری تعالیٰ کے عرش کے سائے تلے جمع ہونے والے لوگوں میں شامل ہو جاتا ہے۔

❻ عرش باری تعالیٰ کے سائے تلے جمع ہونے والے لوگوں میں چھٹی قسم کے لوگ وہ ہیں جن کے بارے میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

«وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهُ»

''وہ آدمی جس نے اس طرح خفیہ طور پر صدقہ کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ چل سکا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔''

یعنی جو شخص انتہائی خفیہ انداز سے صدقہ کرے، چاہے بڑا صدقہ ہو یا چھوٹا اور کسی کو پتہ ہی نہ چلنے دے کہ اس نے کچھ خرچ کیا ہے، تو یقیناً وہ بھی ان خوش نصیب لوگوں کی صف میں شامل ہو جاتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خفیہ طور پر کئے گئے صدقے کو اُس صدقے سے بہتر قرار دیا ہے جو ظاہری طور پر کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ إِن تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَإِن تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَيُكَفِّرُ

[1] صحیح البخاری ـ الأدب باب إجابة دعاء من بر والديه :5974 ، صحيح مسلم : 2743

عَنكُمْ مِن سَيِّئَاتِكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴾ ①

''اگر تم صدقات ظاہراً دو تو وہ بھی خوب ہے اور اگر پوشیدہ دو اور دو بھی اہلِ حاجت کو تو وہ خوب تر ہے۔ اور (اس طرح کا دینا) تمہارے گناہوں کو بھی دور کر دے گا۔ اور اللہ کو تمھارے سب کاموں کی خبر ہے۔''

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: (صَدَقَةُ السِّرِّ تُطْفِيءُ غَضَبَ الرَّبِّ)

''خفیہ طور پر صدقہ اللہ تعالی کے غضب کو بجھا دیتا ہے۔'' ②

اور صدقہ ایک ایسا عمل ہے جس کا اپنا بھی قیامت کے روز سایہ ہوگا۔

جیسا کہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«كُلُّ امْرِىءٍ فِي ظِلِّ صَدَقَتِهِ حَتّٰى يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ» ③

''لوگوں کے درمیان فیصلے ہونے تک ہر آدمی اپنے صدقے کے سائے تلے ہوگا۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ خفیہ طور پر صدقہ کرنے والا شخص اپنے صدقے کے سائے تلے بھی ہوگا اور اس کے علاوہ عرش باری تعالی کے سائے تلے جمع ہونے والے لوگوں میں بھی شامل ہوگا۔

۷ عرش باری تعالی کا سایہ پانے والے خوش نصیب حضرات میں سے ساتویں قسم کے لوگ وہ ہوں گے جو خلوت میں اللہ تعالی کی عظمت و کبریائی، اس کی رحمت، اس کے عذاب اور اپنے گناہوں کو یاد کر کے اپنی آنکھوں سے آنسو بہاتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے اِس قسم کے لوگوں کا تذکرہ یوں کیا:

« وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ»

''اور وہ آدمی جس نے علیحدگی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا تو اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔''

جو لوگ اللہ تعالی کو یاد کر کے یا اس کا ذکر سن کر ڈر جاتے ہیں اور ان کے دلوں میں اللہ تعالی کا خوف پیدا ہو جاتا ہے، پھر وہ اللہ تعالی کے احکام کو بجا لانے میں کوئی سستی نہیں کرتے، تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالی نے سچے مومن قرار دیا ہے اور ان کیلئے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ☆ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ☆ أُولَٰئِكَ

① البقرة2: 271

② السلسة الصحيحة للألباني :1908

③ صحيح الجامع الصغير :4510

﴿هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ﴾ ①

''سچے مومن تو وہ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔ اور جب انھیں اللہ کی آیات سنائی جائیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔ اور وہ اپنے رب پر ہی بھروسہ کرتے ہیں۔ (اور) وہ نماز قائم کرتے ہیں اور ہم نے جو مال و دولت انھیں دے رکھا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔ یہی سچے مومن ہیں جن کیلئے ان کے رب کے ہاں درجات ہیں، بخشش ہے اور عزت کی روزی ہے۔''

اور جس مومن کی آنکھ سے اللہ کے ڈر کے وجہ سے آنسو بہہ نکلتے ہیں، اس کے بارے میں رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: «عَيْنَانِ لَا تَمَسُّهُمَا النَّارُ: عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ، وَعَيْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ» ②

''دو آنکھیں ایسی ہیں جنھیں جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔ ایک وہ آنکھ جو اللہ کے ڈر کی وجہ سے رو دی۔ دوسری وہ آنکھ جو اللہ کے راستے میں رات کو پہرہ دیتی رہی۔''

محترم حضرات! ہم نے سات قسم کے خوش نصیب لوگوں کا تذکرہ کیا ہے جنھیں اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اپنے عرش کا سایہ نصیب کرے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے فضل و کرم سے ہم سب کو بھی ان حضرات میں شامل فرمائے۔

① الأنفال 8:2-4 ② صحیح الجامع الصغير :4113

دوسرا خطبہ

عزیز القدر بھائیو! ہم نے خطبہ کے شروع میں عرض کیا تھا کہ باری تعالی کے عرش کا سایہ پانے والے خوش نصیب حضرات سات ہی قسم کے نہیں ہونگے ، بلکہ کچھ اور لوگ بھی ان کی صف میں شامل ہیں۔ آیئے اب ان کا تذکرہ کرتے ہیں۔

❽ تنگ دست کو مہلت دینے یا اسے معاف کردینے والا شخص

حضرت کعب بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا أَوْ وَضَعَ عَنْهُ أَظَلَّهُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ»①

’’جس شخص نے کسی تنگدست کو مہلت دی یا اسے معاف کردیا اللہ تعالی اسے اپنے سائے میں سایہ نصیب کرے گا۔‘‘

دوسری روایت میں اِس حدیث کے یہ الفاظ ہیں : «مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا أَوْ وَضَعَ لَهُ ، أَظَلَّهُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِهٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ»②

’’جس آدمی نے کسی تنگدست کو مہلت دی یا اسے معاف کردیا تو اسے اللہ تعالی قیامت کے روز اپنے عرش کے سائے تلے سایہ نصیب کرے گا، جبکہ اُس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی اور سایہ نہیں ہوگا۔‘‘

ایک اور روایت میں اس کے الفاظ یوں ہیں :

«مَنْ سَرَّهُ أَن یُّنْجِیَهُ اللّٰهُ مِنْ كُرَبِ یَوْمِ الْقِیَامَةِ وَأَن یُّظِلَّهُ تَحْتَ عَرْشِهٖ فَلْیُنْظِرْ مُعْسِرًا»

’’جس شخص کو یہ بات اچھی لگے کہ اسے اللہ تعالی قیامت کے دن کی ہولناکیوں سے محفوظ رکھے اور اسے اپنے عرش کا سایہ نصیب کرے تو وہ تنگدست کو مہلت دے دے۔‘‘③

❾ سچا تاجر

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :

«اَلتَّاجِرُ الصَّدُوقُ مَعَ السَّبْعَةِ فِی ظِلِّ عَرْشِ اللّٰهِ تَعَالٰی یَوْمَ الْقِیَامَةِ»④

---

① صحیح مسلم :3006　② صحیح الجامع الصغیر :6107

③ الألبانی :رواہ الطبرانی بإسناد صحیح۔ صحیح الترغیب والترھیب :903

④ الألبانی:رواہ سعید بن منصور بإسناد حسن موقوفا علیه، وقال الحافظ : لکن حکمه الرفع:الثمر المستطاب:1/ 632

’’سچا تاجر ان سات قسم کے لوگوں کے ساتھ ہوگا جنھیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے عرش کا سایہ نصیب کرے گا۔‘‘

⑩ مجاہد کی اعانت کرنے والا

⑪ تنگدست کی اعانت کرنے والا

⑫ غلام کی آزادی کیلئے معاونت کرنے والا

ان تینوں کے بارے میں رسول اکرم ﷺ کا ارشادگرامی ہے:

«مَنْ أَعَانَ مُجَاهِدًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ،أَوْ غَارِمًا فِي عُسْرَتِهِ،أَوْ مُكَاتِبًا فِي رَقَبَتِهِ،أَظَلَّهُ اللّٰهُ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ»

’’جس آدمی نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مجاہد کی اعانت کی، یا کسی ایسے شخص کی معاونت کی جس پر کوئی چٹی پڑ گئی ہو اور وہ تنگدست ہو، یا کسی ایسے غلام کی آزادی کیلئے معاونت کی جس نے اپنے آقا سے اپنی آزادی کیلئے معاہدہ کر رکھا ہو تو اسے اللہ تعالیٰ اس دن سایہ نصیب کرے گا جب اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔‘‘[1]

آخر میں ایک بار پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہم سب کو بھی ان خوش نصیب لوگوں میں شامل فرمائے جنھیں وہ قیامت کے روز اپنے عرش کا سایہ نصیب کرے گا۔ آمین

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

---

[1] مصنف ابن أبي شيبه:7/ 13 :22615- بإسناد حسن ـ وضعفه الألباني

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی سیرت کے چند درخشاں پہلو

اہم عناصرِ خطبہ:

① نسب نامہ، کنیت اور لقب
② قبولِ اسلام، کیوں اور کیسے؟
③ فضائل ومناقب
④ عملی زندگی کے چند پہلو
⑤ خلیفۂ دوم کے کارناموں کا مختصر تذکرہ
⑥ شہادت

پہلا خطبہ

محترم حضرات! آج کے خطبۂ جمعہ میں ہم ان شاء اللہ ایک عظیم شخصیت کے بارے میں گفتگو کریں گے۔

☆ یہ وہ شخصیت ہیں کہ جنھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالی سے خصوصی طور پر مانگا تھا۔

☆ جنھیں اللہ تعالی نے سابقین اولین (سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والوں) میں شامل فرمایا۔

☆ جن کے قبولِ اسلام سے اللہ تعالی نے اسلام اور مسلمانوں کو قوت بخشی۔

☆ جنھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن دس صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں شمار کیا کہ جنھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لے کر جنت کی بشارت دی۔

☆ وہ شخصیت کہ جن کی زبان اور دل پر اللہ تعالی نے حق رکھ دیا تھا۔

☆ جو زمین پر اپنی زبان سے مشورہ دیتے تو عرش سے اللہ تعالی ان کی موافقت میں وحی نازل کر دیتا۔

☆ جنھیں تاریخ اسلام میں سب سے پہلے امیر المؤمنین کا لقب دیا گیا۔

☆ جن کے دورِ خلافت میں فارس اور روم کی دو بڑی سلطنتیں شکست سے دوچار ہوئیں اور ان میں اسلام کا عَلَم بلند ہوا۔

میری مراد دورِ خلافت راشدہ کے دوسرے خلیفہ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے بعد اِس امت کے سب سے افضل انسان ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگوں میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دیتے تھے۔ چنانچہ ہم ابو بکر رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل قرار دیتے تھے اور ان کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے، ان کے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور پھر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو افضل تصور کرتے تھے۔[1]

① صحیح البخاری: 3655

جناب عمر رضی اللہ عنہ کی ولادت عام الفیل کے تیرہ سال بعد ہوئی۔ یعنی نبی ﷺ کی ولادت باسعادت کے تیرہ سال بعد، کیونکہ آپ ﷺ کی ولادت عام الفیل میں ہوئی تھی۔ اِس طرح عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے تیرہ سال چھوٹے تھے۔ اور اس کی دلیل صحیح مسلم کی وہ حدیث ہے جس میں ذکر کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ، ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ تینوں کی وفات تریسٹھ (٦٣) سال کی عمر میں ہوئی۔[1]

اور یہ تبھی ہوسکتا ہے جب عمر رضی اللہ عنہ کی ولادت نبی ﷺ کی ولادت کے تیرہ سال بعد ہوئی ہو۔ کیونکہ عمر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد تقریباً تیرہ سال زندہ رہے۔ اس کے بعد ان کی شہادت ہوئی۔

عمر رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ یوں ہے: عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبد العزی بن ریاح بن عبد اللہ بن قُرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لؤی۔

یوں کعب بن لؤی میں آپ کا نسب رسول اکرم ﷺ کے نسب کے ساتھ جا ملتا ہے۔

آپ کی والدہ کا نام حنتمه بنت هاشم بن المغيرة بن عبد الله بن مخزوم تھا۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے نسب نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ باپ کی طرف سے بنو عدی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے جو مکہ مکرمہ کے معزز قبیلوں میں سے ایک تھا۔ اِس لحاظ سے آپ اور آپ کے قبیلے کا شمار مکہ مکرمہ کے اشراف میں ہوتا تھا۔ اور قریش کی سفارت کاری انہی کے ذمہ تھی۔ اور آپ ماں کی طرف سے بنومخزوم قبیلے سے تعلق رکھتے تھے، جس کا شمار مکہ مکرمہ کے امیر ترین قبیلوں میں ہوتا تھا، کیونکہ اس قبیلہ کے لوگ تجارت کرتے تھے اور پڑھنا لکھنا بھی جانتے تھے۔ ابوجہل اور ولید بن مغیرہ جیسے دولتمند لوگ بھی اسی قبیلے کے تھے، جو اسلام اور مسلمانوں کے شدید ترین دشمن تھے۔ تاہم اسی قبیلے سے اللہ تعالی نے کئی لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی بھی توفیق دی۔ مثلاً ارقم بن ابی الأرقم رضی اللہ عنہ، جنھوں نے اپنا گھر اُن کمزور مسلمانوں کیلئے پناہ گاہ کے طور پر وقف کر رکھا تھا جو کفار کے مظالم سے تنگ آ کر اسی گھر میں آ چھپتے تھے۔ اسی طرح ابو سلمہ رضی اللہ عنہ، ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ بھی بنومخزوم قبیلے سے ہی تعلق رکھتے تھے۔

آپ کی کنیت 'ابوحفص' تھی اور لقب 'فاروق' تھا۔

آپ کی یہ کنیت نبی کریم ﷺ نے خود رکھی تھی۔ جیسا کہ معرکۂ بدر کے متعلق روایات میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا: ''مجھے معلوم ہے کہ بنو ہاشم وغیرہ کے کچھ لوگوں کو یہاں زبردستی لایا گیا ہے اور انھیں ہم سے لڑنے کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہے۔ لہذا تم میں سے جس شخص کا بنو ہاشم میں سے کسی سے آمنا

[1] صحیح مسلم :2358، 2352
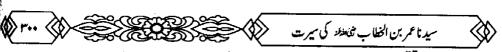
سامنا ہوتو وہ اسے قتل نہ کرے۔ اسی طرح العباس بن عبد المطلب جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا جان ہیں، ان سے کسی کا آمنا سامنا ہوتو وہ انھیں بھی قتل نہ کرے۔''

چنانچہ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ''ہم اپنے باپوں، اپنے بیٹوں، اپنے بھائیوں اور اپنے قبیلے کے لوگوں کو قتل کریں اور العباس کو چھوڑ دیں؟ اللہ کی قسم! اگر وہ میرے سامنے آ گئے تو میں ان پر تلوار سے حملہ کر دوں گا۔''

ان کی یہ بات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کہا:

«يَا أَبَا حَفْص! أَيُضْرَبُ وَجْهُ عَمِّ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِالسَّيْفِ؟»

''اے ابو حفص! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کو تلوار کے ساتھ قتل کر دیا جائے گا؟''

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یہ پہلا دن تھا جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ابو حفص کہہ کر پکارا۔ ①

اور جہاں تک 'الفاروق' لقب کا تعلق ہے تو یقینی طور پر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اس لقب کے مستحق تھے، کیونکہ آپ ان حضرات میں سے تھے کہ جنھوں نے اسلام قبول کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے اسلام اور کفر کے درمیان فرق کر دیا۔ اسی طرح جب آپ خلیفہ بنے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے اسلام کو غلبہ دیا۔

تاہم اس سلسلے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ سب سے پہلے انھیں یہ لقب کس نے نوازا تھا؟

ایک قول یہ ہے کہ انھیں یہ لقب سب سے پہلے اہل کتاب نے نوازا۔ لیکن یہ بات کسی صحیح سند سے پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچ سکی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ انھیں یہ لقب خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوازا تھا۔ لیکن جس روایت میں اس لقب کا ذکر کیا گیا ہے وہ بھی سند کے اعتبار سے ضعیف ہے۔ ②

خصوصا وہ تمام روایات کہ جن میں خود ان کا اپنا بیان ہے کہ جب انھوں نے اسلام قبول کیا تو انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:

''اے اللہ کے رسول! کیا ہم حق پر نہیں؟ اگر ہم مر جائیں اور اگر ہم زندہ رہیں؟ (دونوں صورتوں میں)''

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیوں نہیں، ہم حق پر ہیں، اگر ہم مر جائیں اور اگر ہم زندہ رہیں۔ (دونوں صورتوں میں)''

تو انھوں نے کہا: تب آپ چھپے ہوئے کیوں ہیں؟ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! آپ ضرور نکلیں گے۔

---

① المستدرك للحاكم :4988 ـ وقال : صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه ورواه ابن اسحاق والبيهقي

② ضعيف الجامع للألباني:1586 والسلسلة الضعيفة :3062

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

پھر ہم نے آپ ﷺ کو دو صفوں میں نکالا، ایک میں حمزہ رضی اللہ عنہ تھے اور دوسری میں میں تھا۔ یہاں تک کہ ہم مسجد حرام میں داخل ہوئے ..... اس دن مجھے رسول اکرم ﷺ نے 'الفاروق' کا لقب نوازا..... تو اِس قسم کی تمام روایات انتہائی ضعیف ہیں۔ ①

اور بظاہر یوں لگتا ہے کہ اس لقب کے ساتھ انھیں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے پکارا ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالی نے بلاشبہ آپ کے ذریعے اسلام اور مسلمانوں کو قوت وعزت بخشی اور ان کے ذریعے حق و باطل میں فرق کیا۔

جناب عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے تھے:

(مَا زِلْنَا أَعِزَّةً مُنْذُ أَسْلَمَ عُمَرُ) ②

"جب سے عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو اس وقت سے ہم طاقتور بن گئے۔"

وہ مزید کہتے ہیں: "ہم بیت اللہ میں نماز نہیں پڑھ سکتے تھے یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرلیا، چنانچہ ان کے اسلام قبول کرنے کے بعد ہم اس میں نماز پڑھنے لگے۔" ③

یہاں ہم یہ بھی بتاتے چلیں کہ جب عمر رضی اللہ عنہ کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد خلیفہ بنایا گیا تو آپ کو 'امیر المؤمنین' کا لقب دیا گیا۔ اور تاریخ اسلام میں سب سے پہلے آپ ہی کو اس لقب سے پکارا گیا۔ کیونکہ اس سے پہلے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفۃ رسول اللہ ﷺ کہا جاتا تھا۔ تاہم اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ سب سے پہلے جس نے آپ کو 'امیر المؤمنین' کے لقب کے ساتھ ذکر کیا وہ عراق سے آئے ہوئے دو افراد تھے جن کے نام تھے: لبید بن ربیعہ اور عدی بن حاتم رضی اللہ عنہما۔ ④

قبولِ اسلام:

رسول اکرم ﷺ نے جب مکہ مکرمہ میں اعلانِ نبوت فرمایا اور ابتداء میں چند کمزور لوگوں نے اسلام قبول کیا تو عمر رضی اللہ عنہ ان کے شدید مخالف تھے اور ان میں سے بعض کو عذاب بھی دیا کرتے تھے۔ اِس کی دلیل ان کے بہنوئی جناب سعید بن زید رضی اللہ عنہ (جو عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں) کا یہ قول ہے:

(لَوْ رَأَيْتُنِي مُوثِقِي عُمَرُ عَلَى الْإِسْلَامِ أَنَا وَأُخْتُهُ ، وَمَا أَسْلَمَ)

---

① السلسلة الضعيفة: 6531
② صحيح البخاري: 3684، 3863
③ طبقات ابن سعد: 3 / 1 / 193
④ الأدب المفرد للبخاري: ص 353 - وصححه الألباني في صحيح الأدب المفرد: 390

''عمر نے جب اسلام قبول نہیں کیا تھا تو انھوں نے مجھے اور اپنی بہن (فاطمہ) کو اسلام قبول کرنے کی وجہ سے باندھ رکھا تھا۔''①

نبی ﷺ کی شدید خواہش تھی کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرلیں۔ چنانچہ آپ ﷺ خصوصی طور پر یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

« اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِأَحَبِّ هَذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ إِلَيْكَ بِأَبِي جَهْلٍ أَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ » وَكَانَ أَحَبَّهُمَا إِلَيْهِ عُمَرُ.②

'اے اللہ! ابو جہل اور عمر بن الخطاب میں سے جو تجھے زیادہ محبوب ہو اس کے ساتھ اسلام کو تقویت دے۔''

ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ان دونوں میں سے آپ ﷺ کو زیادہ محبوب عمر رضی اللہ عنہ تھے۔

چنانچہ اللہ تعالی نے نبی کریم ﷺ کی دعا قبول کی اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے صحیح ترین روایات کے مطابق چھبیس سال کی عمر میں اسلام قبول کرلیا۔

اسلام قبول کرنے کا جو سبب بیان کیا جاتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ اپنی بہن فاطمہ اور ان کے خاوند سعید بن زید کے پاس گئے، انھیں مارا، پھر ان سے سورۂ طٰہٰ کی تلاوت سنی تو اسلام قبول کرنے پر تیار ہو گئے! تو یہ واقعہ مشہور ضرور ہے لیکن صحیح نہیں ہے اور محدثین کے نزدیک پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچ سکا۔

اس سلسلے میں ایک اور واقعہ مسند احمد میں روایت کیا گیا ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے سورۃ الحاقہ کی تلاوت سنی تو اس سے ان کے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہوگئی۔ لیکن مسند احمد کی یہ روایت مرسل ہے۔ اس لئے اسے بھی محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔③

البتہ جو بات سب سے زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ایک واقعہ ایسا پیش آیا جس کا آپ پر شدید اثر ہوا اور آپ اسلام قبول کرنے پر مجبور ہوئے۔ وہ واقعہ امام بخاری نے (باب إسلام عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ) میں ذکر کیا ہے۔ وہ واقعہ کیا ہے؟ آیئے وہ واقعہ سماعت کیجئے:

ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد (عمر رضی اللہ عنہ) کو جب کبھی یہ کہتے ہوئے سنا کہ میرا خیال ہے کہ ایسے ہونے والا ہے، تو وہ ویسے ہی ہو جاتا تھا۔ ایک مرتبہ عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک خوبصورت آدمی گزرا۔ تو عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: یا میرا گمان غلط ہے، یا پھر یہ آدمی جاہلیت کے زمانے میں کاہن ہوا ہے یا کافری

---

① صحیح البخاری: 3867 ② جامع الترمذی: 3681 - وصححه الألبانی

③ مسند أحمد: 107 - ضعفه الأرنؤوط

ہے! اسے میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ اسے بلایا گیا۔ تو انھوں نے اسے یہی بات کہی۔ اس نے کہا:
میں نے آج کے دن جیسا دن کبھی نہیں دیکھا کہ جس میں ایک مسلمان آدمی کا استقبال کیا گیا ہے۔
عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم مجھے ضرور بتاؤ۔ اس نے کہا: میں زمانۂ جاہلیت میں ان کا کاہن ہوتا تھا۔
تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تمھاری جِنّنی (جن کی مؤنث) نے تمھیں جو خبر دی اس میں کونسی حیران کن بات ہے؟
تو اس نے کہا: میں ایک دن بازار میں تھا کہ وہ میرے پاس آئی، میں اس پر گھبراہٹ کے آثار پہچان رہا تھا۔ اس نے آتے ہی کہا: آپ جنوں کے اوندھا ہونے کے بعد ان کی ناکامی اور ناامیدی نہیں دیکھتے! اب بستیوں میں ان کی آمد ورفت نہیں ہوگی، بلکہ اب وہ اونٹنیوں وغیرہ کے ساتھ جنگل میں ہی رہیں گے۔
(اُس کی اِس بات میں اشارہ تھا کہ ایک نبی آچکا ہے جس کی وجہ سے اب شیطان جنوں کی آمد ورفت بہت ہی محدود ہوگئی ہے۔)
تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اِس نے سچ کہا ہے۔ پھر انھوں نے اپنا واقعہ سناتے ہوئے کہا:
میں ان کے (مشرکین مکہ) کے معبودوں کے پاس سویا ہوا تھا، اسی دوران ایک آدمی ایک بچھڑا لے کر آیا، پھر اسے ذبح کیا۔ اچانک ایک چیخ آئی، وہ اتنی شدید تھی کہ میں نے اس سے زیادہ سخت چیخ کبھی نہیں سنی۔ اس نے کہا: (يَا جَلِيْحْ ! أَمْرٌ نَجِيْحْ ، رَجُلٌ فَصِيْحْ يَقُوْلُ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه)
"اے چست وچالاک آدمی! ایک معاملہ کامیابی کا ظاہر ہوا ہے، ایک فصیح زبان والا آدمی کہتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔"
چنانچہ لوگ چونک گئے۔ میں نے (دل میں) کہا: میں یہ جان کر رہوں گا کہ اِس آواز کی حقیقت کیا ہے! اُس چیخنے والے نے پھر وہی بات دہرائی۔ تو میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کے بعد تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ کہا گیا کہ یہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نبی ہیں۔ [1]

خلاصہ یہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کے متعلق ایک طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اور شدید تمنا تھی، تو دوسری خود عمر رضی اللہ عنہ نے جب کچھ دلائل کا خود مشاہدہ کر لیا جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی صداقت پر دلالت کرتے تھے تو آپ نے اسلام قبول کرنے میں تاخیر نہیں کی، بلکہ بہت جلد اسلام قبول کر لیا۔ اسی لئے آپ کو 'سابقین اولین' میں شمار کیا جاتا ہے۔ اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے ۳۹ افراد اسلام لا چکے تھے۔ اور عمر رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے والے چالیسویں فرد تھے۔

[1] صحیح البخاری : 3866

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب

تمام اہل السنۃ والجماعۃ اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سب سے افضل صحابی ہیں۔

جیسا کہ محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل کون ہے؟ تو انھوں نے کہا: ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں.

میں نے کہا: پھر کون ہے؟ انھوں نے کہا: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں.

پھر مجھے خدشہ ہوا کہ اس کے بعد کہیں وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام نہ لے لیں تو میں نے کہا: پھر آپ ہیں؟ انھوں نے کہا: میں تو مسلمانوں میں سے ایک عام شخص ہوں۔ ①

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو متعدد فضائل ومناقب حاصل ہیں جن میں سے اہم فضائل ہم ذکر کرتے ہیں

❶ عمر رضی اللہ عنہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھے

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ (أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟) ''آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں.

میں نے کہا: مردوں میں سے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں.

میں نے کہا: پھر کون ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں. ②

اور یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حفصہ رضی اللہ عنہا سے شادی کر لی تھی۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی صاحبزادی حفصہ رضی اللہ عنہا کے شوہر خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ جب وفات پا گئے تو میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انھیں حفصہ سے شادی کی پیش کش کی۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے مہلت دیں، میں ذرا اپنے معاملے میں غور کر لوں۔ پھر کچھ دن کے بعد ان سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ میں ابھی شادی نہ کروں۔ اس کے بعد میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے کہا: اگر آپ پسند کریں تو میں حفصہ کی شادی آپ سے کر دوں؟ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ خاموش رہے اور مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ مجھے ان کی خاموشی پر عثمان رضی اللہ عنہ کے انکار سے زیادہ غصہ آیا۔ پھر میں کچھ روز ٹھہرا رہا، جس کے بعد رسول

---

① صحيح البخاري :3671، سنن أبي داؤد :4629

② صحيح البخاري :3662، صحيح مسلم :2384

اکرم ﷺ نے حفصہ سے شادی کا پیغام بھیج دیا۔ چنانچہ میں نے آپ ﷺ سے اس کا نکاح کر دیا۔

اس کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے کہا: آپ نے مجھے حفصہ سے شادی کیلئے شادی کی پیش کش کی تھی، میں خاموش ہو گیا تھا، جس پر آپ شاید مجھ سے خفا ہو گئے تھے؟ اصل بات یہ ہے کہ آپ کی پیش کش کو ٹھکرانے سے مجھے اس کے علاوہ کسی چیز نے نہیں روکا تھا کہ میں جانتا تھا کہ رسول اکرم ﷺ نے حفصہ کا تذکرہ کیا ہے۔ اور میں آپ ﷺ کے اِس راز کو فاش نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اگر آپ ﷺ حفصہ سے نکاح نہ کرتے تو میں یقیناً کر لیتا۔ ①

حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا سے نبی ﷺ کی شادی درحقیقت آپ ﷺ کی عمر رضی اللہ عنہ سے شدید محبت کی دلیل ہے۔

❷ عمر رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت

ابو موسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ کے باغوں میں سے ایک باغ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا۔ چنانچہ ایک شخص آیا اور اس نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«اِفْتَحْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ» ''اس کیلئے (دروازہ) کھولو اور اسے جنت کی بشارت دے دو۔''

میں نے دروازہ کھولا تو وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے انھیں نبی ﷺ کی طرف سے جنت کی بشارت دی تو انھوں نے الحمد للہ کہا (یعنی اللہ تعالی کا شکر ادا کیا۔)

پھر ایک اور آدمی آیا اور اس نے بھی اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«اِفْتَحْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ» ''اس کیلئے بھی (دروازہ) کھول دو اور اسے جنت کی بشارت دے دو۔''

میں نے دروازہ کھولا تو وہ عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے انھیں نبی ﷺ کی طرف سے جنت کی بشارت دی تو انھوں نے بھی الحمد للہ کہا (یعنی اللہ تعالی کا شکر ادا کیا۔)

اس کے بعد ایک اور آدمی آیا اور اس نے بھی اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«اِفْتَحْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلٰى بَلْوٰى تُصِيْبُهُ»

''اس کیلئے بھی (دروازہ) کھول دو اور اسے جنت کی بشارت دے دو۔ (اور یہ بھی بتا دو کہ ان پر) ایک مصیبت آئے گی۔''

میں نے دروازہ کھولا تو وہ عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے انھیں نبی ﷺ کی طرف سے جنت کی بشارت دی تو انھوں نے بھی الحمد للہ کہا (یعنی اللہ تعالی کا شکر ادا کیا۔) پھر کہا: (اَللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ) ''میں اللہ تعالی سے ہی مدد

① صحيح البخاري :5122

چاہتا ہوں۔''①

اسی طرح حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اور فرمایا:

« هٰذَانِ سَيِّدَا كُهُوْلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْأَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ إِلَّا النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ »②

''یہ دونوں انبیاء ورسل علیہم السلام کے علاوہ باقی تمام اول وآخر اہل جنت میں عمر رسیدہ لوگوں کے سردار ہونگے۔''

③ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا محل دیکھا

جی ہاں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہ صرف جنت کی بشارت دی بلکہ جنت میں ان کا محل بھی دیکھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں ہوں اور ایک عورت ایک محل کے ایک کونے میں بیٹھی وضو کر رہی ہے، میں نے پوچھا: یہ محل کس کا ہے؟ تو فرشتوں نے جواب دیا: یہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہے، تو عمر رضی اللہ عنہ کی غیرت کو یاد کرکے میں وہاں سے چلا گیا۔''③

اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے سونے کا ایک محل دیکھا۔ میں نے پوچھا: یہ کس کا ہے؟ انھوں نے کہا: یہ قریش کے ایک شخص کا ہے۔ تو میں نے گمان کیا کہ شاید وہ میں ہوں اس لئے میں نے پوچھا: وہ کون ہے؟ انھوں نے کہا: عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابن الخطاب! مجھے اس میں داخل ہونے سے کوئی چیز مانع نہیں تھی سوائے اس کے کہ میں تمھاری غیرت کو جانتا تھا۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا میں آپ پر غیرت کھاؤں گا؟④

④ شیطان بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دور بھاگتا تھا

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قریش کی کچھ خواتین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی آپ سے باآواز بلند

---

① صحیح البخاری: 3693
② جامع الترمذی: 3666 - وصححه الألبانی
③ صحیح البخاری: 3680، صحیح مسلم: 2395
④ صحیح البخاری: 5226 و7024، صحیح مسلم: 2394

گفتگو کر رہی تھیں اور آپ سے مطالبہ کر رہی تھیں کہ آپ ہماری ضرورتیں پوری کریں اور ہمیں زیادہ نان ونفقہ دیں۔ اسی دوران عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے پاس آنے کی اجازت طلب کی۔ چنانچہ خواتین اٹھیں اور جلدی جلدی پردہ کرنے لگیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں اجازت دی۔ وہ اندر آئے تو دیکھا رسول اللہ ﷺ ہنس رہے ہیں۔ تو انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! (أَضْحَكَ اللّٰهُ سِنَّكَ) ''اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے تعجب ان عورتوں پر ہے جو میرے پاس بیٹھی تھیں، آپ کی آواز سنی تو جلدی جلدی پردہ کرنے لگیں۔'' تو انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! انھیں مجھ سے زیادہ آپ سے ڈرنا چاہئے تھا۔ پھر انھوں نے خواتین کو مخاطب کر کے فرمایا: ''اپنی جانوں کی دشمنو! تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ ﷺ سے نہیں ڈرتی؟''

تو انھوں نے کہا: ہاں، اس لئے کہ آپ بہت تند مزاج اور سنگدل ہیں۔

تب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: « يَا ابْنَ الْخَطَّابِ ! وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجًّا قَطُّ إِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ »[1]

''اے ابن خطاب! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' شیطان جب آپ کو کسی راستے پر چلتے ہوئے دیکھتا ہے تو وہ بھی آپ کا راستہ چھوڑ کر کسی اور راستے پر چلا جاتا ہے۔''

ایک اور حدیث میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے کہ ہم نے بچوں کا شور شرابہ سنا، چنانچہ آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور دیکھا کہ ایک بچی رقص کر رہی تھی اور چھوٹے چھوٹے بچے اس کے ارد گرد تھے، نبی ﷺ نے مجھے بلایا، تو میں آپ ﷺ کے کندھے پر اپنی ٹھوڑی رکھ کر اسے دیکھنے لگی.... کچھ دیر بعد عمر رضی اللہ عنہ ظاہر ہوئے۔ تو وہ سارے اِدھر اُدھر بھاگ گئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« إِنِّيْ لَأَنْظُرُ إِلٰى شَيَاطِيْنِ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ قَدْ فَرُّوْا مِنْ عُمَرَ »[2]

''میں دیکھ رہا ہوں کہ انسانوں اور جنوں میں سے شیاطین عمر رضی اللہ عنہ سے دور بھاگ گئے ہیں۔''

اسی طرح بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کسی جنگ سے واپس لوٹے تو آپ کے پاس ایک کالے رنگ کی لڑکی آئی اور کہنے لگی: یا رسول اللہ! میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو صحیح سالم واپس لوٹا دیا تو میں آپ کے سامنے دف بجاؤں گی اور اشعار پڑھوں گی۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم نے واقعتاً نذر مانی تھی تو دف بجا لو، ورنہ نہیں۔

---

[1] صحیح البخاری: 3683، صحیح مسلم: 2396 واللفظ له

[2] جامع الترمذی: 3691۔ وصححه الألبانی

چنانچہ وہ دف بجانے لگی۔ آپ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تو وہ دف بجاتی رہی۔ پھر علی رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تو وہ دف بجاتی رہی۔ پھر عثمان رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تو وہ دف بجاتی رہی۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تو اس نے دف کو نیچے پھینکا اور اس پر بیٹھ گئی۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَخَافُ مِنْكَ يَا عُمَرُ»

''عمر! یقیناً شیطان بھی آپ سے ڈرتا ہے۔''[1]

⑤ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو موقف اختیار کرتے اس کی تائید میں قرآن مجید نازل ہو جاتا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«لَقَدْ كَانَ فِيمَا قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ مُحَدَّثُونَ ، فَإِنْ يَكُ فِي أُمَّتِي أَحَدٌ فَإِنَّهُ عُمَرُ»

''تم سے پہلی امتوں میں کئی لوگ ایسے تھے جنھیں الہام کیا جاتا تھا۔ اور اگر کوئی شخص میری امت میں یقینی طور پر ایسا ہو سکتا ہے تو وہ عمر ہے۔''[2]

الہام سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی زبان پر درست اور برحق بات کو جاری کر دیتا۔ اس کی تائید ایک اور حدیث سے بھی ہوتی ہے، جسے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ»[3]

''بے شک اللہ تعالیٰ نے عمر رضی اللہ عنہ کی زبان اور ان کے دل پر حق کو رکھ دیا ہے۔''

ابن عمر رضی اللہ عنہ مزید کہتے ہیں: (مَا نَزَلَ بِالنَّاسِ أَمْرٌ قَطُّ ، فَقَالُوْا فِيْهِ ، وَقَالَ فِيْهِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ، إِلَّا نَزَلَ الْقُرْآنُ عَلٰى نَحْوِ مِمَّا قَالَ عُمَرُ)[4]

''جب بھی لوگوں کو کوئی مسئلہ پیش آتا جس میں ان کی آراء مختلف ہوتیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کوئی اور رائے پیش کرتے تو قرآن مجید انہی کی رائے کی تائید میں نازل ہو جاتا۔''

اور خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

(وَافَقْتُ رَبِّيْ فِيْ ثَلَاثٍ) ''میں نے تین مسئلوں میں اپنے رب سے موافقت کی۔''

---

① جامع الترمذی: 3690 - وصححه الألبانی

② صحیح البخاری: 3689، صحیح مسلم: 2398

③ جامع الترمذی: 3682 - وصححه الألبانی

④ احمد فی المسند: 5697 وصححه الأرنؤوط

① میں نے کہا: یا رسول اللہ! کاش ہم مقام ابراہیم کو جائے نماز بنالیں!

تو اللہ تعالی نے یہ آیت نازل کردی: ﴿وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى﴾

''اور تم مقام ابراہیم کو جائے نماز مقرر کرلو۔''

② اور میں نے کہا: یا رسول اللہ! کاش آپ اپنی بیویوں کو پردہ کرنے کا حکم دیں، کیونکہ ان سے اچھا آدمی بھی گفتگو کرتا ہے اور برا بھی۔ تو اللہ تعالی نے پردہ والی آیت نازل کردی۔

یعنی یہ آیت ﴿وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾[1]

③ اسی طرح جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی (بعض) بیویوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر غیرت کھاتے ہوئے آپس میں گٹھ جوڑ کر لیا تھا تو میں نے ان سے کہا: ہوسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رب تمھیں طلاق دے دے اور ان کی شادی تم سے بہتر خواتین سے کردے۔ تو اللہ تعالی نے بالکل انہی الفاظ میں یہ آیت نازل کردی:

﴿عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ﴾[2]

④ صحیح مسلم کی روایت میں تیسرا مسئلہ بدر کے قیدیوں کا ہے۔[3]

جس کی وضاحت کرتے ہوئے ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''بدر کے دن جب اللہ تعالی نے مشرکوں کو شکست دی اور ان میں سے ستر افراد مارے گئے اور ستر افراد کو قیدی بنالیا گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کے بارے میں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے مشورہ طلب کیا اور فرمایا:

«مَا تَرَوْنَ فِيْ هٰؤُلَاءِ الْأُسَرٰى؟» ''ان قیدیوں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟''

تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے نبی! میں سمجھتا ہوں کہ یہ لوگ ہمارے چچا زاد اور قبیلے کے لوگ ہیں، آپ ان سے فدیہ لے لیں جس سے ہمیں ان کافروں پر طاقت حاصل ہوجائے گی (یعنی اس مال سے آئندہ جنگ کی تیاری کرنے میں ہمیں کافی مدد ملے گی) اور شاید اللہ تعالی انھیں اسلام قبول کرنے کیلئے ہدایت دے دے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (مَا تَرٰى يَا ابْنَ الْخَطَّابِ؟) ''ابن خطاب! آپ کا کیا خیال ہے؟''

تو میں نے کہا: اللہ کی قسم! میری رائے وہ نہیں جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ آپ ہمیں اجازت دیں، ہم ان کی گردنیں اتار دیں۔ عقیل کو علی رضی اللہ عنہ کے حوالے کردیں، وہ اس کی گردن اڑا دیں، میرے فلاں قریبی رشتہ دار کو میرے حوالے کردیں، میں اس کی گردن اڑا دوں۔ کیونکہ یہ کفر کے سرغنے اور کافروں کے

① الأحزاب 33: 53 ② صحیح البخاری: 402 ③ صحیح مسلم: 2399

سردار ہیں۔ (یعنی یہ آزاد ہو کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اور زیادہ سازشیں کریں گے)

عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند کیا اور میری رائے کو پسند نہ کیا۔ میں ایک دن بعد آیا تو میں نے دیکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ بیٹھے رو رہے ہیں۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے بتایئے، آپ اور آپ کے ساتھی (ابو بکر) کیوں رو رہے ہیں؟ اگر مجھے رونا آ گیا تو میں بھی روؤں گا اور اگر رونا نہ آیا تو پھر بھی آپ دونوں کے رونے کی بناء پر رونے کی کوشش کروں گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس لئے رو رہا ہوں کہ تمھارے ساتھیوں نے فدیہ قبول کرنے کا مشورہ دیا (اور میں نے وہ مشورہ قبول کرلیا) جبکہ ان سب کا عذاب (قریبی درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) اس درخت سے بھی زیادہ قریب تک پیش کیا گیا ہے۔ اور اللہ تعالی نے یہ آیات نازل کی ہیں:

﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَ اللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ☆ لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾[1]

"نبی کیلئے یہ مناسب نہیں تھا کہ اس کے پاس جنگی قیدی آئے حتی کہ وہ (انھیں) زمین میں اچھی طرح قتل کر کے (کفر کی طاقت کو توڑ دیتا)، تم دنیا کا مال چاہتے ہو جبکہ اللہ (تمھارے لئے) آخرت چاہتا ہے۔ اور اللہ ہی غالب اور حکمت والا ہے۔ اگر ایسا ہونا پہلے سے نہ لکھا جا چکا ہوتا تو جو تم نے (فدیہ) لیا اس پر تمھیں بہت بڑی سزا دی جاتی۔"

⑤ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب عبد اللہ بن ابی بن سلول مرا تو اس کے بیٹے عبد اللہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے آپ کے کرتے کا مطالبہ کیا جسے وہ اپنے باپ کا کفن بنانا چاہتے تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنا کرتہ دے دیا۔ پھر انھوں نے کہا کہ آپ اس کی نماز جنازہ بھی پڑھائیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نماز جنازہ پڑھانے کیلئے کھڑے ہوئے، لیکن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اٹھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن تھام کر کہا:

یا رسول اللہ! آپ اس کی نماز جنازہ پڑھانے جا رہے ہیں جبکہ اللہ تعالی نے آپ کو منع کیا ہے!

ایک روایت میں ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھنے جا رہے ہیں جبکہ اس نے فلاں دن یوں کہا تھا، فلاں دن یوں کہا تھا.... اس کی کئی باتیں ذکر کیں۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا:

---

① الأنفال 8:67-68، صحیح مسلم: 1763

«أَخِّرْ عَنِّي يَا عُمَرُ» ''عمر! پیچھے ہٹو۔''

عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب میں نے بہت زیادہ اصرار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«خَيَّرَنِي اللّٰهُ فَقَالَ : ﴿ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴾ ''مجھے اللہ تعالی نے اختیار دیا ہے کہ آپ ان کیلئے استغفار کریں یا ان کیلئے استغفار نہ کریں۔ اگر آپ ان کیلئے ستر مرتبہ بھی استغفار کریں تو بھی اللہ تعالی انھیں ہرگز نہیں بخشے گا۔''

(وَسَأَزِيْدُ عَلَى سَبْعِيْنَ) ''اور میں ستر سے بھی زیادہ مرتبہ اس کیلئے بخشش مانگوں گا۔''

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(وَلَوْ أَعْلَمُ أَنِّي إِنْ زِدْتُّ عَلَى السَّبْعِيْنَ يُغْفَرُ لَهُ لَزِدْتُّ عَلَيْهَا)

''اگر مجھے علم ہوتا کہ ستر سے زیادہ مرتبہ اس کیلئے دعائے مغفرت کے نتیجے میں اس کی مغفرت ہو جائے گی تو میں ضرور ایسا کر گزرتا۔''

تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ تو منافق تھا!

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھا دی۔ پھر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل کر دی:

﴿ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ﴾ ①

''ان (منافقوں) میں سے کوئی مر جائے تو آپ نہ اس کی نماز جنازہ پڑھنا اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔'' ②

یہ چند واقعات تھے جن میں جناب عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق اللہ رب العزت کی طرف سے وحی نازل ہوئی۔ ان مسائل کو موافقاتِ عمر کہا جاتا ہے۔

⑥ اسی طرح حرمتِ خمر کے بارے میں بھی اللہ تعالی نے عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق اس کی واضح تحریم نازل فرمائی۔ ③

⑦ اس کے علاوہ مدینہ منورہ میں نماز کیلئے لوگوں کو بلانے کے طریقۂ کار کے بارے میں جب مختلف آراء سامنے آئیں تو عمر رضی اللہ عنہ ہی تھے جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دیا تھا کہ نماز کیلئے اذان کہی جائے۔ پھر اذان کے الفاظ انھیں اور اسی طرح عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو خواب میں بتلائے گئے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اذان کہیں۔ ④

---

① التوبة 9:84 ② صحيح البخاري :4393، 4394، 4395، وصحيح مسلم :2400

③ مسند أحمد :378، جامع الترمذي :3049-صححه الألباني ④ صحيح مسلم :377، جامع الترمذي :189

ان تمام واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جناب عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر برحق اور درست بات کو جاری کر دیا تھا۔ اور وہ جو بات کرتے تھے اللہ تعالیٰ بھی اسی کی تائید فرماتا تھا۔

❻ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فتنوں کے سامنے ایک مضبوط دروازہ تھے

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم جناب عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے کہ انھوں نے فرمایا:

(أَيُّكُمْ يَحْفَظُ حَدِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فِي الْفِتْنَةِ ؟)

''تم میں سے کون ہے جسے فتنے کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یاد ہو؟''

تو میں نے کہا: میں۔

انھوں نے فرمایا: (إِنَّكَ لَجَرِئٌ) ''تم بہت جراتمند ہو۔''

تو میں نے کہا: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے:

« فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِيْ أَهْلِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ تُكَفِّرُهَا الصَّلَاةُ وَالصِّيَامُ وَالصَّدَقَةُ وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ »

''آدمی اپنے گھر والوں، اپنی اولاد اور اپنے پڑوسیوں کی وجہ سے جس فتنے سے دوچار ہوتا ہے اسے نماز، روزہ، صدقہ، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا جیسے اعمال مٹا دیتے ہیں۔''

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: فتنے سے میری مراد یہ نہیں تھی۔ بلکہ میری مراد وہ فتنہ ہے جو سمندر کی موجوں کی طرح ٹھاٹھیں مارتا ہوا آئے گا۔

تو میں نے کہا: امیر المؤمنین! آپ کا اس فتنے سے کیا تعلق؟ آپ اور اس کے درمیان ایک بند دروازہ ہے۔

انھوں نے فرمایا: کیا اس دروازے کو (زبردستی) توڑا جائے گا یا کھولا جائے گا؟

تو میں نے کہا: اسے توڑا جائے گا۔

تو انھوں نے فرمایا: تب تو اسے دوبارہ بند نہیں کیا جا سکے گا۔

ہم نے کہا: حذیفہ! کیا عمر رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ وہ دروازہ کون ہے؟

تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں، انھیں اس بات پر اتنا یقین تھا جیسے یہ یقینی ہے کہ کل سے پہلے رات آئے گی۔[1]

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ فتنوں کے سامنے بند دروازہ تھے۔ اس دروازے کو زبردستی توڑا گیا اور حملہ کر کے آپ کو شہید کیا گیا۔ اس کے بعد امت مسلمہ پر متعدد فتنے امڈ آئے۔ چنانچہ فرق باطلہ اور متعدد

---

① صحیح البخاری :3586

بدعات کا ظہور آپ کی شہادت کے بعد ہوا۔ منافقین آپ کی زندگی میں چھپے ہوئے تھے۔ لیکن جیسے ہی آپ کو شہید کیا گیا تو اس کے ساتھ ہی منافق سانپوں کی طرح اپنی بلوں سے نکل آئے اور زہر پھیلانے لگے۔

زید بن وہب کہتے ہیں کہ ہم عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ انھوں نے عمر رضی اللہ عنہ کو یاد کیا تو رو دیئے۔ اور اتنا روئے کہ ان کے آنسوؤں سے کنکریاں بھیگ گئیں۔ پھر انھوں نے فرمایا:

(إِنَّ عُمَرَ كَانَ حِصْنًا حَصِينًا لِلْإِسْلَامِ ، يَدْخُلُوْنَ فِيهِ وَلَا يَخْرُجُوْنَ مِنْهُ)

''بے شک عمر رضی اللہ عنہ اسلام کا مضبوط قلعہ تھے۔ لوگ اس میں داخل ہوتے تھے اور اس سے نکلتے نہیں تھے۔''

(فَلَمَّا مَاتَ عُمَرُ انْثَلَمَ الْحِصْنُ ، فَالنَّاسُ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْإِسْلَامِ)

''پھر جب عمر رضی اللہ عنہ وفات پا گئے تو قلعہ میں شگاف پڑ گیا، چنانچہ لوگ اسلام سے نکلنے لگے ہیں۔''[1]

۷ عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان کی تصدیق خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ایک مرتبہ ایک چرواہا اپنی بکریوں میں تھا، اسی دوران ایک بھیڑیے نے ان پر حملہ کر دیا اور ایک بکری کو پکڑ لیا۔ چنانچہ چرواہا اس کے پیچھے بھاگا حتی کہ اسے اس سے چھڑوا لیا۔ بھیڑیے نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا اور کہنے لگا: «مَنْ لَهَا يَوْمَ السَّبُعِ يَوْمَ لَيْسَ لَهَا رَاعٍ غَيْرِيْ ؟ »

''بکری کی حفاظت اُس دن کون کرے گا جب فتنے ہونگے اور میرے علاوہ ان کا خیال رکھنے والا کوئی نہیں ہوگا؟''

تو لوگوں نے تعجب کا اظہار کیا کہ (بھیڑیا بھی بول سکتا ہے) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« فَإِنِّي أُوْمِنُ بِهِ وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ » وَمَا ثَمَّ أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ

''(اگر آپ لوگوں کو اس پر یقین نہیں آ رہا) تو مجھے اس پر یقین ہے اور ابو بکر و عمر کو بھی اس پر یقین ہے۔''

جبکہ وہاں ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نہیں تھے۔[2]

۸ عمر رضی اللہ عنہ کے علم کی بشارت

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میں سویا ہوا تھا کہ اسی دوران میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے پاس ایک پیالہ لایا گیا ہے جس میں دودھ ہے، میں نے اس میں سے اتنا پیا کہ میں اپنے ناخنوں میں اس کی تازگی کو دیکھنے لگا۔ پھر میں نے اپنا بچا ہوا دودھ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔''

---

[1] مصنف عبد الرزاق : 7/ 289- وإسناده صحيح

[2] صحيح البخاري :3487

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ اس کی کیا تعبیر کرتے ہیں؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کی تعبیر علم ہے۔''①

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ کی تعبیر علم کے ساتھ کی، کیونکہ دودھ تمام لوگوں کیلئے مفید ہوتا ہے اور اس کے ساتھ بدن کی اصلاح ہوتی ہے۔ اسی طرح علم بھی تمام لوگوں کیلئے مفید ہوتا ہے اور اس کے ساتھ دنیا وآخرت کے تمام امور سنورتے ہیں۔

❾ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرنے کا حکم دیا

حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے، اسی دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «إِنِّيْ لَا أَدْرِيْ مَا بَقَائِيْ فِيكُمْ ، فَاقْتَدُوْا بِالَّذِيْنِ مِنْ بَعْدِيْ » وَأَشَارَ إِلٰى أَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ②

''مجھے نہیں معلوم کہ میں تم لوگوں میں کب تک باقی رہوں گا، لہذا تم میرے بعد (ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا) ان دو کی اقتداء کرنا۔''

❿ اگر نبوت کا سلسلہ چلتا تو عمر رضی اللہ عنہ نبی ہوتے

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«لَوْ كَانَ بَعْدِيْ نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ»③

''اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہوتے۔''

سامعین کرام! ہم نے عمر رضی اللہ عنہ کے چند فضائل ومناقب ذکر کئے ہیں، جن سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ موصوف کس قدر عظیم الشان تھے اور ان کا مقام ومرتبہ کس قدر بلند تھا۔ اللہ تعالی ہمیں ان کے مرتبے کو پہچاننے اور ان سے سچی محبت کرنے کی توفیق دے۔

آیئے اب سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی زندگی کے کچھ عملی پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی زندگی کے چند عملی پہلو

❶ عمر رضی اللہ عنہ دین میں بہت مضبوط تھے اور اللہ کی کتاب پر سختی سے عمل کرنے والے تھے۔

انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

① صحیح البخاری :82 ، صحیح مسلم :2391

② جامع الترمذی :3663۔ وصححه الألبانی

③ جامع الترمذی : 3686۔ وحسنه الألبانی

«أَرْحَمُ أُمَّتِي بِأُمَّتِي أَبُوْ بَكْرٍ ، وَأَشَدُّهُمْ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ عُمَرُ»

''میری امت میں سے میری امت کیلئے سب سے زیادہ رحم دل ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں اور ان میں سب سے زیادہ مضبوط دین والے عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔''[1]

اور ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میں سویا ہوا تھا کہ اسی دوران میں نے خواب میں لوگوں کو دیکھا جو مجھے پیش کئے جا رہے تھے اور ان پر کُرتے تھے، کسی کا کرتہ سینے تک تھا (یعنی بہت ہی چھوٹا کرتہ جو گلے سے بس سینے تک ہی پہنچتا) اور کسی کا اس سے نیچے تک۔ اور عمر رضی اللہ عنہ بھی پیش کئے گئے جن پر اتنا لمبا کرتہ تھا کہ وہ اسے گھسیٹ رہے تھے۔''

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ نے اس کی کیا تعبیر کی ہے؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کی تعبیر دین ہے۔''[2]

اور اس سے مراد یہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے خوبصورت دینی اثرات اور ان کے بہترین طریقے ان کی وفات کے بعد بھی مسلمانوں میں جاری رہیں گے اور ان کی اقتداء کی جائے گی۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حُر بن قیس رضی اللہ عنہ نے عیینہ بن حصن کیلئے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ان کے پاس آنے کی اجازت طلب کی، تو انھوں نے اجازت دے دی۔ چنانچہ جب وہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو کہنے لگے: ابن الخطاب! آپ ہمیں زیادہ مال نہیں دیتے اور نہ ہی ہمارے درمیان عدل وانصاف کے ساتھ فیصلے کرتے ہیں! یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ کو شدید غصہ آیا حتی کہ انھوں نے اسے سزا دینے کا ارادہ کرلیا تھا۔ تو حُر بن قیس رضی اللہ عنہ نے کہا: امیر المؤمنین! اللہ تعالی کا اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حکم ہے کہ

﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴾[3]

''درگزر کرنے کا رویہ اختیار کیجئے، معروف کاموں کا حکم دیجئے اور جاہلوں سے اعراض کیجئے۔''

اور یہ (عیینہ بن حصن) بھی جاہلوں میں سے ایک ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

(وَاللّٰهِ مَا جَاوَزَهَا عُمَرُ حِيْنَ تَلَاهَا عَلَيْهِ ، وَكَانَ وَقَّافًا عِنْدَ كِتَابِ اللّٰهِ)

''اللہ کی قسم! عمر رضی اللہ عنہ پر جب انھوں نے اس آیت کی تلاوت کی تو وہ اس سے آگے نہیں بڑھے اور آپ

---

[1] جامع الترمذی: 3790، سنن ابن ماجہ: 154 واللفظ لہ۔ وصححہ الألبانی

[2] صحیح البخاری: 23، صحیح مسلم: 2390 [3] الأعراف 7: 199

اللہ کی کتاب پر سختی سے عمل پیرا تھے۔"[1]

❷ عمر رضی اللہ عنہ کی نبی ﷺ سے محبت

جناب عمر رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ سے اپنی جان سے بھی بڑھ کر محبت تھی۔

عبد اللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ اسی دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

(يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا مِنْ نَفْسِيْ)

"اے اللہ کے رسول! آپ مجھے (دنیا کی) ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں، ہاں البتہ میری جان سے زیادہ محبوب نہیں۔"

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: « لَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ ، حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ »

"نہیں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہاں تک کہ میں تمھیں تمھاری جان سے بھی زیادہ محبوب ہو جاؤں۔"

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: (فَإِنَّهُ الْآنَ وَاللّٰهِ ، لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِيْ)

"اب اللہ کی قسم! آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔"

تو آپ ﷺ نے فرمایا: (اَلْآنَ يَا عُمَرُ) "اے عمر! اب بات بنی ہے۔"[2]

❸ نبی ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری

جناب عمر رضی اللہ عنہ کو چونکہ نبی ﷺ سے شدید محبت تھی، اس لئے وہ آپ ﷺ کی صدق دل سے اطاعت وفرمانبرداری کرتے تھے اور آپ ﷺ کی احادیث مبارکہ کے سامنے اپنے آپ کو جھکا دیتے تھے۔

(۱) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوْا بِآبَائِكُمْ »

"بے شک اللہ تعالیٰ تمھیں منع کرتا ہے کہ تم اپنے باپوں کی قسم اٹھاؤ۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کر کے فرماتے ہیں:

فَوَاللّٰهِ مَا حَلَفْتُ بِهَا مُنْذُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنْهَا ذَاكِرًا وَلَا آثِرًا .

یعنی میں نے جب سے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا کہ آپ نے اس سے منع کر دیا ہے، تب سے میں نے کبھی

---

[1] صحیح البخاری:4642
[2] صحیح البخاری:6632

ایسی قسم نہیں اٹھائی، نہ اپنی طرف سے اور نہ کسی کی طرف سے نقل کرتے ہوئے۔ [۱]

(۳) عبد اللہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ شام کی طرف روانہ ہوئے اور جب آپ 'سرغ' مقام پر پہنچے تو آپ کو پتہ چلا کہ شام میں وبا پھیلی ہوئی ہے۔ چنانچہ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: « إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوْا عَلَيْهِ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوْا فِرَارًا مِنْهُ»

''جب تم وبا کے بارے میں سنو کہ وہ کسی ملک میں پھیل چکی ہے تو اس میں مت جاؤ۔ اور جب تم کسی ملک میں موجود ہو اور وہاں وبا پھیل جائے تو راہِ فرار اختیار کرتے ہوئے وہاں سے مت نکلو۔''

یہ حدیث سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ 'سرغ' سے ہی واپس لوٹ آئے۔ [۲]

(۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب حجر اسود کا بوسہ لیا تو فرمایا: (أَمَا وَاللّٰهِ ، إِنِّيْ لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ ، وَلَوْ لَا أَنِّيْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ)

''خبر دار! مجھے معلوم ہے کہ تم ایک پتھر ہو اور تم نہ نقصان پہنچا سکتے ہو اور نہ نفع۔ اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمھارا بوسہ لیا ہے تو میں کبھی تمھارا بوسہ نہ لیتا۔''

پھر فرمانے لگے: « مَا لَنَا وَلِلرَّمَلِ ، إِنَّمَا كُنَّا رَاءَ يْنَا الْمُشْرِكِيْنَ ، وَقَدْ أَهْلَكَهُمُ اللّٰهُ ، ثُمَّ قَالَ: شَيْءٌ صَنَعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَلَا نُحِبُّ أَنْ نَتْرُكَهُ»

یعنی ''اب ہم رمل کیوں کریں! وہ تو دراصل ہم مشرکین کے سامنے (اپنی طاقت) کے اظہار کیلئے ہی کرتے تھے اور اب تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ہلاک کر دیا ہے! پھر کہنے لگے: جو عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا، ہم یہ پسند نہیں کرتے کہ اسے چھوڑ دیں۔'' [۳]

۴ انفاق فی سبیل اللہ:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا اور اتفاق سے اُس دن میرے پاس مال موجود تھا۔ میں نے دل میں کہا: آج ابو بکر رضی اللہ عنہ سے سبقت لے جانے کا بہترین موقع ہے، لہٰذا میں اپنا آدھا مال لے آیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔

---

۱ صحیح البخاری :6647، صحیح مسلم :1646

۲ صحیح البخاری :5730، 6973 ، صحیح مسلم :2219

۳ صحیح البخاری : 1605 ، صحیح مسلم :1270

آپ ﷺ نے پوچھا: «مَا أَبْقَيْتَ لِأَهْلِكَ ؟»
''اپنے گھر والوں کیلئے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟''
میں نے کہا: (مِثْلَهُ) جتنا مال آپ کی خدمت میں پیش کیا ہے اتنا ہی گھر والوں کیلئے چھوڑ آیا ہوں۔
پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنا پورا مال لے آئے اور رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔
آپ نے پوچھا: «مَا أَبْقَيْتَ لِأَهْلِكَ ؟» ''اپنے گھر والوں کیلئے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟''
تو انھوں نے کہا: (أَبْقَيْتُ لَهُمُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ)
میں ان کیلئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو چھوڑ کر آیا ہوں۔
تب میں نے کہا: (لَا أُسَابِقُكَ إِلَى شَيْئٍ أَبَدًا) میں آپ سے کسی چیز میں کبھی سبقت نہیں لے جا سکتا۔[1]

اور ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر میں زمین ملی تو وہ رسول اکرم ﷺ سے اس کے بارے میں مشورہ کرنے کیلئے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:
یا رسول اللہ! مجھے خیبر میں زمین ملی ہے اور اس سے زیادہ عمدہ اور نفیس مال مجھے کبھی نہیں ملا۔ تو آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟
تو آپ ﷺ نے فرمایا: «إِنْ شِئْتَ حَبَسْتَ أَصْلَهَا وَتَصَدَّقْتَ بِهَا»
''اگر آپ چاہیں تو اس کی ملکیت اپنے پاس رکھیں اور اس کی آمدنی صدقہ کر دیں۔'' یعنی اسے وقف کر دیں۔
چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں فیصلہ کر دیا کہ اسے بیچا نہیں جائے گا، اسے وراثت میں تقسیم نہیں کیا جائے گا اور وہ کسی کو ہبہ بھی نہیں کی جائے گی۔ اور اس کی آمدنی انھوں نے فقیروں، رشتہ داروں، غلاموں، مسافروں اور مہمانوں کیلئے اور اللہ کے راستے (جہاد) میں خرچ کرنے کیلئے صدقہ کر دی۔[2]
یہ دونوں واقعات اس بات کے دلائل ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انفاق فی سبیل اللہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔

۵ غزوات میں شرکت

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شرکت کی اور میدان جہاد میں شجاعت وبہادری کے اعلیٰ نمونے پیش کیے۔ آپ رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر، غزوۂ احد، غزوہ بنی المصطلق، غزوۂ خندق، صلح حدیبیہ، غزوۂ خیبر، فتح مکہ، جنگ حنین اور غزوۂ تبوک سمیت تمام جنگوں میں شریک ہوئے۔ اور ان جنگوں میں

[1] سنن أبی داؤد: 1678- وحسنه الألبانی [2] صحیح البخاری: 2737، صحیح مسلم: 1632

آپ رضی اللہ عنہ کے کئی واقعات کتبِ حدیث اور کتبِ سیرت میں موجود ہیں جنھیں ہم قلتِ وقت کے پیشِ نظر یہاں ذکر نہیں کر سکتے۔

❻ زہد فی الدنیا

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے کے بعد اللہ تعالیٰ نے قیصر وکسریٰ کے خزانے مسلمانوں کو عطا کر دیئے۔ لیکن آپ رضی اللہ عنہ کا اندازِ معیشت ویسے ہی رہا جیسے خلیفہ بننے سے پہلے تھا۔ بلکہ جب آپ رضی اللہ عنہ کی وفات قریب تھی تو آپ نے اپنے بیٹے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو وصیت کی کہ ان کے ذمے چھیاسی ہزار قرضہ ہے جو انھیں ان کی طرف سے ادا کرنا ہے۔

آپ اندازہ لگائیں کہ مسلمانوں کا خلیفہ، وسیع وعریض اسلامی مملکت کا حکمران موت کے وقت مقروض ہے! یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کو قیصر وکسریٰ کے قیمتی خزانوں نے ذرا بھی متاثر نہ کیا۔ دنیا کے مال ومتاع نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے فتنے میں مبتلا نہ کیا، بلکہ آپ رضی اللہ عنہ اس سے بے رغبتی کرتے ہوئے اللہ رب العزت کو پیارے ہو گئے۔

بیت المال سے اپنے اور اپنے اہل وعیال کیلئے کچھ مال لینے کے بارے میں ان کا موقف یہ تھا کہ آپ فرماتے تھے:

''اللہ کے مال میں میری حیثیت ایسے ہی ہے جیسے ایک یتیم کے سرپرست کی ہوتی ہے۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ﴾

''اور جو مالدار ہو وہ (یتیم کے مال سے) کچھ نہ لے۔ اور جو محتاج ہو وہ عرف کے مطابق کھا سکتا ہے۔''

چنانچہ میں جب مالدار ہوتا ہوں تو بیت المال سے کچھ بھی نہیں لیتا اور اگر محتاج ہوتا ہوں تو عرف کے مطابق کھا لیتا ہوں لیکن جب اللہ تعالیٰ آسانی کر دیتا ہے تو واپس لوٹا دیتا ہوں۔''[1]

اسی طرح آپ نے فرمایا:

''میں تمھیں بتاتا ہوں کہ میں بیت المال سے کتنا لیتا ہوں۔ سال بھر میں دو مرتبہ کپڑے لیتا ہوں، ایک مرتبہ سردی میں اور دوسری مرتبہ گرمی میں۔ اور سواری صرف حج وعمرہ کیلئے لیتا ہوں۔ اور میری اور میرے گھر والوں کی خوراک ویسے ہی ہے جیسے قریش کے ایک متوسط آدمی کی ہوتی ہے۔ پھر تم لوگ یہ بھی یاد رکھو کہ میں بھی

---

[1] طبقات ابن سعد: 3/ 276 وسندہ صحیح

مسلمانوں میں سے ایک ہوں، جو آزمائشیں ان پر آتی ہیں وہ مجھ پر بھی آتی ہیں۔''[1]

محترم سامعین! یہ چند پہلو تھے سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی عملی زندگی کے، جنھیں ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم بھی ان کی اقتداء کریں۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس کی توفیق دے۔ آمین

دوسرا خطبہ

محترم بھائیو اور بزرگو! سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی سیرت طیبہ کا ایک باب ان کے دورِ خلافت سے متعلق ہے۔ جو ایک مستقل موضوع ہے اور اس کیلئے ایک خطبہ نہیں بلکہ کئی خطبے درکار ہیں۔ لیکن ہم یہاں اِس باب کو چند اہم نکات میں بیان کرتے ہیں۔

خلیفۂ دوم: امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کے کارناموں کا مختصر تذکرہ

❶ بطورِ خلیفہ نامزدگی

خلیفۂ اول سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے قبل سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو خلیفۃ المسلمین نامزد کردیا تھا۔ اور یہ اس امت کے سب سے افضل انسان حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی فراست کی دلیل ہے کیونکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ ان کے بعد اگر کوئی شخص منصبِ خلافت پر فائز ہونے کا سب سے زیادہ اہل ہے تو وہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ انسان جب قریب المرگ ہوتا ہے تو اس وقت اسے اللہ تعالی کا زیادہ خوف ہوتا ہے، چنانچہ وہ کوئی ایسا کام نہیں کرتا جو اللہ تعالی کو ناراض کرنے والا ہو۔ لہذا جناب ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے آپ کو اللہ تعالی کے ہاں بری ء الذمہ کرنے کیلئے اپنی موت سے پہلے اُس شخص کو اپنا جانشین مقرر فرمایا جو ان کے بعد اِس امت کا سب سے افضل انسان تھا۔ اور خلافت کیلئے سب سے زیادہ مضبوط اور سب سے زیادہ پرہیزگار اور امانتدار تھا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب ابو بکر رضی اللہ عنہ پر موت کا وقت آیا تو انھوں نے عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر کردیا۔ پھر آپ کے پاس علی اور طلحہ (رضی اللہ عنہما) آئے تو انھوں نے پوچھا: آپ نے کس کو خلیفہ مقرر کیا ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا: عمر رضی اللہ عنہ کو۔ تو ان دونوں نے کہا: (وہ تو انتہائی سخت مزاج ہیں لہذا) آپ اپنے رب کو کیا جواب دیں گے؟ انھوں نے کہا: کیا تم مجھے اللہ تعالی سے ڈراتے ہو! میں تم سے زیادہ عمر رضی اللہ عنہ کو جانتا ہوں۔ میں کہوں گا: اللہ! میں نے مسلمانوں کا خلیفہ اس شخص کو نامزد کیا جو مکہ والوں میں سب سے بہتر تھا۔[2]

---

① طبقات ابن سعد: 3/ 275 وسندہ صحیح
② إرواء الغليل للألباني: 6/ 80

چنانچہ پوری امت نے عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق کیا اور انھیں خلیفۂ اول کا جانشین تسلیم کرتے ہوئے ان کی بیعت کی۔

❷ رعایا کی فلاح و بہبود

امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ رعایا کی فلاح و بہبود کا بہت خیال رکھتے تھے۔

☆ اپنی وفات سے کچھ عرصہ پہلے آپ نے فرمایا تھا:

« لَئِنْ سَلَّمَنِی اللّٰهُ لَأَدَعَنَّ أَرَامِلَ الْعِرَاقِ لاَ یَحْتَجْنَ إِلٰی رَجُلٍ بَعْدِیْ »

''اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے صحیح سالم رکھا تو میں عراق کی بیواؤں کو اِس طرح چھوڑ کر جاؤں گا کہ وہ میرے بعد کسی آدمی کی محتاج نہیں رہیں گی۔''①

اِس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ جناب عمر رضی اللہ عنہ اپنی رعایا کی فلاح و بہبود کیلئے کس قدر فکرمند رہتے تھے!

☆ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک نوجوان عورت آپ سے ملی اور کہنے لگی: امیر المؤمنین! میرا خاوند فوت ہو چکا ہے اور اس نے اپنے پیچھے چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے ہیں۔ اللہ کی قسم! انکے پاس پائے بھی نہیں کہ جنھیں وہ پکا کر کھالیں۔ اور نہ ان کے پاس دودھ دینے والا کوئی جانور ہے اور نہ ہی کھیتی ہے۔ اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ ہلاک ہی نہ ہو جائیں ...... چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ واپس لوٹے، ایک اونٹ جو بہت ہی مضبوط پیٹھ والا تھا، گھر میں بندھا ہوا تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے اس پر دو بورے رکھے اور ان میں غلہ بھر دیا، پھر ان دونوں کے درمیان کچھ اور سامان اور کپڑے رکھ دیئے۔ پھر اس اونٹ کی نکیل اس عورت کے ہاتھ میں پکڑائی اور فرمایا: لے جاؤ اِسے، اِس کے ختم ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ تمھیں اور مال عطا کر دے گا۔②

☆ انسان تو انسان آپ رضی اللہ عنہ جانوروں کا بھی خیال رکھتے تھے

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے:

(لَوْ مَاتَ جَدْیٌ بِطفِّ الْفُرَاتِ لَخَشِیْتُ أَنْ یُّحَاسِبَ اللّٰهُ بِهٖ عُمَرَ)

''اگر ایک بکری کا بچہ فرات کے کنارے پر مر جائے تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ عمر سے اس کا حساب نہ لے لے۔''③

---

① صحیح البخاری: 3497

② صحیح البخاری: 3928

③ مصنف ابن ابی شیبہ: 13/ 277، طبقات ابن سعد: 3/ 305- وھو حسن لغیرہ

❸ رحم دل افسروں کی تعیین

ابو عثمان النہدی بیان کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے بنو اسد کے ایک آدمی کو کسی اہم کام کا ذمہ دار مقرر کیا۔ چنانچہ وہ آپ رضی اللہ عنہ کو سلام کہنے کیلئے آیا۔ اسی دوران عمر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے کوئی بچہ آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا بوسہ لیا۔ تو اُس آدمی نے کہا: امیر المؤمنین! آپ بھی بچوں کا بوسہ لیتے ہیں! جبکہ میں نے تو کبھی اپنے کسی بچے کا بوسہ نہیں لیا۔

تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تب تو تم لوگوں کیلئے بھی رحم دلی کا مظاہرہ نہیں کرو گے، جاؤ میں تم سے کبھی کوئی کام نہیں لے سکتا۔ ①

اسی طرح ابو فراس النہدی بیان کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبے میں فرمایا:

''خبردار! میں تمھاری طرف اپنے افسروں کو اس لئے نہیں بھیجتا کہ وہ تمھاری جلدوں پر ماریں، یا تمھارے مالوں پر قبضہ کرلیں، بلکہ میں انھیں اس لئے بھیجتا ہوں کہ وہ تمھیں تمھارا دین سکھلائیں، لہذا اگر وہ کسی شخص کے ساتھ اِس کے علاوہ کوئی اور سلوک کرے تو وہ مجھ تک اپنی بات پہنچائے، اللہ کی قسم! میں اُس سے ضرور بدلہ لوں گا۔'' ②

❹ تعلیم وتربیت کا اہتمام

السائب بن یزید کہتے ہیں کہ میں مسجد میں تھا کہ مجھے کسی آدمی نے کنکری ماری، میں نے دیکھا تو وہ عمر رضی اللہ عنہ تھے، انھوں نے کہا: یہ جو دو آدمی ہیں نا، انھیں میرے پاس لے آؤ۔

میں انھیں لے کر آیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: تم کن میں سے ہو اور کہاں سے ہو؟

انھوں نے کہا: اہل طائف میں سے۔

تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تم اسی شہر سے ہوتے تو میں تمھیں سزا دیتا، تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اپنی آوازیں اونچی کرتے ہو؟ ③

❺ فاروقی دور کی فتوحات

سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ جب فوت ہوئے تو اُن دنوں مسلمانوں کی فوج جناب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں 'یرموک' کے مقام پر رومیوں کے خلاف فیصلہ کن جنگ لڑ رہی تھی۔ اِس سے پہلے عراق کے بیشتر علاقوں پر مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا تھا۔ 'جنگ یرموک' میں اللہ تعالی نے مسلمانوں کو فتح سے ہمکنار کیا اور رومی شکست فاش سے دوچار ہوئے۔

---

① البخاری فی الأدب المفرد: ص 64۔ وصححه الألبانی

② مسند أحمد: 1/ 279 وحسنه أحمد شاکر ③ صحیح البخاری: 458

جب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے زمامِ خلافت سنبھالی تو آپ نے سب سے پہلا حکم یہ جاری کیا کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اسلامی فوج کی قیادت سے معزول کر دیا اور ان کی جگہ پر ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا نیا سپہ سالار مقرر کر دیا۔ اس کے بعد ملکِ شام میں جو معارک ہوئے اور مسلمانوں کو جو فتوحات حاصل ہوئیں وہ مختصراً یوں ہیں:

☆ ۱۳ھ میں معرکۂ فحل ہوا جس میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔

☆ ۱۴ھ میں دمشق فتح ہوا۔

☆ اس کے بعد مسلمانوں کی فوج دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ ایک حصہ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں شمال (سوریہ) کی جانب بڑھا۔ اور دوسرا حصہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں جنوب (اردن) کی جانب پیش قدمی کرنے لگا۔ چنانچہ ملکِ شام کے باقی علاقے (سوریہ اور اردن) پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا۔ ان پے در پے فتوحات کے نتیجے میں رومی بادشاہ (ہرقل) شدید مایوس ہوا اور اسے ذلیل وخوار ہو کر ملکِ شام کو الوداع کہنا پڑا۔

☆ ۱۵ھ میں بیت المقدس فتح ہوا۔ جو رومیوں کا ایک مضبوط قلعہ تھا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کے ساتھ طویل عرصے تک اس کا محاصرہ کیے رکھا۔ آخر کار اہل بیت المقدس اس شرط پر صلح پر آمادہ ہوئے کہ امیر المؤمنین خود بیت المقدس آئیں۔ چنانچہ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیت المقدس گئے۔ جہاں رومیوں کے ساتھ صلح نامے پر اتفاق کیا گیا۔ جس کی رُو سے اہل بیت المقدس کو ان کی جانوں، ان کے مالوں اور عبادت خانوں کے تحفظ کی ضمانت دی گئی۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس میں داخل ہوئے، نماز ادا کی اور اس میں مصلی تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ جو آج بھی مسجد اقصی کے احاطے میں ''مصلی عمر بن الخطاب' کے نام سے موجود ہے۔

یوں پورے بلادِ شام پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا۔

ملکِ مصر اور لیبیا پر چڑھائی

☆ فتح بیت المقدس کے بعد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی اجازت سے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اپنی فوج کے ساتھ مصر کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور عریش، عین شمس، فسطاط اور صعید کو فتح کرتے ہوئے اسکندریہ تک جا پہنچے جو اُس وقت مصریوں کا دار الحکومت تھا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اسکندریہ کا کئی مہینوں تک محاصرہ کیے رکھا۔ آخر کار 'مقوقس' جزیہ دینے کی شرط پر صلح کرنے پر مجبور ہوگیا۔ اِس طرح متعدد معرکوں کے بعد ۲۱ھ میں ملکِ مصر

بھی مسلمانوں نے فتح کر لیا۔ اس کے بعد ۲۲ھ میں مسلم فوج نے طرابلس پر بھی اسلامی جھنڈے گاڑھ دیئے۔

ملک فارس کی فتوحات

جنگ یرموک میں فتح کے بعد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جہاں اسلامی فوج کے ایک حصے کو بلاد شام کو مکمل طور پر فتح کرنے کا حکم دیا، وہاں اسلامی فوج کے دوسرے حصے کو بلادِ فارس کی طرف بھی پیش قدمی کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ بلادِ فارس میں اسلامی فوج کو جو فتوحات حاصل ہوئیں ان کا مختصر تذکرہ کچھ یوں ہے:

☆ ۱۳ھ میں معرکۃ الجسر ہوا جس میں مسلمانوں کو شکست ہوئی۔

☆ پھر اسی سال رمضان کے مہینے میں (البویب) کے مقام پر جنگ ہوئی جس میں مسلمانوں نے معرکۃ الجسر کا بدلہ لیا اور فتح حاصل کی۔ اِس معرکہ میں مسلمانوں کے قائد مثنی بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے۔

☆ ۱۴ھ میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں 'قادسیہ' کی مشہور جنگ ہوئی۔ جس میں مسلمانوں نے شجاعت وبہادری کے عظیم نمونے پیش کیے۔ کئی دن کی مسلسل لڑائی کے بعد اللہ تعالی نے مسلمانوں کو فتح نصیب کی۔ جس سے 'مدائن' کی فتح کا راستہ ہموار ہوا۔

☆ ۱۶ھ میں 'مدائن' فتح ہوا۔ جہاں کسری کے محلات تھے اور ان میں اس کے خزانے بھی تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے عین مطابق اللہ تعالی نے کسری کے بیش بہا خزانے مسلمانوں کے قدموں تلے بچھا دیئے۔

☆ پھر ۱۶ھ میں ہی 'معرکۂ جلولا' ہوا۔ اور اس میں بھی مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔

☆ اس کے بعد 'تکریت' اور 'موصل' بھی فتح ہو گئے۔ یوں 'دجلہ' اور 'فرات' کے درمیان واقع تمام علاقوں پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

☆ ۲۱ھ میں 'نہاوند' کی مشہور جنگ ہوئی۔ جس میں فتحیاب ہونے کے بعد مسلمانوں نے اسے (فتح الفتوح) قرار دیا۔ کیونکہ اس میں مسلمانوں نے فارسیوں کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ اور پھر فارس کے بقیہ علاقوں کو فتح کرنا آسان ہو گیا۔ اِس جنگ میں مسلمانوں کے قائد نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے، جن کے بعد حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی قیادت سنبھال لی۔

☆ 'نہاوند' کے بعد مسلمانوں نے 'اصبہان' پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد 'قم'، 'قاشان' اور ''کرمان' کے علاقے بھی فتح کر لئے۔ اور مسلمان اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر خونی جنگیں لڑتے ہوئے مشرق کی جانب دریائے جیحون اور سندھ تک اور جنوب کی جانب بحر ہند تک اور شمال کی جانب بحر قزوین اور ارمینیا تک جا پہنچے۔

محترم سامعین! جن فتوحات کا ہم نے مختصر تذکرہ کیا ہے یہ صرف نو سال کے قلیل عرصے میں مسلمانوں کو

حاصل ہوئیں۔ جس سے دنیا آج تک حیران ہے کہ کس قدر تیزی کے ساتھ مسلمانوں نے اُس دور کی دو بڑی سلطنتوں (روم وفارس) کو اور پھر ملکِ مصر کو فتح کرلیا تھا! ایسا یقیناً اللہ تعالی کی توفیق سے اور پھر مسلمانوں کے عظیم جذبہ جہاد اور سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی کامیاب منصوبہ بندی اور جنگی پالیسی کے نتیجے میں ممکن ہوا۔

شہادتِ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں آگاہ کردیا تھا۔ جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ (یہ سب) احد پہاڑ پر چڑھے تو وہ ہلنے لگا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا پاؤں مارا اور ارشاد فرمایا:

«أُثْبُتْ أُحُدُ ، فَمَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيْقٌ أَوْ شَهِيْدَانِ» ①

''احد! ثابت رہو (اور مت ہلو) کیونکہ اِس وقت تمھارے اوپر نبی یا صدیق یا دو شہیدوں کے علاوہ کوئی نہیں۔'' دو شہیدوں سے مراد عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

اسی طرح کا ایک واقعہ جبل حراء پر بھی پیش آیا تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ اس پہاڑ پر تھے۔ اور وہ ہلنے لگ گیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کے الفاظ ارشاد فرمائے تھے۔ ②

خود عمر رضی اللہ عنہ بھی شہادت کی دعا ان الفاظ میں کیا کرتے تھے:

(اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ شَهَادَةً فِيْ سَبِيْلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِيْ فِيْ بَلَدِ رَسُوْلِكَ) ③

''اے اللہ! مجھے اپنے راستے میں شہادت نصیب کرنا اور میری موت اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں کرنا۔''

چنانچہ اللہ رب العزت نے آپ کی دعا کو قبول کیا اور انھیں شہادت نصیب کی۔

شہادت کا واقعہ:

عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے پہلی صف میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تھے اور ان کے پیچھے دوسری صف میں میں کھڑا تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ آپ صفیں درست کرتے تھے حتی کہ جب نمازیوں میں کوئی خلل نہ دیکھتے تو تکبیر کہتے۔ اور بسا اوقات پہلی رکعت میں سورۃ یوسف یا سورۃ النحل یا ان جیسی کوئی اور سورت پڑھتے حتی کہ لوگ آپ کے پیچھے پہنچ جاتے۔

تو ہوا یوں کہ آپ نے ابھی تکبیر ہی کہی تھی کہ کوئی شخص عمر رضی اللہ عنہ پر حملہ آور ہوا اور میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے

---

① صحیح البخاری :3686 ② صحیح مسلم : 2417 ③ صحیح البخاری :1890

ہوئے سنا: ''مجھے کتے نے مار ڈالا ہے۔'' یا کہا: ''مجھے کتا کھا گیا ہے۔''

پھر علج (عجمی کافر جو بہت سخت جان تھا اور اس کا نام ابولؤلوہ تھا) اپنی دو دھاری چھری کے ساتھ دائیں بائیں حملے کرنے لگا اور جو بھی اس کے سامنے آیا اس نے اسے نہیں چھوڑا۔ حتی کہ اس نے تیرہ افراد کو نشانہ بنایا جن میں سے سات شہید ہو گئے۔ پھر مسلمانوں میں سے ایک شخص نے جب یہ صورتحال دیکھی تو اس نے اس کے اوپر ایک طویل سی ٹوپی ڈال دی (جس سے وہ کچھ بھی دیکھنے کے قابل نہ رہا۔ ویسے بھی رات کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔)

اسے جب یقین ہو گیا کہ وہ پکڑا گیا ہے تو اس نے خودکشی کر لی۔

عمر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور انھیں اپنی جگہ پہ کھڑا کر دیا تاکہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ جو لوگ عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے تھے وہ' وہ سب کچھ دیکھ رہے تھے جو میں دیکھ رہا تھا۔ لیکن جو لوگ مسجد کے کناروں میں تھے تو انھیں کچھ پتہ نہ چلا، ہاں جب انھیں عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سنائی نہ دی تو وہ 'سبحان اللہ' کہنے لگے۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے انھیں انتہائی مختصر سی نماز پڑھائی (ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے سورۃ الکوثر اور سورۃ النصر پڑھیں)۔ چنانچہ جب سب لوگ نماز سے فارغ ہو گئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: دیکھو، مجھ پر حملہ آور کون تھا؟ وہ گئے اور کچھ دیر کے بعد واپس لوٹے تو کہا: وہ مغیرہ کا غلام ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اچھا! وہ جو کاریگر ہے؟ (یہ ایک نجار تھا) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں، تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ اسے غارت کرے، میں نے تو اس کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا تھا، اُس اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اُس شخص کے ہاتھوں نہیں مارا جو اسلام کا دعویدار ہو۔ تم اور تمھارے والد پسند کرتے تھے کہ مدینہ میں عجمی غلام زیادہ تعداد میں رہیں۔ العباس رضی اللہ عنہ لوگوں میں سب سے زیادہ غلاموں کے مالک تھے۔ تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر آپ چاہیں تو ہم انھیں قتل کر دیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں، اب جبکہ وہ تمھاری زبان بولتے ہیں، تمھارے قبلے کی طرف نماز بھی پڑھتے ہیں اور تمھاری طرح حج بھی کرتے ہیں!

پھر عمر رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر ان کے گھر لے جایا گیا۔ ہم سب ان کے ساتھ گئے۔ اور لوگوں کی حالت ایسی تھی کہ جیسے اُس دن سے پہلے ان پر کوئی مصیبت آئی ہی نہ تھی۔ کوئی کہہ رہا تھا: وہ ٹھیک ہو جائیں گے۔ اور کوئی کہہ رہا تھا: مجھے ڈر ہے (کہ اب نہیں بچ سکتے)

چنانچہ آپ کے پاس نبیذ (کھجور کا نچوڑ جس میں نشہ نہیں ہوتا) لایا گیا، آپ نے پیا تو وہ ان کے پیٹ سے باہر آ گیا۔ پھر دودھ لایا گیا، آپ نے پیا تو وہ بھی آپ کے زخموں سے باہر نکل آیا۔ تو لوگوں کو یقین ہو گیا کہ اب یہ نہیں بچ سکتے۔ (ایک روایت میں ہے کہ طبیب نے یہ صورتحال دیکھ کر کہا: اب آپ وصیت کریں، کیونکہ میرے

خیال میں آپ پر آج یا کل تک موت آجائے گی۔)

پھر ہم ان کے پاس گئے، لوگ آنے جانے اور ان کی تعریف کرنے لگے۔ ایک نوجوان آیا اور کہنے لگا: امیر المؤمنین! آپ کو اللہ کی بشارت پر خوش ہونا چاہیے، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، آپ نے بہت پہلے اسلام قبول کرلیا تھا، پھر آپ خلیفہ بنے تو آپ نے عدل وانصاف کیا۔ اب آپ شہادت حاصل کررہے ہیں۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب کچھ گزارے لائق ہے، نہ میرے خلاف ہے اور نہ میرے حق میں ہے۔

جب وہ نوجوان واپس جانے لگا تو اس کا تہہ بند زمین کو چھو رہا تھا۔ جناب عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(رُدُّوْا عَلَيَّ الْغُلَامَ) ''اس نوجوان کو میرے پاس واپس لاؤ۔''

آپ نے فرمایا: (يَا ابْنَ أَخِيْ! اِرْفَعْ ثَوْبَكَ فَإِنَّهُ أَنْقٰى لِثَوْبِكَ وَأَتْقٰى لِرَبِّكَ)

''میرے بھتیجے! اپنا تہہ بند اوپر اٹھاؤ، اس سے تمھارا تہہ بند بھی صاف رہے گا اور تمھیں تمھارے رب کا خوف بھی نصیب ہوگا۔''

(سامعین! ذرا غور فرمائیں کہ عمر رضی اللہ عنہ زندگی کے آخری لمحات میں بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے سے غافل نہیں! ایک برائی کو دیکھا تو اس پر خاموشی اختیار نہیں کی، بلکہ برائی کرنے والے نوجوان کو پیار سے سمجھایا اور اُس برائی سے منع کیا۔ اور اِس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا بہت بڑا گناہ ہے، تبھی تو عمر رضی اللہ عنہ خاموش نہ رہ سکے۔)

اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرکے فرمایا:

''عبد اللہ! دیکھو میرے اوپر کتنا قرضہ ہے؟''

چنانچہ جب حساب کیا گیا تو آپ پر چھیاسی ہزار یا اس کے قریب قرضہ نکلا۔

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قرضہ اتارنے کیلئے اگر آل عمر کا مال کافی ہو جائے تو ان کے مالوں میں سے ادا کردینا۔ ورنہ بنی عدی بن کعب میں جا کر سوال کرنا، اگر ان کے مال بھی قرضہ اتارنے کیلئے کافی نہ ہوں تو قریش میں جا کر سوال کرنا۔ انھیں چھوڑ کر کسی اور کے پاس نہ جانا۔ پھر میرا قرضہ اتار دینا۔

اور اب تم ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور انھیں کہو: عمر آپ کو سلام کہتا ہے۔ امیر المؤمنین مت کہنا، کیونکہ اب میں امیر المؤمنین نہیں رہا۔ اور ان سے کہنا: عمر بن الخطاب اجازت طلب کرتا ہے کہ اسے اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن کیا جائے۔

چنانچہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ گئے، سلام کہا اور اجازت طلب کی۔ پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اندر گئے تو

دیکھا کہ وہ رو رہی ہیں ۔ انھوں نے کہا: عمر بن الخطاب آپ کو سلام کہہ رہے ہیں ۔ اور اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کیلیئے آپ سے اجازت کے طلبگار ہیں ۔

تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

میں وہ جگہ اپنے لئے چاہتی تھی ، لیکن آج میں عمر رضی اللہ عنہ کی خواہش کو اپنی خواہش پر ترجیح دیتی ہوں ۔

چنانچہ جب عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ آئے تو عمر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: یہ عبد اللہ آگیا ہے ۔ تو انھوں نے فرمایا: مجھے اٹھا کے بٹھاؤ ۔ لہذا ایک آدمی نے انھیں سہارا دیا ۔ تو آپ نے پوچھا: ہاں ، تمھارے پاس کیا خبر ہے؟ انھوں نے کہا: جو آپ پسند کرتے ہیں وہی ۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی ہے ۔ تو انھوں نے کہا: الحمد للہ ۔ میرے لئے اس سے زیادہ اہم بات کوئی نہ تھی ۔ لہذا جب میں فوت ہو جاؤں تو مجھے اٹھا کر لے جانا ۔ پھر سلام کہنا اور کہنا: عمر بن الخطاب اجازت طلب کرتا ہے ۔ اگر عائشہ رضی اللہ عنہا اجازت دے دیں تو مجھے اندر لے جانا اور اگر وہ اجازت نہ دیں تو مجھے مسلمانوں کے عام قبرستان میں دفن کر دینا .... چنانچہ جب آپ فوت ہو گئے تو ہم انھیں اٹھا کر عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے پاس لے گئے ۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے سلام کہنے کے بعد کہا: عمر بن الخطاب آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں ۔ تو انھوں نے کہا: اندر لے آؤ ۔ چنانچہ انھیں اندر لے جایا گیا ۔ اور ان کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ انھیں دفن کر دیا گیا ۔ ①

محترم حضرات ! ہم آخر میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی زبانی ایک واقعہ ذکر کرتے ہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی جناب عمر رضی اللہ عنہ کے مداح تھے ۔ یاد رہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی جناب عمر رضی اللہ عنہ سے کیا تھا ۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے مابین پیار ومحبت پر مبنی تعلقات تھے ۔ ایسا نہیں جیسا کہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کے درمیان تعلقات کشیدہ تھے ! تو یہ دعوی بالکل درست نہیں ہے ، بلکہ یہ دعوی باطل ہے ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں کھڑا تھا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کیلیئے دعا کر رہے تھے ، آپ رضی اللہ عنہ کو ایک چارپائی پر لٹایا گیا تھا ، اچانک ایک شخص میرے پیچھے سے آیا اور میرے کندھوں پر اپنی کہنی رکھ کر کہنے لگا:

” اے عمر ! اللہ تعالی آپ پر رحم فرمائے ، مجھے اللہ تعالی سے یہی امید تھی کہ وہ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ ملا دے گا ، کیونکہ میں اکثر وبیشتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا کرتا تھا کہ

① صحيح البخاري :3700

«جِئْتُ أَنَا وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَدَخَلْتُ أَنَا وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَخَرَجْتُ أَنَا وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ»

''میں، ابوبکر اور عمر آئے۔ میں، ابوبکر اور عمر داخل ہوئے۔ میں، ابوبکر اور عمر نکلے۔''

تو اسی لئے مجھے پوری امید تھی کہ آپ کو اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھیوں کے ساتھ ہی اکٹھا کر دے گا۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے جو یہ دعا کر رہے تھے۔[1]

آخر میں اللہ تعالیٰ سے ایک بار پھر یہ دعا ہے کہ وہ ہمیں عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی سچی محبت نصیب کرے۔ اور ہمیں قیامت کے روز ان کے ساتھ جنت میں داخل فرمائے۔ آمین

---

① صحيح البخاری: 3677، مسلم: 2389

دین میں غلو کرنا

اہم عناصرِ خطبہ:

① اُمت محمدیہ کی ایک خصوصیت : اعتدال اور توسط

② غلو کا معنی اور اس کی اقسام :

① انبیائے کرام علیہم السلام اور صالحین میں غلو کرنا ② عبادت میں غلو کرنا ③ نفلی عمل میں غلو کرنا

④ رخصتوں کو قبول نہ کرنا ⑤ اپنے آپ پر سختی کرنا ⑥ بے جا سوالات کر کے دین میں سختی کرنا

⑦ دعا میں غلو کرنا ⑧ دعوت الی اللہ میں غلو کرنا ⑨ قراءتِ قرآن میں غلو کرنا

پہلا خطبہ

محترم حضرات ! امتِ محمدیہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ ایک معتدل اور متوسط امت ہے۔ اور اِس کا دین دینِ وسط ہے اور اس میں افراط وتفریط نہیں ہے۔ یہ امت نہ کسی عمل میں حد سے تجاوز کرتی ہے اور نہ ہی اس میں کمی کرتی ہے۔ اس میں نہ تو یہودیت کی طرح تشدد ہے اور نہ ہی نصرانیت کی طرح حد سے تجاوز ہے۔ بلکہ یہ امت توسط اور اعتدال کی روش اختیار کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا ﴾[1]

''اور اسی طرح ہم نے تمھیں (اے مسلمانو !) ایک معتدل اور بہترین امت بنایا ہے۔''

لہٰذا اِس امت کے تمام افراد پر لازم ہے کہ وہ اپنے تمام عقائد ونظریات ، عبادات ومعاملات اور اخلاق وکردار میں اعتدال کی راہ اپنائیں اور افراط وتفریط سے اجتناب کریں۔

جو شخص افراط وتفریط سے پرہیز کرتا ہے اور میانہ روی اختیار کرتا ہے اسے اللہ کے رسول ﷺ نے کامیابی کی نوید سنائی ہے۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل نجد میں سے ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ، جس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے ، اس کی آواز کی گنگناہٹ سنائی دیتی تھی ، لیکن اس کی بات سمجھ نہیں آرہی تھی ، یہاں تک کہ وہ قریب آ گیا۔ چنانچہ وہ اسلام کے متعلق سوال کرنے لگا۔ تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

---

① البقرة 2: 143

« خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ » ''دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں ۔''

اس نے کہا: کیا ان کے علاوہ بھی کوئی نماز فرض ہے؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا:« لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ » ''نہیں ، البتہ تم نفلی نماز پڑھنا چاہو تو پڑھ سکتے ہو۔''

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:« وَصِيَامُ رَمَضَانَ» ''اور رمضان کے روزے بھی فرض ہیں ۔''

اس نے کہا: کیا ان کے علاوہ بھی کوئی روزہ فرض ہے؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا:« لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ» ''نہیں ، البتہ تم نفلی روزہ رکھنا چاہو تو رکھ سکتے ہو۔''

پھر آپ ﷺ نے اس کیلئے زکاۃ بھی ذکر کی ۔

تو اس نے کہا: کیا اس کے علاوہ بھی کچھ فرض ہے؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا:« لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ» ''نہیں ، البتہ تم نفلی طور پر خرچ کرنا چاہو تو کر سکتے ہو۔''

چنانچہ وہ شخص پیٹھ پھیر کر یہ کہتے ہوئے جانے لگا کہ (**وَاللّٰهِ لَا أَزِيدُ عَلٰى هٰذَا وَلَا أَنْقُصُ**)

''اللہ کی قسم ! میں نہ اس سے زیادہ کروں گا اور نہ ہی اس سے کم ۔''

تو آپ ﷺ نے فرمایا:« أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ » ''اگر اس نے واقعتا ایسے ہی کیا تو یہ کامیاب ہو گیا۔''[1]

اِس حدیث سے ثابت ہوا کہ مسلمان دین میں کمی بیشی اور افراط وتفریط نہیں کر سکتے ۔ کیونکہ نبی ﷺ نے اُس شخص کی کامیابی کو اِس بات سے مشروط کیا ہے کہ اگر وہ صدقِ دل سے افراط وتفریط سے اجتناب کرے گا تو کامیاب ہو جائے گا۔لہٰذا کامرانی وکامیابی کے حصول کیلئے افراط وتفریط سے اجتناب کرتے ہوئے اعتدال اور توسط کی راہ کو اختیار کرنا لازم ہے۔

محترم بھائیو ! آج ہمارا موضوع 'غلو' ہے ۔جس کا معنی ہے : حد سے تجاوز کرنا ۔تمام اہل لغت نے اِس کا یہی معنی ذکر کیا ہے ۔

اور المناوی ؒ کہتے ہیں :

(اَلْغُلُوُّ : مُجَاوَزَةُ الْحَدِّ ، وَالْغُلُوُّ فِي الدِّيْنِ : التَّصَلُّبُ وَالتَّشَدُّدُ فِيهِ حَتّٰى مُجَاوَزَةَ الْحَدِّ)

''غلو سے مراد حد سے آگے بڑھنا ہے ۔اور دین میں غلو کا مطلب ہے : اُس میں سختی اور تشدد کرنا حتی کہ حد سے تجاوز کر جانا۔''

اور ہم خطبہ کے آغاز میں ہی یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ 'غلو' سے اجتناب کرنا انتہائی ضروری امر ہے ۔

---

[1] صحيح البخاري :46، وصحيح مسلم :11

کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے اس سے سختی سے منع کرتے ہوئے تنبیہ فرمائی کہ تم سے پہلے لوگوں کو دین میں 'غلو' نے ہی تباہ و برباد کیا، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم لوگ بھی 'غلو' کرو گے تو تباہی سے دوچار ہو گے۔

آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

« إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّيْنِ فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الْغُلُوُّ فِي الدِّيْنِ »①

''دین میں غلو کرنے سے بچتے رہنا، کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو دین میں غلو نے ہی تباہ کیا۔''

اسی طرح 'غلو' کا مترادف ایک اور لفظ ہے اور وہ ہے: تنطُّع ۔ جس کا معنی ہے: انتہائی گہرائی میں جا کر اپنے اقوال وافعال میں حدود سے تجاوز کرنا اور خواہ مخواہ دین میں تشدد اور سختی کرنا۔

اور دین میں اِس قسم کی سختی بھی ہلاکت و بربادی کا موجب بنتی ہے۔ جیسا کہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: « هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ » قَالَهَا ثَلَاثًا②

''دین میں سختی کر کے حدود سے تجاوز کرنے والے ہلاک ہو گئے۔'' آپ ﷺ نے یہ الفاظ تین بار ارشاد فرمائے۔

اور 'غلو' کی کئی صورتیں ہیں، چند اہم صورتیں اور ان کا شرعی حکم ہم قرآن وحدیث کی روشنی میں آپ کی خدمت میں ذکر کرتے ہیں۔

❶ انبیائے کرام علیہم السلام اور صالحین میں غلو کرنا

جیسا کہ یہود ونصاری نے انبیائے کرام علیہم السلام میں غلو کیا۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ِنِ ابْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ﴾③

''اور یہودیوں نے کہا کہ عزیر (علیہ السلام) اللہ کے بیٹے ہیں۔ اور نصاری نے کہا کہ مسیح (عیسی ابن مریم علیہ السلام) اللہ کے بیٹے ہیں۔''

تو عزیر علیہ السلام اور عیسی علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دینا 'غلو' ہے۔ کیونکہ اللہ تعالی اولاد سے پاک ہے۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اللہ تعالی نے اِس عقیدے کی تردید کی ہے۔ بلکہ اسے سخت بے ہودہ بات اور بہت ہی بھاری گناہ قرار دیا ہے۔

① سنن النسائي: 3057، سنن ابن ماجه: 3029- وصححه الألباني

② صحيح مسلم: 2670 ③ التوبة9: 30

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :﴿ وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ☆ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ☆ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ☆ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ☆ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴾①

''اور وہ (مشرک) کہتے ہیں کہ رحمٰن نے کسی کو اپنی اولاد بنا رکھا ہے! یقیناً تم لوگوں نے (یہ کہہ کر) بہت بھاری گناہ کیا ہے۔ قریب ہے کہ اس کی وجہ سے آسمان پھٹ جائیں، زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ اس لئے کہ وہ لوگ رحمٰن کیلئے اولاد کا دعویٰ کرتے ہیں۔ جبکہ رحمٰن کیلئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ کسی کو اپنی اولاد بنائے۔''

اللہ تعالیٰ کیلئے اولاد کا دعویٰ کرنا ایک بہت بڑا بہتان ہے۔ اور اس سے اللہ تعالیٰ نے خصوصا اہل کتاب کو منع کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّ ضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴾②

''آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں ناحق طور پر غلو نہ کرو۔ اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو اس سے پہلے خود بھی گمراہ ہو گئے اور بہت سے لوگوں کو بھی گمراہ کیا اور راہِ راست سے بھٹک گئے۔''

اسی طرح فرمایا:﴿يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴾③

''اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو نہ کرو اور اللہ کی شان میں حق بات کے علاوہ کچھ نہ کہو۔ مسیح عیسیٰ بن مریم صرف اللہ کے رسول تھے اور اس کا کلمہ، جسے اس نے مریم کی طرف پہنچا دیا۔ اور اس کی طرف سے ایک روح۔ لہذا تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آؤ۔ اور تین معبودوں کے قائل نہ بنو۔ اِس سے باز آ جاؤ، اسی میں تمھاری بہتری ہے۔ یقیناً اللہ اکیلا معبود ہے، وہ اس سے پاک ہے کہ کوئی اس کی اولاد ہو۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کی ملکیت ہے۔ اور اللہ بحیثیت کارساز کافی ہے۔''

① مریم19 :88-92 ② المائدة5 :77 ③ النساء4 :171

ان دونوں آیات میں اللہ تعالی نے خصوصا اہل کتاب کو دین میں غلو کرنے سے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ وہ لوگ بہت زیادہ غلو کرتے تھے۔ انبیاء علیہ السلام کے علاوہ اپنے راہبوں اور درویشوں میں بھی غلو کرتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ ①

''ان لوگوں نے اپنے عالموں اور اپنے عابدوں کو اللہ کی بجائے معبود بنا لیا اور مسیح عیسی بن مریم کو بھی۔ حالانکہ انھیں تو صرف ایک ہی معبود کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا جس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں۔ وہ ان کے شرک سے پاک ہے۔''

ان لوگوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو کس طرح معبود بنا لیا تھا! اس کی وضاحت رسول اکرم ﷺ کی ایک حدیث سے ہوتی ہے، جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« أَمَا إِنَّهُمْ لَمْ يَكُوْنُوْا يَعْبُدُوْنَهُمْ،وَلٰكِنَّهُمْ كَانُوْا إِذَا أَحَلُّوْا لَهُمْ شَيْئًا اِسْتَحَلُّوْهُ،وَإِذَا حَرَّمُوْا عَلَيْهِمْ شَيْئًا حَرَّمُوْهُ» ②

''خبردار! وہ ان کی عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ وہ جب کسی چیز کو حلال قرار دیتے تو اسے یہ حلال تصور کر لیتے اور وہ جب کسی چیز کو حرام کہتے تو اسے یہ حرام مان لیتے۔''

محترم بھائیو! جیسا کہ اہل کتاب نے اپنے انبیاء علیہ السلام اور صالحین میں غلو کیا، بالکل اسی طرح سے اس امت کے لوگ بھی امام الانبیاء جناب محمد مصطفی ﷺ اور صالحین امت میں غلو کرتے ہیں اور ان کی تعریف میں حد سے تجاوز کرتے ہیں۔

جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں:

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر ۔۔۔ اُتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفی ہو کر

اور کسی نے غلو کرتے ہوئے یہ شعر کہا:

شریعت کا ڈر ہے نہیں تو یہ کہہ دوں ۔۔۔ خدا خود رسول خدا بن کے آیا

اسی طرح بعض لوگ کہتے ہیں:

نہ بندہ رہے گا نہ اللہ رہے گا ۔۔۔ خدائی کا مالک محمد رہے گا

---

① التوبة 9:31 ② جامع الترمذی :3095 وصححه الألبانی

اسی طرح آپ ﷺ کی مدح میں یہ شعر بھی پڑھا جاتا ہے:

نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا　　ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر

یعنی ''آسمان کے نیچے ادب کی ایک ایسی جگہ ہے جو عرش سے بھی نازک ہے، جہاں جنید اور بایزید جیسے بزرگ بھی سانس روک کر حاضر ہوتے ہیں۔''

اسی طرح ایک اور شعر آج کل زبان زدعام ہے:

کعبے کا بھی کعبہ پیارے نبی کا روضہ　　کعبے کی عظمتوں کا منکر نہیں ہوں میں

جبکہ رسول اکرم ﷺ نے اپنی تعریف میں غلو سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

« لَا تُطْرُوْنِیْ كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَی ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ »

''میری تعریف وتعظیم میں حد سے تجاوز نہ کرو، جیسا کہ نصاری نے عیسی بن مریم (علیہ السلام) کی تعریف وتعظیم میں حد سے تجاوز کیا۔ میں تو محض اللہ کا ایک بندہ ہوں، لہٰذا تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہا کرو۔''①

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کو ان اختیارات کا مالک تصور کرنا جو صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں مثلا آپ ﷺ کو حاجت روا، یا مشکل کشا، یا غوث تصور کرنا حرام ہے۔ اور آپ ﷺ کے احترام اور تعظیم کی جو حد مقرر کردی گئی ہے اس سے تجاوز ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ قُلْ لَّآ أَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴾②

''کہہ دیجئے کہ مجھے تو خود اپنے نفع ونقصان کا اختیار بھی نہیں ہے، مگر اللہ ہی جو کچھ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت سی بھلائیاں حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔ میں تو محض ایک ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں ان کیلئے جو ایمان لے آئیں۔''

نیز فرمایا: ﴿ قُلْ لَّآ أَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَائِنُ اللّٰهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُوْلُ لَكُمْ إِنِّيْ مَلَكٌ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوْحٰى إِلَيَّ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ أَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴾③

''آپ ان سے کہئے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، نہ ہی میں غیب کی باتیں جانتا ہوں۔ اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں بلکہ میں تو پیروی کرتا ہوں اس چیز کی جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ آپ ان سے پوچھئے کہ کیا نابینا اور بینا برابر ہو سکتے ہیں؟ پھر تم لوگ کیوں نہیں سوچتے؟''

① صحيح البخاری :3445　② الأعراف : 188　③ الأنعام6: 50

اسی طرح کئی لوگ صالحین میں انتہائی غلو کرتے ہیں۔اور ان کی قبروں کی طرف ثواب کی نیت سے سفر کرتے ہیں، پھر ان سے نفع کی امید رکھتے ہوئے ان کی قبروں پر نذرو نیاز پیش کرتے ہیں۔ رکوع وسجود کرتے ہیں اور انھیں حاجت روا اور مشکل کشا تصور کرتے ہوئے ان سے دعائیں مانگتے ہیں۔

جبکہ رسول اکرم ﷺ نے تو انبیائے کرام علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنانے والوں کے متعلق آگاہ فرمایا کہ ان پر اللہ کی لعنت برستی ہے۔ چہ جائیکہ کسی اور کی قبر کو اِس طرح سجدہ گاہ بنایا جائے!

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مرض الموت میں بار بار یوں ارشاد فرماتے: «لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ»①

''یہود ونصاری پر اللہ تعالی کی لعنت ہو جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔''

اور اس سے آپ ﷺ کا مقصود اپنی امت کو ڈرانا تھا کہ وہ بھی یہود ونصاری کے نقشِ قدم پہ چلتے ہوئے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کی قبر کو سجدہ گاہ نہ بنائیں۔ اور جب ایک نبی کی قبر کو سجدہ گاہ بنانا حرام ہے تو یقیناً نبی سے کم تر کسی اور انسان کی قبر کو سجدہ بنانا بھی بالأولی حرام ہے۔

یادرہے کہ صالحین میں غلو کی وجہ سے ہی زمین پر شرک کی ابتداء ہوئی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ام حبیبہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک گرجا گھر اور اس میں رکھی تصویروں کا تذکرہ کیا جسے انھوں نے حبشہ میں دیکھا تھا۔تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« إِنَّ أُولٰئِكَ إِذَا كَانَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ ، بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهِ مَسْجِدًا ، وَصَوَّرُوْا فِيهِ تِلْكَ الصُّوَرَ ، فَأُولٰئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»②

''ان لوگوں میں جب کوئی نیک آدمی فوت ہوتا تو وہ اس کی قبر پر مسجد بنا دیتے۔اور اس میں ان تصویروں کو رکھ دیتے۔تو یہ لوگ قیامت کے روز اللہ کے نزدیک سب سے برے ہوں گے۔''

آج کل بہت سارے لوگ بڑے دھڑلے سے 'غلو' کرتے ہیں اور صالحینِ امت کی تعریف میں اِس قدر حد سے تجاوز کرتے ہیں کہ انھیں اللہ تعالی کے اختیارات تک کا مالک تصور کرتے ہیں۔والعیاذ باللہ

جیسا کہ ایک قوال کسی پیر کے بارے میں کہتا ہے:

لوکی تینوں پیر مندے　　　اساں تینوں رب منیا !!

یعنی لوگ آپ کو پیر مانتے ہیں جبکہ ہم آپ کو (نعوذ باللہ) رب مانتے ہیں !!

---

① صحیح البخاری: 3453، 3454　② صحیح البخاری 427

اسی طرح ایک اور کہتا ہے:

لوکی عرشاں دے اُتے لبھدے نیں رب بُوری والے دے اولے آ بیٹھا

یعنی لوگ رب کو عرش پر تلاش کرتے ہیں جبکہ رب تو بُوری والے پیر کے ہاں آ بیٹھا ہے!

اسی طرح کئی لوگ سیدنا علی رضی اللہ عنہ میں شدید غلو کرتے ہیں اور انھیں رب تک مانتے ہیں۔ نیز یہی لوگ اپنے ائمہ کو معصوم قرار دیتے ہیں، بلکہ انھیں انبیاء علیہم السلام سے بھی افضل گردانتے ہیں!

اللہ رب العزت غلو کرنے والے اِن تمام لوگوں کو ہدایت دے۔

❷ عبادت میں غلو کرنا

بعض لوگ عبادت میں غلو کرتے ہیں، یعنی حد سے تجاوز کرتے ہیں۔ اور ایسا کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ شریعت میں جب ایک چیز کی حد مقرر کردی جائے تو اس سے تجاوز کرنا درست نہیں ہوتا۔

اِس کی دو دلیلیں ہیں:

① حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ذوالحج کی صبح کو اپنے سواری پر بیٹھے ہوئے مجھے حکم دیا کہ (هَاتِ الْقُطْ لِيْ) ''لاؤ، مجھے کنکریاں چن کر دو۔''

تو میں نے چند کنکریاں جو چنے کے سائز سے تھوڑی سی بڑی تھیں، چن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں رکھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دیکھا تو فرمایا:

«بِأَمْثَالِ هٰؤُلَاءِ ، وَإِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّيْنِ فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الْغُلُوُّ فِي الدِّيْنِ»①

''اسی طرح کی کنکریاں مارنا۔ اور دین میں غلو سے پرہیز کرنا۔ کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو دین میں اسی غلو نے ہی ہلاک وبرباد کیا۔''

جبکہ آج کل بہت سارے لوگ مناسکِ حج کی ادائیگی کے دوران جب جمرات کو کنکریاں مارتے ہیں تو کئی طرح سے غلو کرتے ہیں۔ چنانچہ کئی لوگ بڑے بڑے پتھر مارتے ہیں۔ کئی لوگ چپل اور جوتے مارتے ہیں۔ اور کئی لوگ کنکریاں مارتے ہوئے شیطان کو گالیاں تک دیتے ہیں ......تو یہ سب غلو ہی کی صورتیں ہیں، جن سے حجاج کرام کو بچنا چاہیے۔

② حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

---

① سنن النسائی :3075، سنن ابن ماجه :3029- وصححه الألبانی

حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے وضو کے متعلق سوال کیا۔ تو آپ ﷺ نے اسے وضو کر کے دکھایا اور تمام اعضائے وضو کو تین تین بار دھویا (سوائے مسح کے) پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

«فَمَنْ زَادَ عَلٰى هٰذَا فَقَدْ أَسَاءَ وَتَعَدّٰى وَظَلَمَ» [1]

''جس شخص نے اِس پر اضافہ کیا تو اس نے برا کام کیا، زیادتی کی اور ظلم کیا۔''

یہ حدیث اِس بات کی دلیل ہے کہ وضو کے اعضاء کو زیادہ سے زیادہ تین مرتبہ دھویا جا سکتا ہے۔ اِس سے زیادہ مرتبہ دھونا برا عمل اور ظلم وزیادتی ہے۔ لہٰذا اس میں غلو کرنے سے بچنا ضروری ہے۔

۳ نفلی عمل میں غلو کرنا

بعض لوگ نفلی اعمال میں حد سے تجاوز کرتے ہیں۔ اور یہ بھی درست نہیں ہے۔ کیونکہ پوری کی پوری خیر وبھلائی نبی ﷺ کی سنت کی اتباع میں ہے۔

اِس نکتے کی کئی دلیلیں ہیں:

① حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَا تُوَاصِلُوْا» ''تم دن اور رات کا روزہ نہ رکھا کرو۔''

تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: آپ تو رکھتے ہیں!

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنِّيْ لَسْتُ مِثْلَكُمْ ، إِنِّيْ أَبِيْتُ يُطْعِمُنِيْ رَبِّيْ وَيَسْقِيْنِيْ»

''میں تمھاری طرح نہیں ہوں، میں رات گزارتا ہوں، تو مجھے میرا رب کھانا بھی کھلاتا ہے اور پانی بھی پلاتا ہے۔''

اِس کے باوجود بھی وہ لوگ اِس سے باز نہ آئے۔ چنانچہ نبی ﷺ نے ان کے ساتھ مسلسل دو دنوں یا دو راتوں کا روزہ رکھا۔ پھر انھوں نے چاند دیکھ لیا۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَوْ تَأَخَّرَ الْهِلَالُ لَزِدْتُكُمْ » كَالْمُنَكِّلِ لَهُمْ »

''اگر چاند نظر نہ آتا تو میں تمھیں اور زیادہ دنوں کا روزہ رکھواتا۔'' گویا کہ آپ ﷺ انھیں سزا دے رہے تھے۔ [2]

---

① سنن النسائی :140۔ وصححہ الألبانی ② صحیح البخاری :7299

② حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگ نبی اکرم ﷺ کے ہاں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے آپ ﷺ کی عبادت کے متعلق سوال کیا۔ چنانچہ انھوں نے اس کے بارے میں انھیں مطلع کیا تو وہ آپ ﷺ کی عبادت کو (اپنے نظریے سے) کم تصور کرنے لگے اور کہنے لگے: ہم کہاں نبی اکرم ﷺ کے برابر ہو سکتے ہیں، ان کی تو اللہ رب العزت نے اگلی پچھلی تمام خطائیں معاف فرما دی ہیں!

پھر ان میں سے ایک نے کہا: میں تو ہمیشہ ساری رات کا قیام کرتا رہوں گا۔

دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ روزے رکھوں گا اور کبھی روزہ نہیں چھوڑوں گا۔

اور تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی شادی نہیں کروں گا۔

ان کی یہ باتیں نبی ﷺ تک پہنچیں تو آپ ان کے پاس آئے اور فرمایا:

« أَنْتُمُ الَّذِينَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا ؟ أَمَا وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ ، لٰكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ ، وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي »

''کیا وہ تم ہو جنھوں نے یہ یہ باتیں کی ہیں؟ تمھیں جاننا چاہیے کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور سب سے زیادہ متقی ہوں۔ میں روزہ رکھتا بھی ہوں اور چھوڑ بھی دیتا ہوں، میں رات کو قیام بھی کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں۔ لہٰذا جو شخص میرے طریقے سے اعراض کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہوگا۔''①

③ حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا۔ چنانچہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے ملنے آئے تو انھوں نے حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ وہ پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس ہیں اور انھوں نے کوئی بناؤ سنگھار نہیں کیا ہوا۔ جب انھوں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا نے کہا: اس کی وجہ یہ ہے کہ تمھارا بھائی ابو الدرداء دنیا سے بالکل بے نیاز ہو چکا ہے۔ اس کے بعد حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بھی گھر میں پہنچ گئے تو انھوں نے مہمان کیلئے کھانا تیار کروایا اور انھیں کھانا پیش کر کے کہنے لگے:

بھائی تم کھاؤ، میں تو روزے سے ہوں۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس وقت تک نہیں کھاؤں گا جب تک تم میرے ساتھ نہیں کھاتے!

تو حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ کھانے لگے۔

① صحیح البخاری :5063، صحیح مسلم :1401

پھر جب رات چھا گئی تو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے اپنے مہمان سے سونے کا کہا اور خود جا کر نماز پڑھنے لگے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے کہا: جاؤ تم بھی سو جاؤ۔ چنانچہ وہ بھی سو گئے اور جب رات کا آخری حصہ شروع ہوا تو انھوں نے کہا: اب اٹھو اور نماز پڑھ لو۔ پھر انھوں نے کہا:

«إِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا ،وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا ،وَلِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا ،فَأَعْطِ كُلَّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّهُ»

''تم پر تمھارے رب کا حق بھی ہے، تمھاری جان کا حق بھی ہے اور تمھارے گھر والوں کا حق بھی ہے۔ لہٰذا تم سب کے حقوق ادا کیا کرو۔''

پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو پورا قصہ سنایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«صَدَقَ سَلْمَانُ» ''سلمان نے سچ کہا ہے۔''[1]

④ اسی طرح عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا:

«يَا عَبْدَ اللّٰهِ ! أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُوْمُ النَّهَارَ وَتَقُوْمُ اللَّيْلَ ؟»

''عبداللہ! کیا مجھے خبر نہیں دی گئی کہ تم دن کو روزہ رکھتے ہو اور رات بھر نماز پڑھتے رہتے ہو؟''

تو میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیوں نہیں، میں ایسے ہی کرتا ہوں۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « فَلَا تَفْعَلْ ،صُمْ وَأَفْطِرْ ، وَقُمْ وَنَمْ ، فَإِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا ،وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا،وَإِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا،وَإِنَّ بِحَسْبِكَ أَنْ تَصُوْمَ كُلَّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ،فَإِنَّ لَكَ بِكُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرُ أَمْثَالِهَا ،فَإِنَّ ذٰلِكَ صِيَامُ الدَّهْرِ كُلِّهِ »[2]

''تم ایسے نہ کیا کرو۔ روزہ رکھا کرو اور پھر روزہ چھوڑ دیا کرو۔ نماز بھی پڑھا کرو اور سویا بھی کرو۔ کیونکہ تمھارے جسم کا بھی تم پر حق ہے، تمھاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے، تمھاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے اور تمھارے مہمانوں کا بھی تم پر حق ہے۔ اور تمھیں یہی کافی ہے کہ تم ہر مہینے میں تین دن روزے رکھ لیا کرو۔ کیونکہ ایک نیکی دس نیکیوں کی طرح ہوتی ہے۔ یوں یہ روزے سال بھر کے ہو جائیں گے۔''

⑤ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (مسجد میں) داخل ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ ایک رسی دو ستونوں کے درمیان بندھی ہوئی ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: (مَا هٰذَا الْحَبَلُ ؟) ''اِس رسی کا کیا ماجرا ہے؟'' تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: یہ زینب رضی اللہ عنہا کیلئے بندھی ہوئی ہے۔ جب وہ (نماز پڑھتے پڑھتے) تھک جاتی ہیں تو اسے پکڑ لیتی ہیں۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

① صحیح البخاری :1968
② صحیح البخاری :1975

(لا ، حُلُّوْهُ ، لِيُصَلِّ أَحَدُكُمْ نَشَاطَهُ ، فَإِذَا فَتَرَ فَلْيَقْعُدْ)[1]

''نہیں، اسے کھول دو، تم میں سے ہر شخص اُس وقت تک نماز پڑھے جب تک نشیط (چست) رہے، پھر جب تھک جائے تو بیٹھ جائے۔''

⑥ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«خُذُوْا مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِيقُوْنَ ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوْا ، وَإِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ مَا دُوْوِمَ عَلَيْهِ وَإِنْ قَلَّ»[2]

''تم اپنی طاقت کے مطابق ہی عمل کیا کرو، کیونکہ اللہ تعالی اس وقت تک نہیں اکتا تا جب تک تم خود نہ اکتا جاؤ۔ اور اللہ تعالی کو سب سے زیادہ محبوب عمل وہ ہے جس پر ہمیشگی کی جائے چاہے وہ کم کیوں نہ ہو۔''

ان تمام دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ نفلی اعمال میں اپنے اوپر سختی کرنا اور ان میں غلو کرنا درست نہیں ہے۔ لہٰذا اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔ اور اپنی طاقت کے مطابق ہی نفلی عبادت کرنی چاہئے۔

❹ رخصت کو قبول نہ کرنا

غلو کی ایک صورت ہے: شریعت میں دی گئی رخصت کو قبول نہ کرنا اور خواہ مخواہ دین میں سختی کرنا۔

مثلا مسافر کو رخصت دی گئی ہے کہ وہ سفر میں روزہ چھوڑ سکتا ہے۔ اگر کوئی مسافر اپنے آپ کو مشقت میں ڈالتے ہوئے دوران سفر روزہ جاری رکھے تو یہ شرعی لحاظ سے درست نہیں ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ ایک سفر میں تھے۔ آپ ﷺ نے لوگوں کا رش دیکھا جنھوں نے ایک آدمی پر سایہ کیا ہوا تھا۔ تو آپ ﷺ نے پوچھا: اسے کیا ہوا ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ یہ روزے سے ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: « لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ »

''سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں ہے۔''[3]

اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے کوئی کام کیا اور اس میں رخصت دی۔ لیکن جب لوگوں کو پتہ چلا تو انھوں نے اسے ناپسند کیا اور اس سے بچنے لگنے۔ تو یہ بات نبی ﷺ تک پہنچی، تو آپ ﷺ نے خطبہ دیا، اللہ تعالی کی حمد بیان کی، پھر فرمایا:

---

① صحیح البخاری :1150　② صحیح البخاری :1970 ، صحیح مسلم:782 ۔ واللفظ له

③ صحیح البخاری :1946 ، صحیح مسلم:1115

«مَا بَالُ أَقْوَامٍ یَتَنَزَّهُوْنَ عَنِ الشَّيْءِ أَصْنَعُهُ ، فَوَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأَعْلَمُهُمْ بِاللّٰهِ وَأَشَدُّهُمْ لَهُ خَشْيَةً»①

''لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اس کام سے بچنے لگے ہیں جو میں کرتا ہوں ! اللہ کی قسم ! میں ان سے زیادہ اللہ کو جاننے والا اور ان سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں ۔''

⑤ اپنے آپ پر سختی کرنا

'غلو' کی ایک صورت ہے: اپنے آپ کو خواہ مخواہ مشقت میں ڈالنا اور اپنی جان پر سختی کرنا۔ جو یقیناً درست نہیں ہے۔ اور اس کے کئی دلائل ہیں:

① ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ خطبہ دے رہے تھے کہ آپ نے ایک آدمی کو دیکھا جو کھڑا ہوا تھا اور بیٹھنے سے گریز کر رہا تھا۔ تو آپ ﷺ نے اس کے بارے میں پوچھا، تو لوگوں نے بتایا کہ یہ ابو اسرائیل ہے جس نے نذر مانی ہے کہ یہ کھڑا رہے گا اور نہیں بیٹھے گا۔ نیز سائے میں نہیں جائے گا (ہمیشہ دھوپ میں رہے گا) اور کسی سے بات چیت بھی نہیں کرے گا اور روزہ رکھے گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«مُرْهُ فَلْيَتَكَلَّمْ ، وَلْيَسْتَظِلَّ ، وَلْيَقْعُدْ ، وَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ»②

''اسے حکم دو کہ بات چیت شروع کر دے، سائے میں بھی جائے، نیز بیٹھ جائے اور اپنا روزہ مکمل کرلے۔''

② عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری بہن نے نذر مانی کہ وہ بیت اللہ کی طرف پیدل چل کر جائے گی۔ اور اس نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ میں نبی ﷺ سے اس کیلئے فتوی طلب کروں۔ تو میں نے آپ ﷺ سے فتوی طلب کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«لِتَمْشِ وَلْتَرْكَبْ» ''اسے کہو کہ وہ پیدل بھی چلے اور سوار بھی ہو۔''③

③ انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا جسے اس کے دو بیٹوں کے سہارے پر چلایا جا رہا تھا۔ تو آپ ﷺ نے پوچھا: «مَا بَالُ هٰذَا ؟» ''اسے کیا ہوا ہے؟'' تو لوگوں نے کہا کہ اس نے چلنے کی نذر مانی ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللّٰهَ عَنْ تَعْذِيْبِ هٰذَا نَفْسَهُ لَغَنِيٌّ»

''بے شک اللہ تعالی اِس بات سے بے پرواہ ہے کہ یہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالے۔''

---

① صحیح البخاری :6101، 7301 ، صحیح مسلم :2356

② صحیح البخاری :6704 ③ صحیح البخاری :1866 ، صحیح مسلم :1644

پھر آپ ﷺ نے اسے سواری پر سوار ہونے کا حکم دیا۔ ①

ان تمام دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ اپنے آپ پر خواہ مخواہ سختی کرنا اور خود کو مشقت میں ڈالنا غلو ہے، جس سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے اور اعتدال کی راہ اپنانے کا حکم دیا ہے۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: «إِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ ، وَلَنْ يُّشَادَّ الدِّيْنَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ ، فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَأَبْشِرُوْا ، وَاسْتَعِيْنُوْا بِالْغُدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِّنَ الدُّلْجَةِ »

''بے شک دین آسان ہے اور جو آدمی دین میں تکلف کرے گا اور اپنی طاقت سے بڑھ کر عبادت کرنے کی کوشش کرے گا دین اس پر غالب آ جائے گا۔ لہذا تم اعتدال کی راہ اپناؤ، اگر کوئی عبادت مکمل طور پر نہ کر سکو تو قریب قریب ضرور کرو، عبادت کے اجر وثواب پر خوش ہو جاؤ اور صبح کے وقت، شام کے وقت اور رات کے آخری حصہ میں عبادت کر کے اللہ تعالی سے مدد طلب کرو۔''②

لہذا غلو کی ان تمام صورتوں سے بچنا چاہئے۔ اللہ تعالی ہم سب کو غلو سے محفوظ رکھے۔

❻ بے جا سوالات کے ذریعے دین میں سختی کرنا

'غلو' کی ایک اور صورت ہے: بے جا اور غیر ضروری سوالات کر کے دین میں خواہ مخواہ سختی کرنا۔ جبکہ ہونا یہ چاہئے کہ شریعت جن امور میں خاموش ہو ان میں خاموشی ہی اختیار کی جائے۔

نبی ﷺ نے مختلف مواقع پر بعض لوگوں کے بے جا سوالات کو انتہائی ناپسند فرمایا۔ جیسا کہ حج کی فرضیت ذکر کرتے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«أَيُّهَا النَّاسُ ، قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فَحُجُّوْا »

''اے لوگو! اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے، لہذا تم حج کرو۔''

یہ سن کر ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا ہر سال حج فرض ہے؟

آپ ﷺ نے خاموشی اختیار کی حتی کہ اس نے تین مرتبہ یہی سوال کیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

« لَوْ قُلْتُ نَعَمْ ، لَوَجَبَتْ ، وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ »

''اگر میں ہاں کہتا تو ہر سال حج واجب ہو جاتا، اور ایسا ہو جاتا تو تم اس کی طاقت نہ رکھتے۔''

---

① صحيح البخاری :1865 ، صحيح مسلم :1642

② صحيح البخاری ۔كتاب الإيمان :39

اس کے بعد فرمایا: «ذَرُوْنِیْ مَا تَرَكْتُكُمْ ، فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلٰى أَنْبِيَائِهِمْ ، فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْئٍ فَأْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ ، وَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْئٍ فَدَعُوْهُ»①

''جب تک میں خود تمھیں کچھ نہ بتاؤں اُس وقت تم بھی مجھ سے کچھ نہ پوچھا کرو۔ کیونکہ تم سے پہلے لوگ اپنے نبیوں سے بہت زیادہ سوالات اور ان سے اختلاف کر کے ہی ہلاک ہوئے۔ لہذا جب میں تمھیں کوئی حکم دوں تو اپنی استطاعت کے مطابق اس پر عمل کیا کرو۔ اور جب میں تمھیں کسی چیز سے روکوں تو اسے چھوڑ دیا کرو۔''

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« إِنَّ أَعْظَمَ الْمُسْلِمِيْنَ فِي الْمُسْلِمِيْنَ جُرْمًا مَنْ سَأَلَ عَنْ شَيْءٍ لَمْ يُحَرَّمْ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ ، فَحُرِّمَ عَلَيْهِمْ مِنْ أَجْلِ مَسْأَلَتِهِ»②

''مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ ہے جو کسی ایسی چیز کے بارے میں سوال کرے جو حرام نہ کی گئی ہو، پھر اسے مسلمانوں پر اُس کے سوال کی وجہ سے حرام کر دیا گیا۔''

۵ دعا میں غلو کرنا

دعا کے آداب میں سے ایک یہ ہے کہ وہ چپکے چپکے دعا کرے اور اونچی اونچی آواز میں چیخ وپکار کرتے ہوئے دعا نہ کرے جیسا کہ عموماً طواف اور صفا ومروہ کی سعی کے دوران نظر آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾③

''تم اپنے رب کو عاجزی کے ساتھ اور چپکے چپکے پکارو کیونکہ وہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

دعا میں 'غلو' کی ایک صورت تو یہ ہے کہ دعا کرنے والا دورانِ دعا اپنی آواز میں حد سے تجاوز کرے اور اونچی اونچی آواز میں دعا کرے۔ اور ایسا کرنا ہرگز جائز نہیں۔ کیونکہ حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔ جب ہم کسی وادی کے قریب پہنچتے تو اونچی اونچی آواز کے ساتھ لا إله إلا الله اور الله اکبر کہنا شروع کر دیتے۔

چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

① صحیح مسلم :1337 ② صحیح البخاری :7289، صحیح مسلم :2358واللفظ له
③ الأعراف7 :55

« يَا أَيُّهَا النَّاسُ ! اِرْبَعُوا عَلٰى أَنْفُسِكُمْ فَإِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا ، إِنَّهُ مَعَكُمْ ، إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ ، تَبَارَكَ اسْمُهُ وَتَعَالٰى جَدُّهُ »①

اے لوگو! تم اپنے اوپر ترس کھاؤ، کیونکہ تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو۔ وہ تو تمھارے ساتھ ہے۔ وہ یقیناً بہت سننے والا اور نہایت قریب ہے۔ اس کا نام بابرکت اور اس کی بزرگی بہت بلند ہے۔''

اور 'غلو' کی دوسری صورت یہ ہے کہ دعا کرنے والا دعا کے الفاظ میں حد سے تجاوز کرے۔

جیسا کہ عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو یوں دعا کرتے ہوئے دیکھا:

(اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ الْقَصْرَ الْأَبْيَضَ عَنْ يَمِينِ الْجَنَّةِ إِذَا دَخَلْتُهَا)

''اے اللہ! میں جب جنت میں داخل ہو جاؤں تو مجھے اس کی دائیں طرف سفید محل نصیب کرنا۔''

تو انھوں نے کہا: « أَيْ بُنَيَّ ! سَلِ اللّٰهَ الْجَنَّةَ وَتَعَوَّذْ بِهِ مِنَ النَّارِ »

''میرے بیٹے! اللہ تعالی سے بس جنت کا سوال کرو اور جہنم سے پناہ طلب کرو۔''

کیونکہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ آپ نے فرمایا:

« سَيَكُونُ فِي هٰذِهِ الْأُمَّةِ قَوْمٌ يَعْتَدُوْنَ فِي الطُّهُوْرِ وَالدُّعَاءِ »②

''میری امت میں عنقریب ایسے لوگ ہوں گے جو طہارت اور دعا میں حد سے تجاوز کریں گے۔''

آخر میں اللہ تعالی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہم سب کو حق بات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

دوسرا خطبہ

محترم حضرات! پہلے خطبے میں ہم نے غلو کی سات صورتیں بیان کی ہیں۔ اب اِس کی ایک دو صورتیں اور بھی جان لیجئے۔

❽ دعوت الی اللہ میں غلو

جو حضرات میدانِ دعوت میں کام کرتے ہیں اور تبلیغِ دین اور وعظ ونصیحت کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں، ان میں سے بعض لوگ اپنی دعوت میں غلو کرتے ہیں۔ اور خواہ مخواہ دین میں سختی کرکے لوگوں کو نفرت دلاتے ہیں۔

جبکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ﴾③

---

① صحيح البخاری :2830 ، صحيح مسلم :2704

② سنن أبی داؤد : 96، وسنن ابن ماجة :3864- وصححه الألبانی ③ النحل16 :125

''آپ اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دیجئے ۔ اور ان کے ساتھ بحث وتکرار میں سب سے عمدہ اسلوب اختیار کیجئے ۔''

اور نبی ﷺ نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو موسی الأشعری رضی اللہ عنہ کو دعوتِ اسلام کیلئے یمن کی طرف روانہ فرمایا تو آپ نے انھیں حکم دیا کہ

«يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا ، وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا ، وَتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا» ①

''لوگوں کیلئے آسانی پیدا کرنا اور انھیں سختی اور پریشانی میں نہ ڈالنا ۔ اور ان کو خوشخبری دینا ، دین سے نفرت نہ دلانا ۔ اور دونوں مل جل کر کام کرنا اور آپس میں اختلاف نہ کرنا ۔''

اسی طرح آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «أَحَبُّ الْأَدْيَانِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالَى الْحَنِيفِيَّةُ السَّمْحَةُ» ②

''اللہ تعالی کو سب سے محبوب دین' دین حنیفی ہے جو کہ آسان ہے ۔''

لہذا دعاۃ ، خطباء اور واعظین پر یہ بات لازم ہے کہ وہ دین کو لوگوں کے سامنے آسان انداز میں اور بہترین اسلوب کے ساتھ پیش کریں اور خواہ مخواہ سختی نہ کریں کہ جس سے لوگوں کے دلوں میں اسلامی تعلیمات سے نفرت پیدا ہو ۔

☆ بعض دعاۃ وخطباء فروعی ، اجتہادی مسائل پر خوب گفتگو کرتے اور بحث ومباحثہ کرتے ہیں ، بلکہ اپنی زیادہ تر توانائیاں اسی پر صرف کرتے ہیں اور اصولی ، اعتقادی مسائل کو یکسر نظر انداز کر دیتے ہیں یا ان پر بہت کم بات کرتے ہیں ۔ یہ بھی غلو ہی کی ایک صورت ہے ۔ کیونکہ دین میں دعوت الی اللہ کی ترجیحات متعین کر دی گئی ہیں ۔ اور عقائد وایمانیات ، فرائض اسلام ، مبادیٔ دین اور اخلاقیات کو دیگر مسائل پر فوقیت دی گئی ہے ۔ اس لئے داعی الی اللہ کو بھی اپنی دعوت میں انہی ترجیحات کو مدنظر رکھنا چاہئے ۔

☆ اسی طرح بعض لوگ اپنی دعوت میں صرف ' فضائل اعمال' ذکر کرتے ہیں اور وہ بھی زیادہ تر ایسے جو ضعیف ، جھوٹی اور من گھڑت احادیث میں ذکر کئے گئے ہیں ۔ اور دین کے اہم مسائل ، مثلا توحید الوہیت ، توحید اسماء وصفات ، ارکان اسلام اور ارکان ایمان پر ایک لفظ بھی نہیں بولتے ۔ توحید کے بارے میں گفتگو کریں گے تو زیادہ سے زیادہ توحید ربوبیت ہی بیان کریں گے جسے مشرکین مکہ بھی تسلیم کرتے تھے اور اِس دور کے مشرک بھی مانتے ہیں ۔ اور جس توحید کو وہ نہیں مانتے ، یعنی توحید الوہیت ، تو اُس کے بارے میں نہ وہ خود آشنا ہوتے ہیں اور نہ ہی وہ لوگوں کو اس کی طرف دعوت دیتے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ یہ مبلغین لوگوں کو شرک سے نہیں ڈراتے اور نہ ہی اس کی سنگینیوں کے متعلق انھیں آگاہ کرتے ہیں ۔ اِس کے علاوہ معاشرے میں پھیلے ہوئے دیگر خطرناک اور

① صحیح البخاری : 3038 ② صحیح الجامع : 160

سنگین جرائم مثلاً زنا، شراب نوشی، چوری، ڈاکہ زنی اور قتل وغارت گری وغیرہ کو بھی نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اوران جیسے بڑے بڑے گناہوں کے بارے میں لوگوں کو تنبیہ نہیں کرتے۔

اسی طرح یہ لوگ رسول اکرم ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری اور آپ ﷺ کی سنت کی اتباع کرنے کی بات تو کرتے ہیں لیکن لوگوں کو ابتداع کی شرعی حیثیت اور اس کے خطرناک نتائج کے بارے میں آگاہ نہیں کرتے۔ اور نہ ہی معاشرے میں پھیلی ہوئی بدعات پر متنبہ کرتے ہیں۔ تو صرف 'فضائل اعمال' پر زور دینا اور اساسیاتِ دین کو بالکل نظر انداز کرنا بھی غلو کی شکلوں میں سے ایک شکل ہے۔ جس سے دعاۃ ومبلغین کو بچنا چاہئے۔

☆ اور بعض لوگ دعوت میں اِس قدر غلو کرتے ہیں کہ وہ لوگوں پر 'کفر' کا فتوی لگانے سے بھی باز نہیں آتے۔ اور معمولی باتوں پر 'کفر' کا فتوی صادر کر دیتے ہیں۔ حالانکہ کسی پر 'کفر' کا فتوی لگانا انتہائی سنجیدہ معاملہ ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِذَا كَفَّرَ الرَّجُلُ أَخَاهُ فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا»[1]

''جب ایک آدمی اپنے بھائی کو کافر کہے تو ان دونوں میں سے کوئی ایک ضرور اس کا مستحق ہوتا ہے۔''

اسی طرح آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «أَيُّمَا امْرِئٍ قَالَ لِأَخِيهِ :يَا كَافِرُ ، فَقَدْ بِهَا بِهِ أَحَدُهُمَا ، إِنْ كَانَ كَمَا قَالَ ، وَإِلَّا رَجَعَتْ عَلَيْهِ»[2]

''جو آدمی اپنے بھائی سے کہے: اے کافر! تو ان دونوں میں سے کوئی ایک ضرور اس کا مستحق ہوتا ہے۔ جس کو اس نے کافر کہا، اگر وہ ویسا ہی ہے تو ٹھیک، ورنہ وہ لفظ خود اسی پر لوٹ آتا ہے۔''

اور ایک حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے مومن کو کافر کہنا اسے قتل کرنے کے برابر قرار دیا ہے۔

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«وَمَنْ رَمَى مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ فَهُوَ كَقَتْلِهِ»[3]

''اور جس آدمی نے مومن پر کفر کا فتوی لگایا تو وہ اسے قتل کرنے کی طرح ہے۔''

لہذا اِس سنگین قسم کے غلو سے بھی غلو کرنے والے لوگوں کو ڈرنا چاہئے اور اس سے قطعی اجتناب کرنا چاہئے۔

❾ قراءتِ قرآن میں غلو کرنا

قرآن مجید اللہ تعالی کا کلام ہے۔ اور اسے اُسی طرح پڑھنا ضروری ہے جیسا کہ اسے اللہ تعالی نے نازل

---

[1] صحیح البخاری :6104، صحیح مسلم :60واللفظ له

[2] صحیح مسلم : 61 [3] صحیح البخاری : 6105

فرمایا۔ اور اس کا تلفظ اور ادائیگی ویسے ہی ہونی چاہئے جیسا کہ تجوید قرآن کے اصول وقواعد کی روشنی میں اس کی حدود مقرر کر دی گئی ہیں۔ لیکن اسے کیا کہئے کہ بعض قراء کرام قراءت میں بہت غلو کرتے ہیں۔ اور گلا پھاڑ پھاڑ کے پڑھتے ہیں۔ اور قواعدِ تجوید سے تجاوز کرتے ہیں۔

اسی طرح بعض خطباء بھی لمبی لمبی راگ لگاتے ہیں جو قطعاً جائز نہیں ہے۔ اِس کے علاوہ مخارج حروف سے قطعی طور پر نا آشنا ہوتے ہیں اور اللہ کے کلام کو کیا سے کیا بنا دیتے ہیں۔ یقیناً یہ بھی درست نہیں ہے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو ہر قسم کے غلو سے محفوظ رکھے۔ کیونکہ دین میں غلو کرنے کا انجام بہت برا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«صِنْفَانِ مِنْ أُمَّتِيْ لَنْ تَنَالَهُمَا شَفَاعَتِيْ :إِمَامٌ ظَلُوْمٌ غَشُوْمٌ ، وَكُلُّ غَالٍ مَارِقٍ»[1]

''میری امت کے دو قسم کے لوگوں کو میری شفاعت نصیب نہیں ہوگی۔ ظالم بادشاہ اور ہر وہ شخص جو غلو کرے اور غلو کے ذریعے دین سے خارج ہو جائے۔''

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

---

[1] السلسلة الصحيحة 470
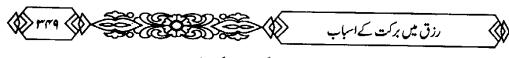
رزق میں برکت کے اَسباب

اہم عناصرِ خطبہ:

① رزاق صرف اللہ تعالیٰ ہے

② تمام خزانوں کی چابیاں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں

③ رزق میں برکت کے اسباب

پہلا خطبہ

محترم حضرات ! اِس دور میں اکثر لوگ یہ شکایت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ ہمارے رزق میں برکت نہیں ہے۔ہم روزی کمانے کیلئے اتنی محنت کرتے ہیں ، دن رات جدو جہد کرتے ہیں اور اپنی ساری توانائیاں کھپا دیتے ہیں، لیکن پھر بھی خرچے پورے نہیں ہوتے ، بلکہ الٹا ہر مہینے قرضہ چڑھ جاتا ہے۔ اِس صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ رزق میں برکت کیسے آسکتی ہے؟ اور وہ کونسے اسباب ہیں جنھیں اختیار کیا جائے تو رزق میں برکت آجاتی ہے اور اس سے تمام اخراجات پورے ہوسکتے ہیں؟

اِس سوال کا جواب دینے سے پہلے دو تین بنیادی باتیں بطورِتمہید عرض کرنا چاہتا ہوں ۔

پہلی بات یہ ہے کہ ہمیں اِس بات پر مکمل یقین ہونا چاہئے کہ ہم سب کا رازق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔اُس کے سوا کوئی رازق نہیں ۔ وہ دیگر اختیارات کی طرح اِس میں بھی وہ وحدہ لاشریک ہے۔

باری تعالیٰ کا فرمان ہے : ﴿مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ☆ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ﴾ [1]

’’میں ان سے رزق نہیں چاہتا اور نہ ہی یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں ۔ اللہ تعالیٰ تو خود ہی رزاق ہے۔ بڑی قوت والا اورزبردست ہے۔‘‘

کائنات میں ہر جاندار کے رزق کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لے رکھا ہے۔

اس کا فرمان ہے: ﴿وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾ [2]

’’زمین میں چلنے والے ہر جاندار کا رزق اللہ کے ذمے ہے۔‘‘

① الذاریات 51: 57-58 ② ھود 11: 6

اور رزق کے فیصلے اللہ تعالیٰ آسمان سے کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ﴾ ①

''آسمان میں تمھارا رزق ہے اور وہ بھی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ ②

''اللہ ہی ہے جس نے تمھیں پیدا کیا، پھر تمھیں رزق دیا، پھر تمھیں مارے گا اور پھر تمھیں زندہ کرے گا۔ تو کیا تمھارے شرکاء میں سے کوئی ایک شریک ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کوئی کام کرتا ہو؟ وہ پاک ہے اور ان کے شرک سے بلند وبالا ہے۔''

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے ساتھ جس کو چاہے زیادہ رزق عطا کرے اور جس کو چاہے کم رزق دے، یہ بس اسی کا اختیار ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ﴾ ③

''ہم نے ہی ان کی روزی کو دنیاوی زندگی میں ان کے درمیان تقسیم کر دیا ہے اور ہم نے ہی ان میں سے بعض کو بعض پر کئی درجے فوقیت دی ہے تاکہ یہ ایک دوسرے سے خدمت لے سکیں۔''

اسی طرح فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ يَقْدِرُ لَهٗ ۚ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ ④

''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے فراخ روزی دیتا ہے اور جسے چاہے تنگ۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ جنھیں کم رزق دیتا ہے انھیں کم دینے کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ۚ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴾ ⑤

① الذاریات 51: 22 ② الروم 30: 40 ③ الزخرف 43: 32
④ العنکبوت 29: 62 ⑤ الشوریٰ 42: 27

''اور اگر اللہ اپنے بندوں کو وافر رزق عطا کر دیتا تو یہ زمین میں سرکشی سے اودھم مچا دیتے۔ مگر وہ ایک اندازے سے جتنا رزق چاہے نازل کرتا ہے۔ یقیناً وہ اپنے بندوں سے باخبر اور انھیں دیکھ رہا ہے۔''

تیسری بات یہ ہے کہ تمام خزانوں کی چابیاں صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ ہی سے رزق طلب کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا عِندَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ﴾ ①

''کوئی بھی ایسی چیز نہیں جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں۔ اور اسے ہم ایک معلوم مقدار کے مطابق ہی نازل کرتے ہیں۔''

اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقاً فَابْتَغُوا عِندَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ ②

''اور جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو وہ تمھیں رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے۔ لہٰذا تم اللہ ہی سے رزق مانگو، اسی کی عبادت کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔ تم اسی کی طرف ہی لوٹائے جاؤ گے۔''

اور حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

(يَا عِبَادِيْ! كُلُّكُمْ جَائِعٌ إِلَّا مَنْ أَطْعَمْتُهُ ، فَاسْتَطْعِمُوْنِيْ أُطْعِمْكُمْ)

''اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو سوائے اس کے جس کو میں کھلاؤں، لہٰذا تم مجھ سے کھانا طلب کرو، میں تمھیں کھلاؤں گا۔''

(يَا عِبَادِيْ ! كُلُّكُمْ عَارٍ إِلَّا مَنْ كَسَوْتُهُ ، فَاسْتَكْسُوْنِيْ أَكْسُكُمْ.....)

''اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو سوائے اس کے جس کو میں پہناؤں، لہٰذا تم مجھ سے لباس طلب کرو، میں تمھیں پہناؤں گا۔''

(...... يَا عِبَادِيْ ! لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ ، وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ قَامُوْا فِيْ صَعِيْدٍ وَاحِدٍ فَسَأَلُوْنِيْ فَأَعْطَيْتُ كُلَّ إِنْسَانٍ مَسْأَلَتَهُ ، مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِمَّا عِنْدِيْ إِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ إِذَا أُدْخِلَ الْبَحْرَ) ③

''اے میرے بندو! تمھارے پہلے اور آخری لوگ، سب انسان اور سب جن اگر ایک جگہ پر اکٹھے کھڑے

① الحجر 15: 21 ② العنکبوت 29: 17 ③ صحیح مسلم: 2577

ہوئے جائیں ، پھر وہ مجھ سے مانگیں اور میں ہر ایک کو اس کی منشاء کے مطابق دے دوں تو اس سے میرے خزانوں میں کچھ بھی کمی واقع نہیں ہوگی ،سوائے اس کے کہ جیسے ایک سوئی سمندر کے پانی میں داخل کی جائے ، بس اتنی ہی کمی واقع ہوگی ۔''

لہٰذا جو اللہ اتنے بڑے خزانوں کا مالک ہے ، بس اسی سے ہی رزق طلب کرنا چاہئے ۔

اِس تمہید کے بعد اب آیئے رزق میں برکت کے اسباب بیان کرتے ہیں ۔

❶ ایمان وعمل صالح

رزق میں برکت کے اسباب میں سے سب سے اہم سبب ہے : ایمان وعمل وصالح ۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ

☆ بندہ دل کی گہرائی سے اللہ رب العزت کی وحدانیت کو تسلیم کرے ۔ اسے اس کی توحید ربوبیت ، توحید الوہیت اور توحید اسماء وصفات پر مکمل یقین ہو ۔

☆ بندے کو اس بات پر مکمل یقین ہو کہ تمام انبیاء ورسل علیہم السلام اللہ کے چنیدہ بندے ہیں ، جنھیں اللہ تعالی نے نبوت ورسالت کے منصب پر فائز فرمایا اور انھیں دین اسلام کے ساتھ مبعوث فرمایا ۔

☆ بندے کو اس بات پر بھی پختہ یقین ہو کہ فرشتے اللہ تعالی کی نوارنی مخلوق ہیں ۔ وہ اللہ تعالی کی عبادت کرتے ہیں اور اللہ کے احکامات پر عمل کرتے ہیں اور اس کی نافرمانی نہیں کرتے ۔

☆ اسی طرح اسے اس بات پر بھی یقین کامل ہو کہ تمام آسمانی کتابیں اللہ تعالی کی طرف سے نازل شدہ ہیں اور ان میں اللہ تعالی کی وہ تعلیمات ہیں جو انسانوں کیلئے دستورِ حیات ہیں اور ان پر عمل کرکے انسان اللہ تعالی کی رضا کو حاصل کرسکتا ہے ۔

☆ بندے کو اس بات پر بھی مضبوط یقین ہو کہ یہ دنیا ایک دن ختم ہوجائے گی ، پھر قیامت کا دن قائم ہوگا ، جس میں تمام جن وانس کے بارے میں اللہ تعالی فیصلہ صادر فرمائے گا کہ کس کو جنت اور کس کو جہنم میں جانا ہے ۔

☆ اسی طرح بندے کو اس بات پر بھی یقین کامل ہو کہ ہر قسم کی تقدیر اللہ تعالی کی طرف سے ہے ، خواہ اچھی یا بری ۔

☆ ایمان کے اِن چھ ارکان کا اقرار کرنے کے ساتھ ساتھ بندہ ان کے تقاضوں کو پورا کرے ۔

چنانچہ وہ اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کرے اور نافرمانی سے اجتناب کرے ۔

کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ کا مطالعہ کرے، پھر انہی کی روشنی میں اپنی زندگی بسر کرے۔ تمام اعمال صالحہ کو اللہ تعالی کیلئے خالص کرے اور انھیں رسول اکرم ﷺ کے طریقوں کے مطابق سرانجام دے۔

اِس دنیا کو فانی تصور کرے اور اپنی زندگی میں آخرت کیلئے اعمال صالحہ کا ذخیرہ جمع کرے۔

جو شخص اِس طرح ایمان کے ساتھ عمل صالح کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کے رزق میں برکت دیتا ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾[1]

''جو شخص نیک عمل کرے، مرد ہو یا عورت بشرطیکہ ایمان والا ہو تو اسے ہم یقیناً بہت ہی اچھی زندگی عطا کریں گے اور ان کے نیک اعمال کا بہتر بدلہ بھی انہیں ضرور دیں گے۔''

'اچھی زندگی' میں رزق کی برکت بھی شامل ہے۔

اس کے برعکس اگر کوئی شخص بدعقیدہ ہو، اس کے ایمان کے اندر خلل پایا جاتا ہو اور وہ بدعمل بھی ہو تو اس کے رزق میں برکت نہیں ہوتی، چاہے وہ کتنا زیادہ کیوں نہ کماتا ہو۔

جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ ☆ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَىٰ وَقَدْ كُنْتُ بَصِيرًا ☆ قَالَ كَذَٰلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا وَكَذَٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسَىٰ ﴾[2]

''اور جو شخص میرے ذکر سے روگردانی کرے گا وہ دنیا میں یقیناً تنگ حال رہے گا اور روزِ قیامت ہم اسے اندھا کرکے اٹھائیں گے۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کرکے کیوں اٹھایا ہے؟ دنیا میں تو میں خوب دیکھنے والا تھا۔ اللہ کہے گا: اسی طرح تمھارے پاس میری آیتیں آئی تھیں تو تم نے انہیں بھلا دیا تھا اور اسی طرح آج تم بھی بھلا دیے جاؤ گے۔''

❷ تقوی

رزق میں برکت کے اسباب میں سے ایک اہم سبب 'تقوی' ہے۔ یعنی اللہ رب العزت کا ایسا خوف جو انسان کو اُس کی نافرمانی اور محرمات کے اجتناب سے روک دے۔ اور اسے اللہ رب العزت کے احکامات پر عمل کرنے پہ آمادہ کرے۔

---

① النحل 16: 97 ② طٰہٰ 20: 124- 126

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَّهُ مَخْرَجًا ☆ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لاَ يَحْتَسِبُ﴾ ①

''اور جو شخص اللہ تعالی سے ڈرتا رہے اللہ اس کیلئے مشکلات سے نکلنے کی کوئی نہ کوئی راہ پیدا کردیتا ہے۔ اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے اسے وہم وگمان بھی نہیں ہوتا۔''

اسی طرح فرمایا:

﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ﴾ ②

''اور اگر یہ بستیوں والے ایمان لاتے اور اللہ کی نافرمانی سے بچتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکات (کے دروازے) کھول دیتے۔''

اسی طرح فرمایا: ﴿وَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ لَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ☆ وَ لَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰةَ وَ الْاِنْجِيْلَ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ﴾ ③

''اگر اہل کتاب ایمان لے آتے اور تقوی اختیار کرتے تو ہم ان سے ان کی برائیوں کو مٹا دیتے اور انھیں نعمتوں والے باغات میں داخل کردیتے۔ اور اگر وہ توراۃ وانجیل اور جو کچھ ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا، اس پر عمل پیرا رہتے تو وہ اپنے اوپر سے بھی کھاتے اور اپنے پیروں کے نیچے سے بھی۔''

عزیزان گرامی! 'تقوی' کا تقاضا یہ ہے کہ بندۂ مومن حلال کمائے اور خود بھی حلال کھائے اور اپنے زیر کفالت افراد کو بھی حلال ہی کھلائے۔ اور حرام کمائی کے تمام ذرائع سے اجتناب اور پرہیز کرے۔ تب اُس کے رزق میں برکت آئے گی۔ ورنہ اگر کوئی شخص حلال وحرام میں کوئی فرق نہ کرے اور حلال کے ساتھ حرام کی بھی ملاوٹ کرے تو اس کے رزق سے برکت اٹھ جاتی ہے۔

چنانچہ وہ لوگ جو رشوت لیتے ہیں، یا خیانت کرتے ہیں، یا چوری کرتے ہیں، یا ڈاکہ زنی کرتے ہیں، یا قرضہ دے کر سود لیتے ہیں، یا مختلف ساز وسامان ادھار پر لے کر اس کی قیمت ادا کرنے سے انکار کردیتے ہیں، یا قرضہ لے کر اسے واپس نہیں لوٹاتے، تو ایسے لوگوں کا رزق یقینی طور پر برکت سے خالی ہوتا ہے۔

اسی طرح وہ لوگ جو لین دین کے معاملات میں جھوٹ بولتے ہیں، یا دھوکہ دیتے ہیں، یا فراڈ کرتے ہیں، یا جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں، یا ماپ تول میں کمی بیشی کرتے ہیں، یا اشیائے خورد ونوش میں ملاوٹ کرتے ہیں....

① الطلاق65: 2-3 ② الأعراف7: 96 ③ المائدة5: 65-66

ایسے تمام لوگوں کے رزق میں بھی برکت نہیں رہتی۔

اسی طرح وہ سرکاری اور پرائیویٹ ملازمین جو دیانت داری سے اپنی ذمہ داریاں پوری نہیں کرتے، بلکہ اپنی ڈیوٹی کے اوقات میں دیگر فضول کاموں میں لگے رہتے ہیں، اپنے موبائلوں پر گیمیں کھیلتے رہتے ہیں یا نیٹ چلا کر سوشل میڈیا میں مشغول رہتے ہیں، یا اپنے ذمہ داروں کی اجازت کے بغیر اِدھر اُدھر چلے جاتے ہیں ....تو ایسے لوگوں کے رزق سے بھی برکت اٹھالی جاتی ہے۔

آیئے 'تقوی' کا ایک اعلی نمونہ آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ایک غلام ایک دن کھانے کی کوئی چیز لے کر آیا تو انھوں نے اس میں سے کچھ کھالیا۔ پھر غلام نے کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ جو کچھ آپ نے کھایا ہے یہ کہاں سے آیا ہے؟ انھوں نے پوچھا: کہاں سے آیا ہے؟ اس نے کہا:

(كُنْتُ تَكَهَّنْتُ لِإِنْسَانٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ ، وَمَا أُحْسِنُ الْكِهَانَةَ إِلَّا أَنِّي خَدَعْتُهُ)

''میں نے جاہلیت کے دور میں ایک آدمی کیلئے کہانت کی تھی۔ میں کہانت جانتا تو نہ تھا البتہ میں اسے دھوکہ دینے میں کامیاب ہوگیا۔''

آج اس سے ملاقات ہوئی تو اس نے اُس کہانت کے بدلے میں یہی کھانا مجھے پیش کیا جس سے آپ نے بھی کھایا ہے!

چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ اپنے منہ میں داخل کیا اور کوشش کرکے جو کچھ ان کے پیٹ میں تھا اسے قے کر ڈالا۔ [1]

یہ ہے تقوی! یہ ہے پرہیزگاری! اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو بھی اپنا خوف اور ڈر نصیب کرے اور تمام محرمات سے بچنے کی توفیق دے۔

❸ تلاوتِ قرآن مجید

رزق میں برکت کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب ہے: قرآن مجید کی تلاوت۔ کیونکہ اللہ تعالی کی یہ کتاب بابرکت ہے۔ لہٰذا جو بھی اسے پڑھے گا اسے اس کی برکت نصیب ہوگی۔ اس کی زندگی میں برکت آئے گی۔ اس کے اہل وعیال میں برکت آئے گی۔ اور اس کا رزق بھی بابرکت ہوگا۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

---

① صحيح البخاري:3842

﴿وَهٰذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ [1]

"یہ کتاب جو ہم نے نازل کی ہے یہ بڑی با برکت ہے ۔لہٰذا تم اس کی اتباع کرو اور (اللہ تعالی سے) ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے ۔"

اسی طرح فرمایا: ﴿كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ﴾ [2]

"یہ کتاب بابرکت ہے جسے ہم نے آپ کی طرف اس لئے نازل فرمایا ہے کہ وہ اس کی آیتوں میں غور وفکر کریں اور عقلمند اس سے نصیحت حاصل کریں ۔"

آج ہماری حالت یہ ہے کہ ہم اپنے قیمتی اوقات میں سے کئی کئی گھنٹے فضول چیزوں میں برباد کر دیتے ہیں ۔ مثلاً ٹی وی، موبائل فون اور اسی طرح دوستوں کے ساتھ فضول محفلیں وغیرہ ۔

حالانکہ جن قیمتی اوقات کو ہم ان چیزوں میں ضائع کر دیتے ہیں ان میں اگر ہم قرآن مجید کی تلاوت اور اس کا ترجمہ اور اس کی تفسیر پڑھیں تو ہماری زندگی اور ہمارے رزق میں بڑی برکت آسکتی ہے ۔

۴ شکرِ باری تعالی

رزق میں برکت کے اسباب میں سے ایک اہم سبب یہ ہے کہ اللہ تعالی جتنا رزق عطا کرے، تھوڑا ہو یا زیادہ، اس پر اللہ تعالی کا شکر ادا کیا جائے اور اس کی ناشکری نہ کی جائے ۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾ [3]

"اور یاد رکھو! تمھارے رب نے خبردار کر دیا تھا کہ اگر شکر گذار بنو گے تو میں تمھیں اور زیادہ نوازوں گا۔اور اگر ناشکری کرو گے تو پھر میری سزا بھی بہت سخت ہے ۔"

لہٰذا ہم میں سے ہر ایک کو ہر حال میں اللہ رب العزت کا شکر گزار ہونا چاہئے ۔اگر ہم اللہ رب العزت کے شکر گزار بنیں گے تو اللہ تعالی ہمارے رزق میں برکت بھی دے گا اور اپنے فضل وکرم کے ساتھ مزید بھی عطا کرے گا ۔

۵ اللہ تعالی پر توکل

رزق میں برکت کے اسباب میں سے ایک اہم سبب ہے: اللہ تعالی پر توکل اور بھروسہ ۔یعنی انسان رزق

---

[1] الأنعام 6:155 [2] ص 38:29 [3] إبراھیم 14:7

حلال کیلئے جو بھی جائز وسیلہ اختیار کرے اس پر بھروسہ نہ کرے، بلکہ اللہ تعالی پر بھروسہ کرے، تو اللہ تعالی اسے ضرور رزق دے گا اور اس میں برکت بھی نصیب کرے گا۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

(لَوْ أَنَّكُمْ تَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ ، تَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا)[1]

''اگر تم اللہ پر اس طرح بھروسہ کرو جس طرح بھروسہ کرنے کا حق ہے تو وہ تمھیں ایسے ہی رزق دے گا جیسے وہ پرندوں کو رزق دیتا ہے جو صبح کے وقت خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کے وقت پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں۔''

❻ دعا کرنا

رزق میں برکت کے اسباب میں سے ایک اہم سبب ہے: اللہ تعالی سے رزق میں برکت کی دعا کرنا۔

جیسا کہ رسول اکرم ﷺ یوں دعا فرماتے تھے:

(اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ مَدِيْنَتِنَا ، وَفِيْ ثِمَارِنَا ، وَفِيْ مُدِّنَا وَفِيْ صَاعِنَا)[2]

''اے اللہ! ہمارے لئے ہمارے شہر کو با برکت بنا دے۔ اور ہمارے پھلوں میں بھی برکت ڈال دے۔ اور ہمارے (ماپ تول کے پیمانوں:) مُدّ اور صاع میں بھی برکت ڈال دے۔''

اسی طرح نبی کریم ﷺ جب ایک صحابی کے ہاں مہمان بنے اور کھانا کھایا تو آپ ﷺ نے ان کیلئے یوں دعا فرمائی: (اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيْمَا رَزَقْتَهُمْ وَاغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ)[3]

''اے اللہ! انھیں تو نے جو کچھ دیا ہے اس میں برکت دے اور ان کی مغفرت کر اور ان پر رحم فرما۔''

❼ اللہ کے راستے میں خرچ کرنا

رزق میں برکت کے اسباب میں سے ایک اہم سبب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے آپ کو جو کچھ دے رکھا ہے، چاہے وہ تھوڑا ہو یا زیادہ، اس میں سے حسب توفیق اللہ تعالی کے راستے میں خرچ کریں۔ یعنی اپنے قریبی رشتہ داروں، فقراء، مساکین اور ضرورتمند لوگوں پر خرچ کریں۔

آپ اللہ تعالی کی رضا کی خاطر جو کچھ خرچ کریں گے، اللہ تعالی اس کی جگہ پر آپ کو اور عطا کر دے گا۔

---

[1] جامع الترمذی: 2344 ، وسنن ابن ماجه :4164۔ وصححه الألبانی

[2] صحیح مسلم : 1373 [3] صحیح مسلم : 2042

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَمَا أَنفَقْتُم مِّن شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ﴾ ①

''اور تم جو کچھ خرچ کرتے ہو وہ اس کی جگہ پر تمھیں اور دے دیتا ہے۔اور وہی سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔''

اور جو شخص اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہے اس کیلئے فرشتے مزید مال کی دعا کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيهِ إِلَّا وَمَلَكَانِ يَنْزِلَانِ يَقُولُ أَحَدُهُمَا: اَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا، وَيَقُولُ الْآخَرُ: اَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا) ②

''ہر دن صبح کو دو فرشتے نازل ہوتے ہیں، ان میں سے ایک دعا کرتے ہوئے کہتا ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اور مال عطا کر۔اور دوسرا کہتا ہے: اے اللہ! خرچ نہ کرنے والے کا مال تباہ کردے۔''

⑧ صبح کے بابرکت وقت میں رزق حلال کیلئے کوشش کرنا

رزق میں برکت کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب یہ ہے کہ آپ روزانہ فجر کی نماز با جماعت ادا کریں، اس کے بعد صبح کے بابرکت وقت کو غنیمت تصور کریں اور اس میں رزق حلال کیلئے سعی اور جد وجہد کریں۔اس سے یقیناً آپ کی کمائی میں برکت آئے گی۔

کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کیلئے صبح کے وقت میں برکت کی دعا فرمائی تھی۔

صخر الغامدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

(اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِأُمَّتِي فِي بُكُورِهَا) ③

''اے اللہ! میری امت کے صبح کے اوقات میں برکت دے۔''

اور آپ ﷺ کسی لشکر کو روانہ کرتے تو دن کے ابتدائی حصے میں روانہ کرتے۔اور صخر رضی اللہ عنہ ایک تاجر آدمی تھے اور اپنا تجارتی سامان دن کے شروع میں بھیجا کرتے تھے۔اس طرح وہ بہت مالدار ہوگئے۔

⑨ خرید وفروخت میں سچ بولنا اور جھوٹ سے اجتناب کرنا

خرید وفروخت میں سچ بولنے کی بناء پر اللہ تعالی رزق میں برکت دیتا ہے اور جھوٹ بولنے کی بناء پر اس کی

---

① سبأ 34: 39 ② صحیح البخاری :1442، صحیح مسلم :1010

③ سنن أبی داؤد : 2606، جامع الترمذی : 1212- وصححه الألبانی

برکت کو مٹا دیتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا ، فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا ، وَإِنْ كَذَبَا وَكَتَمَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا))①

''خریدار اور بیچنے والے کو جدا ہونے تک اختیار ہے کہ وہ چاہیں تو سودا طے کر لیں اور اگر چاہیں تو اسے منسوخ کر دیں۔ اگر وہ دونوں سچ بولیں اور ہر چیز کو کھول کر بیان کر دیں تو ان کے سودے میں برکت آئے گی۔ اور اگر وہ جھوٹ بولیں اور کسی بات کو چھپائیں تو ان کے سودے میں برکت ختم ہو جائے گی۔''

اسی طرح اگر دو یا اس سے زیادہ لوگ مل کر کاروبار کرتے ہوں، تو ان میں سے ہر شریک اگر ایک دوسرے کا خیر خواہ ہو اور وہ سب مکمل دیانتداری سے تمام معاملات کو چلائیں تو اللہ تعالیٰ ان کے رزق میں برکت دیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُولُ :أَنَا ثَالِثُ الشَّرِيكَيْنِ مَا لَمْ يَخُنْ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ ، فَإِذَا خَانَهُ خَرَجْتُ مِنْ بَيْنِهِمْ))②

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

میں دو شریکوں کا تیسرا ہوتا ہوں، جب تک ان میں سے کوئی ایک اپنے ساتھی کی خیانت نہ کرے۔ پھر اگر کوئی خیانت کرے تو میں ان کے بیچ میں سے نکل جاتا ہوں۔''

⑩ لالچ سے بچنا

رزق میں برکت کے اسباب میں سے ایک اہم سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جو کچھ عطا کرے، اسے آپ خوش دلی سے قبول کریں اور مزید مال کے لالچ سے بچیں۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے (مال) طلب کیا تو آپ ﷺ نے مجھے عطا کیا۔ میں نے پھر مانگا تو آپ ﷺ نے پھر عطا کیا۔ میں نے پھر مانگا تو آپ ﷺ نے پھر عطا کیا۔ اور فرمایا:

((يَا حَكِيمُ ! إِنَّ هَذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ ، فَمَنْ أَخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفْسِهِ بُورِكَ لَهُ فِيهِ ، وَمَنْ أَخَذَهُ

① صحيح البخاری :1973 ، صحيح مسلم :1532

② سنن أبی داؤد : 3383- وحسنه الألبانی

بِإِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيهِ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ)①

''اے حکیم! بے شک یہ مال سرسبز اور میٹھا ہے۔لہٰذا جو شخص اسے اپنے نفس کی سخاوت کے ساتھ (بغیر لالچ اور بغیر مانگے) لے تو اس میں برکت ڈال دی جاتی ہے۔اور جو شخص اسے اپنے نفس کی لالچ کے ساتھ لے تو اس میں برکت نہیں ڈالی جاتی۔اور وہ اُس شخص کی طرح ہوتا ہے جو کھاتا ہے لیکن سیر نہیں ہوتا۔''

مال کا لالچ اس قدر خطرناک ہے اور اس سے اتنا نقصان ہوتا ہے کہ جتنا دو بھوکے بھیڑیوں کو بکریوں کے ریوڑ میں آزاد چھوڑنے سے نہیں ہوتا۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلَا فِي غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِينِهِ)②

''ایسے دو بھوکے بھیڑیے جنھیں بکریوں میں چھوڑ دیا جائے وہ ان میں اتنی خرابی نہیں کرتے جتنی خرابی مال اور جاہ ومنصب پر بندے کی لالچ کی وجہ سے اس کے دین میں ہوتی ہے۔''

⓫ برالوالدین اور صلہ رحمی

یعنی والدین سے اچھا سلوک کرنا اور رشتہ داروں سے خوشگوار تعلقات قائم کرنا۔اس کے ذریعے بھی اللہ تعالی رزق میں برکت دیتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُمَدَّ لَهُ فِي عُمْرِهِ ، وَيُزَادَ فِي رِزْقِهِ فَلْيَبَرَّ وَالِدَيْهِ وَلْيَصِلْ رَحِمَهُ)③

''جس شخص کو یہ بات اچھی لگتی ہو کہ اس کی عمر لمبی کر دی جائے اور اس کے رزق میں اضافہ کر دیا جائے تو وہ والدین سے اچھا برتاؤ کرے اور اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرے۔''

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ وَأَنْ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ)

''جس آدمی کو یہ پسند ہو کہ اس کے رزق میں فراوانی کر دی جائے اور اس کی موت کو مؤخر کر دیا جائے تو وہ صلہ رحمی کرے۔''④

---

① صحیح البخاری :1472 ، صحیح مسلم : 1035

② جامع الترمذی : 2376 ۔ قال الألبانی : صحیح

③ مسند أحمد : 13425۔ صححہ الأرناؤط ، وصححہ الألبانی فی صحیح الترغیب والترھیب :2488

④ صحیح البخاری : 5985 ، صحیح مسلم :2557

⓬ زیادہ سے زیادہ توبہ واستغفار کرنا

توبہ واستغفار کے فوائد بیان کرتے ہوئے اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ☆ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ☆ وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ أَنْهَارًا ﴾[1]

''پس میں (نوح علیہ السلام) نے کہا: تم سب اپنے رب سے معافی مانگ لو۔ بلا شبہ وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان سے خوب بارشیں برسائے گا، مال اور بیٹوں سے تمھاری مدد کرے گا، تمھارے لئے باغات پیدا کرے گا اور نہریں جاری کردے گا۔''

اِن آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ توبہ واستغفار کرنے سے اللہ تعالی بندے کے رزق میں برکت اور اسے خوشحالی نصیب کرتا ہے۔

آخر میں اللہ تعالی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں با برکت رزق نصیب کرے۔اور رزق کی بے برکتی سے محفوظ رکھے۔

دوسرا خطبہ

عزیزان گرامی! رزق میں برکت کے اسباب میں سے ایک اہم سبب ہے:

⓭ قناعت

یعنی اللہ رب العزت جس شخص کو جو کچھ دے، وہ اس پر قناعت کرے۔اور اُس کثرتِ مال کی طلب سے اجتناب کرے جو اسے اللہ سے غافل کردے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿أَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ☆ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ﴾[2]

''تمھیں کثرت (زیادہ مال کی چاہت) نے غافل کردیا ہے، یہاں تک کہ تم قبرستان جا پہنچے۔''

اور رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

(يَقُوْلُ ابْنُ آدَمَ: مَالِيْ، مَالِيْ، وَهَلْ لَّكَ يَا ابْنَ آدَمَ مِنْ مَّالِكَ إِلَّا مَا أَكَلْتَ فَأَفْنَيْتَ، أَوْ لَبِسْتَ فَأَبْلَيْتَ، أَوْ تَصَدَّقْتَ فَأَمْضَيْتَ)[3]

''ابن آدم کہتا ہے: میرا مال، میرا مال! حالانکہ تیرا مال اے آدم کے بیٹے! صرف وہی ہے جو تم نے کھالیا اور فنا کردیا، یا جو پہن لیا اور پرانا کردیا، یا جو صدقہ کیا اور اسے قیامت تک اپنے لئے باقی رکھا۔''

---

① نوح 71: 10-12 ② التکاثر 102: 1-2 ③ صحیح مسلم: 2958

لہٰذا مومن کو اللہ رب العزت کے دیئے ہوئے رزق پر قناعت کرنی چاہئے اور اُس 'تکاثر' سے اجتناب کرنا چاہئے جو اسے دین سے غافل کردے۔ اِس طرح اس کے رزق کو اللہ تعالی بابرکت بنا دے گا۔

'تکاثر' کی چاہت اُس وقت پیدا ہوتی ہے جب انسان اپنے سے زیادہ مالدار کو دیکھتا ہے اور خواہش کرتا ہے کہ کاش میں بھی اس کی طرح مالدار ہوتا، پھر وہ تگ ودو شروع کردیتا ہے اور دین سے بالکل غافل ہوجاتا ہے۔ حالانکہ انسان کو اُس آدمی کی طرف دیکھنا چاہئے جو اس سے مالی لحاظ سے کم تر ہو۔ اور اُس آدمی کی طرف نہیں دیکھنا چاہئے جو مالی طور پر اس سے زیادہ مضبوط ہو۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

(اُنْظُرُوْا إِلیٰ مَنْ هُوَ أَسْفَلَ مِنْكُمْ ، وَلَا تَنْظُرُوا إِلیٰ مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ ، فَإِنَّهُ أَجْدَرُ أَن لَّا تَزْدَرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ)[1]

''تم اس شخص کی طرف دیکھو جو (دنیاوی اعتبار سے) تم سے کم تر ہو۔ اور اس شخص کی طرف مت دیکھو جو (دنیاوی اعتبار سے) تم سے بڑا ہو کیونکہ اس طرح تم اللہ کی نعمتوں کو حقیر نہیں سمجھو گے۔''

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ جو شخص اپنے سے کم تر انسان کی طرف دیکھے گا وہ اللہ کی ان نعمتوں کو حقیر نہیں سمجھے گا جو اس نے اسے عطا کر رکھی ہیں۔ اور ان نعمتوں میں سے تین نعمتیں ایسی ہیں کہ جو کسی کے پاس موجود ہوں تو اسے یہ سمجھنا چاہئے کہ گویا اللہ تعالی نے اس کیلئے پوری دنیا جمع کردی ہے اور وہ ہیں: صحت، امن اور ایک دن کی خوراک۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

(مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ مُعَافًی فِيْ جَسَدِهٖ ، آمِنًا فِيْ سِرْبِهٖ ، عِنْدَهُ قُوْتُ يَوْمِهٖ فَكَأَنَّمَا حِيْزَتْ لَهُ الدُّنْيَا)[2]

''تم میں سے جو شخص صبح کے وقت تندرست ہو، اپنے آپ میں پر امن ہو اور اس کے پاس ایک دن کی خوراک موجود ہو تو گویا اُس کیلئے پوری دنیا کو جمع کردیا گیا۔''

آیئے ایک واقعہ سماعت کیجئے، جس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کس طرح 'قانع' تھے، باوجود اس کے کہ ان کے پاس بہت زیادہ مال نہ تھا۔

عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے ان سے کہا:

کیا ہم فقراء مہاجرین میں سے نہیں ہیں؟

---

[1] صحیح مسلم۔ الزهد والرقائق :2963

[2] جامع الترمذی :2346 ، سنن ابن ماجه : 4141 ۔ وحسنه الألبانی

تو انھوں نے اس سے پوچھا: کیا تیری بیوی ہے جس کے پاس جا کر تو آرام کرتا ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں، ہے۔

تو انھوں نے اس سے پوچھا: کیا تیرا گھر ہے جس میں تو رہائش پذیر ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں، ہے۔

تو انھوں نے کہا: تب تو تُو مالدار لوگوں میں سے ہے۔

تو اس نے کہا: میرے پاس ایک خادم بھی ہے۔

تو انھوں نے کہا: تب تو تُو بادشاہوں میں سے ہے۔[1]

اسی طرح ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن یا ایک رات رسول اکرم گھر سے نکلے، تو دیکھا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ موجود ہیں۔ تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا:

(مَا أَخْرَجَكُمَا مِنْ بُيُوْتِكُمَا هٰذِهِ السَّاعَةَ ؟)

''تمھیں اِس وقت کس چیز نے گھر سے نکلنے پر مجبور کیا؟''

تو انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! بھوک نے۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا: (وَأَنَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَأَخْرَجَنِي الَّذِيْ أَخْرَجَكُمَا ، قُوْمُوْا)

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! مجھے بھی اسی چیز نے نکلنے پہ مجبور کیا ہے جس نے تمھیں نکالا ہے۔ چلو کھڑے ہو جاؤ۔''

چنانچہ وہ سب کھڑے ہوئے، تو آپ ﷺ ایک انصاری صحابی کے گھر تشریف لے گئے، جہاں وہ موجود نہ تھے۔ ان کی بیوی نے نبی ﷺ کو دیکھا تو اس نے (مرحبا واھلا) یعنی خوش آمدید کہا۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: فلاں کہاں ہے؟ تو اس نے بتایا کہ وہ ہمارے لئے پانی لینے گئے ہوئے ہیں۔

اس کے بعد وہ انصاری صحابی آ گئے، انھوں نے اپنے گھر میں رسول اکرم ﷺ اور آپ کے دونوں ساتھیوں کو دیکھا تو بہت خوش ہوئے۔ اللہ کا شکر ادا کیا اور کہا: آج کے دن مہمانوں کے لحاظ سے مجھ سے زیادہ خوش نصیب کوئی نہیں ہے۔ پھر وہ گئے اور کھجور کے درخت سے ایک گچھا توڑ کر لے آئے جس پر تازہ کھجور بھی تھی اور پرانی (سوکھی ہوئی) بھی۔ اس نے کہا: اس میں سے کھائیے۔ پھر اس نے چھری پکڑی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

(إِيَّاكَ وَالْحَلُوْبَ) ''دودھ والی بکری مت ذبح کرنا۔''

---

[1] صحیح مسلم:2979

چنانچہ اس نے ایک بکری ذبح کی، انھوں نے اس کا گوشت کھایا، کھجور تناول کی اور پانی پیا۔ جب پیٹ بھر کر کھانا کھالیا اور پیاس بھی بجھا لی تو آپ ﷺ نے ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے کہا:

(وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَتُسْأَلُنَّ عَنْ ھٰذَا النَّعِیْمِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ، أَخْرَجَکُمْ مِنْ بُیُوْتِکُمُ الْجُوْعُ، ثُمَّ لَمْ تَرْجِعُوْا حَتّٰی أَصَابَکُمْ ھٰذَا النَّعِیْمُ)[1]

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم سے ان نعمتوں کے بارے میں قیامت کے دن ضرور پوچھا جائے گا۔ تمھیں بھوک نے گھروں سے نکلنے پہ مجبور کیا، پھر تم واپس نہیں لوٹے یہاں تک کہ تمھیں یہ نعمتیں مل گئیں۔''

یہ واقعہ بھی اِس بات کی دلیل ہے کہ اللہ رب العزت کی دی ہوئی نعمتوں پر انسان کو قناعت اختیار کرنی چاہیے۔ یوں اس کے رزق میں برکت آئے گی اور اس کی زندگی بڑے اطمینان سے گزرے گی۔

آخر میں ایک بار پھر اللہ تعالی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہم سب کے رزق میں برکت دے۔ اور ہمیں دنیا و آخرت کی ہر خیر و بھلائی نصیب کرے اور ہر شر سے محفوظ رکھے۔ آمین

---

[1] صحیح مسلم:2038

فرشتوں کی دعائیں پانے والے!

اہم عناصرِ خطبہ:

① فرشتے اللہ تعالیٰ کی نورانی مخلوق

② فرشتوں کی مومنوں سے محبت

③ فرشتوں کی مومنوں کیلئے دعائے رحمت ومغفرت

④ فرشتے کن مومنوں پر نازل ہوتے اور کن کے ساتھ شریک ہوتے ہیں؟

پہلا خطبہ

محترم حضرات!

☆ فرشتے اللہ تعالیٰ کی نورانی مخلوق ہیں۔ اور اللہ کے معزز بندے ہیں جیسا کہ باری تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ☆ لَا يَسْبِقُوْنَهُ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُوْنَ ﴾①

''(مشرک لوگ) کہتے ہیں کہ رحمٰن اولاد والا ہے! اس کی ذات پاک ہے، بلکہ وہ سب (فرشتے) اس کے معزز بندے ہیں، کسی بات میں اللہ تعالیٰ پر سبقت نہیں لے جاتے، بلکہ اس کے فرمان پر کار بند ہیں۔''

☆ فرشتے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے ہیں اور اس کی نافرمانی نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ ان کے متعلق فرماتا ہے: ﴿ لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴾②

''انھیں اللہ تعالیٰ جو حکم دیتا ہے، وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ انھیں جو حکم دیا جائے اسے بجالاتے ہیں۔''

☆ فرشتے اللہ تعالیٰ کیلئے مختلف قسم کی عبادات بجالاتے ہیں مثلا دعا، تسبیح، رکوع، سجود، خوف، خشیت، محبت وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ يُسَبِّحُوْنَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ﴾③

''وہ دن رات اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں، سستی اور کمی نہیں کرتے۔''

آج کے خطبۂ جمعہ میں ہم (ان شاء اللہ) یہ بیان کریں گے کہ مومنوں میں وہ کون خوش نصیب لوگ ہیں کہ جن پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان کی مختلف عبادات میں شریک ہوتے ہیں اور ان کیلئے دعائے مغفرت

---

① الأنبياء 21:26، 27 ② التحريم 66:6 ③ الأنبياء 21:20

ورحمت کرتے ہیں۔

سب سے پہلے آپ کو یہ بتاتے چلیں کہ فرشتے مومنوں سے محبت کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا نَادَى جِبْرِيْلَ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبَّهُ ، فَيُحِبُّهُ جِبْرِيْلُ ، فَيُنَادِيْ جِبْرِيْلُ فِي أَهْلِ السَّمَاءِ :إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوْهُ ، فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ ، ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي الْأَرْضِ »[1]

''جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل کو پکار کر کہتا ہے: بے شک اللہ نے فلاں آدمی سے محبت کر لی ہے، لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو۔ چنانچہ جبریل اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر جبریل آسمان والوں میں پکار کر کہتے ہیں: بے شک اللہ تعالیٰ نے فلاں آدمی سے محبت کر لی ہے، لہٰذا تم سب بھی اس سے محبت کرو، چنانچہ آسمان والے (فرشتے) اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔اس کے بعد زمین میں بھی اسے مقبول بنا دیا جاتا ہے۔''

فرشتے مومنوں سے نہ صرف محبت کرتے ہیں بلکہ ان کیلئے رحمت ومغفرت کی دعا بھی کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَ مَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى النُّوْرِ وَ كَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴾[2]

''وہی (اللہ تعالیٰ) ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے تمھارے لئے دعا کرتے ہیں، تاکہ اللہ تمھیں اندھیروں سے نکال کر نورِ (حق) تک پہنچا دے۔اور اللہ مومنوں پر بے حد رحم کرنے والا ہے۔''

فرشتے کن خوش نصیبوں کیلئے دعا کرتے ہیں؟

① توبہ کرنے والوں کیلئے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ☆ رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَآئِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾[3]

''جو (فرشتے) عرش اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے اردگرد ہیں، سب اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی

① صحیح البخاری :7485 ، صحیح مسلم :2637 ② الأحزاب33 : 43
③ غافر40: 7

تسبیح کرتے اور اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور ایمان والوں کیلئے استغفار کرتے ہیں (اور کہتے) ہیں: اے ہمارے رب! تو نے اپنی رحمت اور علم سے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے، لہذا جن لوگوں نے توبہ کی اور تیری راہ کی پیروی کی انھیں بخش دے اور دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔ اے ہمارے رب! انھیں ان ہمیشہ رہنے والے باغات میں داخل کر جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے۔ اور ان کے آباؤ اجداد، ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے جو صالح ہیں انھیں بھی۔ بلاشبہ تو ہر چیز پر غالب اور حکمت والا ہے۔''

۲ لوگوں کو خیر کی تعلیم دینے والوں کیلئے

ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ وَأَهْلَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِينَ حَتَّى النَّمْلَةَ فِي جُحْرِهَا وَحَتَّى الْحُوتَ لَيُصَلُّونَ عَلَى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ»[1]

''بے شک اللہ تعالی رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے اور آسمانوں اور زمینوں والے حتی کہ چیونٹی اپنی بل میں اور حتی کہ مچھلی بھی سب چیزیں اُس شخص کیلئے رحمت کی دعا کرتی ہیں جو لوگوں کو خیر کی تعلیم دیتا ہے۔''

۳ اپنی جائے نماز پر بیٹھے رہنے والوں کیلئے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

«.....وَالْمَلَائِكَةُ يُصَلُّونَ عَلٰى أَحَدِكُمْ مَادَامَ فِيْ مَجْلِسِهِ الَّذِيْ صَلّٰى فِيْهِ ، يَقُوْلُوْنَ : اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ ، اَللّٰهُمَّ تُبْ عَلَيْهِ ، مَا لَمْ يُؤْذِ فِيْهِ ، مَا لَمْ يُحْدِثْ فِيْهِ»

''اور تم میں سے کوئی شخص جب تک اپنی جائے نماز پر بیٹھا رہتا ہے فرشتے اس کیلئے دعا کرتے رہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: اے اللہ! اس پر رحم فرما۔ اے اللہ! اس کی مغفرت فرما۔ اے اللہ! اس کی توبہ قبول فرما۔ وہ بدستور اسی طرح دعا کرتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ کسی کو اذیت نہ دے یا اس کا وضو نہ ٹوٹ جائے۔''[2]

۴ پہلی صفوں میں نماز پڑھنے والوں کیلئے

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى الصُّفُوفِ الْأُوَلِ»[3]

''بے شک اللہ تعالی رحمت بھیجتا ہے اور فرشتے دعا کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو پہلی صفوں میں نماز

---

[1] جامع الترمذی :2685۔ وصححہ الألبانی

[2] صحیح البخاری : 2119 ، مسلم :649

[3] سنن أبی داؤد :664۔ وصححہ الألبانی

پڑھتے ہیں۔''

⑤ صفوں میں مل کر کھڑے ہونے والوں کیلئے

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: « إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ الصُّفُوفَ ، وَمَنْ سَدَّ فُرْجَةً رَفَعَهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً »①

''بے شک اللہ تعالیٰ رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے ان لوگوں کیلئے دعائے رحمت کرتے ہیں جو صفوں کو ملاتے ہیں۔ اور جو شخص خالی جگہ کو پُر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس کا ایک درجہ بلند کر دیتا ہے۔''

⑥ سحری کرنے والوں کیلئے

ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« اَلسَّحُوْرُ كُلُّهُ بَرَكَةٌ ، فَلَا تَدَعُوْهُ ، وَلَوْ أَنْ يَّجْرَعَ أَحَدُكُمْ جُرْعَةً مِّن مَّاءٍ ، فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى الْمُتَسَحِّرِيْنَ »②

''سحری' پوری کی پوری برکت ہے، اس لئے اسے مت چھوڑا کرو اگر چہ پانی کا ایک گھونٹ ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ سحری کرنے والوں پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے ان کیلئے دعا کرتے ہیں۔''

⑦ مریض کی عیادت کرنے والوں کیلئے

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: « مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَعُوْدُ مُسْلِمًا غَدْوَةً إِلَّا صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُمْسِيَ ، وَإِنْ عَادَهُ عَشِيَّةً إِلَّا صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُصْبِحَ ، وَكَانَ لَهُ خَرِيْفٌ فِي الْجَنَّةِ »③

''کوئی مسلمان جب صبح کے وقت مسلمان بھائی کی عیادت کرے تو شام ہونے تک ستر ہزار فرشتے اس کیلئے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ اور اگر وہ شام کے وقت اس کی عیادت کرے تو صبح ہونے تک ستر ہزار فرشتے اس کی مغفرت کیلئے دعا کرتے رہتے ہیں۔ اور جنت میں اس کیلئے ایک باغ ہوگا۔''

⑧ نبی ﷺ پر درود بھیجنے والوں کیلئے

عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصَلِّيْ عَلَيَّ إِلَّا صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ مَاصَلّٰى عَلَيَّ ، فَلْيُقِلَّ الْعَبْدُ مِنْ ذٰلِكَ

---

① سنن ابن ماجه :995 ۔ وصححه الألباني

② مسند أحمد ۔ صحيح الترغيب والترهيب للألباني:1070

③ جامع الترمذي : 969 ۔ وصححه الألباني

أَوْ لِيُكْثِرْ»[1]
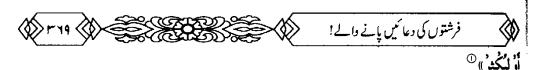
''جو بھی مسلمان میرے اوپر درود بھیجتا ہے تو جب تک وہ درود بھیجتا رہتا ہے تب تک فرشتے اس کیلئے دعا کرتے رہتے ہیں۔لہٰذا بندہ چاہے تو کم درود بھیجے یا چاہے تو زیادہ بھیجے۔''

یاد رہے کہ فرشتے مومنوں کیلئے نہ صرف دعائے رحمت کرتے ہیں بلکہ مومن جب اپنے بھائیوں کیلئے دعا کرتے ہیں تو فرشتے ان کی دعا پر آمین بھی کہتے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«دَعْوَةُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لِأَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ مُسْتَجَابَةٌ،عِنْدَ رَأْسِهِ مَلَكٌ مُوَكَّلٌ، كُلَّمَا دَعَا لِأَخِيهِ بِخَيْرٍ قَالَ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ :آمِينَ وَلَكَ بِمِثْلٍ»[2]

''مسلمان کی اپنے بھائی کیلئے غائبانہ دعا قبول کی جاتی ہے۔اس کے سر کے پاس ایک فرشتہ متعین ہوتا ہے، وہ جب بھی اپنے بھائی کیلئے دعائے خیر کرتا ہے تو متعین فرشتہ کہتا ہے (آمین) اور تمہیں بھی اس جیسی خیر نصیب ہو۔''

عزیز القدر بھائیو اور بہنو! فرشتے جن خوش نصیب لوگوں کیلئے دعائے رحمت کرتے ہیں ان کا تذکرہ آپ نے سنا۔اب آیئے ان سعادت مند لوگوں کا تذکرہ کرتے ہیں جن پر فرشتے نازل ہوتے اور ان کے ساتھ بعض اعمال خیر میں شریک ہوتے ہیں۔

فرشتے کن پر نازل ہوتے اور کن کے ساتھ شریک ہوتے ہیں؟

① استقامت اختیار کرنے والوں پر

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ☆ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ☆ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ﴾[3]

''بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے، پھر اس (عقیدۂ توحید اور عمل صالح) پر جمے رہے ان پر فرشتے (دنیا میں یا موت کے وقت یا قبر میں) اترتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم (آنے والے مراحل سے) نہ

① سنن ابن ماجه :907 ـ وحسنه الألباني ، وأحمد :15727ـ وحسنه الأرناؤط

② صحيح مسلم :2733 ③ فصلت41 :30-32

ڈرو اور نہ ہی (اہل وعیال کو چھوڑنے کا) غم کرو۔ اور تم اُس جنت کی خوشخبری سن لو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہم دنیا کی زندگی میں تمھارے دوست اور مددگار رہے اور آخرت میں بھی رہیں گے۔ اور وہاں تمھیں ہر وہ چیز ملے گی جس کی تمھارا نفس خواہش کرے گا اور وہ چیز جس کی تم تمنا کرو گے۔ یہ اُس کی طرف سے تمھاری میزبانی ہوگی جو نہایت معاف کرنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔''

② نماز فجر اور نماز عصر باجماعت پڑھنے والوں پر

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: «يَتَعَاقَبُوْنَ فِيكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ ،وَيَجْتَمِعُوْنَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الْعَصْرِ ، ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِيْنَ بَاتُوْا فِيكُمْ ، فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ : كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِيْ ؟ فَيَقُوْلُوْنَ :تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ ، وَأَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ»[1]

''تم میں دن اور رات کے فرشتے باری باری آتے ہیں۔ وہ نماز فجر اور نماز عصر کے وقت جمع ہوتے ہیں۔ پھر وہ فرشتے اوپر جاتے ہیں جنھوں نے تمھارے پاس رات گزاری ہوتی ہے۔ چنانچہ ان کا رب ان سے سوال کرتا ہے حالانکہ وہ ان کے بارے میں زیادہ جانتا ہے: تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ تو وہ کہتے ہیں: ہم نے انھیں جب چھوڑا تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس آئے تب بھی وہ نماز ہی پڑھ رہے تھے۔''

③ اہل الذکر اور مجالس علم پر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً يَطُوْفُوْنَ فِي الطُّرُقِ ، يَلْتَمِسُوْنَ أَهْلَ الذِّكْرِ ، فَإِذَا وَجَدُوْا قَوْمًا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ تَنَادَوْا :هَلُمُّوْا إِلٰى حَاجَتِكُمْ) قَالَ :(فَيَحُفُّوْنَهُمْ بِأَجْنِحَتِهِمْ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا»

''بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ کے ایسے فرشتے ہیں جو راستوں میں چلتے پھرتے رہتے ہیں، ان کا اور کوئی کام نہیں سوائے اس کے کہ وہ اہل ذکر کی تلاش میں رہتے ہیں۔ لہذا جب وہ ایسے لوگوں کو پا لیتے ہیں تو وہ ایک دوسرے کو پکار کر کہتے ہیں: آجاؤ تم جس چیز کے متلاشی تھے وہ یہاں ہے۔ پھر وہ بھی اہل الذکر کے ساتھ بیٹھ کر انھیں اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔ (اور ان کی تعداد اس قدر زیادہ ہوتی ہے کہ) اس مجلس سے آسمان دنیا تک سارے فرشتے ہی فرشتے ہوتے ہیں۔''

''پھر (جب وہ آسمان کی طرف چلے جاتے ہیں تو) اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان کے حال کو

[1] صحیح البخاری:555، 3223، صحیح مسلم :632

زیادہ جانتا ہے: میرے بندے کیا کہہ رہے ہیں؟
وہ جواب دیتے ہیں: وہ تیری تسبیح، تیری بڑائی، تیری تعریف اور تیری بزرگی بیان کرتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انھوں نے مجھے دیکھا ہے؟
فرشتے کہتے ہیں: نہیں، انھوں نے تجھے نہیں دیکھا۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر انھوں نے مجھے دیکھا ہوتا تو پھر ان کی کیا حالت ہوتی؟
فرشتے کہتے ہیں: اگر انھوں نے تجھے دیکھا ہوتا تو وہ یقیناً تیری عبادت اور زیادہ کرتے۔ اور تیری بزرگی، تیری تعریف اور تیری تسبیح اور زیادہ بیان کرتے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ مجھ سے کس چیز کا سوال کرتے ہیں؟
فرشتے کہتے ہیں: وہ تجھ سے تیری جنت کا سوال کرتے ہیں.
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انھوں نے میری جنت کو دیکھا ہے؟
وہ کہتے ہیں: نہیں۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر وہ جنت کو دیکھ لیتے تو پھر ان کی کیا کیفیت ہوتی؟
فرشتے کہتے ہیں: اگر انھوں نے اسے دیکھا ہوتا تو وہ اور زیادہ اس کیلئے شوقین ہوتے اور مزید اس کی طلب اور رغبت رکھتے۔
اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے: وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں؟
فرشتے جواب دیتے ہیں: جہنم کی آگ سے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انھوں نے اسے دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں: نہیں دیکھا.
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر وہ اسے دیکھ لیتے تو پھر ان کی کیا حالت ہوتی؟
فرشتے جواب دیتے ہیں: اگر وہ اسے دیکھ چکے ہوتے تو اس سے اور زیادہ دور بھاگتے اور اس سے مزید ڈرتے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: «فَأُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ»
''میں تمھیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے انھیں معاف کر دیا ہے.''
فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے: اس مجلس میں فلاں بندہ بھی تھا جو ان میں سے نہیں، بلکہ وہ کسی کام کیلئے آیا تھا، پھر ان کے ساتھ بیٹھ گیا.
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: «وَلَهُ غَفَرْتُ، هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ»

''میں نے اسے بھی معاف کر دیا۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا شخص بھی محروم نہیں ہوتا۔''①

جبکہ ایک اور روایت میں ارشاد نبوی کے یہ الفاظ ہیں:

«لَا یَقْعُدُ قَوْمٌ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ إِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِکَةُ وَغَشِیَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَیْهِمُ السَّکِیْنَةُ وَذَکَرَهُمُ اللّٰهُ فِیْمَنْ عِنْدَهُ»②

''جو لوگ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کیلئے بیٹھتے ہیں، انھیں فرشتے گھیر لیتے ہیں، رحمتِ باری تعالیٰ انھیں اپنی آغوش میں لے لیتی ہے، ان پر سکونِ قلب نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے ان کا تذکرہ کرتا ہے۔''

④ فرشتے نماز جمعہ کیلئے آنے والوں کے نام لکھتے ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«إِذَا کَانَ یَوْمُ الْجُمُعَةِ کَانَ عَلٰی کُلِّ بَابٍ مِنْ أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ الْمَلَائِکَةُ یَکْتُبُوْنَ الْأَوَّلَ فَالْأَوَّلَ، فَإِذَا جَلَسَ الْإِمَامُ طَوَوُا الصُّحُفَ، وَجَاؤُوْا یَسْتَمِعُوْنَ الذِّکْرَ ....»③

''جب جمعہ کا دن آتا ہے تو مسجد کے ہر دروازے پر فرشتے پہنچ جاتے ہیں جو آنے والوں کے نام باری باری لکھتے ہیں (یعنی جو پہلے آتا ہے اس کا نام پہلے اور جو اس کے بعد آتا ہے اس کا نام بعد میں لکھتے ہیں) پھر جب امام منبر پر بیٹھ جاتا ہے تو وہ اپنے صحیفوں کو لپیٹ کر خطبہ سننے مسجد میں آجاتے ہیں۔''

⑤ فرشتے نماز میں مومنوں کے ساتھ شریک ہوتے ہیں

حضرت رفاعۃ بن رافع الزرقی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے، چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع سے سر اٹھایا تو آپ نے فرمایا: «سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَہ» ایک آدمی نے آپ کے پیچھے کہا: «رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ، حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُبَارَکًا فِیْهِ» اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سلام پھیرا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کون کلام کر رہا تھا؟ تو اُس آدمی نے کہا: میں تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَقَدْ رَأَیْتُ بِضْعَةً وَّثَلَاثِیْنَ مَلَکًا یَبْتَدِرُوْنَهَا أَیُّهُمْ یَکْتُبُهَا الْأَوَّلُ»④

''میں نے دیکھا کہ تیس سے زیادہ فرشتے ان کلمات کو سب سے پہلے لکھنے کیلئے ایک دوسرے سے آگے بڑھ رہے تھے۔''

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

① صحیح البخاری :6408 ، صحیح مسلم :2689 ② صحیح مسلم :2700

③ صحیح البخاری :929، صحیح مسلم : 850 ④ صحیح البخاری :799

«إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوا ، فَإِنَّهُ مَن وَّافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ»

''جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہا کرو۔ کیونکہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے موافقت کر جائے تو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔''①

اسی طرح نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

« إِذَا قَالَ الْإِمَامُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه فَقُولُوا : اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ، فَإِنَّهُ مَن وَّافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ »②

''جب امام کہے: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه تو تم کہو: اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ، کیونکہ جس کا یہ کہنا فرشتوں کے کہنے سے موافقت کر جاتا ہے تو اس کے پچھلے تمام گناہوں کو معاف کر دیا جاتا ہے۔''

⑥ فرشتے قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے شخص کے قریب آجاتے ہیں

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رات کو (نماز میں) سورۃ البقرۃ پڑھ رہا تھا اور میرا گھوڑا قریب ہی بندھا ہوا تھا، اچانک گھوڑا بدکا تو میں خاموش ہو گیا۔ جب میں خاموش ہوا تو وہ بھی پرسکون ہو گیا۔ میں نے پھر قراءت شروع کی تو وہ پھر بدکنے لگا۔ میں خاموش ہوا تو وہ بھی ٹھہر گیا۔ میں نے پھر قراءت شروع کی تو وہ ایک بار پھر بدکا۔ اُدھر میرا بیٹا 'یحیٰ' بھی تھا، مجھے ڈر لگا کہ کہیں وہ اسے کچل نہ دے۔ چنانچہ میں سلام پھیر کر اس کے پاس آیا اور اسے اس سے دور کر دیا۔ پھر میں نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چھتری سی ہے اور اس میں چراغ سے چمک رہے ہیں۔ پھر یہ چھتری نما چیز آسمان کی طرف چلی گئی حتی کہ میری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

صبح ہوئی تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا پورا واقعہ سنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«اِقْرَأْ يَا ابْنَ حُضَيْرٍ ، اِقْرَأْ يَا ابْنَ حُضَيْرٍ »

''اے ابن حضیر! تمھیں اپنی قراءت جاری رکھنی چاہیے تھی!''

میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے اپنے بیٹے پر ترس آ رہا تھا اس لئے میں نے سلام پھیر دیا، اس کے بعد میں نے ایک چھتری نما چیز دیکھی جس میں چراغ چمک رہے تھے، وہ اوپر کو چلی گئی اور میری نظروں سے غائب ہو گئی۔

آپ ﷺ نے فرمایا: «تِلْكَ الْمَلَائِكَةُ دَنَتْ لِصَوْتِكَ ، وَلَوْ قَرَأْتَ لَأَصْبَحَتْ يَنْظُرُ النَّاسُ إِلَيْهَا

① صحیح البخاری :780، صحیح مسلم :410 ② صحیح مسلم :409

لَاتَتَوَارَی مِنْهُمْ »

”یہ فرشتے تھے جو تمھاری آواز کے قریب آ گئے تھے اور اگر تم قراءت جاری رکھتے تو صبح کے وقت لوگ بھی اسے دیکھ لیتے اور وہ ان سے نہ چھپ سکتے۔“

مسلم کی روایت میں ہے: «تِلْكَ الْمَلَائِكَةُ كَانَتْ تَسْتَمِعُ لَكَ ، وَلَوْ قَرَأْتَ لَأَصْبَحَتْ يَرَاهَا النَّاسُ ، مَا تَسْتَتِرُ مِنْهُمْ »

”یہ فرشتے تھے جو تمھاری تلاوت انتہائی توجہ سے سن رہے تھے۔ اور اگر تم پڑھتے رہتے تو صبح کے وقت لوگ بھی انھیں دیکھ لیتے اور وہ ان سے چھپ نہ پاتے۔“[1]

⑦ قرآن مجید کو پڑھنے، پڑھانے والے لوگوں پر فرشتوں کا نزول

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللّٰهِ ، يَتْلُونَ كِتَابَ اللّٰهِ وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ ، إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ ، وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ ، وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ »

”اور جو لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کو اس کے معانی و مطالب کے بارے میں آگاہ کرتے ہیں تو ان پر راحتِ قلب نازل ہوتی ہے، انھیں باری تعالیٰ کی رحمت ڈھانپ لیتی ہے، انھیں فرشتے گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ان (فرشتوں) میں کرتا ہے جو اس کے پاس ہیں۔“[2]

⑧ مومنوں کے سلام کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچانا

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ فِي الْأَرْضِ يُبَلِّغُونِي عَنْ أُمَّتِي السَّلَامَ »

”بے شک اللہ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو زمین میں سیاحت کرتے رہتے ہیں اور وہ مجھ تک میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں۔“[3]

⑨ طالب علموں کیلئے اپنے پر بچھاتے ہیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

---

① صحیح البخاری :5018، صحیح مسلم : 796 ② صحیح مسلم : 2699

③ سنن النسائی :1282- صحیح ابن حبان :914 - وصححه الألبانی

«مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَطْلُبُ فِيْهِ عِلْمًا سَلَكَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهٖ طَرِيْقًا مِنْ طُرُقِ الْجَنَّةِ ، وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا رِضًا لِطَالِبِ الْعِلْمِ»[1]

''جو شخص طلبِ علم کیلئے ایک راستہ اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالی اسے جنت کے راستوں میں سے ایک راستے پر چلا دیتا ہے۔ اور فرشتے طالب علم سے اظہار رضا مندی کرتے ہوئے اپنے پر بچھاتے ہیں۔''

⑩ فرشتے مومنوں کو بشارت دیتے ہیں

اللہ تعالی حضرت زکریا علیہ السلام کے متعلق فرماتا ہے:

﴿فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ هُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى﴾[2]

''چنانچہ جب وہ محراب میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے تو فرشتوں نے انھیں پکار کر کہا کہ اللہ تعالی آپ کو یحيٰ علیہ السلام کی خوشخبری دیتا ہے....''

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ایک شخص اپنے بھائی سے ملنے کیلئے اس کی بستی کی طرف روانہ ہوا تو اللہ تعالی نے اس کے راستے میں ایک فرشتہ مقرر کر دیا۔ چنانچہ وہ جب وہاں سے گذرا تو فرشتے نے کہا: تم کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا: اِس بستی میں میرا ایک بھائی ہے جس سے ملنے جا رہا ہوں۔ فرشتے نے کہا:

«هَلْ لَكَ عَلَيْهِ مِنْ نِعْمَةٍ تَرُبُّهَا ؟»

یعنی کیا وہ تمہارا احسانمند ہے جس کی بناء پر تم اس سے ملنے جا رہے ہو؟

اس نے کہا: نہیں، میں تو صرف اس لئے جا رہا ہوں کہ مجھے اس سے اللہ کی رضا کیلئے محبت ہے۔

فرشتے نے کہا: «فَإِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَيْكَ بِأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَبَّكَ كَمَا أَحْبَبْتَهُ فِيْهِ»

یعنی مجھے اللہ تعالی نے تمہاری طرف یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ جس طرح تو نے اس سے محض اللہ کی رضا کیلئے محبت کی ہے اسی طرح اللہ تعالی نے بھی تجھ سے محبت کر لی ہے۔''[3]

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے تو انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس آ رہی ہیں، ان کے پاس ایک برتن ہے جس میں سالن یا کھانے یا پینے کی کوئی چیز ہے، لہٰذا جب وہ آپ کے پاس آئیں تو

---

① سنن أبي داؤد: 3641- وصححه الألباني ② آل عمران 3: 39

③ صحیح مسلم: 2567

آپ انھیں ان کے رب کی طرف سے اور میری طرف سے سلام کہیں اور انھیں جنت میں ایک گھر کی بشارت دیں جو انتہائی قیمتی موتیوں سے بنا ہوگا اور اس میں شور شرابہ ہوگا نہ تھکاوٹ ہوگی۔''[1]

ان تمام احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ فرشتے مومنوں کو مختلف قسم کی بشارتیں دیتے ہیں۔

محترم حضرات! آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی فرشتوں کی دعائیں اور ان کی بشارتیں نصیب فرمائے۔ آمین

دوسرا خطبہ

سامعین کرام ! آج کے موضوع کو مکمل کرتے ہوئے ہم مزید کچھ لوگوں کا تذکرہ کرتے ہیں جن پر فرشتے نازل ہوتے اور ان کے بعض اعمالِ خیر میں شریک ہوتے ہیں۔

(۱۱) جنگ میں مومنوں کو ثابت قدم رکھتے اور ان کی مدد کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ جنگ بدر میں شریک صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق فرماتا ہے:

﴿ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ﴾[2]

''جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمھیں جواب دیا کہ میں ایک ہزار فرشتے تمھاری مدد کو بھیج رہا ہوں۔''

اسی طرح فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ☆ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ☆ بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا وَ يَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ﴾[3]

''اور اللہ تعالیٰ نے بدر کے مقام پر تمھاری مدد کی جبکہ تم کمزور تھے، لہٰذا تم اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ شکر گزار بن جاؤ۔ جب آپ مومنوں سے کہہ رہے تھے کہ کیا تمھیں یہ کافی نہیں کہ تمھارا رب تین ہزار فرشتے اتار کر تمھاری مدد کرے؟ کیوں نہیں! اگر تم صبر کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور دشمن تم پر فوراً چڑھ آئے تو تمھارا رب خاص نشان رکھنے والے پانچ ہزار فرشتوں سے تمھاری مدد کرے گا۔''

---

(۱) صحیح البخاری:3820، صحیح مسلم:2432 (۲) الأنفال8:9

(۳) آل عمران3:123-124

ان آیات سے ثابت ہوا کہ کفار کے خلاف جنگ میں فرشتے اللہ تعالی کے حکم سے نازل ہوتے ہیں اور ان مومنوں کی مدد کرتے ہیں جو اس میں شریک ہوتے ہیں۔

اسی طرح ارشاد فرمایا: ﴿إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَٰئِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ﴾[1]

''اس وقت کو یاد کرو جب آپ کے رب نے فرشتوں کو حکم دیا کہ میں تمھارے ساتھ ہوں، لہذا تم ایمان والوں کی ہمت بڑھاؤ، میں عنقریب کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا، سو تم گردنوں پر مارو اور ان کے پور پور کو مارو۔'' یعنی ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں کے کنارے کاٹ دو۔ تاکہ یہ نہ تلوار چلانے کے قابل رہیں اور نہ ہی بھاگنے کے قابل رہیں۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ فرشتے جنگ میں مومنوں کو ثابت قدم رکھنے اور ان کی مدد کیلئے اللہ تعالی کے حکم سے نازل ہوتے ہیں۔

⑭ مصیبت میں پھنسے ہوئے مومنوں کی مدد کیلئے فرشتوں کا نزول

جی ہاں، فرشتے مصیبت میں پھنسے ہوئے مومنوں کی مدد کیلئے بھی نازل ہوتے ہیں۔ اور اس کیلئے ہم یہاں دو دلیلیں ذکر کرتے ہیں:

ا۔ ام اسماعیل حضرت ہاجرہ کی مدد کیلئے حضرت جبریل علیہ السلام کا نزول

حضرت ہاجرہ پانی کی تلاش کیلئے صفا اور مروہ کے درمیان بار بار چکر لگا رہی تھیں تو جب وہ ساتویں چکر میں مروہ پر چڑھیں تو ایک آواز سنی۔ انھوں نے اپنے آپ سے کہا: خاموش رہو (بات سنو۔) پھر کان لگایا تو وہی آواز سنی۔ کہنے لگیں: میں نے تیری آواز سنی، کیا تو کچھ ہماری مدد کر سکتا ہے؟ آپ نے اسی وقت زمزم کے مقام پر ایک فرشتہ دیکھا جس نے اپنی ایڑی یا اپنا پر زمین پر مار کر اسے کھود ڈالا تو پانی نکل آیا۔ حضرت ہاجرہ اسے حوض کی طرح بنانے لگیں اور اپنے ہاتھ سے منڈیر باندھنے لگیں اور چلوؤں سے پانی اپنے مشکیزہ میں بھرنے لگیں۔ جب وہ چلو سے پانی لیتیں تو اس کے بعد جوش سے پانی نکل آتا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: «يَرْحَمُ اللّٰهُ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ۔ أَوْ قَالَ: لَوْ لَمْ تَغْرِفْ مِنَ الْمَاءِ لَكَانَتْ زَمْزَمُ عَيْنًا مَعِينًا»

---

① الأنفال 8:12

''اللہ ام اسماعیل پر رحم فرمائے! اگر وہ زمزم کو اپنے حال پر چھوڑ دیتیں (یا فرمایا) اس سے چلو چلو پانی نہ لیتیں تو زمزم ایک بہتا ہوا چشمہ بن جاتا۔''

چنانچہ حضرت ہاجرہ نے پانی پیا اور اپنے بچے کو دودھ پلایا۔ فرشتے نے ان سے کہا: تم جان کی فکر نہ کرو، یہاں اللہ کا گھر ہے، یہ بچہ اور اس کا باپ اسے تعمیر کریں گے۔ اُس وقت کعبہ گر کر زمین سے اونچا ٹیلہ بن چکا تھا اور برسات کا پانی اس کے دائیں بائیں سے گزر جاتا تھا۔ [1]

مسند احمد میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ جو فرشتہ حضرت ہاجرہ کی مدد کیلئے نازل ہوا وہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے۔

۲۔ حافظ ابن کثیرؒ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿ أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ ﴾ کی تفسیر میں ایک واقعہ لکھا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مصیبت میں پھنسے ہوئے مومن اگر اللہ تعالیٰ سے فریاد کریں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعے ان کی فریاد رسی کرتا ہے۔

وہ قصہ یہ ہے کہ ایک فقیر آدمی اپنے خچر پر لوگوں کو سوار کر کے دمشق سے زیدانی پہنچاتا اور اس پر کرایہ وصول کرتا تھا۔ اس نے اپنا ایک قصہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ میرے ساتھ ایک شخص سوار ہوا اور وہ راستے میں مجھ سے کہنے لگا: یہ راستہ چھوڑ دو اور اُس راستے سے چلو کیونکہ اس سے ہم اپنی منزل مقصود تک جلدی پہنچ جائیں گے۔ میں نے کہا: نہیں میں وہ راستہ نہیں جانتا اور یہی راستہ زیادہ قریب ہے۔ اس نے کہا: وہ زیادہ قریب ہے اور تمہیں اسی سے جانا ہوگا۔ چنانچہ ہم اسی راستے پر چل پڑے۔ آگے جا کر ایک دشوار گذار راستہ آگیا جو ایک گہری وادی میں تھا اور وہاں بہت ساری لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ اس نے کہا: یہاں رک جاؤ۔ میں رک گیا۔ وہ نیچے اترا اور اترتے ہی چھری سے مجھ پر حملہ آور ہوا۔ میں بھاگ کھڑا ہوا۔ میں آگے آگے اور وہ میرے پیچھے پیچھے۔ آخر کار میں نے اسے اللہ کی قسم دے کر کہا: خچر اور اس پر لدا ہوا میرا سامان تم لے لو اور میری جان بخش دو۔ اس نے کہا: وہ تو میرا ہے ہی، میں تمہیں قتل کر کے ہی دم لوں گا۔ میں نے اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرایا اور قتل کی سزا یاد دلائی لیکن اس نے میری ایک بھی نہ سنی۔ چنانچہ میں نے اس کے سامنے رک کر کہا: مجھے صرف دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت دے دو۔ اس نے کہا: ٹھیک ہے جلدی پڑھ لو۔ میں نے قبلہ رخ ہو کر نماز شروع کر دی لیکن میں اس قدر خوفزدہ تھا کہ میری زبان پر قرآن مجید کا ایک حرف بھی نہیں آرہا تھا اور اُدھر وہ بار بار کہہ رہا تھا: اپنی نماز جلدی ختم کرو۔ میں انتہائی حیران وپریشان تھا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے میری زبان پر قرآن مجید کی یہ آیت

---

[1] صحيح البخاري :3364

جاری کردی: ﴿ أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ ﴾ ''بھلا کون ہے جو لاچار کی فریاد رسی کرتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے اور اس کی تکلیف کو دور کردیتا ہے؟''

پھر میں نے اچانک دیکھا کہ ایک گھوڑسوار ہاتھ میں نیزہ لئے وادی کے منہ سے نمودار ہو رہا ہے۔ اس نے آتے ہی وہ نیزہ اس شخص کو مارا جو مجھے قتل کرنے کے درپے تھا۔ نیزہ اس کے دل میں پیوست ہوگیا اور وہ مر گیا۔ میں نے گھوڑسوار کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا:

''مجھے اس نے بھیجا ہے جو لاچار کی فریاد رسی کرتا ہے اور اس کی تکلیف کو دور کردیتا ہے۔''

پھر میں نے اپنا خچر پکڑا اور اپنا ساز وسامان اٹھا کر سلامتی سے واپس لوٹ آیا۔

⑬ مومن کی موت کے بعد اسے غسل دینے میں فرشتوں کی شرکت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ اور حنظلہ بن راہب رضی اللہ عنہ جنابت کی حالت میں شہید ہوگئے، تو رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: « رَأَيْتُ الْمَلَائِكَةَ تَغْسِلُهُمَا » ''میں نے فرشتوں کو دیکھا ہے کہ وہ ان دونوں کو غسل دے رہے تھے۔''[①]

⑭ مومنوں کی نماز جنازہ میں شرکت

رسول اکرم ﷺ نے جناب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

« هٰذَا الَّذِي تَحَرَّكَ لَهُ الْعَرْشُ وَفُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ ، وَشَهِدَهُ سَبْعُونَ أَلْفًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ لَقَدْ ضُمَّ ضَمَّةً ثُمَّ فُرِّجَ عَنْهُ »[②]

''یہ جس کیلئے عرش حرکت میں آگیا اور آسمان کے دروازے اس کیلئے کھول دیئے گئے اور ستر ہزار فرشتے اس کے جنازے میں شریک ہوئے، اس کو بھی قبر میں دبوچا گیا، پھر اسے چھوڑ دیا گیا۔''

آخر میں اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو عذاب قبر سے محفوظ رکھے اور ہمیں فرشتوں کی دعاؤں اور ان کی بشارتوں کا مستحق بنائے۔ آمین

---

① حسنه الألباني في الجنائز

② سنن النسائي :2055 - وصححه الألباني

کفارات، درجات، منجیات اور مہلکات

اہم عناصرِ خطبہ:

① گناہوں کا کفارہ بننے والے تین امور

② درجات میں بلندی کا ذریعہ بننے والے تین امور

③ نجات کا سبب بننے والے تین امور

④ ہلاکت وبربادی کا سبب بننے والے تین امور

پہلا خطبہ

محترم حضرات! آج کے خطبۂ جمعہ کا موضوع نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث مبارک ہے، جس میں آپ ﷺ نے چار چیزوں کو بیان فرمایا:

① الکفارات، یعنی گناہوں کا کفارہ بننے والے تین امور

② الدرجات، یعنی درجات میں بلندی کا ذریعہ بننے والے تین امور

③ المنجیات، یعنی نجات کا سبب بننے والے تین امور

④ المہلکات، یعنی ہلاکت وبربادی کا سبب بننے والے تین امور

آیئے سب سے پہلے وہ مکمل حدیث سماعت کیجئے، اس کے بعد ہم ان امور کی وضاحت قدرے تفصیل سے کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالی

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«ثَلَاثٌ كَفَّارَاتٌ ، وَثَلَاثٌ دَرَجَاتٌ ، وَثَلَاثٌ مُنْجِيَاتٌ ، وَثَلَاثٌ مُهْلِكَاتٌ»

''تین چیزیں گناہوں کا کفارہ ہیں، تین چیزیں درجات میں بلندی کا ذریعہ ہیں، تین چیزیں نجات کا سبب بنتی اور تین چیزیں ہلاکت کا سبب بنتی ہیں۔''

«فَأَمَّا الْكَفَّارَاتُ : فَإِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ فِي السَّبَرَاتِ ، وَانْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ ، وَنَقْلُ الْأَقْدَامِ إِلَى الْجَمَاعَاتِ»

''جہاں تک کفارات کا تعلق ہے تو وہ یہ ہیں: سخت سردیوں میں مکمل وضو کرنا، ایک نماز کے بعد دوسری نماز

کا انتظار کرنا اور باجماعت نماز پڑھنے کیلئے پیدل چل کر جانا۔''

«وَأَمَّا الدَّرَجَاتُ فَإِطْعَامُ الطَّعَامِ ، وَإِفْشَاءُ السَّلَامِ ، وَالصَّلَاةُ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ»

''اور درجات میں بلندی کا ذریعہ بننے والے تین امور یہ ہیں: کھانا کھلانا، سلام پھیلانا اور رات کے وقت نماز پڑھنا جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں۔''

«وَأَمَّا الْمُنْجِيَاتُ فَالْعَدْلُ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَا،وَالْقَصْدُ فِي الْفَقْرِ وَالْغِنَى،وَخَشْيَةُ اللّٰهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ»

''اور جہاں تک نجات کا سبب بننے والے تین امور کا تعلق ہے تو وہ یہ ہیں: غصہ اور رضامندی (دونوں حالتوں میں) عدل وانصاف کا دامن تھامے رکھنا، غربت اور مالداری (دونوں حالتوں میں) میانہ روی اختیار کرنا اور چھپے ہوئے اور ظاہرا (دونوں حالتوں میں) اللہ کا ڈر۔''

«وَأَمَّا الْمُهْلِكَاتُ فَشُحٌّ مُطَاعٌ ، وَهَوًى مُتَّبَعٌ ، وَإِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ»

''اور ہلاکت کا سبب بننے والے تین امور یہ ہیں: لالچ جس کو پورا کیا جائے، خواہش جس کی پیروی کی جائے اور آدمی کی خود پسندی۔''①

یہی حدیث جناب ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اور اسے بھی شیخ البانی رحمہ اللہ نے حسن قرار دیا ہے، تاہم اُس میں ان چاروں چیزوں کی ترتیب میں فرق اور تقدیم وتاخیر ہے۔②

کفارات: گناہوں کو مٹانے والے امور:

نبی کریم ﷺ نے گناہوں کو مٹانے والے تین امور ذکر فرمائے:

① سخت سردیوں میں مکمل وضو کرنا

② ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا

③ باجماعت نماز پڑھنے کیلئے مسجد کی طرف پیدل چل کر جانا اور زیادہ سے زیادہ قدم اٹھانا

یہ تینوں امور اتنے عظیم ہیں کہ ان کے بارے میں اللہ تعالی کے مقرب فرشتے بھی بحث کرتے ہیں۔ اور وہ ان اعمال کی فضیلت کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اور ان اعمال کو انجام دینے والے بنوآدم پر رشک کرتے ہیں۔ اور ان اعمال کو لکھنے اور آسمان کی طرف لے جانے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔

① رواه البزار وقال الألباني في صحيح الترغيب والترهيب :453 حسن لغيره

② صحيح الجامع الصغير : 3054

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«أَتَانِي اللَّيْلَةَ رَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ ۔ قَالَ :أَحْسِبُهُ فِي الْمَنَامِ ۔ فَقَالَ :يَا مُحَمَّدُ !هَلْ تَدْرِي فِيمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَى ؟»

''میرے پاس میرا رب تبارک وتعالی بہترین شکل میں آیا (راوی کہتا ہے کہ میرا خیال ہے کہ خواب میں۔ یاد رہے کہ اللہ تعالی کا آنا ایسے ہی ہے جیسے اُس کے شایان شان اور اس کی کبریائی اور عظمت کے لائق ہے) پھر اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: اے محمد ! کیا آپ کو معلوم ہے کہ اوپر فرشتوں کی جماعت کس چیز میں بحث کر رہی ہے؟''

تو میں نے کہا: نہیں۔

تو اللہ تعالی نے اپنا دست مبارک میرے کندھوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک کو میں نے اپنے پستانوں کے درمیان (یا فرمایا:) اپنے سینے میں محسوس کیا۔ اور میں نے وہ سب کچھ معلوم کرلیا جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ اللہ تعالی نے پھر فرمایا: «يَا مُحَمَّدُ !هَلْ تَدْرِي فِيمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَى؟»

''اے محمد ! کیا آپ کو معلوم ہے کہ اوپر فرشتوں کی جماعت کس چیز میں بحث کر رہی ہے؟''

تو میں نے کہا: ''جی ہاں، کفارات اور درجات کے بارے میں۔''

«وَالْكَفَّارَاتُ :الْمُكْثُ فِي الْمَسَاجِدِ بَعْدَ الصَّلَوَاتِ ، وَالْمَشْيُ عَلَى الْأَقْدَامِ إِلَى الْجَمَاعَاتِ ، وَإِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ فِي الْمَكَارِهِ»

''اور کفارات یہ ہیں: نمازوں کے بعد مساجد میں بیٹھے رہنا، جماعتوں کی طرف پیدل چل کر جانا اور سخت سردی میں مکمل وضو کرنا۔''

اس کے بعد فرمایا:

«وَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ عَاشَ بِخَيْرٍ وَمَاتَ بِخَيْرٍ ، وَكَانَ مِنْ خَطِيئَتِهِ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ»

''اور جو شخص ان چیزوں کو ہمیشہ جاری رکھے وہ خیر پر زندہ رہتا ہے اور خیر پر ہی اس کی موت آتی ہے۔ اور وہ گناہوں سے یوں پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے وقت گناہوں سے پاک تھا۔''

(اِس سے معلوم ہوا کہ جو شخص یہ تینوں کام کرتا رہے تو وہ خیر وبھلائی کے ساتھ زندہ رہتا ہے اور اسی کے ساتھ اس کی موت آتی ہے۔ اور جب اس کی موت آتی ہے تو وہ گناہوں سے پاک ہو چکا ہوتا ہے۔)

اللہ تعالی نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جب آپ نماز پڑھ لیں تو یہ دعا پڑھا کریں:

« اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ ،وَحُبَّ الْمَسَاكِينِ ،وَإِذَا أَرَدتَّ بِعِبَادِكَ

فِتْنَةً فَاقْبِضْنِي إِلَيْكَ غَيْرَ مَفْتُونٍ»
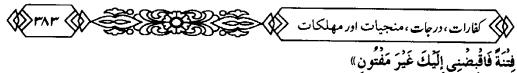
''اے اللہ! میں تجھ سے نیکیاں کرنے اور برائیوں کو چھوڑنے اور مسکینوں سے محبت کا سوال کرتا ہوں۔ اور جب تو اپنے بندوں کو فتنہ میں مبتلا کرنے کا ارادہ کرے تو مجھے اُس میں مبتلا کئے بغیر میری روح کو قبض کر لینا۔''

نبی ﷺ نے فرمایا: درجات سے مقصود ہے: سلام پھیلانا، کھانا کھلانا اور رات کو اُس وقت نماز پڑھنا جب لوگ سوئے ہوئے ہوں۔''[1]

☆ یہ تینوں اعمال ایسے ہیں کہ ان کے ذریعے نہ صرف گناہ مٹتے ہیں بلکہ اللہ تعالی ان کے ساتھ نیکیوں میں بھی اضافہ کرتا ہے۔

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«أَلَا أَدُلُّكُمْ مَا يُكَفِّرُ اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا وَيَزِيْدُ بِهِ فِي الْحَسَنَاتِ ؟»

''میں تمھیں وہ اعمال نہ بتلاؤں کہ جن کے ذریعے اللہ تعالی گناہوں کو مٹاتا اور نیکیوں کو بڑھاتا ہے؟''

تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: یا رسول اللہ! کیوں نہیں۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا: «إِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَى الْمَكَارِهِ، وَكَثْرَةُ الْخُطَا إِلَى هٰذِهِ الْمَسَاجِدِ، وَانْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ»

''سخت سردی میں مکمل وضو کرنا، اِن مسجدوں کی طرف زیادہ قدم اٹھانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔''

اس کے بعد فرمایا: «مَا مِنْكُمْ مِنْ رَجُلٍ يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهِ مُتَطَهِّرًا ، فَيُصَلِّيْ مَعَ الْمُسْلِمِيْنَ الصَّلَاةَ، ثُمَّ يَجْلِسُ فِي الْمَجْلِسِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ الْأُخْرَى، إِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَقُوْلُ : اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ»[2]

''تم میں سے جو شخص بھی اپنے گھر سے مکمل طہارت کے ساتھ نکلے، پھر مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھے، پھر دوسری نماز کے انتظار میں اپنی جگہ پر بیٹھا رہے تو فرشتے اس کیلئے یوں دعا کرتے ہیں: اے اللہ! اس کی مغفرت فرما، اے اللہ! اس پر رحم فرما۔''

حدیث کے اِس آخری حصے سے معلوم ہوا کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں بیٹھنا نہ صرف

① جامع الترمذي: 3233، 3234 - وصححه الألباني

② مسند أحمد: 11007- وصححه الأرنؤوط
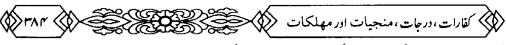
گناہوں کا کفارہ ہے بلکہ یہ فرشتوں کی دعاؤں کے حصول کا بھی ایک ذریعہ ہے۔

☆ اور یہ تینوں اعمال ایسے ہیں کہ ان کے ذریعے نہ صرف گناہ مٹتے ہیں بلکہ اللہ تعالی ان کے ساتھ درجات بھی بلند کرتا ہے۔اور ان کے ذریعے جہاد کی تیاری بھی ہوتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلٰى مَا يَمْحُو اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ ؟ »

'' کیا میں تمھیں ان اعمال کے بارے میں خبر نہ دوں جن کے ساتھ اللہ تعالی گناہوں کو مٹاتا اور درجات کو بلند کرتا ہے؟''

تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: یارسول اللہ! کیوں نہیں۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا: « إِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَى الْمَكَارِهِ ، وَكَثْرَةُ الْخُطَا إِلَى الْمَسَاجِدِ، وَانْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ ، فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ»

'' مشقت کے اوقات میں مکمل وضو کرنا،مسجدوں کی طرف زیادہ قدم اٹھانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔چنانچہ یہی جہاد ہے ، یہی جہاد ہے، یہی جہاد ہے۔ ''[1]

اب تک ہم نے جو احادیث پیش کی ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ تین امور (سخت سردی وغیرہ میں مکمل وضو کرنا ، باجماعت نماز پڑھنے کیلئے مسجد کی طرف چل کر جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا) نہ صرف گناہوں کا کفارہ بنتے ہیں بلکہ ان سے مزید فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔اور وہ ہیں:

☆ نیکیوں میں اضافہ

☆ درجات میں بلندی

☆ زندگی بھی خیر وبھلائی کے ساتھ گزرتی ہے اور موت بھی اسی پر آتی ہے

☆ ان امور کو ہمیشہ جاری رکھا جائے تو موت کے وقت انسان گناہوں سے بالکل پاک ہوتا ہے

☆ ان امور کے ذریعے جہاد کی تیاری ہوتی ہے

☆ مسجد میں ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں بیٹھنے سے فرشتوں کی دعائیں بھی نصیب ہوتی ہیں۔

اب ہم ان تینوں امور کے کچھ مزید فضائل ذکر کرتے ہیں:

---

① صحیح مسلم : 251 ، جامع الترمذی :51 ، سنن النسائی :143۔ واللفظ لهما

وضو کی فضیلت

❁ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: «مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ، خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهِ حَتّٰى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِهِ»[1]

''جو آدمی اچھی طرح وضو کرے تو اس کے جسم سے گناہ نکل جاتے ہیں حتی کہ ناخنوں کے نیچے سے بھی چلے جاتے ہیں۔''

❁ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ تَوَضَّأَ هٰكَذَا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ ، وَكَانَتْ صَلَاتُهُ وَمَشْيُهُ إِلَى الْمَسْجِدِ نَافِلَةً»[2]

''جو شخص میرے وضو کی طرح وضو کرے تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور اس کی نماز اور مسجد کی طرف اس کے چل کر جانے کو اضافی عبادت سمجھا جاتا ہے۔''

❁ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «أَنْتُمُ الْغُرُّ الْمُحَجَّلُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ إِسْبَاغِ الْوُضُوْءِ ، فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ فَلْيُطِلْ غُرَّتَهُ وَتَحْجِيْلَهُ»[3]

''مکمل وضو کرنے کی وجہ سے قیامت کے روز تمھارے چہرے اور ہاتھ پاؤں چمک رہے ہوں گے۔لہٰذا تم میں سے جو شخص استطاعت رکھتا ہو تو وہ اپنے چہرے اور ہاتھ پاؤں کی چمک کو زیادہ لمبا کرے۔''

مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے اور اس کے بعد اپنی جگہ پر بیٹھے رہنے کے فضائل

❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«صَلَاةُ الرَّجُلِ فِيْ جَمَاعَةٍ تَزِيْدُ عَلٰى صَلَاتِهِ فِيْ بَيْتِهِ وَصَلَاتِهِ فِيْ سُوْقِهِ بِضْعًا وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً»

''آدمی کی باجماعت نماز کا ثواب اُس نماز سے بیس سے زیادہ گنا بڑھ جاتا ہے جسے وہ گھر میں اور بازار میں اکیلے پڑھے۔''

پھر آپ ﷺ نے اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا:

« وَذٰلِكَ أَنَّ أَحَدَهُمْ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ، ثُمَّ أَتَى الْمَسْجِدَ ، لَا يَنْهَزُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ ، لَا يُرِيْدُ إِلَّا الصَّلَاةَ ، فَلَمْ يَخْطُ خُطْوَةً إِلَّا رُفِعَ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ ، وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ حَتّٰى يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ ، فَإِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَانَ فِي الصَّلَاةِ مَا كَانَتِ الصَّلَاةُ تَحْبِسُهُ ، وَالْمَلَائِكَةُ يُصَلُّوْنَ عَلٰى أَحَدِكُمْ مَادَامَ فِيْ

[1] صحیح مسلم :245 [2] صحیح مسلم :229 [3] صحیح مسلم : 246

مَجْلِسِهِ الَّذِیْ صَلّٰی فِیْهِ ، یَقُوْلُوْنَ : اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ ، اَللّٰهُمَّ تُبْ عَلَیْهِ ، مَا لَمْ یُؤْذِ فِیْهِ ، مَا لَمْ یُحْدِثْ فِیْهِ»[۱]

''اور یہ اس طرح کہ جب کوئی شخص اچھی طرح سے وضو کرے، پھر مسجد میں صرف نماز پڑھنے کی نیت سے آئے، نماز کے علاوہ اس کا کوئی اور مقصد نہ ہو تو اس کے ایک ایک قدم پر اس کا ایک درجہ بلند اور ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ مسجد میں داخل ہو جائے۔ پھر جب وہ مسجد میں پہنچ جاتا ہے تو جب تک وہ نماز کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے تو وہ ایسے ہے جیسے نماز پڑھ رہا ہو۔ اور وہ جب تک اپنی جائے نماز پر بیٹھا رہتا ہے تو فرشتے اس کیلئے دعا کرتے رہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: اے اللہ! اس پر رحم فرما۔ اے اللہ! اس کی مغفرت فرما۔ اے اللہ! اس کی توبہ قبول فرما۔ وہ بدستور اسی طرح دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ کسی کو اذیت نہ دے یا اس کا وضو نہ ٹوٹ جائے۔''

اِس حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے کے متعدد فضائل ذکر فرمائے ہیں:

۱۔ مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنا اکیلئے نماز پڑھنے سے بیس سے زیادہ گنا (اور دوسری روایت کے مطابق ستائیس گنا) افضل ہے۔

۲۔ مسجد کی طرف آتے ہوئے ہر قدم پر ایک درجہ بلند کر دیا جاتا اور ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے۔

۳۔ جب تک وہ مسجد میں نماز کیلئے بیٹھا رہے تو وہ ایسے ہی ہے جیسے نماز پڑھ رہا ہو۔

۴۔ نماز کے بعد جب تک وہ اپنی جگہ پہ بیٹھا رہے فرشتے اُس کیلئے مسلسل دعائے مغفرت ودعائے رحمت کرتے رہتے ہیں۔

❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« مَنْ غَدَا إِلَی الْمَسْجِدِ أَوْ رَاحَ ، أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُ فِي الْجَنَّةِ نُزُلًا ، کُلَّمَا غَدَا أَوْ رَاحَ »

''جو شخص صبح کے وقت یا شام کے وقت مسجد میں جائے تو اللہ تعالی اس کیلئے جنت میں مہمان نوازی تیار کرتا ہے، وہ جب بھی جائے، صبح کو یا شام کو۔''[۲]

الدرجات: درجات کو بلند کرنے والے امور:

نبی کریم ﷺ نے درجات کو بلند کرنے والے تین امور ذکر فرمائے:

---

① صحیح البخاری :2119 ، صحیح مسلم : 649

② صحیح البخاری :662، صحیح مسلم :669

① کھانا کھلانا۔

② سلام کو عام کرنا۔

③ رات کو اٹھ کر اُس وقت نماز پڑھنا جب لوگ سوئے ہوئے ہوں.

ان تینوں امور کے مزید فضائل :

❀ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«وَالَّذِیْ نَفْسِی بِیَدِهِ لَا تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتّٰی تُؤْمِنُوْا ، وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰی تَحَابُّوْا ، أَوَلَا أَدُلُّكُمْ عَلٰی شَیْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ ؟ أَفْشُوا السَّلَامَ بَیْنَكُمْ»①

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے !تم جنت میں داخل نہ ہو گے یہاں تک کہ ایمان لے آؤ۔اورتم ایمان والے نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ ایک دوسرے سے محبت کرو۔کیا میں تمھیں وہ کام نہ بتاؤں کہ جس کے کرنے سے تم ایک دوسرے سے محبت کرنا شروع کردو گے؟تم اپنے درمیان سلام کو پھیلا دو۔''

یعنی ہر مسلمان کو سلام کہا کرو۔

❀ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو میں نے آپ ﷺ سے جو سب سے پہلی حدیث سنی وہ یہ تھی :

«یَا أَیُّهَا النَّاسُ !أَفْشُوا السَّلَامَ ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ ، وَصِلُوا الْأَرْحَامَ ، وَصَلُّوْا بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ ،تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ»②

''اے لوگو ! سلام کو پھیلاؤ ، کھانا کھلاؤ ، صلہ رحمی کرو اور رات کو اس وقت نماز پڑھا کرو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں۔(اگر یہ کام کرو گے تو) جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔''

❀ حضرت ابو مالک الأشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ فِی الْجَنَّةِ غُرَفًا یُرٰی ظَاهِرُهَا مِنْ بَاطِنِهَا،وَبَاطِنُهَا مِنْ ظَاهِرِهَا،أَعَدَّهَا اللّٰهُ تَعَالٰی لِمَنْ أَطْعَمَ الطَّعَامَ، وَأَلَانَ الْكَلَامَ ، وَتَابَعَ الصِّیَامَ ، وَصَلّٰی بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ»③

''بے شک جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کا بیرونی منظر اندر سے اور اندرونی منظر باہر سے دیکھا جا سکتا ہے۔انھیں اللہ تعالی نے اس شخص کیلئے تیار کیا ہے جو کھانا کھلاتا ہو، بات نرمی سے کرتا ہو، مسلسل روزے رکھتا ہو

① صحیح مسلم :54 ② سنن ابن ماجه :1334 ، 3251 - وصححه الألباني

③ مسند أحمد وابن حبان -صحیح الجامع للألباني :2123

اور رات کو اس وقت نماز پڑھتا ہو جب لوگ سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔''

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اکرم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا: (السلام علیکم) تو آپ نے فرمایا: ''دس نیکیاں۔'' پھر ایک اور بندہ آیا اور اس نے کہا: (السلام علیکم ورحمۃ اللہ) تو آپ نے فرمایا: ''بیس نیکیاں۔'' پھر ایک اور آدمی آیا اور اس نے کہا: (السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ) تو آپ نے فرمایا: ''تیس نیکیاں۔''①

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

'' آج تم میں سے کس نے روزہ رکھا ہوا ہے؟ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: '' آج تم میں سے کون نمازِ جنازہ میں اور میت کی تدفین میں شریک ہوا؟ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں شریک ہوا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: '' آج تم میں سے کس نے کسی مسکین کو کھانا کھلایا؟ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: '' آج تم میں سے کس نے مریض کی عیادت کی؟ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: (مَا اجْتَمَعْنَ فِي امْرِئٍ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ)②

'' یہ کام جس شخص میں (ایک دن کے دوران) جمع ہو جائیں تو وہ یقیناً جنت میں داخل ہوگا۔''

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ فَإِنَّهُ دَأْبُ الصَّالِحِينَ قَبْلَكُمْ ، وَهُوَ قُرْبَةٌ إِلَى رَبِّكُمْ ، وَمُكَفِّرٌ لِلسَّيِّئَاتِ ، وَمَنْهَاةٌ لِلْآثَامِ » ③

'' تم قیام اللیل ضرور کیا کرو کیونکہ یہ تم سے پہلے نیک لوگوں کی عادت تھی ، اس سے تمہیں تمہارے رب کا تقرب حاصل ہوتا ہے ، یہ گناہوں کو مٹانے والا اور برائیوں سے روکنے والا ہے۔''

المنجیات : نجات کا سبب بننے والے امور:

عزیز القدر بھائیو اور بزرگو! آیئے اب ذکر کرتے ہیں نجات کا سبب بننے والے امور کا۔

نبی کریم ﷺ نے نجات کا سبب بننے والے تین امور ذکر فرمائے:

① غصہ اور رضا مندی (دونوں حالتوں میں) عدل وانصاف کا دامن تھامے رکھنا

---

① جامع الترمذی :2689 ، سنن أبی داؤد : 5195۔ وصححه الألبانی
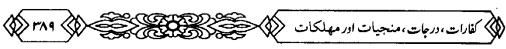
② صحیح مسلم :1028 ③ جامع الترمذی :3549 ۔ وحسنه الألبانی

② غربت اور مالداری (دونوں حالتوں میں) میانہ روی اختیار کرنا

③ چھپے ہوئے اور ظاہرا (دونوں حالتوں میں) اللہ کا ڈر

❶ غصے کی حالت میں بسا اوقات انسان بے قابو ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے انصاف کا دامن اس سے چھوٹ جاتا ہے۔ اسی طرح بعض اوقات خوشی کی حالت میں بھی وہ اس قدر مست ہو جاتا ہے کہ عدل وانصاف کے دامن کو چھوڑ دیتا ہے۔ حالانکہ ہونا یہ چاہئے کہ وہ دونوں حالتوں میں عدل وانصاف کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھے۔ نہ تو غصے کی حالت میں تفریط کا شکار ہو کر کسی کو ظلم وزیادتی کا نشانہ بنائے اور نہ ہی خوشی کے عالم میں افراط کا شکار ہو کر کسی کو اُس کے مقام سے بڑھا دے اور حد سے تجاوز کرے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى﴾[1]

''اے ایمان والو! اللہ کی خاطر قائم رہنے والے اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بنو۔ کسی قوم کی دشمنی تمھیں اِس بات پر مشتعل نہ کر دے کہ تم عدل کو چھوڑ دو۔ عدل کیا کرو، یہی بات تقوی کے قریب ہے۔''

اسی طرح فرمایا: ﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا وَ اِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا﴾[2]

''اے ایمان والو! اللہ کی خاطر انصاف پر قائم رہتے ہوئے گواہی دیا کرو۔ خواہ وہ گواہی تمھارے اپنے یا تمھارے والدین یا قریبی عزیزوں کے خلاف ہی ہو۔ اگر کوئی فریق امیر ہے یا فقیر، بہر صورت اللہ ہی ان دونوں کا تم سے زیادہ خیر خواہ ہے۔ لہٰذا اپنی خواہش نفس کے پیچھے چلتے ہوئے عدل کو مت چھوڑو۔ اور اگر گول مول بات کرو یا سچائی سے کتراؤ (تو جان لو کہ) جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔''

عدل وانصاف کی اللہ تعالیٰ کی ہاں بڑی قدر ومنزلت ہے۔ اور اس کی عظیم فضیلت ہے۔

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾[3]

''تم انصاف کیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] المائدۃ 5: 8 [2] النساء 4: 135 [3] الحجرات 49: 9
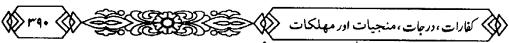
« إِنَّ الْمُقْسِطِيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ عَلٰى مَنَابِرَ مِنْ نُّوْرٍ عَنْ يَمِيْنِ الرَّحْمٰنِ عَزَّوَجَلَّ ، وَكِلْتَا يَدَيْهِ يَمِيْنٌ ،اَلَّذِيْنَ يَعْدِلُوْنَ فِيْ حُكْمِهِمْ وَأَهْلِيْهِمْ وَمَا وَلُوْا »[1]

''بے شک انصاف کرنے والے اللہ کے ہاں اُس کی دائیں طرف نور کے ممبروں پر ہونگے اور اس کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے فیصلوں، اپنے گھر والوں اور اپنے ماتحت لوگوں میں عدل وانصاف کرتے ہیں۔''

❷ مالداری اور غربت (دونوں حالتوں میں) میانہ روی اختیار کرنا

انسان چاہے مالدار ہو یا غریب ہو، دونوں حالتوں میں اسے اعتدال کی راہ اور میانہ روی اختیار کرنی چاہئے۔ نہ وہ اسراف اور فضول خرچی کرے اور نہ ہی بخل اور کنجوسی کرے۔

اللہ رب العزت اپنے بندوں کی صفات میں سے ایک صفت یوں بیان فرماتے ہیں:

﴿وَالَّذِيْنَ إِذَا أَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا﴾[2]

''اور وہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ بخل، بلکہ ان کا خرچ ان دونوں کے درمیان ہوتا ہے۔''

اسی طرح فرمایا: ﴿ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً إِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴾[3]

''اور نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے باندھ کر رکھو (یعنی بخل اور کنجوسی نہ کرو) اور نہ ہی اسے پوری طرح کھلا چھوڑ دو (یعنی اسراف اور فضول خرچی بھی نہ کرو۔) ورنہ خود ملامت زدہ اور درماندہ بن جاؤ گے۔''

❸ چھپے ہوئے اور ظاہرا (دونوں حالتوں میں) اللہ کا ڈر

انسان چاہے لوگوں کے سامنے ہو یا ان کی نظروں سے اوجھل ہو، ہر دو حالت میں اسے اللہ تعالی سے ڈرتے رہنا چاہئے۔ اور اللہ تعالی سے ڈر کر اپنے دامن کو ہر حال میں گناہوں سے بچانا چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالی ہر جگہ پر اور ہر حال میں انسان کی نگرانی کر رہا ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴾[4] ''بے شک اللہ تعالی تم پر نگران ہے۔''

جو لوگ اللہ تعالی سے ڈرتے رہتے ہیں، خاص طور پر اپنی خلوتوں میں، تو اللہ تعالی ان کے متعلق ارشاد فرماتا

---

① صحیح مسلم :1827
② الفرقان25 :67
③ الإسراء17 :29
④ النساء4 :1

ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِیْرٌ ﴾ ①

"بے شک وہ لوگ جو اپنے رب سے غائبانہ طور پر (یا خلوتوں میں) ڈرتے رہتے ہیں ان کیلئے بخشش اور بہت بڑا اجر ہے۔"

خلوت میں اللہ تعالی کے ڈر سے رونے کی بڑی فضیلت ہے۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ایسے شخص کو ان خوش نصیب لوگوں میں ذکر فرمایا جنھیں اللہ تعالی قیامت کے روز اپنے عرش کا سایہ نصیب کرے گا، جبکہ اُس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی اور سایہ نہیں ہوگا۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

«سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ»

"سات افراد ایسے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ اپنے (عرش کے) سائے میں جگہ دے گا اور اس دن اس کے (عرش کے) سائے کے علاوہ کوئی اور سایہ نہ ہوگا۔"

ان میں سے ایک وہ ہے جس کے بارے میں فرمایا: «وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ»

"وہ آدمی جس نے خلوت میں اللہ کو یاد کیا تو اُس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔"②

اللہ تعالی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہم سب کو اپنی خشیت نصیب فرمائے۔ اور ہمیں نجات کا سبب بننے والے تمام امور پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ اسی طرح گناہوں کا کفارہ بننے والے اور درجات میں بلندی کا ذریعہ بننے والے امور کو بھی اختیار کرنے کی توفیق دے۔

① الملک 67: 12 ② صحیح البخاری :660 ، صحیح مسلم :923

دوسرا خطبہ

معزز سامعین! آیئے اب حدیث کے آخری حصے کا تذکرہ کرتے ہیں جس میں نبی ﷺ نے ان تین امور کا ذکر فرمایا جو انسان کی ہلاکت وبربادی کا سبب بنتے ہیں۔ والعیاذ باللہ

المہلکات: ہلاکت کا سبب بننے والے امور:

نبی کریم ﷺ نے ہلاکت کا سبب بننے والے تین امور ذکر فرمائے:

① لالچ جس کو پورا کیا جائے

② خواہش جس کی پیروی کی جائے

③ آدمی کی خود پسندی

❶ (شُحّ) سے مراد یہ ہے کہ جو چیز انسان کے پاس نہ ہو وہ اس کے حصول کا لالچ کرے۔ اور جو چیز اس کے پاس ہو وہ اس میں بخیلی اور کنجوسی کا مظاہرہ کرے۔ مال سمیٹنے کی شدید حرص اور خرچ کرنے میں انتہائی کنجوسی۔ اِس کو رسول اکرم ﷺ نے مہلکات میں سب سے پہلے ذکر فرمایا۔

وہ 'لالچ' جس کو پورا کرنے کیلئے انسان اپنا تن، من، دھن لگا دے اور اپنی ساری توانائیاں صرف کردے، ایسا لالچ انسان کیلئے یقیناً تباہ کن ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ حلال وحرام کا لحاظ نہیں کرتا، بلکہ ہر صورت میں اپنے لالچ کو پورا کرنے کی دھن میں مگن رہتا ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« اِتَّقُوا الظُّلْمَ فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ، وَاتَّقُوا الشُّحَّ فَإِنَّ الشُّحَّ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ ،حَمَلَهُمْ عَلٰى أَنْ سَفَكُوْا دِمَائَهُمْ وَاسْتَحَلُّوْا مَحَارِمَهُمْ»①

''تم ظلم سے بچتے رہنا، کیونکہ ظلم قیامت کے دن تاریکیوں کا سبب بنے گا۔ اور لالچ سے بھی بچے رہنا، کیونکہ اسی لالچ نے ہی تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا تھا۔ لالچ نے انھیں خون بہانے (قتل کرنے) اور اپنے محارم کو حلال کرنے پر آمادہ کیا۔''

اسی طرح آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« إِیَّاكُمْ وَالشُّحَّ ، فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِالشُّحِّ ، أَمَرَهُمْ بِالْبُخْلِ فَبَخِلُوْا ، وَأَمَرَهُمْ بِالْقَطِیْعَةِ فَقَطَعُوْا ، وَأَمَرَهُمْ بِالْفُجُوْرِ فَفَجَرُوْا»

① صحیح مسلم: 2578

''تم لالچ سے بچو، کیونکہ تم سے پہلے لوگ اسی لالچ کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ لالچ نے انھیں کنجوسی کرنے کا حکم دیا، تو انھوں نے کنجوسی کی، لالچ نے انھیں قطع رحمی کا حکم دیا تو انھوں نے قطع رحمی کی۔ اور لالچ نے انھیں گناہ کا حکم دیا تو انھوں نے گناہ کا ارتکاب کیا۔''[1]

ان دونوں حدیثوں سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ 'لالچ' کس قدر بری بلا ہے!

اور 'لالچ' کی سنگینی کی وجہ سے ہی رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

«لَا يَجْتَمِعُ الشُّحُّ وَالْإِيْمَانُ فِيْ قَلْبِ عَبْدٍ أَبَدًا»[2]

''کسی بندے کے دل میں لالچ اور ایمان (دونوں) کبھی اکٹھے نہیں ہو سکتے۔'' یعنی اگر ایمان ہے تو لالچ نہیں اور اگر لالچ ہے تو ایمان نہیں۔

اور اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾[3]

''اور جس شخص کو اپنے نفس کے لالچ سے بچا لیا جائے تو ایسے ہی لوگ کامیابی پانے والے ہیں۔''

❷ دوسری مہلک چیز وہ نفسانی خواہش ہے جس کی اتباع کی جائے۔ یعنی اگر کوئی شخص اپنے نفس کو ہی معبود بنا لے اور ہمیشہ نفسانی خواہشات کے پیچھے پڑا رہے تو وہ یقینا تباہی اور بربادی سے دوچار ہوگا۔

خواہشاتِ نفس کی پیروی کرنے والے شخص اور جانوروں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوتا، بلکہ وہ جانوروں سے بھی بدتر ہوتا ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿أَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰـهَهٗ هَوٰهُ أَفَأَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ☆ أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ أَوْ يَعْقِلُوْنَ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيْلًا﴾[4]

''بھلا آپ نے اس پر غور کیا جس نے اپنی خواہش کو ہی معبود بنا رکھا ہے؟ کیا اس کو (راہ راست پر لانے کے) ذمہ دار آپ بن سکتے ہیں؟ یا آپ خیال کرتے ہیں کہ ان میں سے اکثر سنتے اور سمجھتے ہیں؟ یہ تو جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں۔''

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالی نے نفسانی خواہشات کے پیروکار کو سب سے بڑا گمراہ قرار دیا ہے۔

---

① سنن أبي داؤد :1700 ۔ وصححه الألباني

② سنن النسائي :3110۔ وصححه الألباني

③ التغابن64 :16

④ الفرقان25 : 43-44

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ﴾ ①

''اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر محض اپنی خواہش کے پیچھے لگا ہوا ہو؟''

لہٰذا اپنی نفسانی خواہشات کے پیچھے لگنے کی بجائے انسان کو اللہ رب العزت کی تعلیمات پر عمل کرنا چاہئے۔

جو لوگ اپنے آپ کو نفسانی خواہشات کے پیچھے لگنے سے بچا لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایسے ہی لوگوں کے متعلق فرماتا ہے: ﴿وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ☆ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى﴾ ②

''ہاں جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا اور اپنے نفس کو خواہش (کی پیروی کرنے) سے روکتا رہا تو اس کا ٹھکانا جنت ہی ہے۔''

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نفسانی خواہشات کی اتباع کرنے سے محفوظ رکھے۔

③ تیسری مہلک چیز ہے: خود پسندی میں مبتلا ہونا

جی ہاں، اپنے حسن و جمال، یا خوبصورت لباس، یا مال و دولت، یا ذہانت وفطانت کی بناء پر خود پسندی میں مبتلا ہونا بھی انسان کیلئے مہلک اور تباہ کن ہے۔

سب سے پہلے جو خود پسندی کا شکار ہوا وہ ابلیس ہے۔ چنانچہ جب اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرنے سے انکار کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا:

﴿أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ﴾ ''میں اس سے بہتر ہوں''

تو نتیجہ کیا نکلا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ﴾ ③

''تُو اس (جنت) سے نکل جا، کیونکہ تو مردود ہے۔''

اِس سے ثابت ہوا کہ خود پسندی انسان کو لے ڈوبتی ہے۔ اور اس کا انجام بہت برا ہے۔

سورۃ الکہف میں اللہ تعالیٰ نے دو آدمیوں کا قصہ بیان فرمایا ہے، جن میں سے ایک کو اللہ تعالیٰ نے دو باغ عطا کئے تھے، ان کے گرد کھجور کے درختوں کی باڑ لگا دی تھی اور ان دونوں کے درمیان قابل کاشت زمین بنائی تھی۔ یہ دونوں باغ اپنا پورا پھل لائے اور بارآور ہونے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بیچوں بیچ نہر بھی جاری کر دی تھی .... یہ اللہ تعالیٰ کی اس پر بڑی نعمتیں تھیں جن پر اسے اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہئے تھا۔ لیکن وہ خود پسندی کا شکار ہو گیا اور اپنے ساتھی سے کہنے لگا:

① القصص 28: 50 ② النازعات 79: 40-41 ③ الحجر 15: 34

﴿اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّ اَعَزُّ نَفَرًا ﴾[1]

''میں تجھ سے مالدار بھی زیادہ ہوں اور افرادی قوت بھی زیادہ رکھتا ہوں۔''

اِس کے علاوہ اسے قیامت پر بھی یقین نہ تھا۔ چنانچہ اپنے مال ودولت کی بناء پر اِس خود پسندی نے اسے ہلاک کردیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَاۤ اَنْفَقَ فِيْهَا وَ هِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْۤ اَحَدًا☆وَ لَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ مَا كَانَ مُنْتَصِرًا﴾[2]

''باغ کے پکے پھلوں کو عذاب نے آگھیرا۔ اور جتنا وہ باغ پر خرچ کر چکا تھا اس پر اپنے دونوں ہاتھ ملتا رہ گیا۔ وہ باغ اپنی چھتریوں پر گرا پڑا تھا۔ اب وہ کہنے لگا: کاش! میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا ہوتا۔ اللہ کے سوا کوئی جماعت ایسی نہ تھی جو اس کی مدد کرتی اور وہ خود بھی اس آفت کا مقابلہ نہ کرسکا۔''

خلاصہ یہ ہے کہ خود پسندی کا نتیجہ بہت برا ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشادگرامی ہے:

« بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي فِي حُلَّةٍ تُعْجِبُهُ نَفْسُهُ ، مُرَجِّلٌ جُمَّتَهُ ، إِذَا خَسَفَ اللّٰهُ بِهِ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ »[3]

''ایک آدمی اپنے لمبے لمبے بالوں کو کنگھی کئے ہوئے خوبصورت لباس میں چل رہا تھا اور خود پسندی میں مبتلا تھا، اسی دوران اچانک اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا۔ پس وہ قیامت تک زمین کی گہرائی میں جاتا رہے گا۔''

اس حدیث میں غور فرمائیں کہ یہ آدمی اپنے حسن وجمال اور خوبصورت لباس کی وجہ سے خود پسندی کا شکار ہو گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا۔ والعیاذ باللہ

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو ان تمام اعمال سے بچنے کی توفیق دے جو انسان کی تباہی وبربادی کا سبب بن سکتے ہیں۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

---

[1] الکھف 18: 34 [2] الکھف 18: 42-43

[3] صحیح البخاري: 5789 ، صحیح مسلم: 2088

وہ اعمال جولعنت کا موجب بنتے ہیں!

اہم عناصرِ خطبہ:

① 'لعنت' کا مفہوم

② لعنت کا موجب بننے والے اعمال کا تذکرہ

③ وہ خواتین جن پر لعنت پڑتی ہے

پہلا خطبہ

محترم حضرات!

جب اللہ تعالی نے فرشتوں کو جناب آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ ریز ہونے کا حکم دیا تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، جو کہ جنوں میں سے تھا، لیکن کثرت عبادت کی بناء پر فرشتوں میں گھل مل جاتا تھا، اللہ تعالی نے اس سے وجہ پوچھی تو کہنے لگا: مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے جبکہ اس کو (آدم علیہ السلام کو) مٹی سے پیدا کیا ہے، یعنی میں اس سے افضل اور بہتر ہوں، میں کیوں اس کے سامنے سجدہ کروں؟ چنانچہ اللہ تعالی نے اسے جنت سے نکل جانے کا حکم دیا اور فرمایا: ﴿وَ اِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ [1]

''اور تجھ پر لعنت ہے قیامت کے دن تک۔''

یوں ابلیس سب سے پہلے اللہ تعالی کی لعنت کا مستحق ٹھہرا۔

آیئے سب سے پہلے یہ جان لیں کہ 'لعنت' کسے کہتے ہیں؟

عربی زبان کے مشہور ماہر ابن منظور 'لسان العرب' میں کہتے ہیں:

(وَاللَّعْنُ : اَلْإِبْعَادُ وَالطَّرْدُ مِنَ الْخَيْرِ ، وَقِيْلَ : اَلطَّرْدُ وَالْإِبْعَادُ مِنَ اللّٰهِ)

یعنی 'لعنت' خیر وبھلائی سے دور کرنے اور دھتکارنے کا نام ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ 'لعنت' اللہ تعالی سے دور کرنے اور دھتکارنے کو کہتے ہیں۔

اور مفسرین اللہ تعالی کے فرمان (لَعَنَهُ اللّٰهُ) کا معنی یوں کرتے ہیں: اللہ تعالی نے اسے اپنی رحمت سے دور کردیا، اسے پھٹکار دیا اور اسے ذلیل وخوار کیا۔

---

① الحجر 15: 35

گویا لفظ 'لعنت' کا مطلب ہے: اللہ تعالی کی رحمت سے دور کرنا، پھٹکارنا اور ذلیل وخوار کرنا۔

اور جس کو اللہ تعالی اپنی رحمت سے دور کر دے اور اسے ذلیل وخوار کرے وہ 'ملعون' کہلاتا ہے۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص اللہ کی رحمت سے دور کر دیا جائے، جس پر اللہ کی پھٹکار پڑے تو اس کیلئے دنیا وآخرت میں سوائے ذلت ورسوائی کے اور کچھ نہیں۔ والعیاذ باللہ

آج کے خطبۂ جمعہ میں ہم۔ ان شاء اللہ۔ یہ بیان کریں گے کہ اللہ کی لعنت و پھٹکار کن لوگوں پر پڑتی ہے اور کون بد بخت لوگ اس کے مستحق ہوتے ہیں؟ اور کونسے اعمال اس کا موجب بنتے ہیں؟

❶ شرک اور اس کے وسائل

سب سے پہلے جو عمل اللہ تعالی کی لعنت کا موجب بنتا ہے اور جس کی وجہ سے اللہ کی پھٹکار پڑتی ہے وہ ہے شرک اور اس کے تمام وسائل۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مرض الموت میں مبتلا تھے، تو اسی دوران آپ ﷺ نے متعدد بار ارشاد فرمایا:

«لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى ، اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ»

''یہود ونصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہے جنھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا۔''

پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''اگر یہ بات نہ ہوتی تو آپ ﷺ کی قبر کو ظاہر رکھا جاتا۔ لیکن اس بات کا خدشہ تھا کہ کہیں اسے سجدہ گاہ نہ بنالیا جائے۔''[1]

اِس حدیث سے ثابت ہوا کہ قبروں کو سجدہ گاہ بنا کر شرک کرنا اللہ کی لعنت کا موجب ہے۔

اور جو لوگ قبروں کو سجدہ گاہ بناتے ہیں وہ اللہ کے نزدیک سب سے بُرے لوگ ہوتے ہیں۔ جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے ذکر کیا کہ انھوں نے حبشہ میں ایک گرجا گھر دیکھا جس میں تصویریں رکھی ہوئی تھیں۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«أُولٰئِكَ إِذَا مَاتَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ أَوِ الْعَبْدُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِدًا وَصَوَّرُوْا فِيهِ تِلْكَ الصُّوَرَ ، أُولٰئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ»[2]

''ان لوگوں میں جب کوئی نیک آدمی (یا نیک بندہ) مر جاتا تھا تو وہ اس کی قبر پر مسجد بنا دیتے تھے اور اس

① صحيح البخاری :1330 وصحيح مسلم : 529

② صحيح البخاری : 427، وصحيح مسلم :528

میں ان تصویروں کو رکھ دیتے تھے۔ یہ اللہ کے نزدیک سب سے برے لوگ تھے۔''

اسی طرح رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ»①

''اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جس نے غیر اللہ کیلئے (جانور) ذبح کیا۔''

غیر اللہ کیلئے جانور ذبح کرنا بھی شرک ہے۔ اور جو شخص یہ عمل کرتا ہے وہ اللہ کی لعنت کا مستحق ہوتا ہے۔

۲ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا پہنچانا

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴾②

''وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا پہنچاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی لعنت برستی ہے اور اللہ نے ان کیلئے رسوا کن عذاب تیار کیا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچانے کی کئی صورتیں ہیں۔ مثلاً یہ کہا جائے کہ اللہ کا بیٹا ہے! جبکہ اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ☆ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا ☆ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ☆ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴾③

''اُن کا کہنا یہ ہے کہ رحمٰن نے بھی اولاد اختیار کی ہے! یقیناً تم بہت بری اور بھاری چیز لائے ہو، جس کی وجہ سے قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائیں، زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں، کہ انھوں نے رحمٰن کیلئے اولاد کا دعویٰ کیا!''

یا یہ کہا جائے کہ کائنات کے نظام کو چلانے میں کوئی اللہ تعالیٰ کا معاون ومددگار ہے! یا اس کا شریک ہے! جبکہ اللہ تعالیٰ کو کسی معاون ومددگار کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی کوئی اس کا شریک ہے۔

﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيْرٍ☆ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗ

---

① صحیح مسلم :1978 ② الأحزاب 33 :57

③ مریم 19 : 88-91 ④ سبأ 34 : 22- 23

اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ﴾②

''آپ کہہ دیجئے کہ جنہیں تم اللہ کے سوا معبود بنا بیٹھے ہو انہیں پکارو تو سہی ، وہ تو آسمانوں اور زمین میں ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں اور نہ ان کا ان میں کوئی حصہ ہے ۔ اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے اور نہ اس کے نزدیک سفارش کام آئے گی سوائے اس شخص کے جس کے لئے وہ سفارش کی اجازت دے گا۔''

اسی طرح اللہ تعالی کو ایذا پہنچانے کی ایک اور صورت یہ ہے کہ کوئی بندہ زمانے کو گالی گلوچ کرے۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

« يُؤْذِينِي ابْنُ آدَمَ يَسُبُّ الدَّهْرَ وَأَنَا الدَّهْرُ ، أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ »

''ابن آدم مجھے ایذا پہنچاتا ہے کہ زمانے کو گالی دیتا ہے جبکہ میں ہی زمانہ ہوں ، میں رات اور دن کو بدلتا ہوں ۔''①

جہاں تک رسول اکرم ﷺ کا تعلق ہے تو آپ ﷺ کو بھی زندگی میں اور وفات کے بعد ایذا پہنچانے کی متعدد صورتیں ہیں ۔ مثلا آپ ﷺ کی ذات گرامی کو گالی گلوچ کا نشانہ بنایا جائے ، یا آپ ﷺ کی عیب جوئی کی جائے ، یا آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا جائے ۔ یا آپ ﷺ کے گستاخانہ خاکے شائع کئے جائیں ، یا کارٹون بنائے جائیں ۔ یا کسی اور طریقے سے آپ ﷺ کی گستاخی کی جائے ۔

نبی ﷺ کی حیات مبارکہ میں کفار آپ ﷺ کو ایذا پہنچاتے تھے ۔ زبانی بھی اور جسمانی بھی ۔ زبان سے آپ ﷺ کو (ساحر ، مجنون) وغیرہ کہتے تھے ۔ یقیناً اِس سے آپ کو ایذا پہنچتی تھی ۔ اسی طرح جسمانی طور پر بھی وہ آپ ﷺ کو ایذا پہنچاتے تھے جس کے واقعات حدیث وسیرت کی کتابوں میں موجود ہیں ۔

کفار کے علاوہ منافق بھی آپ ﷺ کو ایذا پہنچاتے تھے ۔ جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے : ﴿وَ مِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَ يَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ يُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ رَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾②

''اور ان (منافقوں) میں سے بعض ایسے ہیں جو نبی کو ایذا پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ کانوں کا ہلکا ہے! آپ کہہ دیجئے کہ وہ تمھارے لئے خیر کی باتیں سنتا ہے ، اللہ پر یقین رکھتا ہے ، مومنوں کی باتوں پر بھروسہ کرتا ہے اور تم میں سے ایمان والوں کیلئے سراپا رحمت ہے ۔ اور جو لوگ اللہ کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔''

---

① صحيح البخاري :4826، وصحيح مسلم : 2246
② التوبة9 :61

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالی یا اس کے رسول ﷺ کو کسی بھی طریقے سے ایذا پہنچانا لعنت کا موجب ہے۔ جو شخص بھی اللہ تعالی یا اس کے رسول ﷺ کو ایذا پہنچائے گا وہ یقیناً ملعون ہوگا۔

③ واضح دلائل اور ہدایت کو چھپانا

بعض لوگ مخصوص نظریات کے حامل ہوتے ہیں۔ وہ اپنے ان نظریات کو برحق ثابت کرنے اور مخالف نظریات کو غلط ثابت کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں۔ حتی کہ غلط بیانی، جھوٹ اور دروغ گوئی سے بھی باز نہیں آتے۔ بلکہ ان میں سے کئی لوگ تو اس قدر جسارت کرتے ہیں کہ سامنے قرآن مجید اور حدیث کی متعدد کتابیں رکھ لیتے ہیں، پھر دیدہ دانستہ قرآن وحدیث کے واضح دلائل کو چھپاتے یا ان کا غلط مفہوم بیان کرتے ہیں۔ ایسے لوگ یقیناً اللہ تعالی کی لعنت اور دیگر تمام لعنت بھیجنے والوں کی لعنت کے مستحق ہوتے ہیں۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَآ أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ أُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ﴾[1]

''جو لوگ ہماری نازل کردہ دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں اس کے باوجود کہ ہم اسے کتاب میں لوگوں کیلئے بیان کر چکے ہیں، ان پر اللہ تعالی بھی لعنت بھیجتا ہے اور تمام لعنت بھیجنے والے بھی لعنت بھیجتے ہیں۔''

اسی طرح اس کا فرمان ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَ يَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا أُولٰٓئِكَ مَا يَأْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ لَا يُزَكِّيْهِمْ وَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ﴾[2]

''بے شک جو لوگ اللہ تعالی کی اتاری ہوئی کتاب کو چھپاتے ہیں اور اسے تھوڑی سی قیمت پر بیچتے ہیں، یقین مانو کہ یہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں۔ قیامت کے دن اللہ ان سے بات بھی نہ کرے گا، نہ ہی انھیں پاک کرے گا۔ بلکہ ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔''

کتمانِ حق اتنا بڑا گناہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ عَلِمَهُ ثُمَّ كَتَمَهُ، أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِّنْ نَّارٍ»

''جس آدمی سے کوئی ایسی بات پوچھی گئی جو اسے معلوم تھی، پھر اس نے اسے چھپایا تو قیامت کے روز اس کے منہ میں آگ کی لگام دی جائے گی۔''[3]

---

① البقرة2: 159 ② البقرة2: 174 ③ جامع الترمذی: 2649۔ وصححه الألبانی

❹ کفر پر موت آنا

ایک شخص شروع سے کافر ہو یا وہ مرتد ہو کر کافر ہوا اور کفر پر ہی اس کی موت آئی تو وہ اللہ تعالی کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت کا مستحق ہوتا ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ أُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ النَّاسِ أَجْمَعِيْنَ ☆ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَ لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴾[①]

''بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور وہ کفر پر ہی مر گئے تو ان پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، ان کے عذاب میں تخفیف نہیں کی جائے گی اور نہ ہی انھیں ڈھیل دی جائے گی۔''

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو ایمان پر ثابت قدم رکھے اور کفر سے اپنی پناہ میں رکھے۔

اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْإِيْمَانَ وَزَيِّنْهُ فِي قُلُوبِنَا وَكَرِّهْ إِلَيْنَا الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِيْنَ

❺ برائی سے منع نہ کرنا

نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا دین اسلام کے فرائض میں سے ایک فریضہ ہے۔ اور ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق نیکی کی تلقین کرے اور برائی سے روکے۔

اگر اس فریضے کو چھوڑ دیا جائے اور نہ نیکی کی تلقین کی جائے اور نہ ہی برائی سے منع کیا جائے، مسلمان انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر اس فریضے سے غافل رہیں اور برائیوں کی کثرت کے باوجود وہ ان پر خاموشی اختیار کر لیں تو جو لوگ ایسا کریں گے وہ اللہ تعالی کی لعنت کے مستحق ہونگے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ إِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ☆ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴾[②]

''بنی اسرائیل کے جن لوگوں نے کفر کیا ان پر داؤد (علیہ السلام) اور عیسی بن مریم (علیہ السلام) کی زبانی لعنت بھیجی گئی۔ یہ اس لئے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے اور اللہ کی حدود سے تجاوز کرتے تھے۔ وہ لوگ جس گناہ کا ارتکاب کرتے تھے اس سے ایک دوسرے کو منع نہیں کرتے تھے۔ یقیناً وہ جو کچھ کرتے تھے وہ بہت برا تھا۔''

① البقرة 2: 161-162 ② المائدة 5: 78-79

برائی کا حکم دینا اور نیکی سے روکنا منافقوں کا کام ہے جن کے متعلق اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَ يَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ☆ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا هِيَ حَسْبُهُمْ وَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴾[1]

''منافق مرد ہوں یا عورتیں، ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں، برے کام کا حکم دیتے ہیں اور بھلے کام سے روکتے ہیں۔ اور اپنے ہاتھ (صدقہ وغیرہ سے) بھینچ لیتے ہیں۔ اور وہ اللہ کو بھول گئے تو اس نے بھی انھیں بھلا دیا۔ یہ منافق دراصل ہیں ہی نافرمان۔ اللہ نے منافق مردوں، منافق عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کیا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ وہ انھیں کافی ہے۔ اور ان پر اللہ کی پھٹکار ہے اور ان کیلئے دائمی عذاب ہے۔''

❻ قطع رحمی کرنا

حقوق العباد میں صلہ رحمی کی بڑی اہمیت ہے۔ یعنی اپنے رشتہ داروں سے خوشگوار تعلقات قائم کرنا، ان سے اچھا سلوک کرنا، ان سے ہمدردی کرنا اور ان پر احسان کرنا۔ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں کئی مقامات پر صلہ رحمی کا حکم دیا ہے اور ان اہل ایمان کی بڑی تعریف کی ہے جو صلہ رحمی کرتے ہیں۔ اور ان کیلئے جنت کا وعدہ بھی فرمایا ہے۔ اس کے برعکس وہ لوگ جو اپنے رشتہ داروں سے اچھے تعلقات قائم نہیں کرتے، ان سے بدسلوکی کرتے اور ان پر ظلم وزیادتی کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالی نے اپنی لعنت کا مستحق ٹھہرایا ہے۔ یعنی ان پر اللہ کی پھٹکار پڑتی ہے اور وہ اللہ تعالی کی رحمت سے دور ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ ☆ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ﴾[2]

''اور تم سے یہ بھی بعید نہیں کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد برپا کردو اور رشتے ناطے توڑ ڈالو۔ یہ وہی لوگ ہیں جن پر اللہ کی لعنت ہے۔ چنانچہ اس نے ان کے کانوں کو (حق بات کو سننے سے) بہرہ کردیا ہے اور آنکھوں کو (حق بات کو دیکھنے سے) اندھا کردیا ہے۔''

اسی طرح اللہ تعالی فرماتے ہیں: ﴿ وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴾[3]

[1] التوبۃ 9: 67-68 [2] محمد 47: 22-23 [3] الرعد 13: 25

''اور جولوگ اللہ کے عہد کو اس کی مضبوطی کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جس چیز کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اسے توڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اُن پر لعنت ہے اور ان کیلئے برا گھر ہے۔''

❼ تہمت لگانا

کسی خاتون پر تہمت لگانا اور اس کی عزت کو داغدار بنانا بہت بڑا گناہ ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے اسے سات مہلک اور تباہ کن گناہوں میں شامل فرمایا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے چار گواہوں کی گواہی کے بغیر کسی پر تہمت لگانے والے شخص کیلئے اسی (۸۰) کوڑوں کی سزا مقرر فرمائی ہے۔ اور اسے اپنی لعنت کا مستحق ٹھہرایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ ①

''جولوگ پاکدامن، گناہوں سے بے خبر، مومنہ عورتوں پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں، وہ یقیناً دنیا وآخرت میں ملعون ہیں۔ اور ان کیلئے بڑا عذاب ہے۔''

❽ شراب نوشی کرنا

شراب نوشی کرنا بھی کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ ہے۔ اور یہ اِس قدر سنگین جرم ہے کہ اس کی وجہ سے دس آدمیوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت برستی ہے۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: «لَعَنَ اللّٰهُ الْخَمْرَ وَشَارِبَهَا وَسَاقِيَهَا وَبَائِعَهَا وَمُبْتَاعَهَا، وَعَاصِرَهَا وَمُعْتَصِرَهَا، وَحَامِلَهَا وَالْمَحْمُولَةَ إِلَيْهِ» وفی المسند: «وَآكِلَ ثَمَنِهَا» ②

''اللہ کی لعنت ہے شراب پر، اس کے پینے والے پر، اس کے پلانے والے پر، اس کے بیچنے والے پر، اس کے خریدار پر، اس کو نچوڑنے والے پر، جس کیلئے نچوڑا گیا اس پر، اس کو اٹھانے والے پر اور جس کی طرف اسے اٹھا کر لے جایا گیا اس پر۔'' مسند احمد کی روایت میں دسویں شخص کا بھی ذکر ہے۔ یعنی ''اس کی قیمت کھانے والے شخص پر بھی لعنت ہے۔''

❾ رشوت دینا اور لینا

رشوت دینا اور لینا بھی کبیرہ گناہوں میں شامل ہے، جس کے ذریعے کسی کا حق مارا جاتا ہے اور ظلم وزیادتی کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ جو آدمی اس کا ارتکاب کرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار پڑتی ہے اور وہ اس کی لعنت کا مستحق ہوتا ہے۔

---

① النور 24:23 ② سنن أبی داؤد: 3674- وصححه الألبانی، المسند: 5716- وصححه الأرناؤط

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَعَنَ اللّٰهُ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِي فِي الْحُكْمِ» ①

''اللہ کی لعنت ہے فیصلے میں رشوت دینے اور رشوت لینے والے پر۔''

جبکہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

«لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِي» ②

''رسول اللہ ﷺ نے رشوت دینے اور رشوت لینے والے پر لعنت بھیجی۔''

ان دونوں روایات کو سامنے رکھا جائے تو ان سے معلوم ہوتا ہے کہ رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں پر اللہ تعالی کی بھی لعنت ہوتی ہے اور رسول اللہ ﷺ کی بھی۔

⑩ سودی لین دین کرنا

سودی لین دین جاری رکھنا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف اعلان جنگ کے مترادف ہے۔ اور جو شخص سود کھاتا اور جو کھلاتا ہے دونوں پر اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت بھیجی ہے۔ بلکہ جو شخص سودی لین دین کا معاملہ لکھتا ہے اور جو اس کا گواہ بنتا ہے وہ بھی ملعون ہیں۔ اور یہ سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

«لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ آكِلَ الرِّبَا وَمُوكِلَهُ، وَكَاتِبَهُ وَشَاهِدَيْهِ، وَقَالَ: هُمْ سَوَاءٌ»

''رسول اکرم ﷺ نے لعنت بھیجی سود کھانے والے پر، اس کے کھلانے والے پر، اس کے لکھنے والے پر اور اس کے دو گواہوں پر۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سب (گناہ کے لحاظ سے) برابر ہیں۔'' ③

⑪ چوری کرنا

اسلام میں ہر شخص کے مال کو تحفظ حاصل ہے۔ اس لئے کوئی شخص کسی بھی ناجائز طریقے سے کسی کے مال پر قبضہ نہیں کرسکتا۔ ناجائز طریقوں میں سے ایک طریقہ مال چوری کرنا ہے۔ یہ اس قدر سنگین جرم ہے کہ ایک شخص اگر چھوٹی سی چیز بھی چوری کرے تو اس پر اللہ کی پھٹکار پڑتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« لَعَنَ اللّٰهُ السَّارِقَ يَسْرِقُ الْبَيْضَةَ فَتُقْطَعُ يَدُهُ، وَيَسْرِقُ الْحَبْلَ فَتُقْطَعُ يَدُهُ » ④

① مسند أحمد: 9011، 9019- وصححه الأرناؤط

② سنن أبي داؤد: 3580، جامع الترمذي: 1337- وصححه الألباني

③ صحيح مسلم: 1598 ④ صحيح البخاري: 6783- وصحيح مسلم: 1687

''اللہ کی لعنت ہے چور پر جو ایک انڈا چوری کرتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔ اور ایک رسی چوری کرتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔''

⑫ مرد وزن کا ایک دوسرے سے مشابہت اختیار کرنا

یعنی بول چال، ظاہری وضع قطع اور لباس وغیرہ میں جو مرد وزن ایک دوسرے سے مشابہت اختیار کرتے ہیں ان پر لعنت ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

«لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ، وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ»

''رسول اللہ ﷺ نے ان مردوں پر لعنت بھیجی جو عورتوں سے مشابہت اختیار کرتے ہیں۔ اسی طرح ان عورتوں پر بھی لعنت بھیجی جو مردوں سے مشابہت اختیار کرتی ہیں۔''①

جبکہ ایک روایت میں ہے کہ «لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ الْمُخَنَّثِينَ مِنَ الرِّجَالِ، وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ، وَقَالَ: أَخْرِجُوهُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ»②

''نبی اکرم ﷺ نے لعنت بھیجی مردوں میں سے مخنث لوگوں پر اور عورتوں میں سے مردوں کی شکل وصورت اختیار کرنے والوں پر۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ انھیں اپنے گھروں سے نکال دیا کرو۔''

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

« لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ۔ وفی روایة: لَعَنَ اللّٰهُ۔ الرَّجُلَ يَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْأَةِ، وَالْمَرْأَةَ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ»③

''رسول اللہ ﷺ نے (اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے) اس مرد پر لعنت بھیجی جو عورت والا لباس پہنے۔ اور اس عورت پر لعنت بھیجی جو مرد والا لباس پہنے۔''

① صحیح البخاری: 5885 ② صحیح البخاری: 5886

③ سنن أبی داؤد: 4098، وصححه الألبانی۔ وصحیح الجامع: 9226

⑬ حلالہ کرنا یا کروانا

اسلام نے طلاق دینے کیلئے ایک قانون اور ضابطہ بنایا ہے۔ اگر کوئی شخص اس قانون اور ضابطے کی پابندی کرتے ہوئے طلاق دے تو کوئی مشکل پیش نہیں آتی اور خاوند بیوی کے درمیان علیحدگی بڑے ہی عمدہ طریقے سے عمل میں آجاتی ہے۔ مثلا ایک ضابطہ یہ ہے کہ جو شخص طلاق دینا چاہتا ہو وہ بیوی کے طہر کا انتظار کرے اور پھر جماع کئے بغیر وہ اپنی بیوی کو ایک ہی مرتبہ طلاق دے۔ اس کے بعد تین ماہ کی عدت گزرنے دے۔ اس دوران اپنی بیوی کو اپنے پاس ہی رکھے، شاید رجوع کے امکانات پیدا ہو جائیں اور ان دونوں کے درمیان صلح ہو جائے۔ اور اگر صلح نہیں ہوتی تو عدت گزرنے کے ساتھ ہی بیوی اپنے خاوند سے الگ ہو جائے گی۔ لیکن اب بھی ان دونوں کے درمیان رجوع کی ایک صورت باقی ہے اور وہ ہے نکاحِ جدید کے ذریعے۔

یہ کتنا اچھا ضابطہ ہے! لیکن اسے کیا کہیئے کہ لوگ جلد بازی کا شکار ہو جاتے ہیں اور ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دے ڈالتے ہیں! حالانکہ اکٹھی تین طلاقیں دینا حرام ہے اور حدیث نبوی کے مطابق کتاب اللہ کو کھلونا بنانے کے مترادف ہے۔ پھر اس پر ستم یہ ہوتا ہے کہ تین طلاقوں کو تین ہی شمار کر لیا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ ایک ہی طلاق شمار ہوتی ہے اور اس کے بعد بھی رجوع کا حق حاصل ہوتا ہے۔ پھر اس پر دوسرا ستم یہ ہوتا ہے کہ اگر خاوند اکٹھی تین طلاقیں دینے کے بعد رجوع کرنا چاہے تو کہا جاتا ہے: نہیں، یہ ناممکن ہے، جب تک کہ بیوی کا حلالہ نہ ہو! حالانکہ حلالہ کرنے والا اور کروانے والا دونوں ملعون ہیں اور اللہ کی پھٹکار کے مستحق ہیں۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ»①

''اللہ کی لعنت ہو حلالہ کرنے والے پر اور اس پر جس کیلئے حلالہ کیا جائے۔''

حلالہ کرنے والا شخص ادھار لئے ہوئے سانڈھ کے مترادف ہے۔

جیسا کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے پوچھا:

(أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِالتَّيْسِ الْمُسْتَعَارِ ؟)

---

① سنن أبي داؤد : 2078 ۔ صححه الألباني

''کیا میں تمھیں ادھار پر لئے ہوئے سانڈھ کے بارے میں نہ بتاؤں؟''

لوگوں نے کہا: اللہ کے رسول! کیوں نہیں، ضرور بتایئے۔ تو آپ نے فرمایا:

« هُوَ الْمُحَلِّلُ ، لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ »①

''وہ حلالہ کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو حلالہ کرنے اور کروانے والے دونوں پر۔''

⑭ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہنا

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگردان گرامی تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے تھے جنھیں اس نے اپنے پیارے نبی جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے کیلئے چن لیا تھا۔ تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا دل کی گہرائیوں سے احترام کرنا اور انھیں خیر کے ساتھ یاد کرنا ہمارے ایمان کا لازمی جزو ہے۔ اور جو شخص اس کے برعکس صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی گستاخی کا مرتکب ہو اور انھیں برا بھلا کہے تو وہ یقیناً ملعون ہے۔ اس پر نہ صرف اللہ تعالیٰ کی پھٹکار پڑتی ہے بلکہ فرشتوں کی بھی اور تمام لوگوں کی بھی لعنت پڑتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مَنْ سَبَّ أَصْحَابِیْ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِیْنَ »

''جس شخص نے میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالیاں دیں اس پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔''②

⑮ کسی مجرم کو پناہ دینا ⑯ والدین پر لعنت بھیجنا ⑰ زمین کے نشانات کو تبدیل کرنا

ان تینوں امور کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ آوَی مُحْدِثًا ، وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَیْهِ ، وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ غَیَّرَ الْمَنَارَ»

''اللہ کی لعنت ہے اس شخص پر جو کسی مجرم کو پناہ دے۔ اور اللہ کی لعنت ہے اس آدمی پر جو اپنے والدین پر لعنت بھیجے۔ اور اللہ کی لعنت ہے اس پر جو زمین کے نشانات کو تبدیل کردے۔''③

جہاں تک والدین پر لعنت بھیجنے کا تعلق ہے تو یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

---

① سنن ابن ماجه :1936 - صححه الألباني

② الطبرانی فی الکبیر : 3/ 174، وانظر : الصحیحة للألبانی :2340

③ صحیح مسلم :1978

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ أَنْ يَّلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ»

''بے شک کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین پر لعنت بھیجے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ یا رسول اللہ !

« وَكَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟» کوئی شخص اپنے والدین پر کیسے لعنت بھیجتا ہے؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «يَسُبُّ الرَّجُلُ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ ، وَيَسُبُّ أُمَّهُ فَيَسُبُّ أُمَّهُ »

''وہ کسی کے باپ کو گالیاں دیتا ہے تو اُس کے نتیجے میں وہ اِس کے باپ کو گالیاں دیتا ہے۔ اور وہ کسی کی ماں کو گالیاں دیتا ہے تو وہ اِس کی ماں کو گالیاں دیتا ہے۔''①

⑱ غیر فطری طریقے سے شہوت پوری کرنا

اللہ تعالی نے ہر انسان میں (چاہے وہ مرد ہو یا عورت) شہوانی جذبات ودیعت کئے ہیں اور انھیں پورا کرنے کیلئے اس نے نکاح کو مشروع کیا ہے۔ چنانچہ نکاح کے بعد خاوند بیوی اپنے جذبات کو تسکین پہنچا سکتے ہیں۔ اِس جائز طریقے کو چھوڑ کر نا جائز طریقے سے شہوانی جذبات کو پورا کرنے والا شخص ملعون ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: « لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ ۔ ثَلَاثًا ۔»②

''اللہ کی لعنت ہے اس شخص پر جس نے قوم لوط والا عمل کیا۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمایا۔

اسی طرح فرمایا: « مَلْعُونٌ مَنْ وَّقَعَ عَلٰى بَهِيمَةٍ ، وَمَلْعُونٌ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ»③

''وہ شخص ملعون ہے جو چوپائے جانور سے بدفعلی کرے۔ اور وہ آدمی ملعون ہے جو قوم لوط والا عمل کرے۔''

اسی طرح فرمایا: « لَعَنَ اللّٰهُ مَن وَّقَعَ عَلٰى بَهِيمَةٍ»④

''اللہ کی لعنت ہے اس پر جو چوپائے جانور سے بدفعلی کرے۔''

نیز فرمایا: «مَلْعُونٌ مَنْ أَتَى امْرَأَةً فِي دُبُرِهَا »⑤

''وہ شخص ملعون ہے جس نے اپنی بیوی کی دبر میں بدفعلی کی۔''

---

① البخاری ، الأدب باب لا یسب الرجل والدیه :5973 مسلم : الإیمان باب الکبائر وأکبرها:90

② البخاری فی الأدب المفرد :892، النسائی فی الکبری :7297

③ مسند أحمد :1875۔ وحسنه الأرناؤط ④ النسائی فی الکبری : 7299

⑤ سنن أبی داؤد :2162۔ وحسنه الألبانی

⑲ مسلمان بھائی پر اسلحہ تان لینا!

جناب ابو القاسم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: «مَنْ أَشَارَ إِلٰى أَخِيْهِ بِحَدِيْدَةٍ فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَلْعَنُهُ حَتّٰى يَنْتَهِيَ وَإِنْ كَانَ أَخَاهُ لِأَبِيْهِ وَأُمِّهِ»①

''جو شخص اپنے بھائی پر لوہا تان لے تو فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں یہاں تک کہ وہ اس سے باز آجائے۔ خواہ وہ اس کا سگا بھائی کیوں نہ ہو۔''

⑳ اپنے والد کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنی نسبت کرنا

ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنِ ادَّعٰى إِلٰى غَيْرِ أَبِيْهِ أَوِ انْتَمٰى إِلٰى غَيْرِ مَوَالِيْهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ»②

''جو شخص اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنی نسبت کرے، یا وہ اپنی آزادی کو آزاد کرنے والوں کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کرے تو اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔''

㉑ مدینہ منورہ میں جرم یا ظلم کرنا یا مجرم یا ظالم کو پناہ دینا

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«اَلْمَدِيْنَةُ حَرَمٌ مَا بَيْنَ عَيْرٍ إِلٰى ثَوْرٍ ، فَمَنْ أَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا أَوْ آوٰى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا»③

''مدینہ منورہ عیر سے ثور تک حرم شریف ہے۔ لہٰذا جو شخص اس میں جرم کرتا یا مجرم کو پناہ دیتا ہے (یا اس میں بدعت کو ایجاد کرتا یا بدعتی کو پناہ دیتا ہے) تو اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ اُس سے قیامت کے روز کوئی نفل یا فرض عبادت (یا کسی قسم کا فدیہ) قبول نہیں کرے گا۔''

㉒ غداری کرنا

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« ذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَاحِدَةٌ ، يَسْعٰى بِهَا أَدْنَاهُمْ ، فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا ذِمَّتَهُ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ »

---

① صحيح مسلم: 2616 ② صحيح مسلم: 1370

③ صحيح البخاري: 1870، وصحيح مسلم: 1370- واللفظ لمسلم

’’مسلمانوں کا عہد ایک ہی ہے، اس کی ذمہ داری ان میں کوئی ادنی سا شخص بھی اٹھا سکتا ہے۔ (یعنی کوئی ادنی سا مسلمان بھی اگر کسی کافر کو امان دے دے تو تمام مسلمانوں کو اس کی پاسداری کرنا ہوگی) لہذا جس نے کسی مسلمان کے عہد کو توڑا (غداری کی) تو اس پر اللہ تعالی کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ ایسے شخص سے (قیامت کے دن) کسی قسم کا فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا۔‘‘[1]

۲۳ دنیا کی ہر چیز ملعون ہے سوائے چار کے!

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«اَلدُّنْیَا مَلْعُونَۃٌ ، مَلْعُونٌ مَا فِیْھَا إِلَّا ذِکْرَ اللّٰہِ وَمَا وَالَاہُ ، أَوْ عَالِمًا أَوْ مُتَعَلِّمًا»[2]

’’دنیا ملعون ہے اور اس میں جو کچھ ہے وہ سب بھی ملعون ہے، سوائے اللہ کے ذکر کے اور جو عمل اللہ کو پسند ہو، یا عالم یا متعلم۔‘‘

اِس حدیث کا معنی یہ ہے کہ دنیا اور اس کی ہر چیز ملعون ہے سوائے چار چیزوں کے:

۱۔ ذکر اللہ　　　　۲۔ ہر وہ عمل جو اللہ تعالی کو پسند ہو۔

۳۔ دین کا عالم　　　　۴۔ دین کی تعلیم حاصل کرنے والا

آخر میں اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اپنی رحمتوں سے نوازے۔ اور اپنی پھٹکار سے محفوظ رکھے۔

دوسرا خطبہ

عزیز القدر بھائیو اور بہنو! آج کے خطبۂ جمعہ کے موضوع کو مکمل کرتے ہوئے آخر میں ہم ان خواتین کا تذکرہ کرتے ہیں جن پر اللہ تعالی کی پھٹکار پڑتی ہے اور وہ اس کی لعنت کی مستحق ہوتی ہیں۔

۲۴ بعض خواتین جن پر لعنت بھیجی گئی!

① حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«لَعَنَ اللّٰہُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُوْتَشِمَاتِ، وَالْمُتَنَمِّصَاتِ، وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ، اَلْمُغَیِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰہِ»[3]

’’اللہ تعالی نے گودنے والی اور گدوانے والی، چہرے کے بال اُکھڑوانے والی اور خوبصورتی کیلئے دانتوں کو

---

① صحیح البخاری :1870، وصحیح مسلم :1370۔ واللفظ لمسلم

② جامع الترمذی :2322، سنن ابن ماجہ :4112۔ وحسنہ الألبانی

③ صحیح البخاری :4886، صحیح مسلم :2125 واللفظ للبخاری

جدا کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے جو اس کی خلقت کو تبدیل کرتی ہیں۔''

اور مسلم کی روایت میں الفاظ یہ ہیں: «وَالنَّامِصَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ» ''چہرے کے بال اکھاڑنے والی اور اکھڑوانے والی۔'' یعنی وہ خود اپنے چہرے کے بال اکھاڑیں یا وہ کسی سے طلب کریں، دونوں صورتوں میں ملعون ہیں۔

② حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ»[1]

''اللہ تعالی نے مصنوعی بال لگانے والی عورت اور لگوانے والی عورت پر لعنت بھیجی۔ اسی طرح (رنگ بھرنے کیلئے) گودنے والی اور گدوانے والی عورت پر بھی لعنت بھیجی۔''

اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک انصاری لڑکی کی شادی ہوئی اور وہ بیمار پڑ گئی۔ جس کے نتیجے میں اس کے بال جھڑ گئے۔ چنانچہ اس کے گھر والوں نے ارادہ کیا کہ اسے مصنوعی بال لگوا دیں۔ تو انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا: «لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ»[2]

''اللہ تعالی کی لعنت ہے مصنوعی بال لگانے والی اور لگوانے والی عورت پر۔''

جبکہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

«لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ»[3]

''نبی کریم ﷺ نے مصنوعی بال لگانے والی اور لگوانے والی عورت پر لعنت بھیجی۔''

ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنوعی بال لگوانے والی عورت اور لگانے والی عورت دونوں پر اللہ کی بھی لعنت ہے اور رسول اکرم ﷺ کی بھی۔

③ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

«أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ لَعَنَ الْخَامِشَةَ وَجْهَهَا وَالشَّاقَّةَ جَيْبَهَا وَالدَّاعِيَةَ بِالْوَيْلِ وَالثُّبُورِ»

''رسول اللہ ﷺ نے اس عورت پر لعنت بھیجی جو اپنا چہرہ نوچے، جو اپنا گریبان پھاڑے اور جو ہلاکت وبربادی کا واویلا کرے۔''[4]

④ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

---

① صحیح البخاری: 5933
② صحیح البخاری: 5934
③ صحیح البخاری: 5936
④ سنن ابن ماجہ: 1585 - وصححہ الألبانی

«إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَأَبَتْ فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا ، لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ»①

''جب ایک خاوند اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کردے، پھر وہ اس پر ناراضگی کی حالت میں رات گذار دے تو فرشتے صبح ہونے تک اس پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔''

⑤ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ لَعَنَ زَوَّارَاتِ الْقُبُورِ)

''رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی بہت زیادہ زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت بھیجی۔''

یاد رہے کہ خواتین کبھی کبھار، عبرت حاصل کرنے کیلئے قبرستان جا سکتی ہیں، بشرطیکہ وہ با پردہ ہو کر جائیں اور صبر وتحمل کا مظاہرہ کریں۔

⑥ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: « سَيَكُونُ فِي آخِرِ أُمَّتِي رِجَالٌ يَرْكَبُونَ عَلَى سُرُوجٍ كَأَشْبَاهِ الرِّحَالِ يَنْزِلُونَ عَلَى أَبْوَابِ الْمَسَاجِدِ ، نِسَاؤُهُمْ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ عَلَى رُؤُسِهِنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْعِجَافِ، اِلْعَنُوهُنَّ فَإِنَّهُنَّ مَلْعُونَاتٌ»②

''میری امت کے آخر میں ایسے لوگ ہونگے جو کجاووں کی مانند زینوں پر سوار ہونگے۔ وہ مسجدوں کے دروازوں پر اتریں گے۔ ان کی عورتیں نیم برہنہ لباس پہنیں گی، ان کے سروں پر ایسے ہوگا جیسے دبلی پتلی اونٹنیوں کی کوہانیں ہوتی ہیں۔ تم ان پر لعنت بھیجنا کیونکہ وہ ملعون عورتیں ہیں۔''

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے شیخ البانیؒ کا کہنا ہے کہ 'کجاووں کی مانند زینوں' کے الفاظ میں گھوڑوں کی پشت پر رکھی جانے والی زینوں کو جو تشبیہ دی گئی ہے کہ وہ کجاووں کی مانند ہونگی، تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان زینوں سے مراد وہ زینیں نہیں جو گھوڑوں کی پشت پر رکھی جاتی ہیں۔ بلکہ ان سے مراد دور جدید کی ایجاد کردہ کاروں کی بڑی بڑی سیٹیں ہیں۔ اِس کی تائید اِس حدیث کی بعض روایات میں ذکر کئے گئے ان الفاظ سے بھی ہوتی ہے: (يَرْكَبُونَ عَلَى الْمَيَاثِرِ) یعنی (سروج) کی جگہ پر (المیاثر) کا لفظ ہے جو جمع ہے: (میثرۃ) کی۔ اور اس کا معنی ہے: نرم و ملائم سیٹ۔ اور کاروں کی سیٹیں نرم اور ملائم ہونے کے ساتھ ساتھ وسعت میں بڑے بڑے کجاووں کی مانند بھی ہوتی ہیں۔ گویا اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے کاروں پر سوار ہونے والے لوگوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جو کہ مساجد کے دروازوں پر اپنی کاروں سے اتریں گے۔

اور اِس دور میں ہم یہ چیز بکثرت دیکھ رہے ہیں کہ لوگ نماز جمعہ کیلئے مسجد کے دروازوں کے قریب اترتے

---

① صحيح البخاري ۔ بدء الخلق باب ذكر الملائكة :3237، صحيح مسلم ۔ النكاح : 1736

② السلسلة الصحيحة :2683

ہیں، پھر نماز جمعہ ادا کر کے دوبارہ ان پر سوار ہو کر چلے جاتے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر لوگ مساجد کا منہ صرف جمعہ کے روز ہی دیکھتے ہیں! یا پھر اس وقت دیکھتے ہیں جب انھیں کسی قریبی رشتہ دار یا دوست کی نماز جنازہ میں شرکت کرنی پڑے! کیونکہ ایسے لوگ نماز جنازہ کیلئے بھی کاروں پر سوار ہو کر میت کے ساتھ ساتھ جاتے ہیں، چاہے نماز جنازہ مسجد میں ادا کی جائے یا جنازہ گاہ میں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کی عورتیں نیم برہنہ لباس پہنتی ہیں۔ الا ماشاء اللہ بہت کم ایسی ہونگی جو مکمل پردہ کرتی ہوں گی۔

جبکہ ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا:

«صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا : قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ ، يَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ ، وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ ، مُمِيْلَاتٌ مَائِلَاتٌ ، رُؤُوْسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ ، لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ ، وَلَا يَجِدْنَ رِيْحَهَا ، وَإِنَّ رِيْحَهَا لَيُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ كَذَا وَكَذَا»[1]

''دو قسم کے جہنمیوں کو میں نے نہیں دیکھا ہے۔ ایک تو وہ لوگ ہیں جن کے پاس گائے کی دموں کی مانند کوڑے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو ہانکیں گے۔ اور دوسری وہ خواتین ہیں جو ایسا لباس پہنیں گی کہ گویا برہنہ ہوں گی۔ لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف لبھانے والی اور تکبر سے مٹک کر چلنے والی ہوں گی، ان کے سر اونٹوں کی کہانوں کی مانند ایک طرف جھکے ہوں گے۔ ایسی عورتیں جنت میں داخل نہیں ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو پائیں گی حالانکہ اس کی خوشبو تو بہت دور سے محسوس کی جائے گی۔''

آخر میں ہم ایک بار پھر اللہ تعالی سے دعا گو ہیں کہ وہ ہم سب کو ہمیشہ اپنی رحمت کے سائے تلے رکھے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ آمین

---

[1] صحیح مسلم ۔الجنۃ باب النار یدخلها الجبارون :2128

اعمالِ صالحہ کو برباد کرنے والے امور

اہم عناصرِ خطبہ:

① اللہ تعالیٰ کی آیات یا آخرت کا انکار ② مرتد ہونا ③ شرک کرنا ④ اللہ تعالیٰ سے کفر کرنا
⑤ قرآن مجید کے کسی حکم کو ناپسند کرنا ⑥ اللہ کو ناراض کرنے والی باتوں کے پیچھے لگنا
⑦ اعتقادی نفاق ⑧ رسول اکرم ﷺ کی مخالفت کرنا ⑨ رسول اکرم ﷺ کی بے ادبی کرنا
⑩ ریاکاری ⑪ خلوت میں محرمات کا ارتکاب کرنا ⑫ نمازِ عصر کو دانستہ طور پر چھوڑنا
⑬ کاہنوں اور نجومیوں کے پاس جانا ⑭ اللہ کی قسم کھا کر یہ کہنا کہ فلاں آدمی کو اللہ معاف نہیں کرے گا ⑮ اللہ کے بندوں کی حق تلفی کرنا

پہلا خطبہ

محترم حضرات ! بعض امور ایسے ہیں کہ جو نیکیوں کو مٹا دیتے ہیں اور اعمالِ صالحہ کو برباد کر دیتے ہیں ۔ ایمان والے لوگ ایسے امور سے بچتے ہیں اور اپنے ایمان اور اعمالِ صالحہ کی حفاظت کرتے ہیں ۔

آیئے آج کے خطبۂ جمعہ میں ایسے امور کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں ، تاکہ ہم ایسے امور میں واقع نہ ہوں اور ہمارے اعمال محفوظ رہیں ۔

❶ اللہ تعالیٰ کی آیات یا قیامت کے دن کا انکار کرنا

جو شخص اللہ کی آیات کا انکار کر دے ، یا وہ قیامت کے دن سے منکر ہو جائے تو اس کے اعمال صالحہ کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں ۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : ﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ☆ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ☆ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا﴾[1]

’’ آپ کہہ دیجئے کہ کیا ہم تمھیں ان لوگوں کے بارے میں خبر دیں جو اعمال کے لحاظ سے سب سے زیادہ خسارہ اٹھائیں گے ؟ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کی دنیوی زندگی کی تمام تر کوششیں بیکار ہو گئیں اور وہ اسی گمان میں

① الکہف 18 : 103 - 105

رہے کہ وہ بہت اچھے کام کر رہے ہیں۔ یہی وہ لوگ جنھوں نے اپنے رب کی آیتوں اوراس کی ملاقات سے انکار کیا۔ اِس لئے ان کے اعمال غارت ہوگئے۔ چنانچہ قیامت کے دن ہم ان کا کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔''

اسی طرح فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ لِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾[1]

''اور جن لوگوں نے ہماری آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا ان کے اعمال ضائع ہوگئے۔ انھیں ان کے اعمال ہی کی سزا دی جائے گی۔''

ان آیات مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کی آیات کا انکار یا آخرت کا انکار انسان کی نیکیوں کیلئے تباہ کن ہے۔

❷ دین اسلام سے مرتد ہونا

دین اسلام وہ واحد دین ہے جو اللہ تعالی کا پسندیدہ دین ہے۔ اور یہی دین اللہ تعالی کے ہاں قابل قبول ہے۔ اِس کے علاوہ کوئی اور دین اللہ تعالی قبول نہیں فرمائے گا۔

اللہ تعالی دوٹوک انداز میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ﴾[2]

''بے شک دین (برحق) اللہ تعالی کے نزدیک اسلام ہی ہے۔''

اسی طرح فرمایا: ﴿وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾[3]

''اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طلبگار ہو تو اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔''

اللہ تعالی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اِس سچے اور برحق دین پر قائم ودائم رکھے۔

جو شخص دین اسلام کو چھوڑ کر کسی اور دین کو اختیار کر لے اسے 'مرتد' کہا جاتا ہے۔ اور مرتد ہونے کی کئی صورتیں ہیں۔ بعض اوقات صرف زبان کے کسی بول کی وجہ سے وہ مرتد ہو جاتا ہے۔ مثلا وہ اللہ تعالی کو یا اس کے رسولوں کو یا اس کے فرشتوں کو گالی گلوچ کرے۔ اور بعض اوقات وہ اپنے کسی فعل سے مرتد ہو جاتا ہے۔ مثلا وہ بتوں کے سامنے سجدہ ریز ہو، یا کسی پتھر یا درخت کے سامنے سجدہ کرے، یا جادو کا عمل کرے۔ اور بعض اوقات وہ اپنے کسی باطل عقیدے کی وجہ سے مرتد ہو جاتا ہے۔ مثلا وہ یہ عقیدہ رکھے کہ زنا حلال ہے۔ یا یہ کہ نماز فرض نہیں

① الأعراف 7:147 ② آل عمران 3:19 ③ آل عمران 3:85

ہے۔ اور بعض اوقات صرف شک کی وجہ سے وہ مرتد ہو جاتا ہے۔ مثلاً اسے حضرت محمد ﷺ کی رسالت میں شک ہو۔ یا اسے شرک کے حرام ہونے میں شک ہو۔ وغیرہ

اور کوئی شخص جونہی 'مرتد' ہوتا ہے اُس کے ساتھ ہی اُس کے وہ تمام اعمال برباد ہو جاتے ہیں جو اُس نے حالتِ اسلام میں انجام دیئے ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَ مَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَ هُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ [1]

''اور تم میں سے جو لوگ اپنے دین سے پلٹ جائیں اور کفر کی حالت میں مر جائیں تو ان کے اعمال دنیا میں بھی غارت ہو گئے اور آخرت میں بھی۔ اور یہی لوگ جہنمی ہوں گے، جو اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔''

اسی طرح ارشاد فرمایا:

﴿ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۫ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ [2]

''اور جو شخص ایمان سے کفر کر لے تو اس کے اعمال غارت ہو گئے۔ اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں ہوگا۔''

اِن آیات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جو اعمال حالتِ ایمان میں کئے گئے وہ کفر کی طرف پلٹنے کی وجہ سے کالعدم ہو جاتے ہیں۔ اور جس طرح اسلام قبول کرنے کی وجہ سے پچھلے تمام گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اسی طرح کفر کی طرف پلٹنے کی وجہ سے تمام نیک اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔ الا یہ کہ مرتد موت سے قبل سچی توبہ کر لے اور اسلام کی طرف واپس لوٹ آئے۔ اور اسی پر اس کی موت آئے، تو اس کے اعمال بربادی سے بچ جائیں گے۔

❸ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں غیر اللہ کو شریک ٹھہرانا

'شرک' سب سے بڑا گناہ اور ظلمِ عظیم ہے۔ اور اللہ کے نزدیک اس قدر سنگین جرم ہے کہ جو شخص اِس گناہ سے توبہ کئے بغیر مر جائے تو اسے اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرے گا اور اس کا ٹھکانا ہمیشہ کیلئے جہنم ہوگا۔ والعیاذ باللہ

اور دنیا میں 'شرک' کی بہت بڑی نحوست یہ ہے کہ جو شخص شرک کرے اُس کے سارے اعمالِ صالحہ اس کی وجہ سے غارت ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ چند انبیائے کرام علیہم السلام کے نام ذکر کرنے کے بعد فرماتا ہے:

﴿ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [3]

---

① البقرة2: 217 ② المائدة5: 5 ③ الأنعام6: 88

''اور اگر (فرضاً) یہ حضرات بھی شرک کرتے تو جو کچھ یہ اعمال کرتے تھے وہ سب اکارت ہو جاتے۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ امام الأنبیاء جناب محمد ﷺ کو مخاطب کرکے فرماتا ہے: ﴿ وَلَقَدْ أُوْحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ﴾ ①

''یقیناً آپ کی طرف بھی اور آپ سے پہلے (تمام نبیوں) کی طرف بھی وحی کی گئی ہے کہ اگر آپ نے شرک کیا تو بلا شبہ آپ کا عمل ضائع ہو جائے گا اور یقیناً آپ خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔''

ان دونوں آیات میں درحقیقت اللہ تعالیٰ نے جناب محمد ﷺ کی امت کو خبردار کیا ہے کہ اگر انبیاء علیہم السلام کے اعمال شرک کی وجہ سے غارت ہو سکتے ہیں، حالانکہ ان کا شرک میں واقع ہونا ناممکن ہے، تو امت کا کوئی بھی فرد اگر شرک کرے گا تو اس کے اعمال بدرجہ اولی غارت اور برباد ہو سکتے ہیں۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ أَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ أُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴾ ②

''مشرکوں کے لائق نہیں کہ وہ اپنے کفر کی خود گواہی دیتے ہوئے اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں۔ ان کے اعمال غارت ہو چکے۔ اور وہ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔''

مشرکین مکہ طوافِ بیت اللہ، حج اور عمرہ جیسے بڑے بڑے اعمال کرتے تھے، اس کے علاوہ حجاج کو پانی بھی پلاتے تھے، لیکن وہ اِس کے ساتھ ساتھ اللہ کے ساتھ شرک بھی کرتے تھے اور کافر بھی تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں واضح کر دیا کہ ان کے اعمال ان کے شرک اور کفر کی وجہ سے برباد ہو چکے۔ قیامت کے دن جب یہ لوگ اللہ کی بارگاہ میں پیش ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو ہوا میں اڑتے ہوئے چھوٹے چھوٹے ذرات کی طرح اڑا دے گا اور ان کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَقَدِمْنَآ إِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴾ ③

''اور انھوں نے جو جو اعمال کئے تھے ہم انھیں اڑتے ہوئے باریک ذروں کی طرح (بے حیثیت) کر دیں گے۔''

④ اللہ تعالیٰ سے کفر کرنا

جو شخص اللہ تعالیٰ کو نہ مانتا ہو، وہ چاہے جتنے مرضی رفاہی اور خیراتی کام کرے، اس کے ان کاموں کی اللہ کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں۔ جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ پر سچا ایمان نہ لائے۔

---

① الزمر 39: 65 ② التوبة 9: 17 ③ الفرقان 25: 23

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ نِ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ﴾[1]

''ان لوگوں کی مثال جنھوں نے اپنے رب سے کفر کیا، ان کے اعمال اُس راکھ کی مثل ہیں جس پر تیز ہوا آندھی والے دن چلے۔ جو بھی انھوں نے کیا اس میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہوں گے۔ یہی دُور کی گمراہی ہے۔''

یعنی آندھی اور تند وتیز ہوا چل رہی ہو تو وہ راکھ کو اڑا کر لے جاتی ہے اور اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ اسی طرح کافروں کے اعمال کی بھی قیامت کے دن کوئی حیثیت نہ ہوگی اور انھیں ان کا کوئی اجر وثواب نہیں ملے گا۔

❺ قرآن مجید کے کسی حکم کو ناپسند کرنا

قرآن مجید کو یا اس کے کسی حکم کو ناپسند کرنا اعمالِ صالحہ کے ضائع ہونے کا سبب ہے۔ جیسا کہ بعض لوگ اُن سزاؤں کو ناپسند کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے بعض مجرموں کیلئے مقرر کی ہیں، مثلاً چور کا ہاتھ کاٹنا، قاتل کو قصاص میں قتل کرنا، زانی کو کوڑے مارنا وغیرہ۔ اسی طرح بعض خواتین حجاب کے حکم کو ناپسند کرتی ہیں اور اسے آزادئ نسواں پر حملہ قرار دیتی ہیں!

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ﴾[2]

''یہ اِس لئے کہ جو کچھ اللہ نے نازل کیا تھا، اسے انھوں نے ناگوار سمجھا۔ چنانچہ اللہ نے ان کے اعمال ضائع کردیئے۔'' یعنی ان کے نیک اعمال مثلاً صلہ رحمی، حجاج بیت اللہ کی خدمت وغیرہ کو برباد کردیا۔

❻ اللہ کو ناراض کرنے والی باتوں کے پیچھے لگنا اور اس کی رضا کو ناپسند کرنا

جو شخص ایسی باتوں کے پیچھے لگ جائے جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والی ہوں، یا وہ اُس راہ پر چل پڑے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہو۔ اور وہ اللہ کی رضا کو ناپسند کرے اور اس کی قضاء وقدر پر اعتراضات کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے اعمالِ صالحہ کو ضائع کردیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ﴾[3]

''یہ اِس لئے کہ وہ ایسی بات کے پیچھے لگ گئے جس نے اللہ کو ناراض کردیا اور انھوں نے اس کی رضا کو ناپسند کیا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال ضائع کردیئے۔''

---

① ابراھیم14: 18　② محمد47: 9　③ محمد47: 28

⑦ اعتقادی نفاق

جو آدمی ظاہراً مسلمان ہونے کا دعوی کرتا ہو اور اپنے دل میں کفر چھپائے ہوئے ہو اور خفیہ طور پر کفار سے تعلقات ہموار کرتا ہو اور ظاہری طور پر مسلمانوں سے بھی دوستی کا اظہار کرتا ہو، تو اُس کا یہ اعتقادی نفاق اس کے اعمال کی بربادی کا سبب بن جاتا ہے۔

اللہ تعالی نے سورۃ المائدہ میں اہلِ ایمان کو یہود ونصاری کو دوست بنانے سے منع فرمایا۔ اس کے بعد منافقوں کے طرز عمل کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ﴾ ①

''آپ دیکھیں گے کہ جن لوگوں کے دلوں میں روگ ہے وہ انھی (یہود ونصاری) میں دوڑ دھوپ کرتے پھرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں کسی مصیبت میں نہ پڑ جائیں۔''

یہ منافق ایک طرف یہود ونصاری سے خفیہ تعلقات قائم کرتے تھے، تو دوسری طرف قسمیں کھا کر مؤمنوں سے کہتے تھے کہ ہم تمھارے ساتھ ہیں!

چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ۚ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ﴾ ②

''اور ایمان والے کہیں گے کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ کی بڑی بھاری قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ یقیناً وہ تمھارے ساتھ ہیں، ایسے منافقوں کے اعمال برباد ہوگئے اور انھوں نے بالآخر نقصان ہی اٹھایا۔''

اسی طرح غزوۂ احزاب کے دوران بھی منافقوں نے جو طرز عمل اختیار کیا اللہ تعالی نے اس سے پردہ اٹھادیا اور فرمایا: ﴿اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ۚ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ۚ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴾ ③

''وہ تمھارا ساتھ دینے میں سخت بخیل ہیں۔ پھر جب (جنگ کا) خطرہ آن پڑتا ہے تو آپ دیکھتے ہیں کہ وہ آنکھیں پھیر پھیر کر آپ کی طرف یوں دیکھتے ہیں جیسے کسی پر موت کی غشی طاری ہو چکی ہو۔ پھر جب خطرہ دور ہوجاتا ہے تو اموال غنیمت کے انتہائی حریص بن کر تیز تیز زبانیں چلانے لگتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو ایمان نہیں لائے۔ لہٰذا اللہ نے ان کے اعمال ضائع کر دیے ہیں۔ اور یہ بات اللہ کیلئے بہت آسان ہے۔''

---

① المائدۃ5: 52 ② المائدۃ5: 53 ③ الأحزاب33: 19

❽ ہدایت کے واضح ہونے کے بعد رسول ﷺ کی مخالفت کرنا

ایک سچا مسلمان پیارے نبی ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کرتا ہے اور وہ دانستہ طور پر آپ ﷺ کے احکامات کی خلاف ورزی کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ لیکن جس شخص کے دل میں کفر ہو تو وہ جان بوجھ کر نبی کریم ﷺ کی مخالفت کرنے پر تل جاتا ہے۔ ایسا شخص اگر کوئی نیکیاں کرتا بھی ہو تو اس کی نیکیوں کی اللہ تعالی کے ہاں کوئی حیثیت نہیں۔ اللہ تعالی اس کی نیکیوں کو برباد کر دیتا ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ﴾ ①

''بلا شبہ جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے (دوسروں کو) روکتے رہے اور ان پر ہدایت واضح ہو جانے بعد انھوں نے رسول ﷺ کی مخالفت کی، وہ اللہ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے اور اللہ ایسے لوگوں کے اعمال کو برباد کر دے گا۔''

❾ رسول اکرم ﷺ کی بے ادبی

اعمال صالحہ کی بربادی کا سبب بننے والے امور میں سے ایک اہم امر ہے: رسول اکرم ﷺ کی بے ادبی اور گستاخی۔ کیونکہ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کی توقیر اور آپ کے احترام کو مسلمانوں پر لازم قرار دیا ہے۔ اور آپ کی بے ادبی کو حرام قرار دیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں آپ ﷺ کو نام کے ساتھ پکارنے، یا آپ ﷺ کی موجودگی میں اونچی آواز میں گفتگو کرنے سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو منع کر دیا گیا اور انھیں آپ ﷺ کا احترام کرنے کی سختی سے تلقین کی گئی۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ﴾ ②

''رسول (ﷺ) کو تم اس طرح مت بلاؤ جیسا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔''

اور فرمایا: ﴿ يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴾ ③

''اے ایمان والو! نبی کی آواز سے اپنی آواز اونچی نہ کرو اور ان کے سامنے بلند آواز سے اس طرح بات نہ کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے بلند آواز سے بات کرتے ہو، ورنہ تمھارے اعمال برباد ہو جائیں

① محمد 47:32 . ② النور 24:63 ③ الحجرات 49:2

گے اور تمھیں اس کا احساس تک نہ ہوگا۔“

اِس آیت مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بے ادبی اعمالِ صالحہ کو برباد کردیتی ہے۔ لہٰذا تمام مسلمانوں کو آپ ﷺ کی بے ادبی اور گستاخی سے بچنا چاہئے۔ اور ادب واحترام کے تقاضوں کو پورا کرنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا ☆ لِتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهٖ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَّأَصِيلًا ﴾[1]

”یقیناً ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ (اے مسلمانو) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، ان کی مدد کرو اور ان کا ادب کرو۔ اور صبح وشام اس (اللہ) کی تسبیح بیان کرو۔“

⓾ ریاکاری

جن اعمال میں انسان کی نیت خالص نہیں ہوتی، بلکہ وہ ان میں ریاکاری کرتا ہے، یا کسی دنیاوی مقصد کے حصول کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اعمال رائیگاں چلے جاتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ»

”مجھے تم پر سب سے زیادہ خوف شرکِ اصغر کا ہے۔“

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ شرک اصغر کیا ہوتا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: « الرِّيَاءُ ، يَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِأَصْحَابِ ذٰلِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِذَا جَازَى النَّاسَ : اِذْهَبُوا إِلَى الَّذِينَ كُنْتُمْ تُرَاؤُونَ فِي الدُّنْيَا ، فَانْظُرُوا هَلْ تَجِدُونَ عِنْدَهُمْ جَزَاءً ؟»[2]

”شرکِ اصغر سے مراد ریاکاری ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جب لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا تو ریاکاری کرنے والوں سے کہے گا: تم ان لوگوں کے پاس چلے جاؤ جن کے لئے تم ریا کرتے تھے، پھر دیکھو کہ کیا وہ تمھیں کوئی بدلہ دیتے ہیں؟“

اور ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا:

آپ کا کیا خیال ہے کہ جو شخص جنگ میں اس لئے شریک ہو کہ اسے اجر وثواب بھی ملے اور شہرت بھی، تو اسے کیا ملے گا؟ نبی ﷺ نے فرمایا: « لَا شَيْئَ » ”اسے کچھ بھی نہیں ملے گا۔“

---

① الفتح 48: 8-9 ② الصحيحة للألباني: 951

اس آدمی نے یہ سوال تین مرتبہ کیا اور نبی ﷺ نے ہر مرتبہ یہی جواب دیا کہ اسے کچھ نہیں ملے گا۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ إِلَّا مَا كَانَ لَهُ خَالِصًا وَابْتُغِيَ بِهِ وَجْهُهُ»

''بے شک اللہ تعالیٰ کوئی عمل قبول نہیں کرتا سوائے اس کے جو خالص ہو اور اس کے ساتھ اللہ کی رضا کو طلب کیا گیا ہو۔''[1]

جو شخص لوگوں کو دکھلانے کیلئے اور ان سے اپنی تعریف سننے کی خاطر مال خرچ کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کچھ بھی اجر وثواب نہیں دیتا۔ بلکہ اس کے عمل کو ضائع کر دیتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُم بِالْمَنِّ وَالأَذٰى كَالَّذِىْ يُنفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا لَّا يَقْدِرُونَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِىْ الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ﴾[2]

''مومنو! اپنے صدقات (وخیرات) کو احسان جتلا کر اور ایذا دے کر اُس شخص کی طرح برباد نہ کرو جو لوگوں کو دکھانے کیلئے مال خرچ کرتا ہے اور اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔ تو اُس (کے مال) کی مثال اُس چٹان کی سی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی پڑی ہو اور اُس پر زور کا مینہ برسے اور وہ اُسے صاف کر ڈالے۔ (اسی طرح) یہ (ریاکار) لوگ اپنے اعمال کا کچھ بھی صلہ حاصل نہیں کر سکیں گے۔ اور اللہ ایسے ناشکروں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔''

⓫ خلوت میں محرمات کا ارتکاب

لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو کر خلوتوں میں اللہ تعالیٰ کی محرمات کا ارتکاب کرنا نیکیوں کیلئے تباہ کن ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لَأَعْلَمَنَّ أَقْوَامًا مِنْ أُمَّتِي يَأْتُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِحَسَنَاتٍ أَمْثَالَ جِبَالِ تِهَامَةَ بِيْضًا ، فَيَجْعَلُهَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ هَبَاءً مَّنْثُورًا»

''میں یقیناً اپنی امت کے ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جو قیامت کے روز ایسی نیکیاں لے کر آئیں گے جو تہامہ کے پہاڑوں کی مانند روشن ہونگی لیکن اللہ تعالیٰ ان کی ان نیکیوں کو ہوا میں اڑتے ہوئے چھوٹے چھوٹے ذرات کی مانند اڑا دے گا۔''

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول!

---

[1] سنن النسائی :3140- وصححه الألبانی

[2] البقرة2: 264

«صِفْهُمْ لَنَا ، جَلِّهِمْ لَنَا ، أَن لَّا نَكُونَ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَا نَعْلَمُ ؟»

آپ ان لوگوں کے بارے میں وضاحت کر دیجئے اور ان کے بارے میں کھل کر بیان کر دیجئے تاکہ ہم لاعلمی میں ایسے لوگوں میں شامل نہ ہو جائیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: «أَمَا إِنَّهُمْ إِخْوَانُكُمْ وَمِنْ جِلْدَتِكُم،وَيَأْخُذُونَ مِنَ اللَّيْلِ كَمَا تَأْخُذُونَ ،وَلٰكِنَّهُمْ أَقْوَامٌ إِذَا خَلَوْا بِمَحَارِمِ اللّٰهِ انْتَهَكُوهَا»①

''خبر دار! وہ تمہارے بھائی اور تمہاری قوم سے ہی ہونگے۔ اور وہ رات کو اسی طرح قیام کریں گے جیسا کہ تم کرتے ہو لیکن وہ ایسے لوگ ہونگے کہ جب خلوت میں انھیں اللہ تعالی کی حرام کردہ چیزیں ملیں گی تو وہ ان سے اپنا دامن نہیں بچائیں گے۔''

⑫ نمازعصر کو دانستہ طور پر چھوڑنا

اعمال صالحہ کے ضیاع اور ان کی بربادی کا سبب بننے والے امور میں سے ایک امر نماز عصر کو دانستہ طور پر چھوڑنا ہے۔

اللہ تعالی نے ویسے تو تمام نمازیں پابندی سے پڑھنے کا حکم دیا ہے، لیکن نماز عصر کی خاص تاکید فرمائی ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ ﴾②

''تم لوگ اپنی سب نمازوں کی حفاظت کرو، خاص طور پر درمیانی نماز کی اور اللہ کے حضور ادب سے کھڑے ہوا کرو۔'' 'درمیانی نماز' سے مراد عصر کی نماز ہے۔

اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ تَرَكَ صَلَاةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ»③

''جو شخص نمازِ عصر کو چھوڑ دے تو اس کا عمل ضائع ہو جاتا ہے۔''

⑬ نجومیوں کے پاس جانا

نجومیوں کے پاس جا کر ان سے اپنی کسی مشکل کا حل پوچھنا انسان کے اعمال صالحہ کیلئے تباہ کن ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«مَنْ أَتٰى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْئٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةُ أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً» ④

---

① سنن ابن ماجه :4245- وصححه الألباني في الصحيحة :505

② البقرة2 :238 ③ صحيح البخاري :553

④ صحيح مسلم :2230- صحيح الجامع للألباني :5940

''جو شخص کسی کاہن یا نجومی کے پاس جائے اور اس سے کسی چیز کے متعلق سوال کرے تو اس کی چالیس راتوں کی نماز قبول نہیں کی جاتی۔''

اسی طرح فرمایا:

«مَنْ اَتٰی عَرَّافًا اَوْ کَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا یَقُوْلُ فَقَدْ کَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ»①

''جو شخص کسی کاہن (علمِ غیب کا دعویٰ کرنے والے کسی عامل) کے پاس جائے، پھر اس کی باتوں کی تصدیق کرے تو اس نے محمد ﷺ پر اتارے گئے دینِ الٰہی سے کفر کیا۔''

⑭ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر یہ کہنا کہ فلاں آدمی کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرے گا

اللہ رب العزت غفور رحیم، نہایت ہی مہربان اور اپنے بندوں پر بہت ہی رحم کرنے والا ہے۔ وہ اپنے بندوں کی توبہ پر خوش ہوتا ہے اور ان کی توبہ قبول کرتا ہے۔ اس کی رحمت نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔ اور وہ خود فرماتا ہے کہ

﴿ قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴾②

''آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے وہ بندو جنھوں نے (گناہوں کا ارتکاب کر کے) اپنے اوپر زیادتی کی ہے! تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ یقیناً وہی تو ہے جو بڑا معاف کرنے والا اور بے حد مہربان ہے۔''

جو اللہ اِس قدر مہربان اور معاف کرنے والا ہے اُس کے بارے میں کوئی شخص قسم کھا کر یہ کہے کہ وہ فلاں آدمی کو معاف نہیں کرے گا، تو یہ بات اِس قدر سنگین ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اُس بندے کے اعمالِ صالحہ کو برباد کر دیتا ہے۔

جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ایک آدمی نے کہا: اللہ کی قسم! فلاں آدمی کو اللہ معاف نہیں کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے کہا:

« مَنْ ذَا الَّذِیْ یَتَأَلّٰی عَلَیَّ أَن لَّا أَغْفِرَ لِفُلَانٍ ؟»

''وہ کون ہوتا ہے جو قسم کھا کر یہ کہے کہ میں فلاں آدمی کو معاف نہیں کروں گا؟''

« فَقَدْ غَفَرْتُ لِفُلَانٍ وَأَحْبَطْتُ عَمَلَكَ»

① صحیح الجامع للألبانی: 5939 ② الزمر 39: 53

''مَیں نے اُس فلاں کو معاف کر دیا ہے اور تیرے اعمال کو ضائع کر دیا ہے۔''[1]

آخر میں ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ایسے تمام امور سے بچنے کی توفیق دے جو اعمال صالحہ کے ضیاع اور ان کی بربادی کا سبب بنتے ہیں۔ اور وہ اپنے فضل وکرم سے ہمارے اعمال کو شرف قبولیت سے نوازے۔

دوسرا خطبہ

عزیزان گرامی!

آیئے اب نیکیوں کے ضیاع کا آخری سبب ذکر کرتے ہیں، جو انتہائی سنگین ہے۔ اور وہ ہے:

⑮ اللہ کے بندوں کی حق تلفی کرنا

یعنی اللہ کے بندوں کے حقوق کو ضائع کرنا اور انھیں ظلم وزیادتی کا نشانہ بنانا اور ان سے معافی نہ مانگنا انسان کی نیکیوں کے ضیاع کا سبب بن سکتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«أَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ ؟» ''کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہوتا ہے؟

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا: «اَلْمُفْلِسُ فِیْنَا مَنْ لَّا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ»

''ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ درہم ہو اور نہ کوئی اور ساز وسامان۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِیْ یَأْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِصَلَاةٍ وَصِیَامٍ وَزَكَاةٍ ، وَیَأْتِیْ قَدْ شَتَمَ هٰذَا ، وَقَذَفَ هٰذَا ، وَأَكَلَ مَالَ هٰذَا ، وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا ، وَضَرَبَ هٰذَا ، فَیُعْطیٰ هٰذَا مِن حَسَنَاتِهِ، وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، فَإِنْ فَنِیَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ یُقْضیٰ مَا عَلَیْهِ ، أُخِذَ مِنْ خَطَایَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَیْهِ ، ثُمَّ طُرِحَ فِیْ النَّارِ»[2]

''میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکاۃ لیکر آئے گا اور اس نے کسی کو گالی دی ہو گی، کسی پر بہتان باندھا ہو گا، کسی کا مال کھالیا ہو گا، کسی کا خون بہایا ہو گا اور کسی کو مارا ہو گا۔ لہٰذا ان میں سے ہر ایک کو اس کے حق کے بقدر اس کی نیکیاں دی جائیں گی۔ اور اگر ان کے حقوق پورے ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں تو ان کے گناہ لے کر اس کی گردن میں ڈال دیئے جائیں گے اور پھر اسے جہنم رسید کر دیا جائے گا۔''

اِس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص اللہ کے بندوں کی حق تلفی کرے، پھر وہ اپنی زندگی میں ان سے ان حق تلفیوں کو معاف نہ کروائے، تو قیامت کے روز عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کی نیکیوں کو لے کر اُن لوگوں

① صحیح مسلم: 2621 ② صحیح مسلم: 2581

میں بانٹ دے جن کی اس نے حق تلفی کی تھی۔ پھر بھی اگر ان کے حقوق پورے نہیں ہونگے تو اُن کے گناہوں کو اِس پر ڈال دیا جائے گا اور پھر اسے جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ والعیاذ باللہ

لہٰذا حقوق العباد کے سلسلے میں کسی قسم کی غفلت نہیں برتنی چاہیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ مَظْلَمَةٌ لِأَخِيهِ مِنْ عِرْضِهِ أَوْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ أَنْ لَّا يَكُونَ دِينَارٌ وَّلَا دِرْهَمٌ ، وَإِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلَمَتِهِ ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ» ①

''جس کسی کے پاس اس کے بھائی کا حق ہو اس کی عزت سے یا کسی اور چیز سے' تو وہ آج ہی اس سے آزاد ہو جائے (یعنی یا تو وہ حق اسے ادا کر دے یا اسے اس سے معاف کروا لے۔) اس دن کے آنے سے پہلے جب نہ دینار ہو گا نہ درہم۔ اور اگر اس کے پاس نیک اعمال ہونگے تو اس کے حق کے بقدر اس سے نیک اعمال لے لئے جائیں گے۔ اور اگر نیکیاں نہیں ہونگی تو صاحبِ حق کی بعض برائیاں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی۔''

اسی طرح نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِيَمِينِهِ فَقَدْ أَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ النَّارَ وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ »

''جو شخص قسم کھا کر کسی مسلمان کی حق تلفی کرے تو اللہ تعالی اس کیلئے جہنم کو واجب کر دیتا ہے اور جنت کو حرام کر دیتا ہے۔''

ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! « وَإِنْ كَانَ شَيْئًا يَسِيرًا » اگر چہ کوئی ہلکی سی چیز ہی کیوں نہ ہو؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا: «وَإِنْ قَضِيبًا مِنْ أَرَاكٍ»

''اگر چہ وہ ایک مسواک کی چھڑی کیوں نہ ہو۔''②

یعنی اگر وہ جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کا چھوٹا سا حق بھی مارے تو اللہ تعالی اس پر جہنم کو واجب اور جنت کو حرام کر دیتا ہے۔ نسأل الله العفو والعافية

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ان تمام امور سے بچنے کی توفیق دے جو کہ اعمال صالحہ اور نیکیوں کے ضیاع کا سبب بنتے ہیں۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

---

① صحيح البخاری :2449 و6534 ② صحيح مسلم :137

جنت کے محلات کس کے لیے؟

اہم عناصرِ خطبہ:

① جنت کی نعمتیں انسانی تصور سے بھی بالاتر!

② جنت کے محلات کا ثبوت

③ جنت کے محلات کا حقدار کون؟

پہلا خطبہ

محترم حضرات! اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کیلئے اور اپنے فرمانبردار بندوں کیلئے جنت تیار کی ہے، جس میں ایسی ایسی نعمتیں ہونگی کہ جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ ان کے متعلق کسی کان نے سنا ہے۔ بلکہ آنکھ کا دیکھنا اور کان کا سننا تو دور کی بات، وہ تو ہمارے تصور سے بھی بالاتر ہیں۔

ہمارے پیارے نبی جناب محمد ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ :أَعْدَدْتُّ لِعِبَادِی الصَّالِحِیْنَ مَا لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ ، وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ »①

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کیلئے ایسی نعمتیں تیار کی ہیں کہ جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے، نہ کسی کان نے ان کے بارے میں کچھ سنا ہے اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں ان کے متعلق کوئی تصور پیدا ہوا ہے۔''

میرے بھائیو اور بہنو! جنت میں زندگی ہمیشہ کیلئے ہوگی اور اس میں موت کبھی نہیں آئے گی۔ ہمیشہ کیلئے صحت وتندرستی ہوگی اور بیماری کبھی نہیں آئے گی۔ ہمیشہ کیلئے جوانی کا لطف ہوگا، بڑھاپا کبھی نہیں آئے گا۔ ہمیشہ کیلئے خوشحالی ہوگی اور بدحالی کبھی نہیں آئے گی۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ يُنَادِيْ مُنَادٍ»

''جب جنت والے جنت میں چلے جائیں گے تو ایک اعلان کرنے والا پکار کر کہے گا:

① صحیح البخاری:3244، صحیح مسلم :2823

۱۔ «إِنَّ لَكُمْ أَنْ تَحْيَوْا فَلَا تَمُوتُوا أَبَدًا»

''تمھیں یہ حق حاصل ہے کہ تم زندہ رہو گے، تم پر موت کبھی نہیں آئے گی۔''

۲۔ «وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَصِحُّوا فَلَا تَسْقَمُوا أَبَدًا»

''اور یہ بھی کہ تم تندرست رہو گے، کبھی بیمار نہیں ہو گے۔''

۳۔ «وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَشِبُّوا فَلَا تَهْرَمُوا أَبَدًا»

''اسی طرح تم جوان رہو گے، کبھی بوڑھے نہیں ہو گے۔''

۴۔ «وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَنْعَمُوا فَلَا تَبْأَسُوا أَبَدًا»

''اور تم خوشحال رہو گے اور کبھی بد حال نہیں ہو گے۔''[1]

جنت کی نعمتوں میں سے ایک نعمت اس کے بڑے بڑے گھر اور قصور ومحلات ہیں۔ اور ہر مسلمان کی دلی تمنا ہے کہ اسے ان گھروں اور قصور ومحلات میں سے ایک گھر اور قصر ومحل ضرور مل جائے جس میں وہ رہائش پذیر ہو۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَعْدَ اللّٰهِ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ﴾[2]

''ہاں وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے تھے ان کیلئے بالا خانے ہیں جن کے اوپر بھی بنے بنائے بالا خانے ہیں اور ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ یہ اللہ تعالی کا وعدہ ہے اور وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔''

اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« دَخَلْتُ الْجَنَّةَ أَوْ أَتَيْتُ الْجَنَّةَ ، فَأَبْصَرْتُ قَصْرًا »

''میں جنت میں داخل ہوا یا میں جنت میں گیا تو میں نے سونے کا ایک محل دیکھا۔''

میں نے پوچھا: « لِمَنْ هٰذَا ؟ » ''یہ کس کا ہے؟''

انھوں نے کہا: « لِرَجُلٍ مِّنْ قُرَيْشٍ » ''یہ قریش کے ایک شخص کا ہے۔''

تو میں نے گمان کیا کہ شاید وہ میں ہوں، اس لئے میں نے پوچھا: وہ کون ہے؟

انھوں نے کہا: عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا: « فَأَرَدْتُ أَنْ أَدْخُلَهُ ، فَلَمْ يَمْنَعْنِي إِلَّا عِلْمِيْ بِغَيْرَتِكَ »

''مجھے اس میں داخل ہونے سے کوئی چیز مانع نہیں تھی سوائے اس کے کہ میں تمھاری غیرت کو جانتا تھا۔''

---

[1] صحیح مسلم: 2837 [2] الزمر 39: 20

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

«يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا نَبِيَّ اللّٰهِ ! أَوَ عَلَيْكَ أَغَارُ»[1]

یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اے اللہ کے نبی! کیا میں آپ پر غیرت کھاؤں گا؟''

جبکہ جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي فِي الْجَنَّةِ ، فَإِذَا امْرَأَةٌ تَتَوَضَّأُ إِلٰى جَانِبِ قَصْرٍ»

''میں سویا ہوا تھا، اسی دوران میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں ہوں۔ پھر میں اچانک دیکھتا ہوں کہ ایک خاتون ایک محل کی ایک جانب وضو کر رہی ہے۔''

تو میں نے کہا: (لِمَنْ هٰذَا الْقَصْرُ ؟) ''یہ محل کس کیلئے ہے؟''

فرشتوں نے جواب دیا کہ یہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کیلئے ہے۔ چنانچہ مجھے عمر رضی اللہ عنہ کی غیرت یاد آگئی اور میں وہاں سے پیٹھ پھیر کر چل دیا۔'' عمر رضی اللہ عنہ (یہ سن کر) رونے لگے اور کہا:

(أَعَلَيْكَ أَغَارُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ؟) یارسول اللہ! کیا میں آپ پر غیرت کھاؤں گا؟[2]

یہ دلائل اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ جنت کے قصور ومحلات موجود ہیں۔

ان محلات میں داخل ہونا اور ان میں رہائش پذیر ہونا ہر مومن اور ہر مومنہ کی آرزو ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص جنت میں داخل ہو جائے گا وہی درحقیقت کامران وکامیاب ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ لَا يَسْتَوِيْ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴾[3]

''جہنم والے اور جنت والے برابر نہیں ہیں۔ جنت والے ہی کامیاب ہونگے۔''

اسی طرح فرمایا: ﴿ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ﴾[4]

''پس جس شخص کو جہنم سے دور اور جنت میں داخل کر دیا جائے گا تو وہی کامیاب ہوگا۔''

اور اسی لئے فرعون کی بیوی نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی: ﴿ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴾[5]

---

[1] صحیح البخاری: 5226 و7024، صحیح مسلم: 2394

[2] صحیح البخاری: 3242، صحیح مسلم: 2395

[3] الحشر 59: 20 [4] آل عمران 3: 185 [5] التحریم 66: 11

''اے میرے رب! میرے لئے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا دے اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے بچا لے اور مجھے ظالم لوگوں سے خلاصی دے دے۔''

سوال یہ ہے کہ جنت کے یہ قصور ومحلات کن لوگوں کیلئے تیار کئے گئے ہیں؟ اور وہ کون لوگ ہیں جو ان میں رہائش پذیر ہونے کے حقدار ہیں؟ اور وہ کونسے اعمال ہیں کہ جن کے سبب اللہ تعالی مومنوں کیلئے جنت میں گھر بنا دیتا ہے؟ یہی آج ہمارے خطبۂ جمعہ کا موضوع ہے۔

تو آیئے ان حضرات کا تذکرہ کرتے ہیں جنھیں اللہ رب العزت اپنے فضل وکرم کے ساتھ جنت کے محلات نصیب کرے گا۔ اللهم اجعلنا منهم ۔ اسی طرح ان اعمال کا بھی تذکرہ کرتے ہیں کہ جن کے سبب اللہ تعالی اپنے بندوں کیلئے جنت میں گھر بنا دیتا ہے۔

① اللہ تعالی پر ایمان لانے والے اور رسولوں کی تصدیق کرنے والے

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ يَتَرَاؤَوْنَ أَهْلَ الْغُرَفِ مِنْ فَوقِهِمْ كَمَا يَتَرَاؤَوْنَ الْكَوْكَبَ الدُّرِّيَّ الْغَابِرَ فِي الْأُفُقِ مِنَ الْمَشْرِقِ أَوِ الْمَغْرِبِ ، لِتَفَاضُلِ مَا بَيْنَهُمْ»

''بے شک اہلِ جنت اپنے اوپر بالا خانے والوں کو یوں دیکھیں گے جیسا کہ تم مشرق یا مغرب کے افق پر چمکتے اور غروب ہوتے ہوئے ستارے کو دیکھتے ہو۔ یہ اس لئے ہوگا کہ ان کے درجات میں تفاضل ہوگا۔''

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: «يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِتِلْكَ مَنَازِلُ الْأَنْبِيَاءِ لَا يَبْلُغُهَا غَيْرُهُمْ»

اے اللہ کے رسول! وہ یقیناً انبیاء کے گھر ہونگے جہاں کوئی اور نہیں پہنچ سکے گا؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« بَلٰى وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ ، رِجَالٌ آمَنُوْا بِاللّٰهِ وَصَدَّقُوْا الْمُرْسَلِيْنَ»①

''کیوں نہیں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! وہ گھر ان لوگوں کے ہونگے جو اللہ پر ایمان لائے اور جنھوں نے رسولوں کی تصدیق کی۔''

اللہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ آپ اللہ تعالی ہی کو ساری کائنات کا خالق ومالک مانیں، اسی کو رازق سمجھیں اور اسی کو مدبر الامور تصور کریں۔ اسی کو 'داتا' اسی کو حاجت روا اور مشکل کشا، اسی کو نفع ونقصان کا مالک، اسی کو بگڑی بنانے والا، اسی کو دستگیر اور اسی کو 'غوث اعظم' سمجھیں۔ پھر اپنے دل کی گہرائیوں سے اس کو معبود برحق

① صحيح البخاري:3256 ، صحيح مسلم :2831

تسلیم کریں، اسی کیلئے تمام عبادات بجالائیں اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائیں۔ اسی کی تعظیم کریں، اسی پر توکل کریں، اسی سے امیدیں وابستہ کریں، اسی کا خوف کھائیں، اسی کے سامنے جھکیں، اسی کے سامنے رکوع وسجود کریں اور تمام عبادات میں اسے وحدہ لاشریک مانیں۔

اور رسولوں کی تصدیق کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ صدق دل سے انبیائے کرام علیہم السلام کی نبوت پر ایمان لائیں اور انھیں اللہ تعالی کے برگزیدہ بندے مانیں۔ اس بات پر یقین رکھیں کہ تمام انبیاء ورسل علیہم السلام کو اللہ تعالی نے لوگوں کو اپنی توحید اور دین اسلام کی طرف دعوت دینے کیلئے اور غیر اللہ کی عبادت سے منع کرنے کیلئے مبعوث فرمایا۔ ان پر وحی نازل کی اور وہ شرعی احکام اتارے کہ جن پر عمل کرکے ان کے پیروکار دنیا وآخرت کی فلاح وبہبود سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔

② ایمان، اسلام، ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ

یعنی جو شخص اللہ تعالی پر اس طرح ایمان لائے جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا ہے، اس کے ساتھ ساتھ فرائض اسلام پر عمل کرتا رہے، اللہ کے دین کیلئے دار الکفر کو چھوڑ کر دار الاسلام کی طرف ہجرت کرنی پڑے تو اس سے بھی گریز نہ کرے، اسی طرح جہاد فی سبیل اللہ کا موقع آئے تو اس سے بھی پیچھے نہ رہے، تو ایسے شخص کیلئے اللہ تعالی جنت میں گھر بنا دیتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«أَنَا زَعِيْمٌ ۔ وَالزَّعِيْمُ :الْحَمِيْلُ ۔ لِمَنْ آمَنَ بِيْ وَأَسْلَمَ وَهَاجَرَ بِبَيْتٍ فِيْ رَبَضِ الْجَنَّةِ، وَبِبَيْتٍ فِيْ وَسَطِ الْجَنَّةِ »

’’میں اس شخص کو جنت کے ادنی درجے میں ایک گھر اور جنت کے درمیانے درجے میں ایک گھر کی ضمانت دیتا ہوں جو میرے اوپر ایمان لایا، اسلام قبول کیا اور ہجرت کی۔‘‘

«وَأَنَا زَعِيْمٌ لِمَنْ آمَنَ بِيْ وَأَسْلَمَ وَجَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِبَيْتٍ فِيْ رَبَضِ الْجَنَّةِ ، وَبِبَيْتٍ فِيْ وَسَطِ الْجَنَّةِ، وَبِبَيْتٍ فِيْ أَعْلٰى غُرَفِ الْجَنَّةِ »

’’اسی طرح میں اس شخص کو بھی جنت کے ادنی درجے میں ایک گھر اور جنت کے درمیانے درجے میں ایک گھر اور جنت کے اونچے بالا خانوں میں ایک گھر کی ضمانت دیتا ہوں جو میرے اوپر ایمان لایا، اسلام قبول کیا اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا۔‘‘

پھر فرمایا:

« مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَلَمْ يَدَعْ لِلْخَيْرِ مَطْلَبًا وَلَا مِنَ الشَّرِّ مَهْرَبًا يَمُوتُ حَيْثُ شَاءَ أَنْ يَمُوتَ »[1]

''جس نے یہ اعمال کئے، پھر وہ خیر کے ہر عمل کو طلب کرتا رہا اور ہر برے عمل سے دور بھاگتا رہا تو اس کی موت وہاں آئے گی جہاں وہ چاہے گا۔''

اس حدیث میں غور کیجئے کہ رسول اکرم ﷺ نے صرف ایمان، اسلام، ہجرت اور جہاد کا ہی ذکر نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ شرط بھی ذکر کردی کہ ہجرت وجہاد کرنے والا شخص ہر وقت کارِ خیر کا طلبگار بھی ہو اور ہر برے کام سے اپنے دامن کو بچانے والا بھی ہو۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالی کے نزدیک وہ مومن جنت کے محلات کا مستحق ہے جو اپنی پوری زندگی اس طرح گزارے کہ اس کے اندر ہر عمل خیر کا سچا جذبہ اور حرص ہو اور ہر برے عمل سے اپنا دامن پاک رکھتا ہو۔ اللہ تعالی ہم سب کو اس کی توفیق دے۔

④ کھانا کھلانا، نرم گفتگو کرنا، مسلسل روزے رکھنا اور نماز تہجد پڑھتے رہنا

جی ہاں، یہ وہ اعمال ہیں کہ جن کے کرنے والے شخص کیلئے اللہ تعالی نے خاص طور پر جنت کے بالا خانوں کو تیار کیا ہے۔

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« إِنَّ فِي الْجَنَّةِ غُرَفًا يُرٰى ظَاهِرُهَا مِنْ بَاطِنِهَا ، وَبَاطِنُهَا مِنْ ظَاهِرِهَا »

''بے شک جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کا بیرونی منظر اندر سے اور اندرونی منظر باہر سے دیکھا جا سکتا ہے۔''

« أَعَدَّهَا اللّٰهُ تَعَالٰى لِمَنْ أَطْعَمَ الطَّعَامَ »

''انھیں اللہ تعالی نے اس شخص کیلئے تیار کیا ہے جو کھانا کھلاتا ہو۔''

« وَأَلَانَ الْكَلَامَ »

''بات نرمی سے کرتا ہو۔''

« وَتَابَعَ الصِّيَامَ » ''مسلسل روزے رکھتا ہو۔''

«وَصَلّٰى بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ»[2]

''اور رات کو اس وقت نماز پڑھتا ہو جب لوگ سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔''

---

① سنن النسائی: ۳۱۳۳ ۔ وصححہ الألبانی

② رواہ احمد وابن حبان ۔صحیح الجامع للألبانی :2123 ورواہ الترمذی:1984عن علی بنحوہ وحسنہ الألبانی
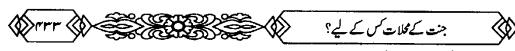
④ بیٹے کی وفات پر صبر کرنا

اگر اللہ تعالیٰ کسی مومن کے لخت جگر کو واپس لے لے، پھر وہ اس پر صبر وتحمل کا مظاہرہ کرے، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور (إنا للہ وإنا إلیہ راجعون) پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر رضامندی ظاہر کرے۔ جزع وفزع نہ کرے، واویلا نہ کرے، سینہ کوبی اور ماتم نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں ایک گھر بنا دیتا ہے۔

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« إِذَا مَاتَ وَلَدُ الْعَبْدِ قَالَ اللّٰهُ لِمَلَائِكَتِهِ :قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِيْ ؟»

''جب کسی بندے کا بیٹا فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے پوچھتا ہے: تم نے میرے بندے کے بیٹے کو قبض کرلیا؟''

« فَيَقُوْلُوْنَ :نَعَمْ » ''وہ کہتے ہیں: جی ہاں۔''

« فَيَقُوْلُ :قَبَضْتُمْ ثَمَرَةَ فُؤَادِهِ ؟»

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم نے میرے بندے کے جگر گوشے کو فوت کر دیا؟

(فَيَقُوْلُوْنَ :نَعَمْ) ''وہ کہتے ہیں: جی ہاں۔''

« فَيَقُوْلُ :مَاذَا قَالَ عَبْدِيْ؟ »

''اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے: تب میرے بندے نے کیا کہا؟''

« فَيَقُوْلُوْنَ :حَمِدَكَ وَاسْتَرْجَعَ »

''وہ جواب دیتے ہیں کہ اس نے تیرا شکر ادا کیا اور (انا للہ وانا الیہ راجعون) پڑھا۔''

« فَيَقُوْلُ اللّٰهُ :اِبْنُوا لِعَبْدِيْ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَسَمُّوْهُ بَيْتَ الْحَمْدِ »

''تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم میرے بندے کیلئے جنت میں ایک گھر بنا دو اور اس کا نام رکھ دو: شکرانے کا گھر۔''①

⑤ فرض نمازوں سے پہلے یا بعد سنن مؤکدہ پڑھنا

ہمارے پیارے نبی جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرض نمازوں سے پہلے اور ان کے بعد نفل نماز پڑھا کرتے تھے اور اس پر ہمیشگی کرتے تھے۔ یعنی اسے کبھی بلا عذر ترک نہیں کرتے تھے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک تھا۔ اسی لئے اس نماز کو 'سنت مؤکدہ' کہا جاتا ہے۔ اور اس نماز کو پڑھنے کا بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ قیامت کے روز جس آدمی کی

① جامع الترمذی :1021- وحسنه الألبانی

فرض نمازوں میں کوئی کمی ہوگی تو اسے نفل نماز کے ذریعے پورا کیا جائے گا۔ لہٰذا ہر مومن کو ہمیشہ یہ نماز پڑھتے رہنا چاہیے اور اسے دانستہ طور پر بلا عذر چھوڑنا نہیں چاہیے۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ صَلّٰی فِيْ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً بُنِيَ لَهُ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ :أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ» ①

''جو شخص دن اور رات میں بارہ رکعات پڑھے تو اس کیلئے جنت میں ایک گھر بنا دیا جاتا ہے: ظہر سے پہلے چار اور اس کے بعد دو، مغرب کے بعد دو، عشاء کے بعد دو اور فجر سے پہلے دو رکعات۔''

⑥ نمازِ چاشت پڑھنا

نفل نمازوں میں سے ایک نمازِ چاشت ہے۔ جس کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنے پیارے صحابی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو خاص طور پر چاشت کی دو رکعتیں ہمیشہ پڑھتے رہنے کی وصیت فرمائی تھی۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ انسان جب صبح کرتا ہے تو اس کے جسم میں موجود تین سو ساٹھ جوڑوں کی طرف سے صدقہ کرنا اس پر لازم ہوتا ہے۔ پھر رسول اکرم ﷺ نے صدقہ کرنے کی مختلف صورتیں بیان فرمائیں اور آخر میں فرمایا کہ اگر وہ چاشت کی دو رکعتیں پڑھ لے تو تین سو ساٹھ جوڑوں کی طرف سے صدقہ ادا ہو جاتا ہے۔ اور اگر چاشت کی چار رکعتیں پڑھ لی جائیں تو اللہ تعالیٰ پڑھنے والے کیلئے جنت میں ایک گھر بنا دیتا ہے۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ صَلَّى الضُّحٰى أَرْبَعًا ، وَقَبْلَ الْأُوْلٰى أَرْبَعًا ، بُنِيَ لَهُ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ» ②

''جو آدمی چاشت کے وقت چار رکعتیں پڑھے اور پہلی نماز (نماز ظہر) سے پہلے بھی چار رکعتیں پڑھے تو اس کیلئے جنت میں ایک گھر بنا دیا جاتا ہے۔''

یاد رہے کہ اسی چاشت کی نماز کو صلاۃ الاوابین بھی کہا جاتا ہے۔ ③

⑦ اللہ کی رضا کیلئے مسجد بنانا

روئے زمین پر سب سے افضل جگہ مسجد ہے۔ اور اس کی فضیلت کیلئے یہی بات کافی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا گھر کہلاتی ہے۔ مسجد بنانا اور اسے آباد کرنا بہت بڑی نیکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مساجد کو بلند کرنے اور

① جامع الترمذی 415۔ وصححه الألبانی
② السلسلة الصحيحة :2349
③ صحيح الجامع للألبانی :7628

ان میں اپنا ذکر کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور ایسا کرنے والوں کو بہتر بدلہ دینے کا وعدہ کیا ہے۔

اور رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«مَنْ بَنٰى مَسْجِدًا لِلّٰهِ كَمَفْحَصِ قَطَاةٍ أَوْ أَصْغَرَ، بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ»

''جو شخص اللہ کیلئے مسجد بنائے (خواہ وہ) پرندے کے گھونسلے کی مانند یا اس سے بھی چھوٹی کیوں نہ ہوتو اللہ اس کیلئے جنت میں گھر بنا دیتا ہے۔''[①]

⑧ مسجد کی توسیع کرنا

اگر کوئی شخص پوری مسجد نہ بنوا سکتا ہو تو وہ اپنی استطاعت کے مطابق اس کی توسیع کر کے بھی جنت کا گھر حاصل کرسکتا ہے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جن دنوں اپنے گھر میں محصور تھے، تب آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بعض فضائل کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تھا:

«وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ :مَن يَّشْتَرِي هٰذِهِ الْبُقْعَةَ فَيَزِيْدُهَا فِي الْمَسْجِدِ وَلَهُ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ، فَاشْتَرَيْتُهَا فَزِدتُّهَا فِي الْمَسْجِدِ»[②]

''اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ کون ہے جو اس جگہ کو خریدے اور اسے مسجد میں شامل کر دے، اس کے بدلے میں اس کیلئے جنت کا ایک گھر ہے۔ چنانچہ میں نے اسے خریدا اور مسجد میں شامل کر دیا۔''

⑨ صف میں خالی جگہ پُر کرنا

نماز با جماعت میں صفیں برابر کرنا نماز کو مکمل کرنے میں شامل ہے۔ یعنی نمازیوں کی نماز اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک وہ صفیں برابر نہ کریں۔ اور صفیں اس وقت تک برابر نہیں ہوسکتیں جب تک نمازی مل کر نہ کھڑے ہوں۔ اسی لئے رسول اکرم ﷺ نمازیوں کو مل کر کھڑے ہونے اور اپنے درمیان خلا نہ چھوڑنے کا حکم دیتے تھے۔ صف میں خالی جگہ کو پُر کرنا اتنا بڑا عمل ہے کہ جو شخص اس کیلئے قدم اٹھاتا اور خالی جگہ کو پُر کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کیلئے جنت میں ایک گھر بنا دیتا ہے۔

جناب رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَنْ سَدَّ فُرْجَةً رَفَعَهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً، وَبَنَى لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ»

---

① سنن ابن ماجه : 738- وصححه الألباني

② مصنف ابن أبي شيبة :7/ 492 ، السنة لابن أبي عاصم : 1107

’’ جو شخص خالی جگہ کو پُر کرے تو اللہ تعالی اس کی وجہ سے اس کا ایک درجہ بلند کر دیتا ہے اور اس کیلئے جنت میں ایک گھر بنا دیتا ہے۔‘‘ ①

⑩ دس مرتبہ سورت اخلاص پڑھنا

قرآن مجید کی جن سورتوں کی خصوصی طور پر فضیلت ثابت ہے ان میں سے ایک سورۃ الاخلاص ہے۔ جسے رسول اکرم ﷺ نے ’ثلث القرآن ‘ یعنی قرآن کے تیسرے حصے کے برابر قرار دیا ہے۔ اور یہ ایسی سورت ہے کہ جو شخص اس سے محبت کرتا ہو اور اسے بار بار پڑھتا ہو اس کیلئے اللہ تعالی جنت میں ایک محل بنا دیتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے :

«مَنْ قَرَأَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ حَتّٰى يَخْتِمَهَا عَشْرَ مَرَّاتٍ ، بَنَى اللّٰهُ لَهُ قَصْرًا فِي الْجَنَّةِ»

’’ جو شخص مکمل سورتِ اخلاص دس مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالی اس کیلئے جنت میں ایک محل بنا دیتا ہے۔‘‘

یہ سن کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہنے لگے : یا رسول اللہ ! تب تو میں یہ سورت بہت زیادہ پڑھوں گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: (اَللّٰهُ أَكْثَرُ وَأَطْيَبُ) ’’اللہ اور زیادہ دینے والا اور بہت اچھا ہے۔‘‘ ②

میرے بھائیو اور بہنو! اس عظیم الشان سورت کی محبت بندے کو جنت میں پہنچا دیتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری شخص مسجد قباء میں امامت کرتا تھا اور وہ جب بھی قراءت شروع کرتا تو سورۃ الاخلاص سے کرتا ، پھر کوئی دوسری سورت پڑھتا۔ اور وہ ہر رکعت میں اسی طرح کرتا تھا۔ اس کے مقتدیوں نے کہا: تم ہمیشہ اسی سورت کے ساتھ قراءت کی ابتداء کرتے ہو، پھر تم سمجھتے ہو کہ یہ تمھیں کافی نہیں ہوتی ، اسی لئے تم مزید قراءت کرتے ہو! یا تو تم اسی کو پڑھا کرو، یا پھر اس کو چھوڑ دو اور کوئی دوسری سورت پڑھا کرو۔ اس نے کہا: میں اسے چھوڑنے والا نہیں ، اگر تمھیں پسند ہو تو میں امامت جاری رکھوں ! اور اگر تمھیں پسند نہ ہو تو میں امامت ترک کر دیتا ہوں ! ان کے مقتدی حضرات انھیں اپنے میں سب سے بہتر سمجھتے تھے، اس لئے وہ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی اور ان کی جگہ پر امامت کرے۔ چنانچہ جب نبی ﷺ ان کے پاس آئے تو انھوں نے آپ ﷺ کو اس کے بارے میں بتایا۔ تو آپ ﷺ نے اس سے پوچھا:

«يَا فُلَانُ ! مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَفْعَلَ مَا يَأْمُرُكَ بِهِ أَصْحَابُكَ ، وَمَا يَحْمِلُكَ عَلٰى لُزُومِ هٰذِهِ السُّوْرَةِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ ؟»

---

① رواه الطبراني ۔ وصححه الألباني في صحيح الترغيب :505

② السلسلة الصحيحة :589

''اے فلاں آدمی! تمھیں تمھارے مقتدی جس بات کا کہتے ہیں تم اس پر عمل کیوں نہیں کرتے؟ اور کونسی چیز ہے جو تمھیں اس سورت کو ہر رکعت میں پڑھنے پر آمادہ کرتی ہے؟''

تو اس نے کہا: (إِنِّيْ أُحِبُّهَا) میں اس سورت (قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ) سے محبت کرتا ہوں۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا: « حُبُّكَ إِيَّاهَا أَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ »

''اُس سے تیری محبت نے ہی تجھے جنت میں داخل کر دیا ہے۔''①

اور جو شخص اِس عظیم الشان سورت سے محبت کرتا ہے، اس سے اللہ تعالی محبت کرتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک آدمی کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا۔ چنانچہ وہ جب اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھاتا تو اپنی قراءت کا اختتام ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ کے ساتھ کرتا۔ پھر جب وہ لوگ واپس لوٹے تو انھوں نے نبی ﷺ کے سامنے اسی بات کا تذکرہ کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« سَلُوْهُ لِأَيِّ شَيْئٍ يَصْنَعُ ذٰلِكَ » ''اس سے پوچھو، وہ اِس طرح کیوں کرتا تھا؟''

انھوں نے پوچھا تو اس نے کہا: « لِأَنَّهَا صِفَةُ الرَّحْمٰنِ وَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَقْرَأَ بِهَا »

کیونکہ اس سورت میں رحمان کی صفات ہیں اور میں ان کی قراءت کرنا پسند کرتا ہوں۔ تو نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: « أَخْبِرُوْهُ أَنَّ اللّٰهَ يُحِبُّهُ » ''اسے بتا دو کہ اللہ تعالی بھی اس سے محبت کرتا ہے۔''②

⑪ جھگڑے سے اجتناب کرنا

ہمارا دین تمام مومنوں کو بھائی بھائی قرار دیتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ ﴾③

اور مومنوں کے درمیان آپس کے تعلقات اِس طرح ہوتے ہیں کہ وہ صرف اللہ کے دین کی خاطر ایک دوسرے سے پیار ومحبت کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کا خیال رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کے ہمدرد ہوتے ہیں۔

اللہ تعالی نے اُن کے اِن تعلقات کو یوں بیان کیا ہے:

﴿ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ﴾④

''مومن مرد اور مومنہ عورتیں ایک دوسرے کے (مددگار ومعاون اور) دوست ہوتے ہیں۔''

اور اگر ان کے درمیان کبھی نزاع واقع ہو تو اسلام انھیں اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو

---

① صحیح البخاری :774م
② صحیح البخاری :7375، وصحیح مسلم :813
③ الحجرات49 :10
④ التوبة9 :71

معاف کردیں اوراپنے بھائی کی خاطر اپنے حق سے دستبردار ہو جائیں۔اورنوبت اِس حد تک نہ پہنچنے دیں کہ ان کے مابین جھگڑا ہو اور وہ ایک دوسرے پر ظلم وزیادتی کریں۔معاف کرنے اور جھگڑا ترک کرنے کی بڑی فضیلت ہے۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشادگرامی ہے:

«أَنَا زَعِيمٌ بِبَيْتٍ فِي رَبَضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَإِنْ كَانَ مُحِقًّا ... »[1]

''میں اس شخص کو جنت کے ادنی درجہ میں ایک گھر کی ضمانت دیتا ہوں جو حق پر ہونے کے باوجود جھگڑے سے اجتناب کرے...''

⑭ مزاح میں بھی جھوٹ سے بچنا

ہمارا دین سچ بولنے کا حکم دیتا اور جھوٹ بولنے سے منع کرتا ہے۔ سچ بولنا نیکی ہے اور جھوٹ بولنا بہت بڑا گناہ ہے۔ اور جھوٹ سے بچنا اِس قدر ضروری ہے کہ مذاق مذاق میں بھی جھوٹ نہیں بولنا چاہئے۔ اِس کی فضیلت کیا ہے! سنئے رسول اکرم ﷺ کا ارشاد۔آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَنَا زَعِيمٌ بِبَيْتٍ فِي رَبَضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَإِنْ كَانَ مُحِقًّا ، وَبِبَيْتٍ فِي وَسَطِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ وَإِنْ كَانَ مَازِحًا ...»[2]

''میں اس شخص کو جنت کے ادنی درجہ میں ایک گھر کی ضمانت دیتا ہوں جو حق پر ہونے کے باوجود جھگڑے سے اجتناب کرے۔اوراس شخص کو جنت کے درمیانے درجہ میں ایک گھر کی ضمانت دیتاہوں جو جھوٹ چھوڑ دے اگرچہ وہ مذاق کیوں نہ کررہا ہو......''

جبکہ کئی لوگ اپنی مجلسوں میں لطیفہ گوئی کرتے ہیں اور ہنستے ہنساتے ہیں۔اوران کے لطیفوں میں سے اکثر وبیشتر لطیفے جھوٹے ہوتے ہیں اوران کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔لہٰذا ایسے لطیفے بیان کرنے سے بچنا چاہئے۔

ہاں جھوٹ بولے بغیر جائز مزاح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔رسول اکرم ﷺ بھی بعض اوقات خوش طبعی کیلئے مزاح کرلیا کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے گذارش کی کہ اسے سواری فراہم کی جائے۔آپ نے فرمایا: میں تمھیں اونٹنی کا بچہ دونگا۔

اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں اونٹنی کے بچے کو کیا کرونگا؟

---

① سنن أبي داؤد: 4800- وحسنه الألباني

② سنن أبي داؤد: 4800- وحسنه الألباني

آپ ﷺ نے فرمایا: «وَهَلْ تَلِدُ الْإِبِلَ إِلَّا النُّوقُ» ''اونٹ کو بھی اونٹنی ہی جنم دیتی ہے۔''①

⑬ حسن اخلاق

اسلام میں حسن اخلاق کی بڑی اہمیت ہے۔توحید کے بعد سب سے بڑی چیز جو قیامت کے روز انسان کے ترازو میں بڑی وزنی ثابت ہوگی وہ ہے حسن اخلاق۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«مَا مِنْ شَيْءٍ يُوضَعُ فِي الْمِيزَانِ أَثْقَلَ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ ،وَإِنَّ صَاحِبَ حُسْنِ الْخُلُقِ لَيَبْلُغُ بِهِ دَرَجَةَ صَاحِبِ الصَّوْمِ وَالصَّلَاةِ»②

''ترازو میں رکھی جانے والی سب سے زیادہ وزنی چیز اچھے اخلاق کے سوا کچھ نہیں۔ اور اچھے اخلاق والا انسان اُس شخص کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے جو صوم وصلاۃ کا پابند ہو۔''

اور حسن اخلاق کی فضیلت اتنی زیادہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حسن اخلاق کا مظاہرہ کرنے والے شخص کو جنت کے اعلیٰ درجے میں ایک گھر کی ضمانت دی ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«أَنَا زَعِيمٌ بِبَيْتٍ فِي رَبَضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَإِنْ كَانَ مُحِقًّا ، وَبِبَيْتٍ فِي وَسَطِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ وَإِنْ كَانَ مَازِحًا ، وَبِبَيْتٍ فِي أَعْلَى الْجَنَّةِ لِمَنْ حَسَّنَ خُلُقَهُ»③

''میں اس شخص کو جنت کے ادنیٰ درجہ میں ایک گھر کی ضمانت دیتا ہوں جو حق پر ہونے کے باوجود جھگڑے سے اجتناب کرے۔اور اس شخص کو جنت کے درمیانے درجہ میں ایک گھر کی ضمانت دیتا ہوں جو جھوٹ چھوڑ دے اگر چہ وہ مذاق کیوں نہ کر رہا ہو۔اور اس شخص کو جنت کے اعلیٰ درجہ میں ایک گھر کی ضمانت دیتا ہوں جس کا اخلاق اچھا ہو۔''

⑭ مسلمانوں کی جماعت میں شامل رہنا

اسلام تمام مسلمانوں کو ایک امت اور ایک جماعت بننے کا حکم دیتا اور فرقہ بندی سے منع کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا﴾④

''تم سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور فرقوں میں مت بٹو۔''

---

① سنن أبي داؤد :4998، جامع الترمذي :1991- صححه الألباني

② جامع الترمذي :2003 - وصححه الألباني

③ سنن أبي داؤد :4800- وحسنه الألباني ④ آل عمران3 :103

لہٰذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ مسلمانوں کی جماعت میں شامل رہے اور ان سے الگ تھلگ نہ ہو۔ اور جو شخص ہر حال میں مسلمانوں کی جماعت میں شامل رہے اسے رسول اکرم ﷺ نے جنت کے وسط میں ایک گھر کی خوشخبری دی ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ ، وَإِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ ،فَإِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْوَاحِدِ وَهُوَ مِنَ الْإِثْنَيْنِ أَبْعَدُ ، مَنْ أَرَادَ بُحْبُوحَةَ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزَمِ الْجَمَاعَةَ .....»

''تم لوگ ضرور مسلمانوں کی جماعت میں شامل رہنا اور فرقہ واریت سے بچنا۔ کیونکہ شیطان اکیلے بندے کے ساتھ ہوتا ہے اور دو آدمیوں سے دور رہتا ہے۔ جو شخص جنت کے وسط میں رہنا چاہتا ہو تو وہ بہر صورت جماعت میں شامل رہے...''①

مسلمانوں کی جماعت میں ہر حال میں شامل رہنے کے بارے میں اِس حدیث کے علاوہ اور بھی کئی احادیث ہیں جن میں رسول اکرم ﷺ نے اِس کا حکم دیا ہے اور مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہونے سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ ارشاد فرمایا:

«وَأَنَا آمُرُكُمْ بِخَمْسٍ أَمَرَنِي اللّٰهُ بِهِنَّ :اَلسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ وَالْجِهَادُ وَالْهِجْرَةُ وَالْجَمَاعَةُ، فَإِنَّهُ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ قِيْدَ شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ إِلَّا أَن يَّرْجِعَ »②

''اور میں تمھیں اُن پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں جن کا حکم مجھے اللہ تعالی نے دیا ہے۔ (حکمرانوں کی بات کو) سنتے رہنا، ان کی اطاعت کرتے رہنا، جہاد جاری رکھنا، ہجرت (کرنی پڑے تو اس سے گریز نہ کرنا) اور (مسلمانوں کی) جماعت میں شامل رہنا۔ کیونکہ جو شخص ایک بالشت کے برابر بھی جماعت کو چھوڑ دے تو اس نے یقیناً اسلام کی پابندیوں کو اپنی گردن سے اتار کر پھینک دیا۔''

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہمیں جنت کے محلات میں داخل کرے اور ہمیں جہنم کے عذاب سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین

① جامع الترمذی : 2165 ۔ وصححه الألبانی

② جامع الترمذی :2863 ۔ وصححه الألبانی

دوسرا خطبہ

محترم حضرات! اپنے موضوع کو مکمل کرتے ہوئے کچھ مزید اعمال کا تذکرہ بھی سن لیجئے جن کے بسبب اللہ تعالی جنت میں گھر بنا دیتا ہے:

⑮ مریض کی عیادت کرنا

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: « مَنْ عَادَ مَرِيْضًا نَادَى مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ: طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ، وَتَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا »[1]

''جو شخص مریض کی عیادت کرے تو آسمان سے ایک اعلان کرنے والا اعلان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ تمھیں خوشحالی نصیب ہو، تمھارا چلنا بہت اچھا ہے اور تم نے جنت میں ایک گھر بنا لیا ہے۔''

⑯ مسلمان سے ملاقات کیلئے جانا

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: « إِذَا عَادَ الرَّجُلُ أَخَاهُ أَوْ زَارَهُ قَالَ اللّٰهُ لَهُ: طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ، وَتَبَوَّأْتَ مَنْزِلًا فِي الْجَنَّةِ »[2]

''جب ایک آدمی اپنے بھائی کی عیادت یا زیارت کرے تو اللہ تعالی اس سے کہتا ہے: تم اچھے ہو اور تمھارا چلنا بھی اچھا ہے اور تم نے جنت میں گھر بنا لیا ہے۔''

⑰ بازار میں داخل ہونے کی دعا پڑھنا

بازار میں جانا اور اس میں خرید وفروخت کرنا ہر انسان کی ضرورت ہے۔ بلکہ بعض اوقات دن میں کئی مرتبہ بازار جانا پڑتا ہے اور ضرورت کی اشیاء خریدنا پڑتی ہیں۔ اگر بازار میں داخل ہونے سے پہلے بندہ مسنون دعا پڑھ لے تو اس سے بہت ساری نیکیاں کمائی جا سکتی ہیں، بہت سارے گناہ مٹ سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ جنت میں ایک گھر کی خوشخبری بھی ملتی ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

« مَنْ قَالَ فِي السُّوقِ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ، بِيَدِهِ الْخَيْرُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ أَلْفَ أَلْفِ حَسَنَةٍ وَمَحَا عَنْهُ أَلْفَ أَلْفِ سَيِّئَةٍ، وَرَفَعَ لَهُ أَلْفَ أَلْفِ دَرَجَةٍ »

① سنن ابن ماجه: 1443 ـ وحسنه الألباني

② الأدب المفرد: 345ـ وحسنه الألباني

وفي رواية :(وَبَنَى لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ)①
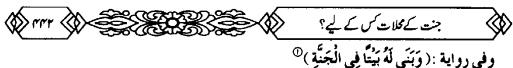
’’جو شخص بازار میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھے :

« لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ، يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ ، بِيَدِهِ الْخَيْرُ ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ »

تو اللہ تعالی اس کیلئے دس لاکھ نیکیاں لکھ دیتا ہے، دس لاکھ گناہ مٹا دیتا ہے اور دس لاکھ درجے بلند کردیتا ہے۔‘‘ جبکہ اِس حدیث کی ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں: ’’اور اس کیلئے جنت میں ایک گھر بنا دیتا ہے۔ ‘‘

آخر میں اللہ تعالی سے ایک بار پھر یہی دعا ہے کہ وہ ہم سب کو جنت کے محلات نصیب فرمائے۔ آمین

---

① جامع الترمذی :3428، 3429۔ وحسنه الألبانی

گناہوں کو مٹانے والے اعمال

اہم عناصرِ خطبہ:

① گناہوں کو مٹانے والے اعمال کا تذکرہ اور ان کے فضائل

② ایمان وعمل صالح ، ایمان وتقوی ، توبہ واستغفار ، نماز ، روزہ ، صدقہ وخیرات

③ وضوء ، مساجد کی طرف جانا ، اذکار وادعیہ ، صبر کرنا ، درود شریف پڑھنا.....وغیرہ

پہلا خطبہ

محترم حضرات!

ہم میں سے ہر شخص گناہگار ہے ۔ اور گناہوں کو مٹانے کیلئے ضروری ہے کہ ہم میں سے ہر شخص اللہ تعالی کی طرف رجوع کرے اور ان اعمال صالحہ کو سرانجام دے کہ جن کے ذریعے اللہ تعالی اپنے فضل وکرم سے اس کے گناہوں کو بخش دے ۔ اور انھیں نیکیوں میں تبدیل کردے ۔ تو آیئے آج کے خطبۂ جمعہ میں ان اعمال کا تذکرہ کرتے ہیں جو گناہوں کی بخشش کا موجب بنتے ہیں ۔

❶ ایمان وعمل صالح

گناہوں کی بخشش کا سب سے بڑا موجب ہے: سچا ایمان اور اس کے ساتھ عمل صالح ۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے : ﴿ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾①

''اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے رہے تو ہم ضرور بالضرور ان کے گناہوں کو معاف کردیں گے اور انھیں ان کے نیک اعمال کا بہترین بدلہ دیں گے ۔''

اسی طرح اللہ تعالی کا فرمان ہے : ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ﴾②

''اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے رہے اور اس چیز پر ایمان لائے جو محمد (ﷺ) پر نازل کی گئی اور وہی ان کے رب کی جانب سے برحق ہے ، تو اللہ تعالی نے ان کے گناہ مٹا دیئے اور ان کی حالت کو

① العنکبوت29 :7 ② محمد47 :2

سنوار دیا۔''

یہ دونوں آیاتِ کریمہ اس بات کی دلیل ہیں کہ مومن سچا ایمان رکھتا ہو اور اس کے ساتھ ساتھ عمل صالح بھی کرتا رہتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

❷ ایمان وتقویٰ

گناہوں کو مٹانے کا ایک اور سبب ہے: ایمان کے ساتھ تقویٰ اختیار کرنا۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے گناہوں سے پرہیز کرنا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ﴾[1]

''اور اگر اہل کتاب بھی ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان کے گناہ بھی مٹا دیتے اور انھیں نعمتوں والی جنت میں داخل کر دیتے۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّ يُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴾[2]

''اے ایمان والو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تو وہ تمھیں حق و باطل میں تمیز کرنے کی صلاحیت سے نوازے گا اور تمھارے گناہوں کو مٹا دے گا اور تمھیں معاف کر دے گا۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۞ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ۞ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾[3]

''اور جو سچی بات لے کر آیا اور اس کی تصدیق کی، ایسے ہی لوگ متقی ہیں۔ ان کے لئے ان کے رب کے پاس ہر وہ چیز ہے جس کی وہ خواہش کریں گے۔ نیکی کرنے والوں کا یہی بدلہ ہے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے سب سے بُرے کاموں کو معاف کر دے اور انھوں نے جو سب سے اچھے کام کئے تھے ان کا انھیں اجر عطا کرے۔''

یہ تینوں آیاتِ کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ بندہ اگر تقویٰ اختیار کرے، اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور اپنے دامن کو گناہوں کی غلاظت سے پاک رکھنے کی کوشش کرتا رہے، خاص طور پر کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔

---

① المائدة 5:65 ② الأنفال 8:29 ③ الزمر 39:33-35

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا﴾[1]

''اگر تم لوگ ان کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو جن سے تمھیں منع کیا گیا ہے تو ہم تمھارے گناہ مٹا دیں گے اور تمھیں عزت وتکریم والا مقام عطا کریں گے۔''

❷ توبۂ صادقہ اور استغفار

گناہوں کی بخشش کا ایک بہت بڑا سبب سچی توبہ کرنا اور اللہ تعالیٰ سے صدق دل سے معافی مانگنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا إِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا عَسٰى رَبُّكُمْ أَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ﴾[2]

''اے ایمان والو! تم اللہ کے سامنے سچی اور خالص توبہ کرو، قریب ہے کہ تمھارا رب تمھارے گناہ مٹا دے اور تمھیں ان جنتوں میں داخل کر دے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔''

اور توبہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے گناہوں پر ندامت کا اظہار کرے، معافی مانگے، آئندہ زندگی میں گناہوں کے قریب نہ جانے کا عزم کرے اور مختلف نیک اعمال کے ساتھ اپنی اصلاح کرے۔ خصوصا دین کے فرائض پر پابندی کرے اور فرائض کے ساتھ ساتھ نوافل بھی کثرت سے ادا کرے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾[3]

''مگر جو شخص توبہ کرے، ایمان لے آئے اور نیک عمل کرے تو اللہ ایسے لوگوں کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بڑا معاف کرنے والا، بے حد مہربان ہے۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَإِنِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾[4]

''سوائے اس شخص کے جس نے (گناہ کر کے اپنی جان پر) ظلم کیا، پھر برائی کے بعد اس نے (اسے) نیکی سے بدل دیا تو میں یقینا بہت ہی بخشنے والا اور بڑا ہی مہربان ہوں۔''

اور ایک حدیث قدسی میں ارشاد ہے:

«يَا ابْنَ آدَمَ! إِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ عَلٰى مَا كَانَ فِيْكَ وَلَا أُبَالِي»

''اے ابن آدم! اگر تو صرف مجھے پکارتا رہے اور تمام امیدیں مجھ سے وابستہ رکھے تو خواہ تم سے جو بھی گناہ

---

[1] النساء 4:31 [2] التحریم 66:8 [3] الفرقان 25:70 [4] النمل 27:11

سر زد ہوا ہو میں تمھیں معاف کرتا رہوں گا اور میں کوئی پرواہ نہیں کروں گا۔"

«يَا ابْنَ آدَمَ! لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ وَلَا أُبَالِي»

"اور اگر تیرے گناہ آسمان تک پہنچ جائیں، پھر تم مجھ سے معافی طلب کرلو تو میں تمھیں معاف کردونگا اور میں کوئی پرواہ نہیں کرونگا۔"

«يَا ابْنَ آدَمَ! إِنَّكَ لَوْ أَتَيْتَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيتَنِي لَا تُشْرِكُ بِي شَيْئًا لَأَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً»[1]

"اور اگر تو میرے پاس زمین کے برابر گناہ لیکر آئے، پھر تمھاری مجھ سے ملاقات اس حال میں ہو کہ تم میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتے تھے تو میں زمین کے برابر تجھے مغفرت سے نوازوں گا۔"

④ مکمل وضو کرنا

نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: «مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِهِ»[2]

"جو شخص اچھی طرح وضو کرے، تو اس کے گناہ اس کے جسم سے نکل جاتے ہیں، یہاں تک کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جاتے ہیں۔"

⑤ مساجد کی طرف چل کر آنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ تَطَهَّرَ فِي بَيْتِهِ ثُمَّ مَشَى إِلَى بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللّٰهِ، لِيَقْضِيَ فَرِيضَةً مِنْ فَرَائِضِ اللّٰهِ، كَانَتْ خُطْوَتَاهُ إِحْدَاهُمَا تَحُطُّ خَطِيئَةً وَالْأُخْرَى تَرْفَعُ دَرَجَةً»[3]

"جو شخص اپنے گھر میں وضو کرے، پھر اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر کی طرف روانہ ہو جائے اور اس کا مقصد صرف اللہ کے فرائض میں سے ایک فریضہ کو ادا کرنا ہو تو اس کے دو قدموں میں سے ایک قدم ایک گناہ کو مٹاتا ہے اور دوسرا ایک درجہ بلند کرتا ہے۔"

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى مَا يَمْحُو اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا، وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ؟»

---

① جامع الترمذی: 3540 - وصححه الألبانی ② صحیح مسلم: 245

③ صحیح مسلم: 666

''کیا میں تمھیں وہ عمل نہ بتاؤں جس کے ساتھ اللہ تعالی گناہوں کو مٹاتا اور درجات کو بلند کرتا ہے؟''

انھوں نے کہا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول!

تو آپ ﷺ نے فرمایا: «إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ» ''مشقتوں کے وقت مکمل وضو کرنا۔''

«وَكَثْرَةُ الْخُطَا إِلَى الْمَسَاجِدِ» '' مساجد کی طرف زیادہ سے زیادہ قدم اٹھانا۔''

«وَانْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ» '' اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔''

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: «فَذَلِكُمُ الرِّبَاطُ، فَذَلِكُمُ الرِّبَاطُ»

''یہی جہاد ہے۔ یہی جہاد ہے۔''①

اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«وَمَا مِنْ رَجُلٍ يَتَطَهَّرُ فَيُحْسِنُ الطُّهُورَ ثُمَّ يَعْمِدُ إِلَى مَسْجِدٍ مِنْ هَذِهِ الْمَسَاجِدِ إِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ يَخْطُوهَا حَسَنَةً وَيَرْفَعُهُ بِهَا دَرَجَةً، وَيَحُطُّ عَنْهُ بِهَا سَيِّئَةً»

''اور کوئی بھی شخص جو اچھی طرح سے وضو کرنے کے بعد ان مساجد میں سے کسی مسجد کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس کے ہر ہر قدم پر اللہ تعالی اس کیلئے ایک نیکی لکھ دیتا ہے، اس کے بدلے میں ایک درجہ بلند کر دیتا ہے اور اس کی ایک برائی کو مٹا دیتا ہے۔''②

❻ پانچ نمازیں

گناہوں کو مٹانے کا ایک اور بڑا سبب دن اور رات میں پانچوں نمازیں پابندی کے ساتھ ادا کرنا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ، وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ، وَرَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ، مُكَفِّرَاتٌ مَا بَيْنَهُنَّ، إِذَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ»③

''پانچ نمازیں، ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک ماہِ رمضان دوسرے ماہِ رمضان تک درمیان والے گناہوں کا کفارہ ہوتے ہیں، بشرطیکہ وہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرے۔''

اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَا مِنِ امْرِئٍ مُسْلِمٍ تَحْضُرُهُ صَلَاةٌ مَكْتُوبَةٌ، فَيُحْسِنُ وُضُوءَهَا وَخُشُوعَهَا وَرُكُوعَهَا، إِلَّا كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا قَبْلَهَا مِنَ الذُّنُوبِ، مَا لَمْ يَأْتِ كَبِيرَةً، وَذَلِكَ الدَّهْرَ كُلَّهُ»

① صحيح مسلم: 251 ② صحيح مسلم: 654 ③ صحيح مسلم: 233

''جب کسی فرض نماز کا وقت شروع ہو جائے اور مسلمان آدمی اس کیلئے اچھی طرح سے وضو کرے، پھر اس میں انتہائی خشوع وخضوع اختیار کرے اور اس میں رکوع مکمل اطمینان سے کرے تو وہ نماز اس کیلئے پہلے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے، بشرطیکہ وہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہ کرے۔ اور یہ فضیلت قیامت تک کیلئے ہے۔''①

اسی طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک آدمی آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! میں نے ایک ایسے گناہ کا ارتکاب کرلیا ہے جس پر حد واجب ہوتی ہے، لہٰذا آپ مجھ پر وہ حد نافذ کریں۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کوئی پوچھ گچھ نہ کی کہ کونسے گناہ کا ارتکاب کیا ہے اور کیسے کیا ہے۔ اس کے بعد جب نماز کا وقت ہوا تو اس نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے دوبارہ وہی بات کی، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «أَلَيْسَ قَدْ صَلَّيْتَ مَعَنَا ؟» ''کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی؟'' اس نے کہا: جی پڑھی ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ غَفَرَ لَكَ ذَنْبَكَ»

''جاؤ اللہ تعالیٰ نے تمھارا گناہ معاف کردیا ہے۔''②

❼ اذان کے بعد دعا پڑھنا

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص جب مؤذن کو سنے اور یہ دعا پڑھے: «أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ ، رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا وَبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا»

تو اس کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔''③

❽ فرشتوں کی آمین کے ساتھ آمین کہنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوا ، فَإِنَّهُ مَنْ وَّافَقَ تَأْمِيْنُهُ تَأْمِيْنَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ»

''جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہا کرو۔ کیونکہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے موافقت کر جائے تو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔''④

---

① صحیح مسلم :228 ② صحیح البخاری :6823 ، صحیح مسلم :2765
③ صحیح مسلم :386 ④ صحیح البخاری :780 ، صحیح مسلم :410

⑨ امام کے پیچھے قومہ میں (اللهم ربنا لك الحمد) کہنا

نبی ﷺ کا ارشاد ہے: «إِذَا قَالَ الْإِمَامُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه فَقُولُوا: اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، فَإِنَّهُ مَنْ وَّافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ» ①

''جب امام کہے: سمع الله لمن حمده تو تم کہو: اللهم ربنا لك الحمد، کیونکہ جس کا یہ کہنا فرشتوں کے کہنے سے موافقت کر جاتا ہے تو اس کے پچھلے تمام گناہوں کو معاف کر دیا جاتا ہے۔''

⑩ دن میں سو مرتبہ (سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ) پڑھنا

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: « مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ، فِيْ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ، حُطَّتْ عَنْهُ خَطَايَاهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ» ②

''جو شخص دن میں ایک سو مرتبہ (سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ) پڑھے تو اس کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں خواہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔''

⑪ دن میں سو مرتبہ « لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ » پڑھنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص دن میں سو مرتبہ یہ دعا پڑھے: « لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ »

تو یہ اس کیلئے دس گردنوں کو آزاد کرنے کے برابر ہے، اس کیلئے سو نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور اس کے سو گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اور یہ دعا شام ہونے تک اس کیلئے شیطان کے سامنے قلعہ بنی رہتی ہے۔'' ③

⑫ تسبیحات پڑھنا

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَا عَلَى الْأَرْضِ رَجُلٌ يَقُوْلُ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، إِلَّا كُفِّرَتْ عَنْهُ ذُنُوبُهُ وَلَوْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ»

''خطۂ زمین پر جو شخص بھی یہ کلمات کہے: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ تو اس کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں چاہے وہ سمندر کی جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔'' ④

---

① صحيح مسلم :409
② صحيح البخاری :6405 ، صحيح مسلم :2691
③ صحيح البخاری :3293 ، صحيح مسلم :2691
④ جامع الترمذی :3460۔ وحسنه الألبانی

⑬ رمضان المبارک کے روزے رکھنا

گناہوں کی بخشش کا موجب بننے والے اعمال میں ایک بڑا عمل رمضان المبارک کے روزے رکھنا ہے جو کہ دین اسلام کے فرائض میں سے ایک فریضہ ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ» ①

''جس نے حالت ایمان میں اللہ سے حصول ثواب کی نیت سے رمضان المبارک کے روزے رکھے تو اس کے سابقہ گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔''

⑭ لیلۃ القدر کا قیام

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: (مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)

''جو شخص ایمان کے ساتھ اور طلبِ اجر وثواب کی خاطر لیلۃ القدر کا قیام کرے اس کے سابقہ گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔'' ②

⑮ یوم عرفہ کا روزہ رکھنا

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

«صَوْمُ يَوْمِ عَرَفَةَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ وَالَّتِي بَعْدَهُ»

''یوم عرفہ کے روزہ کے متعلق مجھے اللہ سے امید ہے کہ وہ پچھلے ایک سال اور آنے والے ایک سال کے گناہوں کے لئے کفارہ بن جائے گا۔'' ③

⑯ یوم عاشوراء کا روزہ رکھنا

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے یومِ عاشوراء کے روزے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: (يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ) ④

یعنی ''پچھلے ایک سال کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔''

⑰ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنا

اسی طرح گناہوں کی بخشش کا موجب بننے والے امور میں سے ایک حج بیت اللہ کا فریضہ سرانجام دینا

---

① صحیح البخاری :38، صحیح مسلم :760 ② صحیح البخاری :2014 ، صحیح مسلم :760
③ صحیح مسلم: 1162 ④ صحیح مسلم :1162

ہے۔اور یہ بھی دین اسلام کے فرائض میں سے ایک فریضہ ہے۔

رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«مَنْ حَجَّ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ»

''جس نے حج کیا اور اس دوران بے ہودگی اور اللہ کی نافرمانی سے بچا رہا تو وہ اس طرح واپس لوٹے گا جیسے اس کی ماں نے اس کو جنم دیا تھا۔''①

⑱ عمرہ کرنا

اسی طرح گناہوں کو مٹانے والے اعمال میں سے ایک عمل ہے: عمرہ کرنا

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: «اَلْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا»②

''ایک عمرہ دوسرے عمرے تک، دونوں کے مابین ہونے والے گناہوں کیلئے کفارہ ہے۔''

⑲ خفیہ طور پر صدقہ وخیرات کرنا

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِن تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَإِن تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَيُكَفِّرُ عَنكُم مِّن سَيِّئَاتِكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾③

''اگر تم خیرات ظاہراً دو تو وہ بھی خوب ہے اور اگر پوشیدہ دو اور دو بھی اہل حاجت کو تو وہ خوب تر ہے۔ اور (اس طرح کا دینا) تمھارے گناہوں کو بھی دور کر دے گا۔ اور اللہ کو تمھارے سب کاموں کی خبر ہے۔''

⑳ آزمائشوں، تکلیفوں اور مصیبتوں میں صبر وتحمل کا مظاہرہ کرنا

پیارے نبی جناب محمد ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ ، وَلَا هَمٍّ وَلَا حَزَنٍ ، وَلَا أَذًى وَلَا غَمٍّ ، حَتَّى الشَّوْكَةُ الَّتِي يُشَاكُهَا ، إِلَّا كَفَّرَ اللَّهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ»④

''مسلمان کو جب تھکاوٹ یا بیماری لاحق ہوتی ہے یا وہ حزن وملال اور تکلیف سے دوچار ہوتا ہے حتی کہ اگر ایک کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔''

---

① صحيح البخارى :1819، صحيح مسلم :1350

② صحيح البخارى :1773، صحيح مسلم :1349

③ البقرة2 271

④ صحيح البخارى:5641-5642، صحيح مسلم :2573
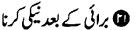
⓫ برائی کے بعد نیکی کرنا

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿إِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ﴾ ①

''بے شک نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔''

اور رسول اکرم ﷺ نے جناب ابوذر رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا:

«اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُمَا كُنْتَ،وَأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا،وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ» ②

''تم جہاں کہیں رہو اللہ تعالی سے ڈرتے رہنا۔ اور برائی کے بعد نیکی کرنا جو اسے مٹا دے گی۔ اور لوگوں سے اچھے اخلاق کے ساتھ گھول میل رکھنا۔''

⓬ گناہ کرنے کے بعد دو رکعتیں پڑھنا

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: «مَا مِنْ رَجُلٍ يُذْنِبُ ذَنْبًا ، ثُمَّ يَقُومُ فَيَتَطَهَّرُ ، ثُمَّ يُصَلِّي، ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، إِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ» ③

''جب کوئی شخص کسی گناہ کا ارتکاب کرے، پھر کھڑا ہو جائے اور وضو کر کے نماز پڑھے، پھر اللہ تعالی سے مغفرت طلب کرے تو اللہ تعالی اسے یقیناً معاف کر دیتا ہے۔''

⓭ بوقت ملاقات مصافحہ کرنا

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ إِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ أَنْ يَتَفَرَّقَا»

''جو دو مسلمان بوقتِ ملاقات مصافحہ کریں تو ان کے جدا جدا ہونے سے پہلے ان کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔'' ④

اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد ہے: « مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ الْتَقَيَا فَأَخَذَ أَحَدُهُمَا بِيَدِ صَاحِبِهِ ، إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ أَنْ يَحْضُرَ دُعَاءَ هُمَا ، وَلَا يُفَرِّقَ بَيْنَ أَيْدِيهِمَا حَتّٰى يَغْفِرَ لَهُمَا» ⑤

''جو دو مسلمان بوقتِ ملاقات ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑتے (مصافحہ کرتے) ہیں اللہ تعالی پر ان کا حق ہے کہ وہ ان کی دعا کو قبول کرے اور ان کے ہاتھ الگ الگ ہونے سے قبل ان کی مغفرت کر دے۔''

---

① هود 11: 114　　② جامع الترمذی :1987 ۔ وحسنه الألبانی

③ جامع الترمذی : 406 ۔ وحسنه الألبانی　　④ جامع الترمذی :2727۔ وصححه الألبانی

⑤ أخرجه الإمام أحمد فی المسند:12474 وقال شعيب الأرناؤط : صحيح لغيره ، وحسنه الألبانی فی الصحيحة :525

㉔ کفارۂ مجلس

مجلس سے اٹھ کر جاتے ہوئے یہ دعا پڑھنی چاہیے:

«سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ»

''اے اللہ! تو پاک ہے اور اپنی تعریف کے ساتھ ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی سچا معبود نہیں، میں تجھ سے معافی چاہتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔''

اس دعا کو پڑھنے کا فائدہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اس کے بارے میں ارشاد فرمایا:

(كَفَّارَةٌ لِمَا يَكُونُ فِي الْمَجْلِسِ)①

''دوران مجلس جو گناہ سرزد ہوتے ہیں، انہیں معاف کر دیا جاتا ہے۔''

㉕ سلام کو پھیلانا اور اچھی گفتگو کرنا

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: «إِنَّ مِنْ مُوجِبَاتِ الْمَغْفِرَةِ: بَذْلُ السَّلَامِ وَحُسْنُ الْكَلَامِ»

''مغفرت کا موجب بننے والے امور میں سے سلام پھیلانا اور اچھی گفتگو کرنا بھی ہے۔''②

㉖ نبی ﷺ پر درود شریف پڑھنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَاحِدَةً، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ، وَحَطَّ عَنْهُ عَشْرَ خَطِيئَاتٍ، وَرَفَعَ لَهُ عَشْرَ دَرَجَاتٍ»③

''جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، اس کے دس گناہ مٹا دیتا ہے اور اس کے دس درجات بلند کرتا ہے۔''

سامعین محترم! ہم نے گناہوں کو مٹانے والے اعمال کا تذکرہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو ان اعمال کی توفیق دے اور ہمارے گناہوں کو مٹا دے اور ہمیں اپنی رضامندی اور خوشنودی سے نوازے۔

آمین

---

① سنن أبي داؤد :4859۔ الألباني : حسن صحيح

② رواه الطبراني وصححه الألباني في صحيح الترغيب والترهيب :2699

③ صحيح الجامع :6359

دوسرا خطبہ

محترم حضرات! آج کے موضوع کو مکمل کرتے ہوئے آخر میں یہ بھی جان لیجئے کہ جو لوگ ان مجالس میں بیٹھتے ہیں جن میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے، جن میں اللہ کے دین کی گفتگو ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو بھی معاف کر دیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً يَطُوفُونَ فِي الطُّرُقِ،يَلْتَمِسُونَ أَهْلَ الذِّكْرِ ، فَإِذَا وَجَدُوا قَوْمًا يَذْكُرُونَ اللّٰهَ تَنَادَوْا :هَلُمُّوا إِلٰى حَاجَتِكُمْ) قَالَ :(فَيَحُفُّونَهُمْ بِأَجْنِحَتِهِمْ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا »

''بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ کے ایسے فرشتے ہیں جو راستوں میں چلتے پھرتے رہتے ہیں، ان کا اور کوئی کام نہیں سوائے اس کے کہ وہ اہل ذکر کی تلاش میں رہتے ہیں۔ لہذا جب وہ ایسے لوگوں کو پالیتے ہیں تو وہ ایک دوسرے کو پکار کر کہتے ہیں: آجاؤ تم جس چیز کے متلاشی تھے وہ یہاں ہے۔ پھر وہ بھی اہل الذکر کے ساتھ بیٹھ کر انھیں اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔ (اور ان کی تعداد اس قدر زیادہ ہوتی ہے کہ) اس مجلس سے آسمانِ دنیا تک سارے فرشتے ہی فرشتے ہوتے ہیں۔''

''پھر (جب وہ آسمان کی طرف چلے جاتے ہیں تو) اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان کے حال کو زیادہ جانتا ہے: میرے بندے کیا کہہ رہے ہیں؟

وہ جواب دیتے ہیں: وہ تیری تسبیح، تیری بڑائی، تیری تعریف اور تیری بزرگی بیان کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انھوں نے مجھے دیکھا ہے؟

فرشتے کہتے ہیں: نہیں، انھوں نے تجھے نہیں دیکھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر انھوں نے مجھے دیکھا ہوتا تو پھر ان کی حالت کیا ہوتی؟

فرشتے کہتے ہیں: اگر انھوں نے تجھے دیکھا ہوتا تو وہ یقیناً تیری عبادت اور زیادہ کرتے۔ اور تیری بزرگی، تیری تعریف اور تیری تسبیح اور زیادہ بیان کرتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ مجھ سے کس چیز کا سوال کرتے ہیں؟

فرشتے کہتے ہیں: وہ تجھ سے تیری جنت کا سوال کرتے ہیں.

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انھوں نے میری جنت کو دیکھا ہے؟

وہ کہتے ہیں: نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر وہ جنت کو دیکھ لیتے تو پھر ان کی کیفیت کیا ہوتی ؟

فرشتے کہتے ہیں: اگر انھوں نے اسے دیکھا ہوتا تو وہ اور زیادہ اس کیلئے شوقین ہوتے اور مزید اس کی طلب اور رغبت رکھتے۔

اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے: وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں؟

فرشتے جواب دیتے ہیں: جہنم کی آگ سے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انھوں نے اسے دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں: نہیں دیکھا.

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر وہ اسے دیکھ لیتے تو پھر ان کی حالت کیا ہوتی ؟

فرشتے جواب دیتے ہیں : اگر وہ اسے دیکھ چکے ہوتے تو اس سے اور زیادہ دور بھاگتے اور اس سے مزید ڈرتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: «فَأُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ»

''میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے انھیں معاف کر دیا ہے.''

فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے : اس مجلس میں فلاں بندہ بھی تھا جو ان میں سے نہیں ، بلکہ وہ کسی کام کیلئے آیا تھا، پھر ان کے ساتھ بیٹھ گیا.

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: «وَلَهُ غَفَرْتُ ، هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقَى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ»

''میں نے اسے بھی معاف کر دیا۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا شخص بھی محروم نہیں ہوتا۔''[1]

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کے تمام گناہوں کو معاف فرمائے اور ان گناہوں کو اپنے فضل وکرم سے نیکیوں میں تبدیل کر دے۔ اور عذاب قبر اور قیامت کے دن کی رسوائی سے محفوظ رکھے۔ آمین

---

① صحیح البخاری :6408 ، صحیح مسلم :2689

مسلمان کی زندگی میں وقت کی اہمیت

اہم عناصرِ خطبہ:

① فارغ وقت ایک بہت بڑی نعمت ہے

② فارغ وقت کو ضائع اور برباد کرنے کے مختلف ذرائع

③ وقت اور زمانے کی اہمیت

④ کم وقت میں بہت سے فوائد وثمرات حاصل کرنے کے ذرائع

پہلا خطبہ

محترم حضرات ! اللہ تعالی نے ہم پر بے شمار اوران گنت احسانات کئے ہیں ۔ اور ہمیں لا تعداد نعمتوں سے نوازا ہے ۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے :

﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ﴾①

’’ اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی برسایا ۔ پھر اس کے ذریعے تمھارے کھانے کو پھل پیدا کئے ۔ اور اس نے تمھارے لئے کشتیوں کو مسخر کیا کہ اس کے حکم سے سمندر میں رواں ہوں ۔ اور دریاؤں کو بھی تمھارے لئے مسخر کیا ۔ ‘‘

پھر فرمایا: ﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ ☆ وَ اٰتٰكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ﴾②

’’ اور اس نے تمھارے لئے سورج اور چاند کو مسخر کیا جو لگاتار چل رہے ہیں ۔ اور رات اور دن کو بھی تمھاری خاطر کام پر لگا دیا ۔ اور جو کچھ بھی تم نے اللہ سے مانگا ، اس نے تمھیں وہ سب کچھ عطا کیا ۔ اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو کبھی ان کا حساب نہیں رکھ سکو گے ۔ بے شک انسان تو ہے ہی بے انصاف اور ناشکرا ۔ ‘‘

ان آیات میں غور کریں تو اللہ تعالی نے اپنی متعدد نعمتوں میں سے ایک نعمت خاص طور پر ذکر فرمائی اور وہ ہے : دن اور رات کو انسانوں کیلئے مسخر کرنا ۔ اور دن اور رات ہی درحقیقت ’وقت‘ ہیں اور انسان کی زندگی دن اور

① ابراهیم14 :32 ② ابراهیم14 :33-34

رات پر مشتمل اسی 'وقت' کا نام ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ 'وقت' اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ جس کی ہم میں سے بہت سے لوگ قدر نہیں کرتے۔ اور اسے فضول کاموں میں ضائع کر دیتے ہیں۔

جبکہ اللہ تعالیٰ نے دن اور رات پر مشتمل 'وقت' کی اہمیت کو واضح کرنے کیلئے قسم کھاتے ہوئے فرمایا:

﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ☆ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى﴾ ①

''رات کی قسم جب وہ چھا جائے اور دن کی قسم جب وہ روشن ہو جائے۔''

اسی طرح دن کی بعض خاص ساعات کی قسم کھا کر بھی اس کی اہمیت کو واضح فرمایا۔ چنانچہ فجر کے وقت کی قسم کھاتے ہوئے فرمایا: ﴿وَالْفَجْرِ﴾ ''فجر کی قسم!''

اور چاشت کے وقت کی قسم کھاتے ہوئے فرمایا: ﴿وَالضُّحٰى﴾ ''چاشت کے وقت کی قسم!''

اور عصر کے وقت کی قسم کھاتے ہوئے فرمایا: ﴿وَالْعَصْرِ﴾ ''عصر کے وقت کی قسم!''

یا اس کا معنی: ''زمانے کی قسم!'' بھی کیا گیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ زمانہ (یعنی وقت) اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خود انتہائی عظیم الشان ہے، تو وہ قسم بھی عظیم الشان چیز ہی کی کھاتا ہے۔ لہذا ہمیں بھی 'وقت' کی قدر کرنی چاہئے اور اس کے ضیاع سے بچنا چاہئے۔

بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ زمانے کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہر انسان خسارے میں ہے سوائے اُس کے جس میں چار چیزیں پائی جاتی ہوں۔ اور اِس کا مطلب یہ ہے کہ خسارے سے بچنے والا انسان بس وہی ہے جو اپنی زندگی کے قیمتی اوقات کو ان چار چیزوں کے ساتھ مشغول رکھتا ہے۔ اور وہ چار یہ ہیں:

ایمان، عمل صالح، دعوت الی اللہ اور صبر۔

اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ: الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ» ②

''دو نعمتیں ایسی ہیں کہ جن میں بہت سارے لوگ گھاٹے میں رہتے ہیں۔ اور وہ ہیں: صحت اور فراغت۔''

یعنی زیادہ تر لوگ یہ دو نعمتیں پا کر بھی ان سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور انھیں ضائع کر کے گھاٹے میں رہتے ہیں۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان دو نعمتوں سے فائدہ اٹھانے والے لوگ کم ہی ہیں۔

زیادہ تر لوگ صحت وتندرستی جیسی عظیم نعمت کی قدر نہیں کرتے۔ اور اپنے فارغ اوقات کو مختلف امور میں ضائع کر دیتے ہیں۔

---

① اللیل 92: 1-2

② صحیح البخاری: 6412

سیف الیمانیؒ کہتے ہیں کہ

(إِنَّ مِنْ عَلَامَةِ إِعْرَاضِ اللّٰهِ عَنِ الْعَبْدِ أَن يُّشْغِلَهُ بِمَا لَا يَنْفَعُهُ)

''بندے سے اللہ تعالی کے اعراض کی علامات میں سے ایک علامت یہ ہے کہ وہ اسے اُس چیز میں مشغول کردے جو اُس کیلئے نفع بخش نہ ہو۔''

☆ چنانچہ بعض لوگ اپنے دوستوں کے ساتھ گھوم پھر کر یا ان کے ساتھ محفلیں منعقد کر کے اپنا فارغ وقت برباد کر دیتے ہیں۔

ایسے لوگوں کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ وہ اپنے قیمتی اوقات کو جن دوستوں کی وجہ سے برباد کرتے ہیں ان کی دوستی قیامت کے روز ان کیلئے شدید پچھتاوے اور حسرت وندامت کا باعث بن جائے گی۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ☆ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ☆ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ﴾[1]

''اُس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو چبا چبا کر کہے گا: کاش! میں نے رسول کے ساتھ ہی اپنی روش اختیار کی ہوتی۔ ہائے افسوس، کاش! میں نے فلاں شخص کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا۔ اس نے تو میرے پاس نصیحت آجانے کے بعد مجھے ورغلایا۔''

برے دوستوں کی وجہ سے بندہ بہت زیادہ نقصان اٹھاتا ہے اور ان کی یاری دوستی کی وجہ سے وہ اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ گنوا دیتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ ایک مثال کے ذریعے اچھے دوست کے فوائد اور برے دوست کے نقصانات سے آگاہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

«مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَالسُّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيْرِ،فَحَامِلُ الْمِسْكِ إِمَّا أَنْ يُّحْذِيَكَ،وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ،وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا طَيِّبَةً، وَنَافِخُ الْكِيْرِ إِمَّا أَنْ يُّحَرِّقَ ثِيَابَكَ،وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيْحًا خَبِيْثَةً»[2]

''اچھے اور برے ساتھی کی مثال عطر فروش اور بھٹی دھونکنے والے انسان کی طرح ہے۔ عطر فروش یا تو آپ کو عطر ہدیۃً دے دے گا یا آپ اس سے خرید یں گے یا کم از کم آپ کو اس سے اچھی خوشبو ضرور آئے گی۔ اور بھٹی

① الفرقان25 :27-29
② صحیح البخاری : 5534

دھو نکلنے والا انسان یا آپ کے کپڑے جلا ڈالے گا یا کم از کم آپ کو اس سے بد بو ضرور آئے گی۔“

لہٰذا اچھے لوگوں کو دوست بنا کر اور برے لوگوں کو دوست نہ بنا کر اپنے قیمتی اوقات کو برباد ہونے سے بچانا چاہئے۔

ورنہ یہ بات یاد رکھیں کہ جن محفلوں اور مجلسوں میں بیٹھ کر ہم فضول اور بے ہودہ گفتگو کرتے ہوئے وقت پاس کرتے ہیں یہی محفلیں اور مجلسیں قیامت کے روز ہمارے لئے باعث حسرت وندامت بن جائیں گی۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے :« مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ وَلَمْ يُصَلُّوْا عَلٰى نَبِيِّهِمْ ﷺ إِلَّا كَانَ مَجْلِسُهُمْ عَلَيْهِمْ تِرَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُمْ وَإِنْ شَاءَ أَخَذَهُمْ »[1]

”جو لوگ کسی ایسی مجلس میں بیٹھتے ہیں کہ اس میں نہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور نہ ہی اپنے نبی ﷺ پر درود شریف بھیجتے ہیں تو وہ مجلس ان کیلئے قیامت کے روز نقص اور حسرت وندامت کا باعث بنے گی۔اگر اللہ تعالی چاہے گا تو انھیں معاف کردے گا اور اگر چاہے گا تو ان کی گرفت کرے گا۔“

☆ اور بعض لوگ کہانیوں ، داستانوں اور من گھڑت واقعات پر مشتمل ڈائجسٹ اور رسالے پڑھ کر اپنا فارغ وقت ضائع کردیتے ہیں۔

کاش کہ یہ لوگ جن اوقات میں قصے، کہانیاں پڑھتے ہیں ، اُن میں قرآن مجید کی تفسیر ، یا حدیث نبوی ، یا سیرت طیبہ یا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے سچے واقعات کا مطالعہ کرتے تو اللہ تعالی ان کی عمر کو کس قدر بابرکت بنا دیتا!

☆ اور بعض لوگ رات کو بہت دیر تک جاگتے رہتے ہیں اور رات کی اُن ساعات کو فضول کاموں میں برباد کردیتے ہیں جنھیں اللہ تعالی نے انسان کیلئے آرام وسکون کیلئے پیدا کیا ہے۔ پھر اُن مبارک ساعات میں سو جاتے ہیں جن میں اللہ تعالی آسمان دنیا پہ آکر نداء دیتا ہے کہ

(مَنْ يَّدْعُوْنِيْ فَأَسْتَجِيْبَ لَهُ) ”کون ہے جو مجھ سے دعا کرے تو میں اس کی دعا کو قبول کروں؟“

(مَنْ يَّسْأَلُنِيْ فَأُعْطِيَهُ) ” کون ہے جو مجھ سے مانگے تو میں اسے عطا کروں؟“

(مَنْ يَّسْتَغْفِرُنِيْ فَأَغْفِرَ لَهُ) ” کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے تو میں اسے بخش دوں؟“[2]

صرف یہی نہیں کہ وہ رات کے آخری پہر میں سو جاتے ہیں ، بلکہ فجر کے وقت بھی سوئے رہتے ہیں۔اور اُس وقت بیدار ہوتے ہیں جب انھیں اپنی ڈیوٹی پر جانا ہوتا ہے۔یوں عشاء کے بعد رات کا ابتدائی حصہ فضول اور بے ہودہ کاموں میں ضائع کرنے سے نماز تہجد بھی فوت ہوجاتی ہے اور نماز فجر بھی۔چلیں نماز تہجد تو نفل نماز

---

① مسند أحمد :10282- وصححه الأرنؤوط والألباني ② صحيح البخاري : 1154

ہے، جبکہ نماز فجر تو فرض ہے، جس میں کسی قسم کی غفلت اللہ تعالی کے نزدیک قابل قبول نہیں ہے۔

پھر یہ بات بھی درست نہیں کہ جو وقت اللہ تعالی نے نیند کیلئے بنایا ہے اسے جاگ کر گزار دیا جائے۔ اور جو وقت جاگنے اور محنت کرنے کیلئے بنایا ہے اسے سو کر ضائع کر دیا جائے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ وَ مِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾①

''اور یہ اس کی رحمت ہے کہ اس نے تمھارے لئے رات اور دن بنائے، تاکہ تم (رات کو) آرام کر سکو اور (دن کو) اس کا فضل (رزق) تلاش کر سکو۔ اور تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ۔''

اِس سلسلے میں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ رسول اکرم ﷺ عشاء کی نماز سے پہلے سونا اور اس کے بعد گفتگو کو ناپسند کرتے تھے۔②

جبکہ ہم میں سے بہت سارے لوگ عشاء کے بعد آدھی رات تک بالکل ہی فضول کاموں میں مشغول رہتے ہیں۔ اور یہ یقیناً اِس حدیث کے سراسر خلاف ہے۔

☆ اور بعض لوگ ٹی وی کے سامنے گھنٹوں بیٹھے رہتے ہیں اور اپنے پسندیدہ پروگرام، یا مختلف میچز دیکھ کر فارغ اوقات کو ضائع کر دیتے ہیں۔ اور اِس دوران موسیقی کا سماع، غیر محرم عورتوں کو دیکھنا اور اِس جیسے دیگر گناہوں میں مشغول رہ کر قیمتی اوقات کو برباد کر دیتے ہیں۔

☆ اور میں سمجھتا ہوں کہ فی زمانہ سب سے زیادہ وقت کے ضیاع کا ذریعہ موبائل ٹیلیفون ہے، کہ جس نے ہر عمر کے لوگوں کو، چاہے بچے ہوں یا جوان ہوں، چھوٹے ہوں یا بڑے ہوں، مرد ہوں یا عورتیں ہوں، سب کو انتہائی مشغول کر کے رکھ دیا ہے۔

☆ چنانچہ کئی لوگ اپنی پسندیدہ گیمز میں مشغول رہتے ہیں۔

☆ اور کئی لوگ سوشل میڈیا پر مشغول رہتے ہیں۔ چنانچہ فیس بک پر اپنا سٹیٹس (status) اپ ڈیٹ (update) کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ مختلف پوسٹس کو دیکھنا اور انھیں لائک (like) کرنا یا ان پر تبصرہ کرنا، یا تبصروں پر تبصرے کرنا اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں، چاہے اس کی وجہ سے اللہ تعالی کے فرائض یا بندوں کے حقوق ضائع بھی ہو جائیں تو اس کی کوئی پروا نہیں ہوتی۔

☆ کئی لوگ فری پیکیجز لے کر گھنٹوں گھنٹوں فضول گفتگو میں یا میسجز (پیغامات) کے تبادلے میں لگے رہتے ہیں۔

① القصص 28:73 ② صحیح البخاری: 547

☆ اور کئی لوگ موبائل فون کے ذریعے موسیقی سنتے ہوئے یا وڈیو کلپس کا مشاہدہ کرتے ہوئے اپنے قیمتی اوقات کو رائیگاں کر دیتے ہیں۔

الغرض یہ کہ کسی نہ کسی طریقے سے 'موبائل' وقت کے ضیاع کا سب سے بڑا وسیلہ بن چکا ہے۔

حالانکہ 'موبائل' ایک وقتی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے ایجاد کیا گیا ہے، لہذا اسے اپنی وقتی ضرورت کو پورا کرنے کا ہی ایک ذریعہ سمجھنا چاہئے۔ نہ یہ کہ اسے ایک مستقل مشغلہ بنا لیا جائے کہ جس کی وجہ سے دیگر فرائض وواجبات میں شدید خلل پیدا ہو۔ نہ اللہ تعالی کے فرائض کی پروار ہے اور نہ ہی اللہ کے بندوں کے حقوق پورے ہوں۔

ہاں اگر 'موبائل فون' کا جائز استعمال ہو، اِس طرح کہ

☆ اس کو علمِ نافع کے حصول کا ذریعہ بنایا جائے۔ یعنی اس کے ذریعے مختلف علماء کے لیکچرز اور دروس وخطبات سنے جائیں، یا مستند ویب سائٹس پہ موجود لٹریچر، فتاوی جات، آڈیوز، وڈیوز وغیرہ سے استفادہ کیا جائے۔

☆ یا اسے دینی تعلیمات کو پھیلانے کا ذریعہ بنایا جائے۔ یعنی سوشل میڈیا کے ذریعے اللہ رب العزت کے فرامین یا نبی ﷺ کے ارشادات گرامی کو لوگوں تک پہنچایا جائے۔ اور مختلف دینی معلومات لوگوں کے ساتھ شیئر کی جائیں۔ اور سوشل میڈیا پر جن غلط نظریات وباطل عقائد کی نشر واشاعت ہو رہی ہو ان کا مدلل رد کیا جائے۔

تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بلکہ یہ اِس دور کی ایک اہم ضرورت بھی ہے۔ لہذا 'موبائل فون' کے ناجائز استعمال کے ذریعے اپنے قیمتی اوقات کو برباد کرنے کی بجائے اس کے جائز استعمال کے ذریعے اس سے بھرپور استفادہ کرنا چاہئے۔

عزیزان گرامی! ہم نے وقت کے ضیاع کے جو اسباب ووسائل ذکر کئے ہیں، یہ اور ان کے علاوہ باقی جتنے ایسے اسباب ہیں، یہ سب انسان کیلئے انتہائی خطرناک ہیں۔ لہذا ایسے تمام امور سے دور رہنا ضروری ہے جو انسان کے قیمتی اوقات کے ضیاع کا سبب بنتے ہوں۔

جو شخص فارغ اوقات کو ضائع کرتا ہو اسے سوچنا چاہئے کہ کیا اللہ تعالی نے اسے فضول پیدا کیا ہے! کیا اس کی خلقت کا کوئی مقصد نہیں ہے! اور کیا اس کی زندگی بے مقصد ہے!

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴾ [1]

''کیا تم نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ ہم نے تمھیں بے مقصد پیدا کر دیا اور تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے؟''

[1] المؤمنون 23: 115

اس کے بعد فرمایا:

﴿ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ﴾ ①

''پس اللہ بہت بلند شان والا ہے، وہی برحق بادشاہ ہے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ جو حقیقی بادشاہ ہے وہ اِس بات سے بہت بلند ہے کہ وہ تمھیں بے مقصد پیدا کرتا۔
لہذا لوگو! تم اپنے مقصدِ حیات کو پہچانو اور جس مقصد کیلئے تمھیں پیدا کیا گیا ہے اسی کی خاطر زندگی گزارو۔
اور وہ مقصد کیا ہے؟ سنو، اللہ تعالیٰ کیا فرما رہا ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴾ ②

''اور میں نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے۔''

اِس سے معلوم ہوا کہ ہمارا مقصدِ حیات اللہ تعالیٰ کی عبادت اور بندگی ہے۔ یعنی ہم اپنی زندگی اپنے خالق ومالک اور رازق کی مرضی ومنشاء کے مطابق بسر کریں۔ اور کوئی ایسا کام نہ کریں جو اس کی مرضی ومنشاء کے خلاف ہو، یا جس سے وہ ناراض ہوتا ہو۔

☆ اللہ تعالیٰ نے ہمیں صحت وتندرستی سے نوازا ہے، تو ہم پر لازم ہے کہ ہم اس سے فائدہ اٹھائیں اور زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کریں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے ہمیں فارغ اوقات جیسی نعمت سے نوازا ہے، تو ہم پر فرض ہے کہ ہم اس نعمت کی قدر کریں اور فارغ اوقات کو ایسے کاموں میں مشغول کریں کہ جن سے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور اس کی خوشنودی حاصل ہوتی ہو۔ اور اسے بے ہودہ اور فضول کاموں میں ضائع نہ کریں۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

(اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ) ''پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو۔''

① (شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ) ''اپنی جوانی کو اپنے بڑھاپے سے پہلے۔''

② (وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ) ''اپنی صحت کو اپنی بیماری سے پہلے۔''

③ (وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ) ''اپنی تونگری کو اپنی غربت سے پہلے۔''

④ (وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ) ''اپنی فراغت کو اپنی مشغولیت سے پہلے۔''

---

① المؤمنون 23:116 ② الذاریات 51:56

⑤ (وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ) ''اپنی زندگی کو اپنی موت سے پہلے۔''[1]

لہذا اپنی فراغت کو غنیمت سمجھ کر اس سے خوب فائدہ اٹھانا چاہئے ، اِس سے پہلے کہ فراغت مشغولیت میں بدل جائے ، پھر انسان کچھ کرنا بھی چاہے تو دیگر کاموں میں مشغولیت کی بناء پر کچھ نہ کر سکے۔

ورنہ یہ بات یاد رکھیں کہ اگر ہم فراغت کو رضائے الٰہی کا ذریعہ بننے والے اعمال میں مشغول نہیں کرتے اور اسے اللہ تعالی کی ناراضگی کا ذریعہ بننے والے اعمال میں ضائع کر دیتے ہیں تو قیامت کے روز جب ہم سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا تو ہم کیا جواب دیں گے؟

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(لَا تَزُوْلُ قَدَمَا ابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عِنْدِ رَبِّهٖ حَتّٰى يُسْأَلَ عَنْ خَمْسٍ)

'' قیامت کے دن پانچ چیزوں کے بارے میں سوالات سے پہلے کسی بندے کے قدم اپنے رب کے پاس سے ہل نہیں سکیں گے۔''

① (عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَ أَفْنَاهُ) ''عمر کے بارے میں کہ اس نے اسے کس چیز میں گذارا؟''

② (وَعَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَ أَبْلَاهُ) ''جوانی کے بارے میں کہ اس نے اسے کس چیز میں گنوایا؟ ''

③، ④ (وَ مَالِهٖ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيْمَ أَنْفَقَهُ) ''مال کے بارے میں (دو سوال) کہ اس نے اسے کہاں سے کمایا اور کہاں پر خرچ کیا؟''

⑤ (وَ مَاذَا عَمِلَ فِيْمَا عَلِمَ)''اور علم کے بارے میں کہ اس نے اس پر کتنا عمل کیا؟ ''[2]

لوگو! قیامت کے روز جب آپ کی عمر کے بارے میں سوال ہوگا کہ اسے کس چیز میں گزارا، یعنی زندگی کے قیمتی اوقات کو کس کس عمل میں مصروف رکھا؟ اللہ کو راضی کرنے والے اعمال میں؟ یا اس کو ناراض کرنے والے اعمال میں؟ تو سوچ لو کہ اُس دن اِس سوال کا کیا جواب دو گے؟

اور اے نوجوانو! قیامت کے روز جب تم سے سوال کیا جائے گا کہ اپنی جوانی کی توانائیوں کو کن اعمال میں کھپایا تھا؟ تم دن اور رات کا بیشتر حصہ کس کس کے ساتھ، کیا کیا کرتے ہوئے گزارتے تھے؟ تم جب اپنے روم میں اکیلے ہوتے تھے تو کیا کیا دیکھتے تھے؟ کیا کیا سنتے تھے؟ کیا کیا پڑھتے تھے؟ اور فارغ اوقات میں کیا کیا کرتے تھے؟ تو تم بھی سوچ لو کہ قیامت کے روز ان سوالوں کے کیا جواب دو گے؟

---

① أخرجه الحاكم وصححه الألباني فی صحيح الترغيب والترهيب :3355

② جامع الترمذی : 2416 ۔ وصححه الألبانی

دو مواقع جن میں انسان کو وقت ضائع کرنے پر حسرت وندامت ہوگی!

محترم بھائیو! دو مواقع ایسے آئیں گے جن میں انسان کو قیمتی اوقات کے ضیاع پر بڑی حسرت ہوگی۔

اُن میں سے پہلا موقع ہوگا موت کی گھڑی کا۔ جب وہ گزری ہوئی عمر پر حسرت کا اظہار کرے گا اور وہ چاہے گا کہ اسے مزید وقت مل جائے، جس میں وہ نیک اعمال کر لے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿حَتّٰی إِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ☆ لَعَلِّیْ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَکْتُ﴾

"یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی پر موت آنے لگتی ہے تو وہ کہتا ہے: میرے رب! مجھے واپس بھیج دیں۔ شاید میں چھوڑی ہوئی دنیا میں واپس جا کر نیک عمل کرلوں۔"

جواب آئے گا: ﴿کَلَّا اِنَّهَا کَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ﴾ ①

"ہرگز نہیں، یہ تو صرف ایک بات ہے جسے اس نے کہہ دیا۔ اور ان کے پس پشت دوبارہ جی اٹھنے تک ایک حجاب ہے۔"

اسی طرح فرمایا: ﴿وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَا اَخَّرْتَنِیْ اِلٰی اَجَلٍ قَرِیْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَکُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ﴾ ②

"اور جو کچھ ہم نے تمھیں دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرو، اِس سے پہلے کہ تم میں سے کسی پر موت آجائے، تو وہ کہنے لگے: اے میرے رب! مجھے تُو تھوڑی دیر کیلئے مہلت کیوں نہیں دیتا کہ میں صدقہ کرلوں؟ اور نیک لوگوں میں سے ہو جاؤں؟"

تو کیا موت کا وقت آنے کے بعد انسان کو مہلت مل سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ﴾ ③

"اور جب کسی کا مقررہ وقت آجاتا ہے تو پھر اسے اللہ تعالی ہرگز مہلت نہیں دیتا۔"

اور دوسرا موقع ہوگا قیامت کا دن۔ جب انسان یہ چاہے گا کہ وہ دوبارہ دنیا میں چلا جائے اور نیک اعمال کر لے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ وَ لَوْ تَرٰٓی اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاکِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَ سَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴾ ④

---

① المؤمنون 23: 99-100　② المنافقون 63: 10

③ المنافقون 63: 11　④ السجدة 41: 12

'' کاش آپ دیکھیں جب مجرم اپنے رب کے حضور سر جھکائے کھڑے ہوں گے (اور کہیں گے) اے ہمارے رب ! ہم نے دیکھ اور سن لیا، لہٰذا ہمیں واپس بھیج دے تاکہ ہم اچھے عمل کر لیں ۔ ہمیں یقین آ گیا ہے ۔''

میرے بھائیو اور بزرگو! حسرت وندامت کے ان دو موقع کے آنے سے پہلے ہمیں 'وقت' کی اہمیت اور اس کی قدر و منزلت کو پہچان لینا چاہئے ۔ اور اس سے بھر پور فائدہ اٹھانا چاہئے ۔ ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمیں بھی موت کے وقت اور قیامت کے روز اسی حسرت وندامت کا سامنا کرنا پڑے ۔ والعیاذ باللہ

'وقت' کی دو خصوصیات :

عزیزان گرامی ! آیئے خطبے کے آخر میں 'وقت' کی دو اہم خصوصیات جان لیجئے ۔

❶ وقت انتہائی تیزی سے گزر رہا ہے

جی ہاں ، وقت بجلی کی سی تیزی کے ساتھ گزر رہا ہے ۔ اور ہر گزرتے دن ، ہر گزرتی رات اور ہر گزرتے لمحے کے ساتھ ہماری زندگی کم ہو رہی ہے ۔ اور ہم قبر کی طرف اور آخرت کی طرف بڑھ رہے ہیں ۔

وقت اتنا تیز چل رہا ہے کہ اس کی تیزی کا احساس ہی نہیں ہو رہا ۔ سال ایسے گزر جاتا ہے جیسے ایک مہینہ گزرا ہو ۔ اور مہینہ ایسے گزر جاتا ہے جیسے ایک ہفتہ گزرا ہو ۔ اور ہفتہ ایسے گزر جاتا ہے جیسے ایک دن گزرا ہو ۔ جب کبھی کوئی سالانہ مناسبت آتی ہے تو ایسے لگتا ہے جیسے پچھلے سال کی وہی مناسبت ابھی قریب زمانے میں ہی گزری ہے ۔ حالانکہ اس کو پورا سال گزر چکا ہوتا ہے ۔

' تقاربِ زمان' قیامت کی علاماتِ صغریٰ میں سے ایک علامت ہے ۔ جس کا ایک معنی یہی ہے جو ابھی ہم نے ذکر کیا ہے ۔

لہٰذا زندگی کے ہر لمحے کو غنیمت سمجھ کر اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنی چاہئے ۔

❷ 'وقت' سونا چاندی اور دینار و درہم سے بھی زیادہ قیمتی ہے

جی ہاں ، وقت انتہائی قیمتی اور بہت ہی مہنگا ہے ۔ اتنا قیمتی اور مہنگا کہ سونا چاندی ، دینار و درہم اور روپیہ اور ڈالر سے بھی زیادہ قیمتی اور مہنگا! کیونکہ

① اگر (اللہ نہ کرے) آپ کا مالی نقصان ہو جائے ، یعنی سونا چاندی یا دینار و درہم یا روپے اور ڈالر کا نقصان ہو جائے تو اس نقصان کو آپ اللہ کے حکم سے آنے والے وقت میں پورا کر سکتے ہیں ۔

لیکن اگر 'وقت' کا نقصان ہو جائے ، یعنی دن ضائع ہو جائے ، یا دن کی ایک گھڑی ضائع ہو جائے ، تو ضائع

شدہ وقت کبھی واپس نہیں آ سکتا۔ چاہے آپ دنیا بھر کے خزانے خرچ کر ڈالیں، تب بھی گزرا ہوا وقت ہاتھ نہیں آ سکتا۔

تو کیا خیال ہے! وقت زیادہ مہنگا ہے یا مال؟

④ اگر آپ چاہیں تو اپنا مال کسی کو ادھار دے سکتے ہیں اور اس کے واپس آنے کی بھی امید ہوتی ہے، آج نہیں تو کل وہ ادھار دیا ہوا مال واپس لوٹ آئے گا۔ لیکن یہ ناممکن ہے کہ آپ کسی کو اپنی زندگی کا ایک دن یا ایک گھنٹہ ادھار دے دیں، پھر اسے اس سے واپس لے لیں۔

تو کیا خیال ہے! وقت زیادہ قیمتی ہے یا مال؟

اسی لئے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: (مَا نَدِمْتُ عَلٰی شَیْئٍ نَدْمِیْ عَلٰی یَوْمٍ غَرَبَتْ فِیْهِ شَمْسُهٗ نَقَصَ فِیْهِ أَجَلِیْ وَلَمْ یَزِدْ فِیْهِ عَمَلِیْ)

''مجھے کبھی اتنی ندامت نہیں ہوئی، جتنی اُس دن پر ہوتی ہے جس کا سورج غروب ہو جائے، اُس میں میری عمر کم ہو جائے اور میرا عمل نہ بڑھے۔''

☆ میں خطبہ کے آخر میں ہر شخص سے اپیل کرتا ہوں کہ 'وقت' کی قدر کریں اور اسے فضول اور بے ہودہ کاموں میں ضائع کرنے سے بچیں۔

☆ خاص طور پر نوجوانوں سے گزارش کرتا ہوں کہ اپنی جوانی کی عمر اور اس کی توانائیوں کو فضول چیزوں میں برباد نہ کریں۔ بلکہ ان توانائیوں سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے جوانی کے دوران اللہ تعالی کا تقرب زیادہ سے زیادہ حاصل کریں۔ اور یاد رکھیں کہ جس نوجوان کی نشو ونما اللہ تعالی کی عبادت میں ہوتی ہے اسے اللہ تعالی قیامت کے روز اپنے عرش کا سایہ نصیب کرے گا۔

اور آپ اللہ رب العزت کی رضا کی خاطر جو محنت جوانی کی عمر میں کر سکتے ہیں وہ جوانی کا مرحلہ گزرنے کے بعد ہرگز نہیں کر سکتے۔ اس لئے اس کی قدر کریں اور اسے ضیاع سے بچائیں۔

☆ اسی طرح میں اپنی ماؤں بہنوں سے بھی گزارش کرتا ہوں کہ وہ گھروں میں اپنے فارغ اوقات کو فضول چیزوں میں ضائع نہ کیا کریں۔ بلکہ فارغ اوقات میں قرآن مجید کی تلاوت، ذکر اور استغفار کثرت سے کیا کریں۔ نفع بخش کتب کا مطالعہ کیا کریں۔ دینی لیکچرز اور خطبات ودروس سنا کریں۔ گھر والوں کی خدمت اور بچوں کی تربیت، حتی کہ گھریلو کام کاج بھی کار ثواب اور عبادت سمجھ کر کیا کریں۔

☆ اسی طرح میں بچوں کے والدین سے خصوصی طور پر گزارش کرتا ہوں کہ وہ ان کی اسلامی تربیت پر توجہ دیا

کریں ۔ اور اِس دور میں 'وقت' کو برباد کرنے والی جتنی چیزیں ہیں ان سے اپنے بچوں کوسختی سے بچنے کی تلقین کیا کریں ۔اور یہ بات یاد رکھیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہر ذمہ دار کے متعلق آگاہ فرمایا ہے کہ اس سے قیامت کے روز اس کی ذمہ داری کے متعلق سوال کیا جائے گا۔لہذا اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں ۔اور نہ خود اپنے قیمتی اوقات کوضائع کیا کریں اور نہ ہی گھر والوں اور بچوں کواس کی اجازت دیا کریں ۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہمیں فارغ اوقات سے مستفید ہونے کی توفیق دے ۔اوران اوقات کو ہمارے حق میں نفع بخش بنائے ۔اور قیامت کے روز انھیں ہمارے خلاف حجت نہ بنائے ۔

دوسرا خطبہ

محترم بھائیواور بزرگو! اللہ تعالی کا فرمان ہے :

﴿ فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ☆ وَإِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ﴾[1]

''جب آپ فارغ ہوں تو (عبادت کی) مشقت میں لگ جائیں ۔اور اپنے رب کی طرف راغب ہوں ۔''

ان آیات میں اللہ تعالی نے اگرچہ خطاب نبی ﷺ کو کیا ہے، مگر یہ ہیں ہم سب کیلئے ۔اور ان کا مفہوم یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی شخص ، مرد ہو یا عورت ، جب کبھی فارغ ہوتو وہ ان کاموں میں لگ جائے جو اللہ تعالی کو راضی کرنے والے ہوں ۔اوران کاموں سے بچے جو اسے ناراض کرنے والے ہوں ۔

آیئے اب ہم کچھ عملی چیزیں ذکر کرتے ہیں ۔اور آپ کو بتانا چاہتے ہیں کہ کم وقت میں آپ بفضلہٖ تعالی بہت زیادہ نیکیاں کما سکتے ہیں ۔ہم جن اعمال کا تذکرہ کریں گے وہ ایسے اعمال ہیں کہ جنھیں ایک سے دو منٹ میں کیا جا سکتا ہے ۔

لیکن ان اعمال کا تذکرہ کرنے سے پہلے ایک بات اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ اسلام کی اہم ترین عبادات ہمیں اِس بات کی طرف دعوت دیتی ہیں کہ ہم اپنے اوقات کومنظم ومرتب کریں اور ایک ترتیب کے ساتھ اپنی ذمہ داریاں پوری کریں ،خواہ وہ اللہ کے فرائض ہوں یا بندوں کے حقوق ہوں ۔

چنانچہ آپ پانچ نمازوں کو دیکھ لیں ، جو دین کا ستون ہیں ، اللہ تعالی نے ان نمازوں کے اوقات مقرر کر دیئے ہیں ۔اور ہر نماز کواس کے مقررہ وقت میں ادا کرنا فرض قرار دیا ہے ۔اور اگر ہم 'وقت' کا حساب کرنا چاہیں تو چوبیس گھنٹوں میں سے صرف ایک گھنٹہ پانچوں نمازیں ادا کرنے پرصرف ہوتا ہے ۔گویا چوبیس گھنٹوں میں سے

[1] الانشراح94 :7-8

صرف ایک گھنٹہ اللہ کیلئے اور تیئیس گھنٹے آپ کیلئے ۔ اور ایک گھنٹہ جو اللہ کے فرائض کیلئے ہے وہ بھی درحقیقت آپ ہی کی مصلحت اور آپ ہی کے فائدے کیلئے ہے، کیونکہ نمازیں پڑھنے سے آپ ہی مستفید ہوتے ہیں کہ ان کے ذریعے آپ کے جسم کو گناہوں سے پاک کردیا جاتا ہے۔

اسی طرح فرضی روزے ہیں، جو سال کے بعد آتے ہیں، ماہِ رمضان کی ابتداء سے شروع ہوتے ہیں اور اس کی انتہاء کے ساتھ ختم ہوجاتے ہیں۔ اور ان کے ذریعے بھی انسان کے گناہوں کو مٹادیا جاتا ہے۔

اسی طرح زکاۃ ہے، جو سال گزرنے کے بعد فرض ہوتی ہے۔ اور اس کے ذریعے زکاۃ دینے والے کا تزکیہ ہوتا ہے اور مال پاک ہوجاتا ہے۔

اسی طرح حج بیت اللہ ہے، جس کا مہینہ بھی مقرر ہے اور اس کے ایام بھی مقرر ہیں۔ اور مناسکِ حج کا پورا شیڈول منظم ومرتب ہے، جس کی پابندی کرنا ہر حاجی پر لازم ہوتا ہے۔

اسی طرح نماز عیدین ہے، نماز جمعہ ہے، مختلف نفلی روزے ہیں، مثلا ہر پیر اور جمعرات کا روزہ، ایام بیض کے روزے، عاشوراء اور عرفہ کے روزے وغیرہ ..... یہ سب عبادات اپنے اپنے مقررہ اوقات میں ہی انجام دی جاتی ہیں۔ اسی طریقے سے ہر مسلمان کو اپنی زندگی کے معمولات کو مرتب کرنا چاہئے۔ اور فارغ اوقات کو ایک ترتیب کے ساتھ گزارنا چاہئے، تاکہ ان قیمتی اوقات سے بھرپور فائدہ اٹھایا جاسکے۔

اور یہ بات یاد رکھیں کہ جس کام کیلئے جو وقت متعین ہو اسے اسی وقت پورا کریں اور یہ مت کہیں کہ اسے بعد میں کرلیں گے ...... کیونکہ بعد میں تو وہ کام ہوگا جس کا وقت ہوگا۔ اور بعد میں جب کئی کام اکٹھے ہوجائیں گے تو ایک بھی نہیں ہوگا، یا ایک آدھ ہوجائے گا اور باقی رہ جائیں گے۔ اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جو کام بروقت نہیں کیا جاتا تو وہ لیٹ ہوتے ہوتے آخرکار رہ ہی جاتا ہے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جب اپنے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلافت کیلئے نامزد کیا تھا تو انھیں کچھ باتوں کی وصیت کی تھی، ان میں سے ایک یہ تھی :

''عمر! یقین کرلو کہ اللہ تعالی کیلئے ایک عمل دن کے وقت ہوتا ہے جسے وہ رات کے وقت قبول نہیں کرتا۔ اور ایک عمل رات کے وقت ہوتا ہے جسے وہ دن کے وقت قبول نہیں کرتا۔''[1]

اِس سے ثابت ہوا کہ دن کا کام دن کو اور رات کا کام رات کو کرنا چاہئے۔ اور کسی کام کو بلا عذر مؤخر نہیں کرنا چاہئے۔

---

[1] معرفة الصحابة :106

عزیزان گرامی ! اب ہم اُن اعمال کا تذکرہ کرتے ہیں جو ایک سے دو منٹ میں کئے جا سکتے ہیں اور اُن کے ذریعے بہت سے فوائد وثمرات حاصل کئے جا سکتے ہیں ۔ یہ ایسے اعمال ہیں جو خاص طور پر انتظار کے اوقات میں کئے جا سکتے ہیں ۔ یعنی ان کیلئے کوئی وقت خاص نہیں کرنا پڑتا ، بلکہ جب بھی وقت ملے آپ انھیں کر سکتے ہیں ۔ مثلا آپ ڈاکٹر کے پاس گئے ، مریضوں کے رش کی وجہ سے آپ کو انتظار کرنا پڑا ، یا آپ سفر کر رہے ہیں اور آپ کا سفر کئی گھنٹوں کا ہے ، یا آپ گاڑی ڈرائیو کر رہے ہیں اور آپ کو کسی سگنل پر ایک سے دو منٹ کیلئے رکنا پڑتا ہے ، یا آپ بس سٹینڈ یا ریلوے اسٹیشن یا ائیر پورٹ پر جاتے ہیں اور آپ کو انتظار کرنا پڑتا ہے ...... تو اِس دوران آپ متعدد اعمال کر سکتے ہیں ۔ وہ کون سے اعمال ہیں ؟ آپ کی بھرپور توجہ مطلوب ہے :

❶ آپ ایک منٹ میں دس مرتبہ سورۃ الاخلاص پڑھ سکتے ہیں ۔

اور اس کی فضیلت یہ ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا :

(مَنْ قَرَأَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ حَتّٰى يَخْتِمَهَا عَشْرَ مَرَّاتٍ ، بَنَى اللّٰهُ لَهُ قَصْرًا فِي الْجَنَّةِ)

’’ جو شخص مکمل سورتِ اخلاص دس مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالی اس کیلئے جنت میں ایک محل بنا دیتا ہے ۔ ‘‘[1]

اسی طرح آپ ﷺ نے ایک شخص کو جو اِس سورت سے محبت کرتا تھا اور کثرت سے پڑھتا تھا ، اسے فرمایا تھا : (حُبُّكَ إِيَّاهَا أَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ)

’’ اُس سے تیری محبت نے تجھے جنت میں داخل کر دیا ہے ۔ ‘‘[2]

❷ آپ ایک منٹ میں قرآن مجید کا ایک صفحہ اور دو منٹ میں دو صفحے تلاوت کر سکتے ہیں ۔ اور آپ کو معلوم ہے کہ قرآن مجید کے ہر ہر حرف پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں ۔ اگر ایک صفحے میں پندرہ سطریں ہوں اور ہر سطر میں تقریبا تیس حرف ہوں تو ایک صفحے میں چار سو پچاس حرف بنتے ہیں ۔ اِس کو دس سے ضرب دیں تو ساڑھے چار ہزار نیکیاں بنتی ہیں ۔

❸ آپ دو منٹ میں سو مرتبہ (سبحان اللہ وبحمدہ) پڑھ سکتے ہیں جس کی فضیلت یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

(مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ ، فِيْ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ ، حُطَّتْ عَنْهُ خَطَايَاهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ)[3]

’’ جو شخص دن میں سو مرتبہ (سبحان اللہ وبحمدہ) پڑھ لے تو اس کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں خواہ

[1] السلسلة الصحيحة :589 [2] صحيح البخاری:774م [3] صحيح البخاری:6405

وہ سمندر کی جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔"

❹ آپ تقریبا دو منٹ میں سو مرتبہ استغفار کر سکتے ہیں۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم صرف ایک مجلس میں آپ ﷺ کی زبان مبارک سے یہ دعا سو مرتبہ سنتے تھے:

(رَبِّ اغْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ)

"اے میرے رب! مجھے معاف کر دے اور میری توبہ قبول فرما، یقیناً تو ہی خوب توبہ قبول کرنے والا، بڑا معاف کرنے والا ہے۔"①

❺ آپ دو منٹ میں سو مرتبہ (لا حول ولا قوة الا باللہ) پڑھ سکتے ہیں۔ جسے رسول اکرم ﷺ نے جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ قرار دیا ہے۔ اور اسے کثرت سے پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

❻ آپ تقریبا دو اڑھائی منٹ میں سو مرتبہ (سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم) پڑھ سکتے ہیں۔ جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

(كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ ، خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ، ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ : سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ)②

"دو کلمے ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو انتہائی پیارے، زبان پر بہت ہلکے اور ترازو میں انتہائی وزنی ہیں: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ"

❼ آپ ایک منٹ میں دس مرتبہ نبی ﷺ پر درود بھیج سکتے ہیں۔ اور ایک مرتبہ درود بھیجنے پر اللہ تعالیٰ کی دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں، دس گناہ معاف ہوتے ہیں اور دس درجے بلند ہوتے ہیں۔ یوں دس مرتبہ درود بھیجنے سے سو رحمتیں نازل ہونگی، سو گناہ معاف ہونگے اور سو درجے بلند ہونگے۔

میرے بھائیو اور دوستو! یہ اور اس طرح کے دیگر اعمال انتہائی کم وقت میں کئے جا سکتے ہیں۔ اور ان کے ذریعے بفضل اللہ تعالی بہت سے فوائد وثمرات حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو وقت کے ضیاع سے محفوظ رکھے۔ ہمیں قیمتی فارغ اوقات سے بھرپور طور مستفید ہونے اور ذخیرۂ آخرت بننے والے اعمال انجام دینے کی توفیق دے۔ آمین

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین

---

① السلسلة الصحيحة :556 ② صحيح البخاری :7563

زاد الخطیب کے بارے میں علماء کرام کے تاثرات

شیخ الحدیث حافظ عبد الستار حماد حفظہ اللہ

''ہمیں دوران مطالعہ ان خطبات میں درج ذیل خصوصیات دیکھنے کو ملی ہیں: ① ہر خطبے کے آغاز میں معین موضوع کے متعلق تمہیدی کلمات اور اس کے اہم عناصر کا ذکر ہے، پھر ہر عنصر کے لیے کتاب وسنت سے مواد فراہم کیا گیا ہے۔ ② صرف صحیح احادیث کا انتخاب کیا گیا ہے ③ ان خطبات میں دوسرے خطبے میں بھی اختصار اور جامعیت سے کام لیتے ہوئے وعظ ونصیحت کا اہتمام کیا گیا ہے جو کہ مسنون ہے۔ ④ ان خطبات میں علمی ثقاہت اور جلالت بیان کی جھلک نمایاں ہے، کیونکہ ہر بات حوالے سے مزین اور ہر دعویٰ دلیل سے مبرہن ہے۔ ⑤ شعر گوئی اور قافیہ بندی سے گریز کرتے ہوئے انداز بیان سادہ مگر انتہائی پر مغز، اسلوب تحریر میں پانی کی سی روانی، آسان محاورات اور سہل عبارات سے اپنا مدعا بیان کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے تا کہ دل سے نکلنے والی بات دل میں جاگزیں ہو جائے۔ الغرض یہ ''خطبات جمعہ'' نہ صرف خطباء اور واعظین کے لیے مفید ہیں بلکہ ہمارے نزدیک ہر لائبریری اور ہر گھر کی بھی ضرورت ہیں، ان سے ہر ممکن استفادہ کرنا چاہیے۔''

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

''عرصۂ دراز سے اس بات کی شدید ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ: ① ایک تو خطباء حضرات کے لیے خطبات کا ایک ایسا مجموعہ مرتب ہو جس میں خالص اسلام کی صحیح تعبیر وتشریح ہو۔ ② دوسرے نمبر پر ایسے بدعی اعمال پر تنبیہ ہو جنھوں نے دین اسلام کو مسخ کر دیا ہے۔ ③ تیسرے، ہر موضوع کی تفصیلات صرف صحیح روایات پر مشتمل ہوں، ضعیف اور بے سرو پا روایات کا سہارا نہ لیا گیا ہو۔ یہ مجموعۂ خطبات، علماء وخطباء کے لیے بلاشبہ ایک نعمت غیر مترقبہ، ایک ارمغان علمی، علوم ومعارف کا ایک گنجینہ اور آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ کا ایک خزینہ ہے۔''

پروفیسر عبد الجبار شاکر رحمہ اللہ

''مجھے ان خطبات کو پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ میرے نزدیک یہ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے کہ ائمہ کرام اور خطیبان عظام کو کتاب وسنت کی روشنی میں موضوعاتی خطبے ملیں۔ ان خطبات کی زبان سادہ وسلیس ہے، انداز نگارش شگفتہ اور متین ہے، حوالے مستند اور کامل ہیں۔ اپنے موضوع پر جو موازنہ اور معلومات فراہم کی گئی ہیں وہ لائق داد ہیں۔ اللہ تعالیٰ مصنف مذکور کی اس کاوش کو قبول ومنظور فرمائے اور اس سے خطباء کو استفادے کی توفیق بخشے۔'' آمین یارب العالمین۔

مرکز الفلاح الخیری ۔ لاہور